www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

بہنوں کا اپنا ماہنامہ

شعاع

بانی و مدیر اعلیٰ — محمود ریاض

مدیرہ — رضیہ جمیل

مدیر منتظم — آذر ریاض

مدیرہ اعزازی — امت الصبور

قانونی مشیر — شاہین رشید

اشتہارات — خالد جیلانی

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ شعاع

37- اردو بازار کراچی

MEMBER APNS CPNE

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

پہلی شعاع	رضیہ جمیل	10
حمد	نعمان فاروق	11
نعت	صابر القادری	11
نبیؐ کی باتیں	ادارہ	12

انٹرویو

رنگ چھلنے لگیں	ادارہ	22
بندھن	شاہین رشید	17
دستک	شاہین رشید	31

ناول

ایک تھی مثال	رخسانہ نگار عدنان	36
رقصِ بسمل	نبیلہ عزیز	200

مکمل ناول

نایاب ہیں ہم	آسیہ رزاقی	68
یارم	سمیرا حمید	216
بازگشت	سنیعہ عمیس	112

ناولٹ

محبتوں میں لُٹا	رشدہ رضا خان	172

افسانے

سچی خوشی	رضیہ مہدی	58
ہم سے ہے زمانہ	ثمرہ بخاری	102
زہر	قرۃ العین ہاشمی	257
شکریہ	عتیقہ محمد بیگ	194

نظمیں، غزلیں

غزل	خمروزہ بنکوی	260
غزل	افتخار مغل	261
نظم	شکیب جلالی	261
غزل	میثم علی آغا	260

زرِ سالانہ بذریعہ رجسٹری

پاکستان (سالانہ) ...... 700 روپے
ایشیا، افریقہ، یورپ ...... 5000 روپے
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ...... 6000 روپے

انتباہ: ماہنامہ شعاع ڈائجسٹ کے جملہ حقوق محفوظ ہیں، پبلشر کی تحریری اجازت کے بغیر اس رسالے کی کسی بھی کہانی، ناول، یا سلسلے کو کسی بھی انداز سے نہ تو شائع کیا جا سکتا ہے، نہ کسی بھی ٹی وی چینل پر ڈرامہ، ڈرامائی تشکیل اور سلسلے وار قسط کے طور پر یا کسی بھی شکل میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ خلاف ورزی کرنے کی صورت میں قانونی کارروائی عمل میں لائی جا سکتی ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

SCANNED BY DIGESTPK

مستقل سلسلے

خط آپ کے	رضیہ جمیل	270
مسکراہٹیں	صبا سحر	262
آئینہ خانے میں	واصفہ سہیل	282
بالوں سے خوشبو آئے	شگفتہ جاہ	266
تاریخ کے جھروکے	امت الصبور	285
مہندی کے ڈیزائن	ادارہ	278
کھلتا کسی پہ	خالدہ جیلانی	268
عیلمہ کے پکوان	خالدہ جیلانی	287
خوبصورت بنیے	ادارہ	290

اگست 2014
جلد 28 شمارہ 12
قیمت 60 روپے

خط و کتابت کا پتہ: ماہنامہ شعاع، 37 - اردو بازار، کراچی۔

رضیہ جمیل مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر شائع کیا۔ مقام: 91، بی ایچ بلاک ایریا سوسائٹی کراچی

Phone: 32721777, 32726617, 021-32022494 Fax: 0092-21-32766872
Email: shuaa@khawateendigest.com website: www.khawateendigest.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

پہلی شعاع

شعاع کا اگست کا شمارہ سالگرہ نمبر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہیں کہ اس کا کرم، مہربانی اور نوازشیں شامل حال رہیں اور کامیابی سے آگے بڑھتے ہوئے ہم یہ طویل مسافت طے کر چکے۔

شعاع نے روز اول ایک معیار متعین کیا اور اسے نہ صرف برقرار رکھا بلکہ خوب سے خوب تر بنانے کی کوشش کرتے اور وقت کے ساتھ ساتھ کامیابی کی نئی منزلیں سر کرتے ہوئے آگے بڑھتا رہا۔

ہماری کامیابی میں سب سے بڑا حصہ ہماری مصنفین کا ہے۔ ان کی بہترین تخلیقات شعاع کی زینت ہیں۔ ہم تہہ دل سے ان کے ممنون ہیں۔

ہم اپنی قارئین کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں۔ وہ ہر قدم پر ہمارے ساتھ رہیں۔ ہماری محنتوں کو سراہا اور اپنے بہترین مشوروں سے شعاع کو خوب سے خوب تر بنانے میں ہمارا ساتھ دیا۔ ہماری دعا ہے کہ یہ تعلق ہمیشہ یونہی ساتھ رہے۔ آمین۔

یہ شمارہ آپ کو ملے گا تو آپ عید کے استقبال کی تیاریوں میں مصروف ہوں گی۔

قارئین کو ہماری جانب سے دلی عید مبارک۔

عید آپ سب کے لیے ڈھیروں خوشیاں لے کر آئے۔ آپ کے دل اور آنگن آباد اور خوشیوں سے بھرے رہیں۔ آمین۔

عید کے پرمسرت موقع پر ان لوگوں کو نہ بھولیے گا جو اس وقت ایک کڑی آزمائش سے دوچار ہیں۔ بے سر و سامان بے گھر، دربدر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی زندگیوں میں آسانیاں لائے اور وہ عافیت اور سلامتی کے ساتھ اپنے گھروں کو لوٹیں۔

یہی مہینہ تھا جب پاکستان وجود میں آیا تھا۔ اس کے لیے بے شمار لوگوں نے قربانیاں دی ہیں اور اب تک دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو قائم و دائم رکھے۔ آمین۔

اس شمارے میں،

- آسیہ رزاقی کا مکمل ناول — نایاب ہیں ہم،
- سنیعہ عمیر کا مکمل ناول — بازگشت،
- سمیرا حمید کا مکمل ناول — یارم،
- رخسانہ نگار عدنان اور نبیلہ عزیز کے ناول،
- رشدہ خالد خان کا ناولٹ — محبتوں میں انا کی بات نہیں چلتی،
- نمرہ بخاری، صفیہ مہدی، قرۃ العین خرم ہاشمی اور عنیقہ محمد بیگ کے افسانے،
- رنگ چلنے لگیں، صبا ٹھہر جائے — قارئین سے سروے،
- جنید خان اور آمنہ خان کا بندھن،
- معروف شخصیات سے گفتگو کا سلسلہ — دستک،
- پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری باتیں — احادیث نبوی کا سلسلہ،
- عید کے پکوان، مہندی کے ڈیزائن، آئینہ جلنے میں، خط آپ کے اور دیگر مستقل سلسلے شامل ہیں۔

شعاع کا سالگرہ نمبر آپ کو کیسا لگا؟ آپ کی رائے کے منتظر ہیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

حمد باری تعالیٰ

ہے زمزمۂ اعلا میں کہ تنہا بھی بہت ہے
دل کو تری رحمت پہ بھروسا بھی بہت ہے

ہے کسی غیر کی چاہت کا ٹھکانا بھی دلوں میں
اور اُن کو ترے عشق کا دعویٰ بھی بہت ہے

دے اُن کو مگر کوئی بشارت ہی کا موسم
دکھ جن کے مقدر میں یہ لکھا بھی بہت ہے

کیوں کر وہ سمجھ پائیں ترے حسن کو یارب
دل جن کا ہوس گرد سے میلا بھی بہت ہے

رک جائے قلم حرفِ ثنا پر میرا آ کر!
ہر چند سخن کا یہ سلیقہ بھی بہت ہے

سمجھو نہ تو دریا و سمندر نہیں کافی
گر سمجھو تو مکڑی کا یہ جالا بھی بہت ہے

بخشش کے یہ لائق نہیں تو پھر بھی کرم کر
نعمان اکیلا بھی ہے پیاسا بھی بہت ہے

نعمان فاروق

نعت رسول مقبول ﷺ

رسولِ مجتبیٰ کہیے، محمد مصطفیٰ کہیے
خدا کے بعد بس وہ ہیں پھر اس کے بعد کیا کہیے

شریعت کا ہے یہ اصرار خاتم الانبیاء کہیے
محبت کا تقاضا ہے محبوبِ خدا کہیے

جب ان کا ذکر ہو دنیا سراپا گوش ہو جائے
جب ان کا نام آئے مرحبا صلِ علیٰ کہیے

مرے سرکار کے نقشِ قدم شمعِ ہدایت ہیں
یہ وہ منزل ہے جس کو مغفرت کا راستہ کہیے

محمد کی نبوت دائرہ ہے نورِ وحدت کا
اسی کو ابتدا کہیے، اسی کو انتہا کہیے

غبارِ راہِ طیبہ سرمۂ چشمِ بصیرت ہے
یہی وہ خاک ہے جس خاک کو خاکِ شفا کہیے

ماہر القادری

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

ادارہ

پیارے نبی کی پیاری باتیں

توبہ و استغفار کا بیان

بخشش طلب کرنے کا حکم اور اس کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
"آپ بخشش مانگیے اپنی لغزش کے لیے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے۔" (محمد 19)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
"اللہ سے بخشش مانگیے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔" (النساء 106)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
"پس اپنے رب کی خوبیوں کے ساتھ اس کی پاکیزگی بیان کریں اور اس سے بخشش مانگیں' بلاشبہ وہ خوب توبہ قبول کرنے والا ہے۔" (النصر 3)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
"پرہیزگار لوگوں کے لیے' ان کے رب کے پاس باغات ہیں (اللہ تعالیٰ کے اس قول تک) اور رات کے آخری پہر میں استغفار کرنے والے ہیں۔" (آل عمران 15-18)

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔
"جو شخص کسی برائی کا ارتکاب کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے' پھر اللہ سے بخشش طلب کرے تو وہ اللہ کو بہت بخشنے والا' نہایت مہربان پائے گا۔" (النساء 110)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
"اور اللہ تعالیٰ تیری موجودگی میں ان کو عذاب دینے والا نہیں ہے اور (اسی طرح) اللہ ان کو عذاب نہیں دے گا جبکہ وہ بخشش مانگنے والے ہوں۔" (الانفال۔ 33)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
"اور وہ لوگ جب کسی برائی کا ارتکاب کر لیتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔ اور اللہ کے سوا کوئی

دن میں ستر بار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔
"میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ سے استغفار کرتا اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔" (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
"قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری

گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں اور وہ اپنے کیے پر جانتے ہوئے اصرار نہیں کرتے۔" (آل عمران 135)

اس موضوع پر کثیر آیات ہیں اور مشہور ہیں۔

جان ہے! اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں ختم کر کے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو گناہ کریں گے اور پھر اللہ سے استغفار کریں گے' تو اللہ ان کو معاف فرمائے گا۔" (مسلم)

فوائد و مسائل :

1۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ کو گناہ کا ارتکاب کرنا پسند ہے' بلکہ اس انداز بیان سے اصل مقصد توبہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

واستغفار کی اہمیت کو واضح کرتا ہے کیونکہ گناہ تو ہر انسان سے ہوتا ہے' کوئی انسان گناہوں سے پاک یا محفوظ نہیں۔ لیکن اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو گناہ کرکے اس پر اڑتے نہیں ہیں' بلکہ توبہ و استغفار کا اہتمام کرتے ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑاتے ہیں۔ توبہ و استغفار سے بندے کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہوتا ہے اس لیے یہ بہت پسندیدہ عمل ہے۔

استغفار

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک مجلس میں سو مرتبہ (یہ استغفار کہتے ہوئے) شمار کرتے

رَبِّ اغْفِرْلِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ؕ

اغفرلی وتب علی۔

"اے اللہ! مجھے بخش دے' مجھ پر رجوع فرما بے شک تو بہت رجوع فرمانے والا' نہایت مہربان ہے۔" (اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائدو مسائل :

1۔ اس سے دعا کا ایک ادب یہ معلوم ہوا کہ دعا کے مطابق اللہ کے صفاتی نام استعمال کیے جائیں' جیسے توبہ استغفار میں اس کی صفت توابیت اور صفت غفوری و رحیمی کا اور دنیا کے معاملات میں اس کے جواد' کریم اور معطی وغیرہ ہونے کا ذکر کیا جائے۔

ہر غم سے نجات

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"جو شخص استغفار کی پابندی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا اور ہر غم سے اسے نجات عطا کرتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔"

(ابوداؤد)

سید الاستغفار

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"بندے کا یہ کہنا سید الاستغفار (استغفار کا سردار) ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّي لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِي وَاَنَا عَبْدُكَ، وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ، وَاَبُوْءُ بِذَنْبِي، فَاغْفِرْلِي، فَاِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ؕ

ترجمہ۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو نے ہی مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں جہاں تک طاقت رکھتا ہوں تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں اور میں اپنے کیے ہوئے عمل کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں ان نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں جو تو نے مجھ پر کیں اور میں اپنے گناہوں کا بھی اعتراف کرتا ہوں۔ چنانچہ تو مجھے معاف کردے۔ بے شک تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں۔"

جو شخص یہ (کلمات استغفار) دن میں دل کے یقین کے ساتھ پڑھے اور شام ہونے سے پہلے اسے موت آجائے تو وہ جنتی ہے اور جو اسے یقین کے ساتھ رات کو پڑھے اور صبح ہونے سے پہلے اسے موت آجائے۔ تو وہ جنتی ہے۔" (بخاری)

فوائدو مسائل :

1۔ اس میں استغفار کے کچھ آداب بیان کیے گئے ہیں' مثلاً "اللہ کی ذات و صفات پر کامل اعتماد و یقین۔ اللہ کی نعمتوں کا اقرار و اعتراف اور اس کے مقابلے میں اپنی کوتاہیوں کا اعتراف اور بارگاہ الٰہی میں عجز و نیاز کا اظہار وغیرہ۔ یہ دعا ان تمام باتوں کو جامع ہے" اس لیے اسے استغفار کا سید (سردار) قرار دیا گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سلام پھیر کر) اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ استغفار فرماتے اور یہ دعا پڑھتے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ؕ

"اے اللہ! تو سلام ہے اور سلامتی تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔ اے عزت و جلالت کے مالک! تو بڑی برکتوں والا ہے۔"

استغفار

حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی امام اوزاعی سے پوچھا گیا آپ استغفار کیسے کرتے تھے؟ انہوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے استغفراللہ ' استغفراللہ "میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں۔ میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں۔" (مسلم)

فوائد و مسائل :

1۔ سلام پھیرنے کے فوراً" بعد مذکورہ دعا پڑھنا مسنون عمل ہے۔ اس مسنون دعا کو چھوڑ کر لا الہ الا اللہ کا ورد یا صلاۃ و سلام وغیرہ پڑھنا اور وہ بھی با آواز بلند 'سنت رسول سے انحراف ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات سے قبل یہ کلمات کثرت سے پڑھتے تھے۔

سبحان اللہ وبحمدہ۔ "اے اللہ! میں تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں' تیری خوبیوں کے ساتھ۔ میں تجھ سے معافی کا طلب گار ہوں۔ اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں(بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل :

1۔ ویسے تو ہر وقت اور ہر موقع پر توبہ و استغفار کا اہتمام ضروری اور بہتر ہے لیکن زندگی کے آخری ایام میں تو بالخصوص اس کی بہت ضرورت ہے اور اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل بھی ہو جاتا ہے۔

معافی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "اے ابن آدم! جب تک تو مجھے پکارتا رہے گا۔ اور مجھ سے امید وابستہ رکھے گا تو تو جس حالت پر بھی ہو گا میں تجھے معاف کرتا رہوں گا اور میں کوئی پروا نہیں کروں گا۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں' پھر تو مجھ سے معافی طلب کرے تو میں تجھے بخش دوں گا اور میں کوئی پروا نہیں کروں گا۔ اے ابن آدم! اگر تو زمین بھر گناہوں کے ساتھ میرے پاس آئے' پھر تو مجھے اس حال میں ملے کہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو میں بھی اتنی مغفرت کے ساتھ تجھے ملوں گا جس سے زمین بھر جائے۔" (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد و مسائل : اس میں گناہ گاروں کے لیے خوش خبری ہے۔ لیکن کون سے گناہ گار؟ جو گناہوں پر اصرار نہیں کرتے اور سچے دل سے توبہ کر کے اللہ سے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔ گناہ کتنے بھی زیادہ ہوں' اللہ کی مغفرت و رحمت اس سے بھی زیادہ وسیع ہے لیکن شرط وہی ہے جو قرآن نے بیان کی ہے' کہ وہ گناہ پر اصرار نہ کریں کیونکہ اصرار کے ساتھ توبہ و استغفار ایک بے معنی عمل ہے۔ جب انسان نے گناہ چھوڑا ہی نہیں ہے' بلکہ وہ مسلسل اس کا ارتکاب کر رہا ہے تو اس کی بابت اللہ سے یہ کہنا کہ یا اللہ مجھے معاف کر دے' ایک عجیب بات ہے' بلکہ اللہ سے مذاق ہے' اس لیے ان احادیث سے یہ سمجھ لینا کہ محض زبان سے استغفراللہ پڑھ لینے سے ہر صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف ہو جائے گا' نادانی ہے کیونکہ استغفراللہ پڑھنا' توبہ نہیں ہے' صرف ایک درخواست اور دعا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے قانون کے مطابق رد یا قبول فرماتا ہے' جب کہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

توبہ یہ ہے کہ انسان گناہ کے ارتکاب سے باز آجائے' پھر اس پر بارگاہ الٰہی میں ندامت کا اظہار کرے اور دل میں یہ عزم رکھے کہ آئندہ اس گناہ کا ارتکاب نہیں کروں گا۔ اس قسم کی سچی توبہ اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرماتا ہے اور کوئی اور مانع نہ ہو تو اس کی مغفرت یقینی ہے۔

صدقہ اور استغفار

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو اور کثرت سے استغفار کیا کرو' اس لیے کہ میں نے جہنم میں اکثریت عورتوں کی دیکھی ہے۔"

تو ان میں سے ایک عورت نے کہا۔ "اے اللہ کے رسول! ہم عورتوں کے زیادہ جہنمی ہونے کا سبب کیا ہے؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" تم لعن طعن زیادہ کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو۔۔۔ میں نے عقل اور دین میں ناقص ہونے کے باوجود تم عورتوں سے زیادہ عقل مند پر غالب آجانے والا کوئی نہیں دیکھا۔"

اس نے پوچھا" ہمارے اندر عقل اور دین کی کیا کمی ہے؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" نقصان عقل تو یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے (پس یہ عقل کی کمی کی دلیل ہے)۔ اور (مخصوص ایام میں) وہ نماز نہیں پڑھتیں (رمضان میں روزہ نہیں رکھتیں یہ نقصان دین ہے)۔" (مسلم)

فوائد و مسائل : اس حدیث میں عورت کی ایک فطری کمی 'نقصان عقل' بیان کی گئی ہے 'یعنی مرد کے مقابلے میں اس کے اندر عقل کی کمی ہے۔ اسی کا لحاظ کرتے ہوئے شریعت نے عورت کی گواہی کو مرد کی گواہی کے مقابلے میں آدھا قرار دیا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے عورت مرد کے مقابلے میں جسمانی اعتبار سے کمزور اور نازک ہے' اور اسی جسمانی نزاکت کے پیش نظر شریعت اسلامیہ نے اسے کسب معاش کی ذمہ داریوں سے فارغ رکھا ہے' کیونکہ اس کے لیے اسے گھر سے باہر نکل کر جدوجہد کرنی پڑتی جو اس کی جسمانی نزاکت اور دیگر مقاصد شریعت کے خلاف بات تھی۔ مغرب میں' جو مساوات مرد و زن کا سب سے بڑا علم بردار ہے' سو سالہ جدوجہد کے بعد بھی عورت مرد کے مساوی درجے پر فائز نہیں ہو سکی۔ وہاں آج بھی تمام کلیدی عہدوں پر مردوں ہی کا قبضہ ہے۔ ان کی تمام اہم ملکی و بین الاقوامی پالیسیاں مرد ہی بناتے ہیں اور ان کے تمام ضروری معاملات میں مردوں ہی کا عمل دخل ہے۔

اس لیے اس کی عزت اسی میں ہے کہ اسلام نے اس کی فطری کمزوری کے پیش نظر اس کا جو دائرہ عمل تجویز کیا ہے' وہ اسے قبول کرے اور اپنی سرگرمیوں کا دائرہ اسی فطری حد کے اندر محدود رکھے۔ اس سے تجاوز کر کے وہ اپنے نسوانی عظمت و وقار سے بھی محروم ہو جائے گی جیسا کہ آج مغرب کی عورت محروم ہو چکی ہے۔

عورتوں کو کثرت سے استغفار اور صدقہ کرنے کے علاوہ' خاوندوں کی ناشکری اور غیبت و بدگوئی اور لعن طعن سے بھی اجتناب کرنا چاہیے تاکہ وہ جہنم کا ایندھن بننے سے بچ جائیں۔

دل اور اعمال

حضرت ابو ہریرہ عبدالرحمن بن صخر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔" (مسلم)

فائدہ :

1۔ اس حدیث سے بھی اخلاص اور صحیح نیت کی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

اہمیت واضح ہے' اس لیے ہر نیک عمل میں اس کا اہتمام ضروری ہے اور دل کو ہر اس چیز سے صاف رکھنا چاہیے جس سے وہ عمل برباد ہو سکتا ہے' جیسے ریا کاری اور نمود و نمائش کا جذبہ یا دنیا کا لالچ یا اسی قسم کے اور خفیہ مفادات' تاہم دلوں کا حال چونکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے' اس لیے اعمال کی اصل حقیقت قیامت والے دن ہی واضح ہوگی جب کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اچھا یا برا بدلہ ملے گا' دنیا میں انسان کے ساتھ اس کے ظاہری اعمال کے مطابق ہی معاملہ کیا جائے گا اور اس کی باطنی کیفیت کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے گا۔

نیک بیوی

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔

"مومن کو اللہ کے تقویٰ کے بعد نیک بیوی سے بہتر کوئی چیز نہیں مل سکتی۔ (ایسی بیوی کہ) جب وہ اسے کوئی حکم دے تو وہ اس کی تعمیل کرے' جب اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے تو اسے خوش کر دے' اگر اسے کوئی قسم دے تو وہ قسم پوری کر دے' اگر وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہو (سفر وغیرہ میں چلا جائے) تو اپنی ذات کے بارے میں اور اس کے مال کے بارے میں اس سے مخلص رہے۔ (خیانت نہ کرے۔)

دین والی عورت سے نکاح کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

1۔ "عورتوں سے چار چیزوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے (کسی سے) اس کے مال کی وجہ سے (کسی سے) اس کے حسب و نسب کی وجہ سے' (کسی سے) اس کے حسن و جمال کی وجہ سے' (کسی سے) اس کی دین داری (اور نیکی) کی وجہ سے۔ تو دین دار عورت (کے حصول میں) کامیاب ہو جا۔ تیرا بھلا ہو۔"

فوائد و مسائل:

1۔ نکاح کا تعلق زندگی بھر کے لیے ہوتا ہے' اس لیے زندگی کا ساتھی تلاش کرنے میں کوشش کی جاتی ہے کہ وہ ایسا فرد ہو جس کے ساتھ زندگی خوش گوار ہو جائے۔

2۔ اچھی بیوی یا اچھے خاوند کی خواہش ایک جائز خواہش ہے' تاہم اس انتخاب کا معیار درست ہونا چاہیے۔

3۔ اکثر لوگ ظاہری چیزوں کو افضلیت کا معیار سمجھتے ہیں۔ بہت سے لوگ مال دار خاندان میں شادی کرنا پسند کرتے ہیں تاکہ ان کی دولت میں حصے دار ہو سکیں' حالانکہ دولت ڈھلتی چھاؤں ہے۔ امیر آدمی دیکھتے دیکھتے مفلس ہو جاتے ہیں اور غریب لوگوں کے دن پھر جاتے ہیں اور اسے دولت حاصل ہو جاتی ہے' اس لیے دائمی تعلق قائم کرنے کے لیے یہ معیار قابل اعتماد نہیں۔

4۔ بہت سے لوگ معزز خاندان میں رشتہ کرنا پسند کرتے ہیں لیکن ضروری نہیں کہ دنیا میں معزز سمجھے جانے والے خاندان کا ہر فرد اخلاق و کردار کے لحاظ سے بھی اعلا ہو۔

5۔ اکثر لوگ ظاہری حسن و جمال پر فریفتہ ہوتے ہیں لیکن یہ معیار انتہائی ناقابل اعتماد ہے کیونکہ عمر گزرنے کے ساتھ ساتھ حسن میں کمی ہوتی چلی جاتی ہے۔

6۔ اصل قابل اعتماد معیار نیکی اور تقویٰ ہے۔ نیک بیوی غریبی میں بھی باوقار رہتی ہے اور امارت میں مغرور ہو کر خاوند کی توہین نہیں کرتی' اونچے خاندان کی عورت میں اکثر نخوت و تکبر کی بدعادت پائی جاتی ہے اور وہ اپنے خاوند پر حکم چلانے کی کوشش کرتی ہے جس کی وجہ سے خاوند اور بیوی میں محبت پیدا نہیں ہو پاتی جو خوش گوار زندگی کے لیے ضروری ہے' لیکن نیک بیوی جو خاوند کے حقوق و فرائض سے آگاہ ہے' وہ اونچے خاندان کی ہو یا ادنیٰ خاندان کی' گھر کو جنت بنا دیتی ہے۔

☼

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

جنید خان بمع مسز ڈاکٹر آمنہ جنید خان

شاہین رشید

شادی کے معاملے میں پروفیشنل لوگوں کی اپنی ہی ایک رائے ہوتی ہے۔ پڑھی لکھی بیوی کی ڈیمانڈ کرتے ہیں۔ کچھ لوگ اپنے ہی پروفیشن کی بیوی چاہتے ہیں تاکہ گھر میں لڑائی جھگڑے سے بچے رہیں' جبکہ کچھ لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ ایک ہی پروفیشن کے میاں' بیوی مسائل کو جنم دیتے ہیں۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ ساری بات نصیب کی ہوتی ہے۔ جو شریک سفر رب نے آپ کی زندگی میں لکھ دیا ہے وہی بہتر ہے۔

بندھن کے سلسلے میں اس بار ملیے "جنید خان" جن کی بیگم ڈینٹسٹ ہیں۔ دونوں کے پروفیشن الگ بھی' مشکل بھی گھر کس طرح چلتا ہے۔ آئیے دیکھتے ہیں۔

جنید کے بارے میں آپ کو بتائیں کہ ان کا پورا نام جنید خان نیازی ہے۔ 2 نومبر 1981ء کو ملتان میں پیدا ہوئے۔ اسٹار ان کا اسکارپیو ہے اور تعلیمی قابلیت ایم بی اے ہے۔ جنید خان کے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں اور ان کا نمبر تیسرا ہے۔

"کیسے ہیں جی۔ اور یہ بتائیں کہ آمنہ صاحبہ سے پہلی ملاقات کب اور کہاں ہوئی اور کیا آپ کی لو میرج ہے؟"

"نہیں جی۔ ہماری لو میرج نہیں ہے۔ ٹوٹلی ارینج میرج ہے اور میرے خالو کے ایک فیملی فرینڈ کی بیٹی ہیں میری بیگم۔ اور انہی کی طرف سے گیا تھا میرا رشتہ اور ملاقات کا احوال یہ ہے کہ میری امی نے بتایا کہ فلاں فلاں لڑکی ہے' تم ملاقات کرو' ہماری فیملی کی ملاقات اسلام آباد میں ہوئی۔ میں نے آمنہ کے گھر والوں سے گپ شپ لگائی اور میری امی نے آمنہ کی امی سے گپ شپ لگائی۔ ہم دونوں نے بھی ایک دوسرے سے بات چیت کی اور پھر میں نے امی سے کہا کہ آپ باقاعدہ رشتہ بھیج دیں۔"

"یعنی پہلی ملاقات میں ہی آمنہ دل کو بھا گئیں؟"

"ہاں جی۔ فیملی کے لحاظ سے ایک بیوی میں جو خوبیاں ہونی چاہئیں' وہ سب مجھے آمنہ میں نظر آئیں۔ پروگریسو' تعلیم یافتہ ہے' ڈاکٹر ہے اور اب پی ایچ ڈی بھی کر رہی ہے۔ اسٹیبلشڈ فیملی ہے۔ والد کا انتقال ہو چکا ہے۔ وہ' پندرہ سال پہلے آرمی سے ان کا تعلق تھا تو ایک لحاظ سے آئیڈیل فیملی تھی۔"

"منگنی کتنا عرصہ رہی؟ اور ملاقاتیں ہوتی تھیں؟"

"منگنی کم عرصہ ہی رہی کیونکہ جب بات پکی ہوئی تو دو مہینے کے بعد 20 جولائی 2010ء کو ہمارا نکاح ہو گیا اور 13 ستمبر کو رخصتی ہو گئی اور جیسے میری خالہ بھی اسلام آباد میں ہی رہتی ہیں تو جب ان کے ہاں جانا ہوتا تھا تو ان سے ملاقات بھی ہو جاتی تھی۔ اور گپ شپ بھی ہوتی تھی' تاکہ ایک دوسرے کے مزاجوں کو سمجھ سکیں۔"

"کہتے ہیں کہ منگنی کا پیریڈ جانچنے اور پرکھنے کا ہوتا ہے۔ مگر جب نکاح ہو جاتا ہے تو بیگم کیسی بھی ہو قبول کرنی پڑتی ہے۔"

قہقہہ۔۔۔ "نکاح سے پہلے بھی ہماری گپ شپ ہوئی تھی۔ منگنی اور نکاح کے دوران بھی دو مہینے تھے۔ تب بھی اچھی طرح سمجھ لیا تھا اور نکاح کے بعد تو پھر احساسات و جذبات الگ ہو جاتے ہیں۔ نکاح کے فوراً" بعد ہی ذمہ داری کا احساس بھی ہونے لگتا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

اور درمیان میں تھوڑی مس انڈراسٹینڈنگ بھی ہوئی ہلکی پھلکی، مگر شکر ہے کہ ایسا کچھ نہیں ہوا کہ ہمیں پچھتانا پڑا ہو۔ ہر انسان پرفیکٹ نہیں ہوتا اور ہر انسان دوسرے کی امیدوں پہ پورا بھی نہیں اتر سکتا تو ہلکی پھلکی لڑائی میں گھبرانا نہیں چاہیے۔"

"سسرال سے تعلقات کیسے ہیں؟ اور آمنہ کو مزاج کا کیسا پایا آپ نے؟"

"آمنہ تین بھائیوں کی اکلوتی بہن ہے اور سسرال والوں سے میرے تعلقات بہت اچھے ہیں۔ ان کے بھائیوں سے میرا مزاج کافی ملتا ہے اور اچھا وقت گزرتا ہے اور جہاں تک مزاج کی بات ہے تو ہر انسان کا مزاج نرم گرم تو ہوتا ہے مگر اسے اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہے۔ وہ مجبور بھی ہے۔ تعلیم یافتہ بھی ہے تو اس کی اپنی رائے بھی ہوتی ہے۔ مگر ہم جو کام کرتے ہیں باہمی مشورے سے ہی کرتے ہیں۔ نرم مزاج بہت ہے

بہت محبت کرنے والی اور بہت خیال رکھنے والی بیگم ہے میری۔۔۔ پٹھانوں والا غصہ ہے مگر جلدی اتر جاتا ہے اور غصہ تو ہر انسان کو آتا ہے۔"

"ایک بیٹا بھی ہے آپ کا تقریباً" تین ماہ کا۔۔۔ بیگم ڈاکٹر۔۔۔ تو ڈسٹرب نہیں ہوتا؟"

"جب ہمارے بیٹے نے ہونا تھا تو بیگم نے جاب سے بریک لے لیا تھا اور بیٹے کی پیدائش کے بعد اس نے جاب چھوڑ دی ہے۔ کیونکہ وہ پی ایچ ڈی بھی کررہی ہے اور پی ایچ ڈی کے بعد ہمارا بیٹا بھی تھوڑا سا بڑا ہوچکا ہوگا تب وہ جاب دوبارہ شروع کردے گی۔"

"جاب کرنے والی بیوی کو اپنی کمائی کا بڑا زعم ہوتا ہے کہ میں خود کماتی ہوں۔ اس لیے ہر کام میں مرد کو ہاتھ بٹانا چاہیے۔ یا یہ کہ میں مصروف ہوں آپ اپنے کام خود کریں ایسا ہے؟"

مسکراتے ہوئے۔

"دیکھیں! جب عورت خودمختار ہوتی ہے تو تھوڑا بہت رعب یا زعم آنا تو لازمی ہے۔ لیکن میری بیگم میں ایسا کچھ نہیں ہے۔ وہ گھر گرہستی والے کام بھی کرتی ہے۔ وہ جانتی ہے کہ اسے اپنے شوہر اور بچے کو بھی ٹائم دینا ہے۔ آنے والے مہمانوں کی تو بھگت بھی کرنی ہے۔ میں تو اس کے حق میں ہوں کہ عورت نے جس پروفیشن میں پڑھائی کی ہو اسے جاری رکھے اور شادی کے بعد اسے کٹ تک نہیں کرنا چاہیے۔"

"کیا شادی یہ سوچ کر کی تھی کہ میں کسی بھی فیلڈ کی ایک پروفیشنل لڑکی سے شادی کروں گا؟"

"نہیں ایسا کچھ نہیں سوچا تھا میں تو مکمل طور پر قسمت پر یقین رکھنے والا انسان ہوں اور اللہ نے جس کے ساتھ میرا جوڑ بنایا' مجھے اس پہ یقین ہے اور میں اپنی زندگی میں بہت خوش ہوں۔ ہاں یہ ضرور سوچا تھا کہ والدین کی عزت کرنے والی' مضبوط دل اور صابر سی ہو۔"

"شوبز کی فیلڈ سے کسی لڑکی کا انتخاب کیوں نہیں کیا اور لو میرج کو ترجیح کیوں نہیں دی؟"

"یہ تو خیر میں نے سوچ رکھا تھا کہ اپنی فیلڈ میں شادی نہیں کرنی اور یہ میرا مشاہدہ تھا کہ اپنی فیلڈ میں شادی کرنے کا نقصان زیادہ ہے' فائدہ کم ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ چاہے وہ آپ کا لائف پارٹنر ہی کیوں نہ ہو اسے تھوڑا اسپیس چاہیے ہوتا ہے۔ اس لیے اگر میاں' بیوی ایک ہی پروفیشن کے ہوں گے تو ایک دوسرے میں گھسے ہی رہیں گے۔"

"کیا دل چاہتا ہے کہ ایک روایتی بیوی کی طرح آمنہ آپ کا ہر کام کرے' ہر طرح سے خیال رکھے؟"

"میرا خیال ہے کہ یہ خواہش تو ہر مرد کی ہوتی ہے اور میں خوش قسمت ہوں کہ آمنہ میرا ہر طرح سے خیال رکھتی ہے۔ کوکنگ بھی کرتی ہے۔ گھر کو بھی سنبھالتی ہے۔ اس لحاظ سے وہ ایک مکمل بیوی ہے۔ آمنہ کو پاکستانی اور کانٹی نینٹل ڈشز بھی پکانی آتی ہیں۔"

"بیگم کی کوئی اچھی اور بری عادت بتائیں۔ میاں' بیوی میں شروع میں محبت زیادہ ہوتی ہے یا بعد میں؟"

"میرا نہیں خیال کہ اس کی کوئی عادت ایسی ہے جو مجھے ناپسند ہو۔ ہلکی پھلکی عادتیں تو ہوتی ہیں مگران کو

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

نظرانداز کیا جا سکتا ہے۔ میاں بیوی میں احترام کا عنصر بھی زیادہ ہونا چاہیے۔"

"عورت یا بیوی اپنے شوہر سے کیا چاہتی ہے اور مرد کیا چاہتا ہے کہ لڑکی خوب صورت ہو؟"

"لڑکی کا خوب صورت ہونا تو ضروری نہیں ہے لیکن خوب سیرت ہونا چاہیے اور دیگر خصوصیات بھی ہونی چاہئیں۔ عورت کو مرد میں ایک طاقت چاہیے ہوتی ہے۔ ایک گہرائی چاہیے ہوتی ہے۔ اس کے حق کے لیے لڑنے والا شوہر چاہیے ہوتا ہے اور شوہر کو وہ ایک کامیاب مرد کی حیثیت سے دیکھنا چاہتی ہے۔ اسی طرح مرد کو بھی ایسی ہی اچھی خصوصیات چاہیے ہوتی ہیں۔"

• شادی کی صحیح عمر کیا ہونی چاہیے۔ مرد کی اور عورت کی؟"

"مرد کی 28 ' 29 سال ہونی چاہیے۔ جبکہ لڑکی جب ذہنی طور پر مچیور ہو جائے اس کی شادی ہو جانی چاہیے۔ ہم میاں بیوی میں عمر کا گیپ نہیں ہے۔ تقریباً برابر ہی ہیں اور میری شادی بھی تاخیر پر ہی ہوئی۔"

"مرد کے ہاتھ میں اللہ نے پاور دی ہے۔ غصہ آیا' تین لفظ بولے اور فارغ کر دیا۔ تو اس کے بارے میں آپ کیا کہیں گے۔ یہ "انا" "فانا" میں جو طلاق ہو جاتی ہے تو کیوں ہوتی ہے؟"

"طلاق بہت بری چیز ہے اور ایسا ہونا نہیں چاہیے۔ دو انسان مکمل طور پر ایک دوسرے کو انڈر اسٹینڈ نہیں کر پاتے۔ مرد نے اپنے حساب سے اپنے ماحول میں زندگی گزاری ہوتی ہے۔ عورت کا اپنا ایک ماحول ہوتا ہے۔ مگر یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں کہ جس کی وجہ سے طلاق ہوتی ہے۔ میں تو کہتا ہوں۔ طلاق کا آپشن ہونا ہی نہیں چاہیے۔ آپشن ہوتا ہے تو لوگ لینے کا سوچتے ہیں اور ایک دوسرے کی خامیوں کو برداشت نہیں کرتے اگر یہ آپشن نہ ہو تو لوگ یعنی میاں بیوی ایک دوسرے کو برداشت کریں گے اور برداشت تو کرنا پڑتا ہے۔ پرفیکٹ جوڑ کوئی نہیں ہوتا۔"

"سسرال نزدیک ہونا چاہیے یا دور؟ کیونکہ۔ کچھ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

لوگوں کا خیال ہے کہ دور ہونا چاہیے۔ نزدیک ہو تو لڑکی کو ہر وقت میکہ ہی یاد رہتا ہے۔"

"میرا سسرال تو اسلام آباد میں ہے اور میں تو اس بات کا قائل ہی نہیں ہوں کہ بیوی کو میکے نہ جانے دوں' میں تو اپنی بیوی کو کھلی چھٹی دے دیتا ہوں کہ جب دل چاہے چلی جائے کیونکہ جب لڑکی سسرال آتی ہے تو ایک نئے سیٹ اپ میں آتی ہے اور اس کو ٹائم لگتا ہے ایڈجسٹ ہونے میں تو اگر وہ اپنے میکے چلی جائے تو اسے سانس لینے کا تھوڑا موقع مل جاتا ہے' کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بیوی کو سسرال میں ہی رکھو تاکہ وہ ایڈجسٹ ہوسکے مگر میں ان باتوں کو نہیں مانتا' سب سیٹ ہو جاتا ہے بے شک ٹائم لگتا ہے۔"

"اس انٹرویو کے ذریعے اپنی بیگم کو کچھ کہنا چاہیں گے جو آپ آج تک اس کے منہ پر نہ کہہ سکے ہوں؟"

قہقہہ۔۔۔ "نہیں ایسا کچھ نہیں ہے' جو کچھ بھی کہنا ہوتا ہے ہم ایک دوسرے کے سامنے ہی کہہ دیتے ہیں اور بہتر یہی ہوتا ہے کہ انسان سامنے کہہ دے بجائے اس کے کہ کسی تیسرے بندے کے ذریعے گلے شکوے آرہے ہوں۔"

آمنہ جنید خان

"جی آمنہ صاحبہ! کیسی گزر رہی ہے لائف؟"

"جی ماشاء اللہ بہت اچھی۔"

"آپ دونوں کی ارینج میرج ہے پہلی ملاقات میں کیسے لگے تھے جنید؟"

"بہت سادہ سے' بہت اچھے دیکھ کر ہی اندازہ ہو رہا تھا کہ ان میں کوئی نخرہ نہیں ہے۔"

"جب پتا چلا کہ ایک معروف آرٹسٹ سے شادی ہو رہی ہے تو کیا احساسات تھے آپ کے؟"

"کچھ خاص نہیں۔۔۔ بس یہی کہ فیملی لائف ہوگی کہ نہیں' باہر ایک ساتھ گھوم پھر سکیں گے یا نہیں۔ مگر اللہ کا شکر ہے کہ ابھی کوئی مشکلات پیش نہیں آئیں۔"

"شادی کے بعد جنید کو کیسا پایا؟"

"سوچا تو اچھا تھا' لیکن سوچ سے کہیں زیادہ اچھا پایا انہیں۔"

"ماحول میں کتنا فرق تھا۔ یعنی آپ کے گھر اور ان کے گھر کے؟"

"یہی بات کہوں تو ان کے گھر اور ہمارے گھر کے ماحول میں کوئی زیادہ فرق نہیں تھا۔ تھوڑا بہت فرق تو اپنے بہن بھائیوں کے ماحول میں بھی ہوتا ہے تو ایسا کچھ خاص فرق نہیں لگا مجھے۔"

"کون سی رسمیں انجوائے کیں اور کس میں بوریت ہوئی؟"

"رسمیں اتنی ہوئی ہی نہیں۔ ہاں ہماری طرف سے جو رسمیں تھیں ان میں مجھے بہت مزا آیا تھا اور یقیناً" انہوں نے بھی انجوائے کیا ہوگا۔"

"منہ دکھائی میں کیا ملا تھا اور ہنی مون کے لیے کہاں گئے تھے آپ دونوں؟"

"منہ دکھائی میں انہوں نے مجھے گولڈ کا بریسلٹ دیا تھا اور ہنی مون کے لیے ملائیشیا اور دبئی گئے تھے اور انجوائے کیا تھا۔ یادگار ٹرپ تھا ہمارا۔"

"نکاح اور رخصتی کے وقت کیا احساسات تھے

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

آپ کے؟"

"نکاح کے وقت میں تو بہت روئی تھی۔ وہ وقت ہی شاید ایسا ہوتا ہے اور رخصتی کے وقت بھی ایسی ہی کیفیت تھی بہت اداسی تھی اور جذباتی ہو رہی تھی اور شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ میں اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی اور تین بھائیوں کی ایک ہی بہن ہوں تو لاڈلی بھی بہت تھی اور ابھی بھی بہت لاڈلی ہوں۔"

"جنید کو آپ کس روپ میں اچھی لگتی ہیں؟ سادگی میں یا بنی ٹھنی؟"

"میں انہیں سادگی میں اچھی لگتی ہوں بس آنکھوں میں صرف کاجل لگانا ان کو اچھا لگتا ہے۔"

"آپ کی جاب' جنید کی فیلڈ اور چھوٹا بچہ۔ لائف ڈسٹرب ہوتی ہے؟"

"نہیں۔ جاب نے تنگ نہیں کیا کیونکہ جب جنید نہیں ہوتے یہاں تو اپنے آپ کو مصروف رکھنے کی وجہ سے جاب کرتی ہوں ورنہ مشکل ہو جاتا ہے ان کے بغیر ٹائم گزارنا۔"

"اسلام میں چار شادیوں کی اجازت ہے' اگر کل

تو؟"

"مجھے اندازہ ہے کہ وہ ایسا نہیں کریں گے کیونکہ جنید مجھ سے بہت خوش ہیں اور مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔"

"اور یہ آخری سوال کہ شادی کی رات کمرے میں آکر پہلا جملہ کیا بولا تھا آپ سے؟"

"شاید سلام کیا تھا۔ ٹھیک سے یاد نہیں۔ شادی کی رسومات اور ہنگاموں میں اتنی تھکاوٹ ہو جاتی ہے کہ کچھ ٹھیک طرح سے یاد ہی نہیں رہتا۔"

اور اس کے ساتھ ہی ہم نے اس جوڑے سے اجازت چاہی اس شکریے کے ساتھ کہ انہوں نے ٹائم دیا۔

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے خوبصورت ناول

اُجالوں کی بستی میں

فاخرہ جبیں

قیمت -/400 روپے

منگوانے کا پتہ
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37، اردو بازار، کراچی

فون نمبر:
32735021

SCANNED BY DIGESTPK
www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

عید۔ محبت، خوشی، شادمانی کا دن، فرائض کی ادائی کے بعد قدرت کا انعام اور تحفہ۔ تمام گلے شکوے دور کر کے محبت اور دوستی کے اظہار کا دن۔ تمام دنیا کے مسلمانوں کا یہ تہوار اپنے اندر عبادت، محبت، شکر گزاری اور خوشیوں کے ہزاروں رنگ سمیٹے ہوئے ہے۔

عید کے ساتھ جڑی خوب صورت روایتیں اس تہوار کو دلکش اور حسین بناتی ہیں۔ عید کے دن خصوصی اہتمام کیے جاتے ہیں۔ خصوصاً" خواتین اور لڑکیوں کی تیاری تو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی۔ مہندی کے دل فریب نقش و نگار سے سجے ہاتھ، کلائیوں میں دمکتی نازک چوڑیاں، خوش رنگ ملبوسات۔ عیدی لینا اور عیدی دینا ہماری خوب صورت روایتیں ہیں۔

اس بار شعاع کا سالگرہ نمبر عید کے موقع پر آرہا ہے۔ اس لیے قارئین سے سروے، سالگرہ نمبر اور عید کے حوالے سے ہے۔ سوالات یہ ہیں۔

1 ۔ چاند رات کو آپ کی کیا مصروفیات ہوتی ہیں اور عید کا دن کیسے گزارتی ہیں؟

2 ۔ وہ کون سی ڈش ہے، جو عید کے دن آپ کے ہاں لازمی بنتی ہے اور سب اسے پسند کرتے ہیں؟

3 ۔ شعاع میں شائع ہونے والی آپ کی پسندیدہ مصنفین اور وہ آپ کو کیوں پسند ہیں؟

4 ۔ اس سال شعاع میں شائع ہونے والی تحریروں میں آپ کا پسندیدہ جملہ، شعر یا اقتباس؟

آیئے دیکھتے ہیں ہماری قارئین نے ان سوالات کے کیا جوابات دیے ہیں۔

رنگ چلنے لگیں، صبا ٹھہر جائے

ادارہ

مسرت الطاف احمد۔ کراچی

1۔ چاند رات کو ہماری مصروفیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے... کہ

ہم رات دیر تک جاگتے ہیں عید کے کپڑے پریس کرتے ہیں ایک دوسرے کو مہندی لگاتے ہیں، بڑی بہن صاحبہ اور کزنز وغیرہ مہندی لگوانے آتی ہیں۔ کوئی فینل کررہا ہوتا ہے تو کوئی جیولری سلیکٹ کررہا ہوتا ہے، غرض کہ ہر طرف گہما گہمی خوشیوں کا راج ہوتا ہے سب اپنی اپنی تیاریوں میں مگن ہوتے ہیں۔ اپنے آپ کو سنوارنے کے ساتھ ساتھ گھر کی تفصیلی صفائی۔ ستھرائی اور عید کے لیے مزے دار ڈشز کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے" ہنسی مذاق اور نوک جھونک میں چاند رات کو بھرپور انجوائے کیا جاتا ہے۔

گھر کے کاموں سے فارغ ہونے کے بعد میں خود کو بہت ہی اہتمام سے تیار کرتی ہوں۔ کیوں کہ میں بہت ہی کانشس ہوں اسی لیے میری جیولری، ڈریسنگ، اور میک اپ ہر ایک چیز پرفیکٹ ہوتی ہے۔ ابو اور امی سے عید ملنے کے بعد ایک دوسرے سے عید ملتے ہیں "امی اور ابو سے منہ مانگی عیدی وصول کرتے ہیں۔

پہلا دن تو گھر والوں کے ساتھ انجوائے اور مستی کرنے میں گزر جاتا ہے۔ جب کہ دوسرا دن شاندار روایت کو برقرار رکھتے ہوئے دادا ابو سے عید ملنے جاتے ہیں۔ تیسرے دن نانی کے گھر کا چکر لگایا کرتے ہیں غرض کہ عید کا دن میرے لیے بہت ہی خوب صورت اور منفرد ہوتا ہے۔

2۔ عموماً" ہمارے گھر عید کے دن امی چکن بریانی بناتی ہیں، لیکن یہ عام بریانی نہیں ہے یہ ایران کی خاص ڈش ہے جو ہمارے گھر بہت بنتی ہے اور ذوق و شوق سے کھائی جاتی ہے۔ ابو کی فیورٹ ڈش ہے اس کے ساتھ رائتہ ہوتا ہے۔

3۔ پسندیدہ رائٹرز ویسے تو اپنی قابلیت اور صلاحیت کی وجہ سے سب رائٹرز ہی ایک سے بڑھ کر ایک ہیں، لیکن پتا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

نمیں کہوں نبیلہ عزیز سے مجھے دلی انسیت ہے۔ میں ان کو دل کی گہرائیوں سے پسند کرتی ہوں' ان کی ہر تحریر کو بہت ہی ذوق و شوق سے پڑھتی ہوں۔ نمرہ احمد مجھے بہت ہی اچھی ہوئی لگتی ہیں' پسندیدگی کی وجہ یہ ہے ان کی تحریریں ہر رائٹرز سے تو بلکل فرنٹ اور منفرد ہوتی ہیں۔ بلکہ ہر ناول ہر افسانہ با مقصد اور سبق آموز ہوتا ہے۔

فرحت اشتیاق تو عید کا چاند ہیں جو کبھی کبھی اپنی جھلک دکھا کر بادلوں میں چھپ جاتا ہے' میں نے انہیں ٹی وی میں دیکھا تو خوشی سے میری چیخ نکل گئی تھی۔ مجھے بہت ہی سوبر اور ڈیسنٹ لگیں' فرحت اشتیاق بھی میری موسٹ فیورٹ ہیں۔

۸۔ یہ جملہ کنیز نبوی کے مکمل ناول صنم سے صمد تک سے ہے۔

"میں اکیسویں صدی کی وہی بت پرست ہوں' مالک یا صنم کہنے والی سالوں تک صنم صنم کرتے عمر کی ساری پونجی لٹا کر اب صنم سے صمد یاد آیا ہے اور صمد اتنا مہربان' اتنا رحیم' اتنا کریم' شکوہ نہیں کرتا' طعنہ نہیں دیتا' دھتکارتا نہیں' اپنے دوار سے لوٹاتا نہیں۔ فوراً" سایہ عافیت میں لے لیتا ہے۔"

طلعت شاہیال شریف — سرگودھا

ا۔ چاند رات کو میری مصروفیت بھی بس عام سی ہوتی ہے کیونکہ ہم لوگ گاؤں میں رہتے ہیں اس لیے اپنی شاپنگ وغیرہ عید سے پہلے مکمل کر لیتے ہیں اور اس دفعہ تو میں نے رمضان سے بھی پہلے شاپنگ کر لی تھی کیونکہ رمضان میں بازار کے پھیرے (اف)

چاند رات کو میں بچوں کو تیار کر کے خود تیار ہوتی ہوں کیونکہ ہم گاؤں والے سب ایک دوسرے کے گھر مبارک باد دینے آتے ہیں اور سرگودھا سے آنے والے رشتہ دار جن میں میرے بھائی اور ان کے بھائی وغیرہ تو چاند رات کی خوشیاں دوبالا کر دیتے ہیں۔ ان کی خاطر تواضع کے لیے میں اور میری گیارہ سالہ بیٹی بڑے پر جوش ہوتے ہیں۔ پھر ملنے آنے والوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے' کیونکہ ہمارا خاندان بہت بڑا ہے اس لیے رات گئے تک یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ لڑکیاں بمعہ میری بیٹی اور چھوٹا بیٹا جو کہ سات سال کا ہے مہندی لگاتے ہیں یا لگا کرتے ہیں۔ بڑا بیٹا دوستوں کے ساتھ مصروف ہوتا ہے۔ میاں صاحب مہمانوں کے ساتھ گپ شپ میں مصروف ہوتے ہیں۔ میں اس دوران صبح کے لیے کچھ نہ کچھ بنا کے رکھ دیتی

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

ہوں۔ اسی طرح گاؤں والے ایک دوسرے کے گھروں میں آجا کے چاند رات مناتے ہیں۔ میں چاند رات کو کہیں نہیں جاتی صرف گھر پر مہمانوں کو اٹینڈ کرتی ہوں اور عیدی سب کے گھروں میں جاتی ہوں۔ سب میں عیدیاں بانٹنے۔

سب کاموں سے فارغ ہو کے اپنے ہاتھوں پہ مہندی لگاتی ہوں آخر دل تو بچہ ہے۔

عید کے دن میں صبح سویرے اٹھتی ہوں کیونکہ تفصیلی صفائی تو چاند رات سے بھی پہلے مکمل کر چکی ہوتی ہوں اس لیے ایک بار پھر صاف گھر کو دوبارہ صاف کر کے جلدی جلدی صفائی مکمل کرتی ہوں۔ پھر سب کے لیے ناشتا بناتی ہوں جو کہ اکثر سویوں اور چائے پر مشتمل ہوتا ہے۔

اس کے بعد میاں صاحب کو عید کی نماز کی تیاری میں مدد کرواتی ہوں کیونکہ انہیں سامنے پڑی ہوئی چیز بھی اٹھا کے دینی پڑتی ہے۔

ان کے جانے کے بعد میری پیاری بیٹی تیار ہوتی ہے اور مجھ سے عیدی لیتی ہے۔ نماز سے واپس آنے کے بعد میں میاں صاحب سے اور بیٹے مجھ سے عیدی لیتے ہیں۔

پھر کوکنگ کی طرف آتی ہوں۔ ارد گرد کے گھروں سے آئی ڈشز وصول کرتی ہوں جی ہاں ابھی تک گاؤں میں یہ رواج ہے۔ اور خود سب کے گھروں میں کبھی حلوہ کبھی سویاں اور کبھی کھیر وغیرہ بھجواتی ہوں۔ اس کے بعد بھائی وغیرہ عیدی دینے آجاتے ہیں سرگودھا سے آنے لوگ اپنے اپنے گھروں میں رہتے ہیں اس لیے صبح ان سے دوبارہ ملاقات ہوتی ہے۔

آپ لوگ کہتے ہوں گے میں نے اپنی تیاری کا کوئی ذکر نہیں کیا تو جناب جب میں تیار ہی نہیں ہوتی تو ذکر کیسا۔ جی ہاں —— سر تھاز منہ پھاڑ والا محاورہ نہیں حقیقتاً "کھد ۔ نت آتا ہے۔

پھر تیسرے دن فیملی سب کے گھروں میں جاتی ہوں عیدی دینے۔ اپنی نندوں۔ بہنوں بھائیوں اور ان کے بھائیوں کے گھروں سے ہوتے ہوئے جو لوگ اعتکاف کیے بیٹھے ہوں ان کو مبارک باد دیتے دیتے شام اور پھر شام سے رات ہو جاتی ہے۔

اس طرح اس خوبصورت دن کا اختتام ہو جاتا ہے ہم لوگ عید کے دوسرے دن پکنک پر جاتے ہیں۔ رات کو سونے سے پہلے اپنی عیدی گننا نہیں بھولتی۔

2۔ وہ کون سی ڈش ہے جو لازمی بنتی ہے۔ اس طرح تو بہت سی ڈشیں ہیں جو لازمی بنتی ہیں اور ہر گھر میں بنتی ہیں لیکن — گرمیوں کے حوالے سے ایک ڈش بنتی ہے جسے کھوئے والا قلفہ کہتے ہیں۔

3۔ شعاع کی مصنفین تو سب ہی میری پسندیدہ ہیں ان میں ملاحظہ میرے خواب ریزہ ریزہ کی وجہ سے بہت پسند ہیں۔ فائزہ افتخار داسی ڈھولن یاردی۔ راحت جبیں زرد موسم۔ عمیرہ احمد پیر کامل، نمرہ احمد جنت کے پتے۔ اور قراقرم کا تاج محل۔ اس کے علاوہ نگہت سیما۔ سمیرا حمید، سائرہ رضا، تنزیلہ ریاض اور تقریباً" ہر مصنفہ کی ہر تحریر میری پسندیدہ ہے۔ 4۔ ویسے تو شعاع میں ہر جملہ ہر اقتباس سبق آموز ہوتا ہے لیکن آپ نے ایک کی شرط رکھی ہے تو دہر خسانہ نگار نے ایک ہی مثال میں لکھا ہے۔

"یقیناً" جب ارادہ مضبوط ہو جائے کسی مشکل پر قابو پانے کا تو خدا اپنی رحمت کے وسیلے بنا ہی دیا کرتا ہے۔"

تمام قاری بہنوں اور شعاع کی پوری ٹیم کو عید مبارک

عمیرا نوشین۔۔۔ منڈی بہاؤالدین

1۔ سب سے پہلے تو چاند رات کی عبادت مکمل کرتی ہوں اور پھر کچن کا رخ کرتی ہوں اور مزے دار سی کھیر کی تیاری کا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ساڑھے دس، گیارہ بجے تک اس کام سے فارغ ہوتی ہوں تو سیدھی بستر کی راہ لیتی ہوں، کیونکہ کپڑے استری کرنے اور صفائی ستھرائی کا کام میں دن میں کر چکی ہوتی ہوں۔ مہندی میں نے کبھی لگائی نہیں۔ شادی سے پہلے امی بہت ڈانٹا کرتی تھیں کہ لڑکیوں کو مہندی لگانے کا کتنا شوق ہوتا ہے مگر اسے پروا نہیں۔ اب شادی کے بعد شوہر کو بھی پروا نہیں ہوتی مہندی لگے یا نہ لگے۔ انہیں ان باتوں سے بالکل دلچسپی نہیں ہے۔

2۔ عید کے دن صبح ہلکی پھلکی سی صفائی کے بعد بچوں کو تیار کرتی ہوں۔ میاں صاحب عید کی نماز پڑھنے چلے جاتے ہیں تو میں بھی ان کے واپس آنے تک تیار ہو جاتی ہوں عید والے دن تیار ہونا مجھے اور انہیں دونوں کو ہی پسند ہے کیونکہ یہ ہمارا اسلامی تہوار ہے۔ اسے بھرپور طریقے سے منانا چاہیے۔

عید والے دن میں دہی بڑے، چاٹ، چکن رول اور بریانی ضرور بناتی ہوں جو کہ سب کو پسند آتی ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

3 ۔ شعاع میں شائع ہونے والی پسندیدہ مصنفین کی فہرست میں سرفہرست ہمیشہ شازیہ چوہدری ہی رہیں گی۔ اللہ انہیں غریق جنت کرے (آمین) ان کے بعد عمیرہ احمد' رخسانہ نگار عدنان' نمرہ احمد ہیں۔ 4 ۔ اس سال پچھلے ماہ شائع ہونے والی امامہ خان کی کہانی کے ان جملوں کی صداقت پر یقین لے آئی۔

"ہر انسان کے لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کم از کم ایک ایسا شخص ضرور پیدا کیا ہے جو اس سے بے حد محبت کرتا ہے اس کی تمام برائیوں' بدصورتیوں اور خامیوں کے باوجود وہ اس سے پیار کرتا ہے اس کی چاہت رکھتا ہے اور اپنی بے لوث محبت سے وہ کبھی دستبردار نہیں ہوتا۔"

مشعل اشرف
ضلع اوکاڑہ

1 ۔ تبا... کیا خوب سوال پوچھا آپ نے۔ آخری روزے میں سارا گھر کلیٹ ہو چکا ہوتا ہے۔ ڈھیروں کام اور دو اکیلی جانیں (میں اور امی) ادھر واشنگ مشین میں کپڑے گھوم رہے ہیں ادھر برتن دھل رہے ہیں۔ ساتھ ساتھ سلائی مشین کی کھٹ کھٹ بھی اس منظر کا اہم حصہ ہے۔ پھر امی کی آوازیں "آئے ہائے اس قمیص کے بٹن ابھی ٹانکنے ہیں... یہ کیس ادھر لگنے کی... ادھر تپائی کہاں" رات کے گیارہ بجے تک جاگتی ہوں۔ شوکیس میں کپڑے بچھا کر برتن جوڑ کر سب کے کپڑے پریس کر کے اور کمرہ سیٹ کر عائشہ' عنیزہ کے مہندی لگاتی ہوں (اگر وہ بے چاریاں جاگ رہی ہوں تو) تھکن تو ہو جاتی ہے مگر یہ تھکن بھی بڑی اچھی لگتی ہے۔

عید... پیاری عید... میں چاہتی ہوں کہ میرا عید کا سارا دن خوشی خوشی گزرے۔ مگر سوائے بچپن کی عیدوں کے کوئی عید ایسی نہیں گزرتی۔ شاید اس لیے کہ آگہی عذاب ہے یا رب!

2 ۔ بیسن کا حلوہ لازمی بنتا ہے خواہ عید کے پہلے دن بنے یا دوسرے دن۔

3 ۔ ویسے تو ماشاء اللہ ہر مصنفہ ہی قابل تعریف ہے۔ مگر مجھے زیادہ تر آسیہ رزاقی' نمرہ احمد' نایاب جیلانی' سمیرا حمید اور سائرہ رضا پسند ہیں۔ مجھے ان کی تحاریر کی بے ساختگی

اور روانی بہت پسند ہے۔ جیسے پانی رواں ہو۔ شروع سے لے کر اختتام تک میں تحریر میں جکڑی رہتی ہوں۔ بس میں سوچتی ہوں کہ وہ کیا ہوا کہ کہانی پڑھی' رسالہ رکھا اور اٹھ گئے۔ کہانی پڑھو تو ایسے کہ ہر کردار کو سمجھو۔ قاری کردار کے ساتھ رہے اس کے دکھ درد کو محسوس کرے اس کی خوشی پر مسکرائے اور کردار کی نفسیات یوں سمجھے کہ اسے کوئی ڈاؤٹ نہ رہے۔

4 ۔ نمرہ احمد کی تحریر جنت کے پتے۔

"اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا' جبکہ دل کو مارے بغیر نور نہیں ملتا۔"

عائشہ رفیق... ہارون آباد

1 ۔ میری چاند رات کی مصروفیات کچھ خاص نہیں ہوتیں۔ شاپنگ وغیرہ تو رمضان میں ہی ہو جاتی ہے کیونکہ چاند رات کو ہم کبھی بازار نہیں گئے۔ بس یہ ہوتا ہے کہ چاند رات کو سب کے کپڑے پریس کر دیے کیونکہ عید کے دن لائٹ کا کیا بھروسا۔ پھر رس ملائی اور کسٹرڈ وغیرہ بنا کر رکھ دیتی ہوں۔ ایسے چھوٹے موٹے کام کرتے کرتے دس گیارہ بج جاتے ہیں پھر ساری کزنز اکٹھی ہو جاتی ہیں اور

SCANNED BY DIGESTPK
www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

مہندی لگانا شروع۔

عید کا دن تو میرا ہمیشہ بہت اچھا گزرتا ہے۔ میں پہلے ہی مما کو کہہ دیتی ہوں کہ عید والے دن میں نے کوئی کام نہیں کرنا۔ اس لیے عید نماز پڑھنے کے بعد اپنی فرینڈز اور کزنز کے ساتھ گپ شپ ہوتی ہے۔ خوب گھومتے پھرتے ہیں اور اپنی عید کو یادگار بناتے ہیں۔ ویسے اس دفعہ ہم نے بارڈر پر جانے کا پلان بنایا ہے۔ اگر کوئی لے کر گیا تو۔

2 ۔ عید والے دن ڈشز تو بہت بنتی ہیں مگر مما بناتی ہیں میں نہیں۔ پھر بھی ایک خاص ڈش لب شیریں بنتی ہے۔

3 ۔ پسندیدہ مصنفین تو ساری ہیں مگر کچھ تو زیادہ ہی فیورٹ ہیں جن کا شعاع میں نام دیکھ کر ہی دل بڑا خوش ہوتا ہے۔ ان میں سرفہرست سائرہ رضا' نمرہ احمد' نایاب جیلانی' امایہ خان' فرحین اظفر' سمیرا حمید ہیں۔

4 ۔ پسندیدہ شعر ہیں تو بہت ہیں اب کون سا لکھوں اور کون سا چھوڑوں؟ سمیرا حمید کے ناول یارم سے یہ جملہ مجھے بہت اچھا لگا۔

"مسکرانے ' رونے کے لیے زندگی میں کوئی دن نہیں بنا۔"

"اڑنے اڑانے کا حق صرف پروالوں کے پاس ہی نہیں۔"

شیریں ظفر۔ ملتان

1 ۔ چاند رات کا اہتمام... ہم 27 شب سے بھی پہلے سامان خرید کر رکھ لیتے ہیں۔ چاند کا اعلان ہوتے ہی سب سے پہلے شیر خرمہ تیار کرتے ہیں ہم 35" 40 سال سے یعنی پہلے میری امی اور اب میں اور عائشہ بھابھی مل کر شیر خرمہ بناتے ہیں۔ "تقریباً" تمیں کلو دودھ کا۔ اللہ میری بھابھی کو زندگی صحت دے۔ اس نے صحیح معنوں میں امی کی کمی پوری کی ہے۔ حالانکہ وہ چھوٹی ہے ہم سے۔

عائشہ کا میاں میرا چھوٹا بھائی صحن میں چوپال سجا لیتا ہے۔ تین بچے اس کے 'تین میرے سب کے ہاتھوں پہ مہندی بھی لگاتا ہے حالانکہ وہ بینک میں V.P کی پوسٹ پر ہے نند بھائی سے بڑا ہاورن غیر شادی شدہ ہے وہ جو شیر خرما چکھنا شروع کرتا ہے تو لینڈ تک کھا کھا کر اپنا برا حال کرلیتا ہے۔

2۔ ہمارے گھر میں شیر خرمہ ہی وہ لازمی ڈش ہے جو کہ بہت ہی اہتمام سے اور بہت زیادہ بنتا ہے سب رشتہ داروں اور بہت قریبی دوستوں اور محلے داروں کے گھر بھیجا جاتا ہے۔

عید نماز کے فوراً" بعد ہی ملنے والوں کا تانتا بندھ جاتا ہے جس کے لیے ہم نے فروٹ چاٹ' شامی کباب' نگٹس اور کولڈ ڈرنک 'چائے کا انتظام کیا ہوتا ہے' تھوڑی دیر آرام کر کے ہم شام کو گھومتے پھرتے ہیں اور پھر جلدی سو جاتے ہیں۔

3۔ شعاع کی تمام مصنفین مجھے بہت پسند ہیں۔ سائرہ رضا' نمرہ احمد' سمیرا حمید' حفیظہ وسید' نگہت سیما' رخسانہ نگار' نبیلہ عزیز جانے کتنے ہی نام ہیں کہ صفحے بھر دوں سب بہت اچھے ہیں مگر سائرہ رضا اور سمیرا حمید جتنا حقیقت سے قریب لکھ رہی ہیں ان کا انداز تحریر مجھے کسی اور دنیا کا باسی بنا دیتا ہے۔ مجھے بہت پسند ہیں دونوں۔

4۔ بہت سے چپ کیوں ہاتھ میں ابھی جو تنیز نبوی نے ناول لکھا ہے منظم سے عید تک اس کی چند لائنیں مجھے دیوانہ کر گئیں۔ "بندہ بھی کچھ سلے نہیں دیتا بندہ تو صرف اپنی ذات کو اپنی انا کو خوش رکھتا ہے پھر یہ بے وقوفی ہی ہے کہ وہ اپنے جیسے انسان کو اعلا تر بنا دیتا ہے اور محبوب حقیقی کو چھوڑ دیتا ہے دور ہو جاتا ہے انسان جاہل ہے کہ اس کو اعلا کمتر کو برتر اور اپنی ریاضت محبت کو بہتر اور معتبر جانتا ہے اس غلط فہمی اور خوش گمانی میں اللہ اسے پھر کسی بندے سے ذلیل کروا دیتا ہے۔"

عائشہ جمیل۔ بلدیہ ٹاؤن کراچی

1۔ ہول... چاند رات کو مصروفیات کیا ہوتی ہیں؟

امی آپ میری چوڑیاں لائی ہیں؟

شیریں آپی پلیز سدرہ سے پہلے مجھے مہندی لگا دیں نا۔

نوشین باجی! میرے کپڑے سارے ہو گئے ہیں تو مصوتی سے بولیں کہ میرا سوٹ بھی پریس کر دیں... یہ تو ہوتی تھی بچپن کی معصوم سی چاند راتیں' کھانا پینا' موج مستی اور اب...

"کپڑے پریس کرلو' ارے اگر صبح عید ہو گئی تو... میٹھا بنانے کے لیے بھی سامان ریڈی کر لینا۔" بس اب تو ایسی ہی آوازیں ہماری سماعتوں سے ٹکراتی ہیں اور ہمیں مصروف رکھتی ہیں۔

مہندی لگانے کے ساتھ ساتھ ٹی وی پہ چاند رات شوز

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

بھی دیکھتی ہوں۔ یوں مصروف سے دن کے ساتھ پرمسرت سی چاند رات۔

عید کا دن بہت ہی مزیدار سا گزرتا ہے۔ نماز عید سے پہلے ہی گھر کے کاموں سے فراغت مل جاتی ہے۔ فرینڈز اور کزنز وغیرہ کو عید وش کرنا چونکہ عید کا پہلا دن سب ہی اپنے اپنے گھروں میں گزارنا پسند کرتے ہیں تو کچھ سو کر کچھ ٹی وی دیکھ کر کھانا پکا کر یا پھر میگزینز اور رسالے پڑھ کر اور آخر میں بھائیوں سے ایک زبردست سی بحث کرکے عیدی نکلوا کر عید کے دوسرے دن ہی مہمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوتا ہے چونکہ ہم جوائنٹ فیملی سسٹم میں رہتے ہیں تو عید کا مزا مزید دوبالا ہو جاتا ہے جب پکنک کا پروگرام بنتا ہے۔

(2) خاص ڈش تو ایسی کوئی نہیں جو ہر عید پہ لازم بنتی ہے۔ سب ہر عید پہ کچھ نہ کچھ نیا ضرور ٹرائی کیا جاتا ہے۔

(3) شعاع میں شائع ہونے والی میری پسندیدہ ترین مصنفین کی لسٹ خاصی لمبی ہے مگر سرفہرست "نمرہ احمد" ہیں جنہوں نے ہمارے لیے خوب صورت سا دل کو چھو لینے والا ناول "جنت کے پتے" تحریر کیا۔ سمیرا حمید "محبت من محرم" فائزہ افتخار "سنڈریلا" صائمہ اکرم چوہدری "دیمک زدہ محبت"

(4) بہترین اقتباس "دیمک زدہ محبت" صائمہ اکرم چوہدری کے ناولٹ سے۔

"بس ماں جی! میرے لیے دعا کریں۔" ڈاکٹر خاور بڑے تھکے تھکے انداز کے ساتھ وہیں کرسی پر بیٹھ گئے۔

"پتر! تیری اللہ کے ساتھ کوئی لڑائی ہے کیا؟" جمیلہ مائی کے سوال پر وہ ہکا بکا رہ گئے۔ فوراً "نفی" میں سر ہلایا۔

"جب اللہ سوہنے سے کوئی لڑائی نہیں تو پھر سچے دل سے خود اپنے لیے دعا کر۔ پتر! جو دکھ اور پریشانی تیرے حصے میں آئی ہے اسے تو جانتا ہے یا تیرا رب۔ بھلا کوئی اور اتنے سچے دل سے تیرے لیے دعا کر سکتا ہے؟" جمیلہ مائی نے ڈاکٹر خاور کو لاجواب کیا۔

"لیکن ماں جی! ایک مسلمان کی دعا دوسرے مسلمان کے حق میں قبول ہوتی ہے۔" انہوں نے یاد دلایا۔

"میں نے کب انکار کیا؟" جمیلہ مائی نے سادگی سے کہا۔ "لیکن جب انسان کو کوئی چوٹ لگتی ہے یا اس کے جسم کا کوئی حصہ ذرا سا جل جاتا ہے تو اگلا بندہ اس کی تکلیف کا

اندازہ تو کر سکتا ہے لیکن ویسا محسوس تو نہیں کر سکتا نا۔"

سائرہ داؤد۔ جلو گجروالا

1۔ چاند رات کو میں سب کزنز کو مہندی لگاتی ہوں اور ہاتھ تھک جاتے ہیں لیکن کیا کروں اور کسی کو مہندی لگانا آتی ہو نہیں ہے۔ چاند رات کو ہم میں سے کوئی بھی نہیں سوتا کیوں کہ اس کی یہ سزا ہوتی ہے کہ جو سوئے گا اس کے منہ پہ مہندی لگا دی جائے گی۔ اس کے علاوہ ہم ایک دوسرے کو چوڑیاں پہناتے ہیں۔

2۔ ہمارے گھر میں عید کے دن لازمی پکنے والی ڈش سویاں ہیں اور اس کی ترکیب کسے نہیں آتی؟

3۔ شعاع میں شائع ہونے والی میری پسندیدہ مصنفہ نمرہ احمد ہیں۔ نمرہ احمد کی ایسی کوئی تحریر نہیں ہے جسے میں نے نہ پڑھا ہو ہم سب کزنز نمرہ احمد کی دیوانی ہیں۔ ہمارے بس میں ہو تا تو ہم سب نمرہ احمد کا نام گنیز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں لکھوا دیتیں کہ نمرہ احمد دنیا کی سب سے خوب صورت رائٹر ہیں۔ نمرو آپی آئی لو یو آر گریٹ آئی لو یو وری مچ!

4۔ نمرہ احمد کی تحریروں کا لکھا ہر جملہ میرا پسندیدہ ہے۔ ہاں البتہ شاعری پسند ہے۔

SCANNED BY DIGESTPK
www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

کہاں قاتل بدلتے ہیں فقط چہرے بدلتے ہیں
عجب اپنا سفر ہے' فاصلے بھی ساتھ چلتے ہیں

تقی مرزا۔۔۔ گجرات

(1)۔ ساری رات کام کاج' کھانے پکانے میں گزر جاتی ہے۔ مہندی لگا کر پھر فجر کی نماز پڑھ کر سو جاتی ہوں' عید کا دن بہت اچھا گزرتا ہے مہمانوں کی آمدورفت خاطر تواضع میں گزر جاتی ہے۔

(2)۔ عید کے دن خاص ڈش چکن روسٹ ضرور بنتا ہے' جو سب خوشی سے کھاتے ہیں۔

(3)۔ نایاب جیلانی' نبیلہ عزیز' نمرہ احمد' صائمہ اکرم' آمنہ خان' رخسانہ نگار عدنان۔ ان کی حقیقت پر مبنی کہانیاں' گھریلو اور سمجھنے والی ہوتی ہیں۔

(4)۔ پسندیدہ اقتباس۔

"سب سے جلدی راضی ہونے والی ذات اللہ کی ہے ہماری ندامت کا ایک آنسو اسے ہمارا بہت قریبی دوست بنا سکتا ہے اور جس کا سب سے قریبی دوست اللہ ہو تو اس کا کوئی بھی کام کیسے رک سکتا ہے۔"

عالیہ عثمان۔۔۔ چکوال

1۔ کیا بتائیں جی مصروفیت کی حد نہیں' افطاری کے بعد تو بس سمجھو پاؤں کے نیچے پہیے لگ جاتے ہیں۔ جیسے ہی چاند نظر آئے تو دونوں چچا پھر ماما جی کے گھر بزرگوں کو چاند رات کو مبارک باد دینے اور سلام کرنے جانا ہمارے خاندان کی بیاہی بیٹیوں اور بہوؤں کا اہم فریضہ ہے۔ یہ بھی ایک رسم ہے بڑوں کو تکریم دینے کی اور ساتھ یاد بھی تو دلانا ہوتا ہے کہ صبح عید ہے اور عیدی بھی ہاں جی ہاں! آپ خود سمجھ دار ہیں)

2۔ کھیر ہر عید پر لازمی بنتی ہے حالانکہ اس کو کہتے سویوں والی عید لیکن آج تک ہمارے گھر میں سویاں نہیں پکیں۔ اس کے علاوہ بنتی ہے بریانی' چنا چاٹ' دہی بھلے سارا رمضان کھاتے ہیں پھر بھی عید والے دن ضرور بنتے ہیں۔

3۔ سائرہ رضا' نمرہ احمد' عمیرہ احمد' نگہت سیما' تنزیلہ ریاض' نگہت عبداللہ' سمیرا حمید' کنیز نبوی اور جناب رحیم ہے پسندیدگی کی ان کے حقائق اور موضوعات پر جادو اثر الفاظ جو لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔

4۔ صنم سے صنم تک کا اقتباس:

"بندہ کبھی صلہ نہیں دیتا بندہ تو صرف اپنی ذات کو اپنی انا کو خوش رکھتا ہے پھر یہ بے وقوفی ہے کہ وہ اپنے جیسے ادنیٰ کو اعلا تر بنا دیتا ہے اور محبوب حقیقی کو چھوڑ دیتا ہے دور ہو جاتا ہے۔ انسان جاہل ہے کہ ادنیٰ کو اعلا اور کم تر کو برتر اور اپنی محبت و ریاضت کو بہتر معتبر جانتا ہے اس غلط فہمی خوش گمانی میں اللہ اسے پھر کسی بندے کے ہاتھوں ذلیل کرواتا ہے۔"

افشاں یاسر گوندل۔۔۔ گوجرانوالہ

چاند رات۔ بازار جانے کا رواج نہیں۔ سب تیاری رمضان سے پہلے کرنے کی کوشش کرتی ہوں' چاند رات کو چوڑیاں اور مہندی تو بیٹیاں لگواتی ہیں جبکہ میں عید کے پکوان' عید کے کپڑے وغیرہ دیکھتی ہوں۔ گھر کو صاف ستھرا کر لیتی ہوں تاکہ عید کی صبح ہر قسم کی پریشانی اور بڑبونگ سے بچا جاسکے۔ الحمدللہ وقت سے پہلے کام کرنے کی عادت نے کبھی پریشان نہیں ہونے دیا۔ عید کے لیے سب کو فون چاند رات کو کرنے کی کوشش کرتی ہوں تاکہ عید کی مصروفیت میں کوئی رہ نہ جائے۔ عید کے روز کی ڈشز تو میں چاند رات کو تیار کر لیتی ہوں۔ پھر نماز عشاء کے بعد آرام سے اگلے دن کا انتظار۔

فجر کے بعد ہی تیار ہونا شروع ہو جاتی ہوں۔ ساتھ ساتھ بچوں کی اور میاں صاحب کی مدد بھی کرتی جاتی ہوں۔ سات بجے ہم عید گاہ پہنچ جاتے ہیں۔

واپسی پہ ساس امی (جو کہ پھوپھو بھی ہیں) اور سسر صاحب سے پیار اور عیدی لینے ضرور جاتے ہیں۔ یہی تو عید کا مزہ ہے بزرگوں کی دعاؤں اور عیدی سے۔ پھر گھر آتے ہیں جو کہ ان کے سامنے ہی ہے۔ گھر آتے ہی ہم ہوتے ہیں اور ہمارا کچن۔ میرا ایمان ہے۔ اللہ کا نام لے کر جو بھی پکا میں۔ لذت ہی دے گا۔

میرے گھر والوں کو میری بنائی ہر چیز پسند آتی ہے الحمدللہ۔ بچے خوب تعریفیں کرتے ہیں۔ بچوں کے ابا اس معاملے میں تھوڑے بخیل واقع ہوئے ہیں مگر تاڑنے والے بھی کمال کی نظر رکھتے ہیں ہم جان ہی جاتے ہیں کیا انہیں اچھا لگا کیا نہیں۔ بچوں کو بریانی' مٹن قورمہ' مٹن اور کوک چاہیے ہے جبکہ میں عید پہ لازمی طور پر شیر خرما بناتی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

ہوں اور ارد گرد کے سب گھروں میں ضرور بھیجتی ہوں تحفتاً"۔ عید کے روز بچوں کی فرمائش پر چکن بروسٹ اور آلو بخارے کی میٹھی چٹنی بناتی ہوں۔ میرا اور شعاع کا ساتھ کم و بیش پچیس سال پر محیط ہے۔ عمیرہ احمد' فرحت اشتیاق' سائرہ رضا اور بے شمار مصنفین۔ نمرہ احمد تو دل جیت گئیں' دل کو چھوتی تحریریں' پیر کامل بہت پڑھا ہر بار دل میں اتر گیا۔ میری دعا ہے شعاع کی ہر مصنف' ہر قاری کو رب العالمین دنیا و آخرت کی کامیابیوں سے نوازے۔ آمین۔ آخر میں بہت پیارا اور پسندیدہ شعر

آؤ کائنات کو بانٹ لیتے ہیں
تم میرے باقی سب کچھ تمہارا

حابہ پسندیدہ شعر

کچھ اس طرح سے وفا کی مثال دیتا ہوں
سوال کرتا ہے کوئی تو ٹال دیتا ہوں
اسی سے کھاتا ہوں اکثر فریب منزل کا
میں جس کے پاؤں سے کانٹا نکال دیتا ہوں

آبرو ملک ــــ دولہ

1 ۔چاند رات کو میرے ابو اعتکاف سے اٹھ کر آتے ہیں۔ تو چاند رات کو مصروفیت بہت ہی ہوتی ہے۔ سب کے کپڑے چاند رات کو ہی پریس کرنے ہوتے ہیں۔ مگر وہ عموماً" میری بہن ہی کرتی ہے۔ میں تو بس چھوٹی بہن کے ہاتھ بٹاتی رہتی ہوں۔ پھر اس کی تھوڑی بہت مدد کرتی ہوں۔ مگر اس دفعہ میری مصروفیات ذرا مختلف ہوں گی۔ کیونکہ یہ میری شادی کے بعد پہلی عید ہے۔

2 ۔کھیر ایک ایسی ڈش ہے جو کہ ہر عید پر ہمارے گھر ضرور بنتی ہے۔ اور سب ہی پسند کرتے ہیں۔ آٹھ نو دوست تو پہلے ہی دن ختم ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ابو کے دوست الگ آتے ہیں۔ بھائی اور بہن کے الگ میرے الگ۔ اور جس کے دوست دوسرے دن آئیں۔ امی کو دوسرے دن پھر کسٹرڈ بنانا پڑتا ہے۔ عموماً" میری دوست دوسرے دن ہی آتی ہیں۔

3 ۔شعاع میں شائع ہونے والی "تقریباً" ساری ہی مصنفین میری پسندیدہ ہیں۔ مگر نبیلہ عزیز اور نایاب جیلانی میری پسندیدہ ترین مصنفین ہیں۔ کیوں پسند ہیں یہ میں نہیں بتا سکتی۔

خواتین، اردو شہ پاروں کیلئے ہی طرز کا پہلا ماہنامہ

خواتین ڈائجسٹ

اگست 2014ء کے شمارے کی ایک جھلک

- نمرہ احمد کا مکمل ناول "نمل"،
- تنزیلہ ریاض کا مکمل ناول "عہد الست"
- سمیرا صدف کا مکمل ناول "ابھی اقت ہے"
- عفت سحر پاشا اور عنیزہ سید کے ناول،
- نایاب جیلانی اور نور ین کے ناولٹ،
- ثمینہ عظمت علی، صباحت یاسمین، قرۃ العین خرم اور شکیلہ ایمان کے افسانے
- ٹی وی فنکارہ "شفق رخان" سے ملاقات،
- "محمد بلال قریشی" سے باتیں،
- کرن کرن روشنی نفسیاتی ازدواجی الجھنیں،

عدنان کے شعور سے اور دیگر مستقل سلسلے شامل ہیں۔

اگست 2014 کا شمارہ آج ہی خرید لیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

4۔ اس سال فروری میں شائع ہونے والی نایاب جیلانی کی تحریر میں شائع ہونے والا شعر

بڑی بے اماں ہے زندگی' اسے ہین کے کوئی پناہ دے
کوئی چاند رکھ میری شام پر میری شب کو مہکا گلاب کر
کوئی بدگماں سا وقت ہے کوئی بدگماں سی دھوپ ہے
کسی سایہ دار سے لفظ کو' میرے جلتے دل کا حجاب کر

میرا پسندیدہ شعر ہے۔ میں کئی مرتبہ بے خیالی میں اس کو پڑھتی رہتی ہوں۔

سمعیہ سحر قریشی۔۔۔ ضلع بہاول نگر

1۔ چاند رات کو جناب گھر کے کام ہی نہیں ختم ہوتے ساتھ باتیں بھی چلتی رہتی ہیں۔ باتیں کرتے کرتے کھیر تو تیار ہو ہی جاتی ہے۔ پھر میرے بھائی کپڑے وغیرہ استری کرتے ہیں تو میں کہتی ہوں کہ میرے بھی۔ ہیں نہ مزے کی بات۔ پھر میں اپنے ہاتھوں پر مہندی لگواتی ہوں تو جناب اسی طرح تو چاند رات گئی۔

اب آئی عید۔ صبح اٹھتے ہی نماز پڑھنے جاتے ہیں۔ منہ میٹھا کرکے ہم امی جی کی مدد کرتے ہے یعنی اچار گوشت اور بھنا گوشت۔ بھنا گوشت میں بناتی ہوں اور سب تعریف کرتے ہیں۔ اتنے میں میری دونوں بہنیں بھی آجاتی ہیں پھر عید کی خوشی کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔

3۔ اس تیسرے سوال کے لیے (سوری) کیونکہ میں ناول کے نام سے پڑھتی ہوں پسند ساری ہیں جو ہم ہرماہ بے چینی سے انتظار کرتے ہیں اور انجوائے کرتے ہیں۔ رقص بسمل کے ناول سے جملہ

"لیکن میری نظر میں یہ زندگی کوئی زندگی نہیں ہے۔ انسان کو اپنی ذات اور اپنی سوچ کے ساتھ چلنا چاہیے۔ دنیا تو دودھاری تلوار ہے نجانے کب کس طرف سے وار کر جائے۔ دنیا کو رنگ بدلتے دیر نہیں لگتی۔ اس لیے بہتر ہے کہ اپنی ذات کا رنگ اپناؤ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا تمہاری پہچان بن کر۔"

اور پسندیدہ شعر

ملنا تمہارا مجھ سے اک حادثہ نہ تھا
یہ کارنامہ دل کا کرشمہ دعا کا تھا

صبا آصف۔۔۔ کراچی

1۔ چاند رات کے حوالے سے جو مصروفیات ہوتی ہیں انہیں میں کسی حد تک دن میں ہی یا شام تک نبٹا چکی ہوں۔ امی ابو کو فون کرکے چاند کی مبارک باد دیتی ہوں۔ تھوڑے بہت گھر کے کام نبٹا کر میں اپنی صاحبزادی کو عید کی ہلکی پھلکی شاپنگ کے لیے اور چاند رات کی رونقیں دکھانے کے لیے بازار لے جاتی ہوں۔ واپسی پر چوڑیاں لینا نہیں بھولتے۔ بارہ ایک بجے تک ہم سو جاتے ہیں۔

عید کے دن کا آغاز نماز فجر سے ہی ہو جاتا ہے۔ مرد نماز عید کے لیے جاتے ہیں۔ عید گاہ سے واپسی پر جھلملاتے کپڑوں میں تیار منزہ اپنے بابا جانی کو عید مبارک کہتی ہیں۔ بابا نہال ہو کر جواب میں دعائیں دیتے ہیں اور ہم دونوں کو عیدی دیتے ہیں پھر ہم سب مل کر شیر خرما کھاتے ہیں اور بھرپور ناشتا کرتے ہیں۔ پھر مہمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

اگلے دن امی کے یہاں جانا ہوتا ہے۔ یہ سارا احوال تو تھا کچھ سال پہلے کی عیدوں کا ہے۔ اب تو ہماری بیٹی بڑی ہو گئی ہے۔ اب چاند رات تو بیٹی بازار جانے کے نام پر بھی کانوں کو ہاتھ لگاتی ہوں۔

اس عید پر تو میں نے ابھی تک کوئی اہتمام نہیں کیا۔ دل بھی خوشی سے خالی ہے۔ میرے پیارے بھانجے فراز حسن مختصر علالت کے بعد 10 جون کو صرف اکتیس برس کی عمر میں ہمیں روتا چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

2۔ عید پر ہمارے یہاں شیر خرما کے علاوہ ایک اور روایتی ڈش بھی پوریاں بنتا ہے اور لوگوں کو بہت پسند بھی آتا ہے ترکیب پھر کبھی سہی۔

3۔ یوں تو ساری مصنفین ہی اچھا لکھ رہی ہیں لیکن ان سب میں سائرہ رضا' سمیرا حمید' نمرہ احمد' اور نایاب جیلانی سرفہرست ہیں۔

1۔ پسندیدہ جملہ "تنزیلہ ریاض کے ناول صنم سے صمد تک کا۔"

"اب کیسی ہو دیا؟"

چند لمحوں بعد جواب آیا تھا۔ "پہلے سے بہتر ہوں"

اس نے سکون کی سانس بھری۔ وہ اس کے "اب" سے بات سمجھ گئی تھی اور دیا اس کی "پہلے" سے۔

کچھ لوگ کہی ہوئی بھی نہیں سمجھتے اور کچھ ان کہی بھی سمجھ جاتے ہیں۔ جو ان کہی سمجھ لیں' ان کا شمار بہترین دوستوں میں ہوتا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

دستک دستک دستک

شائینہ رشید

کامران اکبر خان

"کیسے ہیں آپ؟ "کھلا ہے دل کا دروازہ" تو دیکھ ہی رہے ہیں مزید کیا کر رہے ہیں؟"

"اللہ کا شکر ہے اور آج کل "ہم ستارہ" کی شوٹ میں مصروف ہوں۔"

"لگتا ہے کہ ہمارے ڈائجسٹ کی رائٹرز آپ ڈائریکٹرز حضرات کو بہت پسند آگئی ہیں؟"

"بھئی آپ کے ڈائجسٹ کی رائٹرز تو کمال کا لکھتی ہیں۔ میری بہن بہت شوق سے پڑھتی ہیں تمام رائٹرز کو اور مجھے یاد ہے کہ کچھ عرصہ قبل میری بہن نے مجھے کافی سارے نام دیے تھے کہ آپ ان کے ناولز پر کچھ بنائیں۔ ہماری پوری فیملی کو ڈائجسٹ پڑھنے کا کریز ہے جن میں میں بھی شامل ہوں تھا مگر میں عمران' نیا افق اور جاسوسی ڈائجسٹ وغیرہ زیادہ پڑھتا تھا تو جب میری بہن مجھے اچھی اچھی کہانیاں سناتی تھی تو میں یہی کہتا تھا کہ نہیں بھئی یہاں پہ کوئی ڈرامہ نہیں بنائے گا۔ جو نام چل رہے ہیں بس وہی چلیں گے مگر آپ یقین کریں کہ ایک سال کے بعد وہ تمام ناولز' کہانیاں جو میری بہن مجھے بتاتی تھی' وہ مختلف ٹی وی چینلز سے ڈراموں کی شکل میں آن ایئر آرہے تھے تو میری بہن نے مجھ سے بہت شکوہ کیا کہ آپ نے میری بات نہیں مانی اور لوگوں نے اپنا کام کر دکھایا۔ آج اگر پچاس ڈرامے بن رہے ہیں تو تمیں ڈرامے تو آپ کے ڈائجسٹوں کے ہی ہیں اور تمام کے تمام ہی ہٹ گئے ہیں۔"

"دل کا دروازہ" کے لیے کیا رسپانس آیا؟"

"بہت اچھا رسپانس مل رہا ہے اور میں اس کی رائٹر سرخ چوہدری کو نہیں جانتا تھا مجھے تو اسکرپٹ ملا میں نے پڑھا تو مجھے بہت اچھا لگا اور مجھ سے کہا گیا کہ آپ نے اس کو ڈائریکٹ کرنا ہے' تو جب سرخ چوہدری کا میرے پاس فون آیا کہ کامران میں نے جس طرح سوچا تھا اس طرح آپ نے ڈرامہ بنایا ہے اور مجھے اس کا بہت اچھا فیڈ بیک مل رہا ہے' تو یقین جانیے کہ مجھے بہت خوشی ہوئی تو میں نے ان سے یہی کہا کہ دیکھیں ہم تو بنانے والوں میں سے ہیں' ہمیں تو کانٹینٹ چاہیے اور رائٹرز تو کانٹینٹ پہلے ہوتا ہے' مگر لوگ کہتے ہیں کہ نہیں ڈائریکٹر کمال کا ہونا چاہیے' جبکہ میں کہتا ہوں کہ جب تک آپ کے پاس کانٹینٹ اچھا نہیں ہوگا آپ کچھ کر ہی نہیں سکتے: جب پہلو ہی کھرا نہیں ہوگا تو آپ کیا کریں گے۔"

"آپ کو امید تھی کہ "دل کا دروازہ" لوگ پسند کریں گے؟"

"مجھے اتنا تو اندازہ تھا کہ کہانی بہت اچھی ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اس کہانی پر ایک فلم بہت خوب صورت بن سکتی ہے۔ میں نے اس پر اتنا زیادہ غور نہیں کیا تھا۔ بلکہ ساجد کاشمیری جو بالکل میرے بھائیوں جیسے ہیں' انہوں نے مجھے کہا کہ یہ ڈرامہ آپ کریں' ساجد بھائی کے ساتھ دبئی میں بھی ایک سیریل کیا ہے جو "اردو ون" سے شروع ہونے والا ہے' خیر انہوں نے مجھے "دل کا دروازہ" کی اسٹوری بتائی اور کہا کہ آپ نے اسے کرنا ہے۔"

"اس میں آپ نے خود بھی تو اداکاری کے جوہر دکھائے ہیں؟"

"بالکل دکھائے ہیں ایک چھوٹا سا رول تھا جس کے لیے میرے دوستوں نے کہا کہ اسے آپ کریں' تو میں نے کر لیا تو سرخ صاحب کو میری پرفارمنس اتنی پسند آئی کہ انہوں نے جب کہانی کئی سال آگے چلی گئی تو میرے لیے "بچھائے" کا رول لکھا کہ آپ بہت اچھے پرفارمر ہیں اور میری فیملی کو آپ کی اداکاری بہت پسند آئی ہے اس لیے آپ کریں تو پھر انہوں نے میرے رول کے لیے مزید لکھا' لیکن میں آپ کو بتاؤں کہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ڈائریکٹر ہوں مگر مجھے اداکاری مشکل کام لگا کیونکہ جب انسان کیمرے کی لائٹوں کے سامنے آتا ہے تو ٹھنڈے گرم پسینے بہنے لگتے ہیں خیر اس میں نیلم، طیفور، محسن اور اسما جہانگیر نے بہت کمال کام کیا ہے اور اب میں نے سخ چوہدری صاحب سے کہہ دیا ہے کہ آپ کے پاس آپ کے لکھے ہوئے جتنے بھی ناولز ہیں وہ سب مجھے دے دیں تو کہنے لگیں کہ میری تو یہی خواہش ہے

کہ آپ ہی میرے ناولز پہ کام کریں تو میرے لیے یہ بہت بڑی بات ہے۔"

"کیا ایک رائٹر ایک اچھا اسکرین پلے ڈائریکٹر بھی ہو سکتا ہے؟ ڈائریکشن سے پہلے اس فیلڈ میں کیا کرتے تھے؟"

"فلم کے لیے جب کوئی کہانی لکھی جاتی ہے تو مکالمہ لکھا جاتا ہے اور ساتھ یہ بھی کہ جب اس نے یہ مکالمہ بولا تو اس کے پیچھے اس کی ماں کی تصویر بھی لگی ہوئی تھی مگر ہمارے پاس جو وسائل ہیں وہ مکمل نہیں ہیں ہمیں اس طرح کی چیزیں نہیں مل پاتیں، رائٹر اپنی تحریروں کو اسکرین پلے نہیں بنا سکتا۔ فلم کا کام سیٹ پہ ہوتا ہے جبکہ ہم تو لوکیشنز کام کرتے ہیں اور میں ڈائریکشن سے پہلے کمرشل والی سائیڈ پہ تھا سوٹنگ وغیرہ کرتا تھا ڈرامے کی سائیڈ پہ مجھے زیادہ عرصہ نہیں ہوا ہے اس کام کے لیے انسان کو جنونی ہونا پڑتا ہے جب تک اس کام میں آپ کا جنون نہیں ہو گا آپ کو کام کا مزہ بھی نہیں آئے گا۔"

"کس طرح آئے آپ اس فیلڈ میں۔ آپ کا دل چاہا کہ میں ڈائریکٹر بنوں میڈیا سائیڈ پہ آؤں؟"

"میں نے تو میڈیا میں آنے کے بارے میں کبھی سوچا ہی نہیں تھا۔ بیچلر کرنے کے بعد میں سوچ رہا تھا کہ اب کیا کرنا ہے تو میرے کزن نے مجھے اپنے پاس بلا لیا کہ وہ کمرشلز کے کام کرتے تھے انہوں نے کہا کہ دیکھو جو کام تمہاری سمجھ میں آئے کرلو اس زمانے میں ایڈیٹنگ کمپیوٹر پہ نئی نئی آئی تھی تو مجھے بڑا اچھا لگا یہ کام تو اس وقت میں نے ایڈیٹنگ بھی کی اور اینی میشن بھی

کی۔ اس دوران کچھ کمرشلز بھی کیے اور پھر سوٹنگ کی طرف چلا گیا ان دنوں تنویر جمال صاحب نے جاپان میں ایک ڈرامہ بنایا تھا "گاڈ فادر" وہ جب جاپان سے آئے تو چونکہ وہ مجھے جانتے تھے کہ میں ان کے لیے گرافک کرتا تھا تو انہوں نے مجھے کہا کہ تم مجھے ایک پریزنٹیشن بنا دو اور جب پریزنٹیشن بنا دی تو کہنے لگے کہ تم میرے ڈرامے کو ایڈٹ کرو میں نے کہا کہ یہ کام تو میں نے کبھی نہیں کیا تو کہنے لگے کہ تم کرلو گے تو

جب میں ڈرامہ ایڈٹ کر رہا تھا تو میں نے سوچا کہ یہ تو بڑا آسان کام ہے۔ بس پھر مجھے شوق ہوا اس کام کا تو پھر میں نے ایک ٹیلی فلم کی جو جیو کو دی اگرچہ وہ ٹیلی کاسٹ تو نہیں ہوئی لیکن جیو والوں نے کہا کہ ہمیں آپ کا کام پسند آیا ہے تو آپ ہمارے لیے ایک ڈرامہ ڈائریکٹ کریں تو بس پھر سلسلہ شروع ہوا اور میں نے کافی کام کیا۔"

"کیا کیا کر چکے ہیں اب تک؟"

"کچن کا سب سے پہلا پروگرام میں نے کیا اس وقت کچن چینل بھی نہیں آئے تھے تو میں نے "گڈ فوڈ" کے نام سے ایک پروگرام کیا جس کی میزبان ڈاکٹر عزنہ تھیں۔ یہ پروگرام تقریباً "ڈیڑھ سال جیو سے چلا پھر جیو سے ایک —— "ہم سب امید سے ہیں" کی طرز کا پروگرام "سیاسی کھچڑی" کیا۔ اس کے میزبان محمود اسلم تھے وہ اتنا ہٹ ہو گیا کہ "ہم سب امید سے" بند ہو گیا پھر ڈاکٹر صاحب کی ناراضی کی وجہ سے ہمارا پروگرام بند ہو گیا اور ان کا دوبارہ شروع ہو گیا جیو کے لیے بہت کام کیا۔ پھر راحیل راؤ کے ساتھ سوپ کیا تنہائی کے نام سے اور یہ پہلا سوپ تھا جس میں تقریباً" سب ہی فنکاروں کو کام کرنے کا موقع ملا تھا پھر "یہ زندگی ہے" اپنے ٹائم کا بلاک بسٹر ڈرامہ تھا جو کہ میں نے تقریباً "ساڑھے چار سال تک کیا الیاری کنگ کیا۔ اب دبئی سے ڈرامہ کر کے آیا ہوں اور دل کا دیوانہ تو چل ہی رہا ہے جیو اور اے آر وائی کے لیے میں نے بہت کام کیا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"آپ کو بائی چانس اس فیلڈ میں آنا پڑا اور آپ کو مزہ آیا تو آپ نے اسے ہی پروفیشن بنالیا۔ اب تو یہی ہونے لگا ہے کہ انسان سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے۔"

"جی بالکل۔ انسان کو کچھ پتا ہی نہیں ہوتا کہ کیا ہو جائے۔ ایک بندہ انجینئرنگ پڑھتا ہے مگر وہ کسی اور فیلڈ میں چلا جاتا ہے کیونکہ اللہ نے اس کا رزق باندھا ہوا ہوتا ہے۔ جب میں نے گریجویشن کیا تو مجھے پتا ہی نہیں تھا کہ میں نے کرنا کیا ہے۔ بس اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور ماں باپ کی دعاؤں سے ایک لائن مل گئی اور ترقی ہوتی گئی۔ قدرت راستے دکھاتی ہے مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ جو بھی کام کریں خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ذمہ داری کے ساتھ اور ایمان داری کے ساتھ کریں۔ میں دس بارہ سالوں میں دو تین لوگوں کے ساتھ ان کے پروڈکشن ہاؤس میں کام کر چکا ہوں کم لوگوں کے ساتھ زیادہ عرصے تک کام کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے مجھے پسند کیا تو اتنے سال میرے ساتھ کام کیا ورنہ وہ مجھے چھوڑ بھی سکتے تھے۔ ہر کام میں ایمان داری بہت ضروری ہے۔"

"آپ نے کہا اس فیلڈ میں پیسہ بہت ہے پھر ہمارے فنکار باہر جا کر پیسہ کیوں کماتے ہیں؟"

"اس فیلڈ میں پیسہ بہت ہے مگر سیاست بھی ہے اور ہماری مارکیٹ چھوٹی بھی ہے ہمارے پاس ٹیلنٹ بہت ہے۔ انڈیا میں ایسا نہیں ہے وہاں ٹیلنٹ کی قدر ہے تب ہی تو ہمارے لوگ باہر جا کر ہٹ ہو جاتے ہیں۔ سازشیں اور سیاست کی وجہ سے ہمارے لوگ پیچھے رہ جاتے ہیں ورنہ آپ دیکھیں کہ اسنوکر، کرکٹ، اسکواش، ہاکی ہم ہر گیم میں آگے تھے مگر سیاست نے سب کچھ برباد کر دیا ہے پھر ہمارے یہاں چونکہ بنیادی سہولتیں مثلاً" لائٹ کا مسئلہ، پانی کا مسئلہ، گیس کا مسئلہ، ہڑتالیں" آئے دن جھگڑے ان میں اتنے پھنس کر رہ گئے ہیں لوگ کہ آگے کے لیے سوچنے کا وقت ہی نہیں ملتا۔"

"آپ کسی رائٹر کی اسٹوری لیتے ہیں تو پہلے اسے پورا پڑھتے ہیں یا۔۔۔؟"

"میں پوری اسٹوری پڑھتا ہوں اور اللہ کا بڑا کرم ہے کہ میری یادداشت بہت اچھی ہے میں کوئی اسٹوری پڑھ لوں اور تین چار ماہ کے بعد اس پر کام شروع ہو تو مجھے ایک ایک لفظ یاد ہوتا ہے شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو میں پڑھتا بہت ہوں، دوسری یہ کہ بہت دلچسپی اور توجہ کے ساتھ۔"

"چلیں جی کامران! اب آپ کچھ اپنے بارے میں یعنی نجی زندگی کے بارے میں بتائیں؟"

"ہم پاکستان میں پیدا ہوئے ابو کا تعلق بمبئی سے ہے امی یہاں کی نہیں ہیں تنزانیہ کی سائیڈ سے ان کا تعلق ہے۔ امی کی سائیڈ کے سارے لوگ باہر ہیں کوئی انڈیا، کوئی دبئی تو کوئی لندن میں ہے یہ سب لوگ پاکستان آئے تھے مگر پاکستان ان کی سمجھ میں نہیں آیا تو واپس چلے گئے۔ ننھیال کی سائیڈ سے ماشاء اللہ کافی بڑا کنبہ ہے۔ آٹھ دس تو ماموں ہیں، خالائیں بھی اچھی خاصی ہیں۔۔۔ میں نے گریجویشن کیا ہے میری دو بہنیں ہیں جن کی شادی ہو چکی ہے میرا بھائی بھی اس فیلڈ میں آ چکا ہے اداکاری کا بھی اسے شوق ہے، میری شادی ہو چکی ہے اور ماشاء اللہ سے دو بچے بھی ہیں۔"

"آپ نے کہا کہ اس فیلڈ میں پیسہ بہت ہے تو یہ بتائیں کہ سب سے زیادہ کون کما رہا ہے؟ ڈائریکٹر، رائٹر یا اداکار؟"

"اس وقت جو سب سے زیادہ کما رہا ہے وہ اداکار ہے" اس کو کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ڈراما چلے یا نہ چلے۔ ڈائریکٹر، پروڈیوسر اور رائٹر یہ لوگ ہیں جو پہلے دن سے لے کر آخری قسط تک باؤنڈ ہوتے ہیں اداکاروں کا تو یہ حال ہے کہ اپنا کام ختم کیا پیسے پکڑے اور یہ جا وہ جا ہوگئے۔"

افتخار خان ایف ایم 91.6 پشاور

"جی کیا حال ہیں، روزے کیسے گزر رہے ہیں؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"الحمد للہ۔ بالکل ٹھیک ٹھاک اور روزے بھی ٹھیک جارہے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے۔"

"عید کی کیا تیاری ہے؟"

"عید کی تیاری تو تقریباً" ہو ہی چکی ہے' بس جو تھوڑی بہت رہ گئی ہے وہ عید سے ایک دو دن پہلے کریں گے یا چاند رات کو کریں گے ان شاء اللہ۔ چاند رات کو شاپنگ کرنے اور گھومنے پھرنے کا اپنا ہی ایک مزہ ہے۔"

"آپ کا رمضان المبارک اور عید کا چاند پہلے کیوں نکل آتا ہے؟"

قہقہہ۔ "چاند اس لیے پہلے نکلتا ہے کہ شاید ہم چاند کے بہت قریب ہیں اس لیے ہمیں جلدی نظر آجاتا ہے۔"

"ہر سال دو عیدیں ہوتی ہیں پشاور میں۔ آپ کس کے ساتھ ہوتے ہیں؟"

"بہ حیثیت آرجے کے اور میڈیا کا حصہ ہونے کی وجہ سے میں تو دونوں کے ساتھ ہوتا ہوں اور دونوں کے ساتھ عید انجوائے کرتا ہوں۔"

"پشاور کے کیا حالات ہیں اور عمران خان نے کچھ کیا پشاور اور کے پی کے دیگر شہروں کے لیے؟"

"حالات تو بس ایسے ہی ہیں جیسے پورے پاکستان کے ہیں' لیکن پشاور میں کافی حد تک تبدیلی نظر آرہی ہے' خاص طور پر تعلیم اور صحت میں' صفائی ستھرائی میں بھی کافی حد تک بہتری آئی ہے۔"

"ریڈیو کے علاوہ کیا کررہے ہیں' مطلب کوئی جاب یا بزنس؟"

"جی ریڈیو کے علاوہ ایک چھوٹا سا بزنس بھی کررہا ہوں اور ساتھ میں ایک اسکول بھی چلا رہا ہوں۔"

"ریڈیو پہ آج کل کب پروگرام کرتے ہیں؟"

"جی آج کل F.M91.6 سے پروگرام کرتا ہوں' جمعہ کے علاوہ ہر دن۔ یعنی روزانہ رات 8 بجے سے 10 بجے تک پروگرام کرتا ہوں۔"

"اور شادی کیوں نہیں کی؟"

ہاہاہا۔ "سب سے مشکل سوال مجھے یہی لگتا ہے اس کا جواب دو سال کے بعد دوں گا۔"

"یعنی دو سال بعد شادی ہے۔؟"

"جی کچھ کہہ نہیں سکتے۔"

"پشاور کے حالات آئے دن خراب رہتے ہیں' موت سے ڈر لگتا ہے؟"

"موت تو جی ایک دن آنی ہے۔ بس ڈر اس بات پر لگتا ہے کہ کہیں ان حادثات میں اللہ معذوری کی زندگی نہ دے' بہت خوف آتا ہے محتاجی سے اور سچ پوچھیں تو اب ہم ان خراب حالات کے بہت عادی ہوگئے ہیں۔"

ہنستے ہوئے۔ "جی جی۔ مگر امن و سکون بھلا کسے برا لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پورے ملک میں امن و سکون قائم کردے اور ہمارا ملک بھی ایک ترقی یافتہ ملک بن جائے۔ آمین"

"ایم ایف کے پروگرام سامعین کے لیے فائدہ مند ہوتے ہیں؟"

"کچھ کچھ۔ جیسے ہونے چاہئیں ویسے نہیں' کیونکہ ہمارا دھیان میوزک کی طرف زیادہ ہوتا ہے۔ میری کوشش ہوتی ہے کہ ہر موضوع کو زیر بحث لاؤں اور لوگوں کے خیالات معلوم کروں۔"

اور جناب آپ سب کو عید مبارک۔ کہ عید سے پہلے یہ میگزین آجائے گا۔

✡

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

رخسانہ نگار عدنان

ایک تھی مثال

عدیل اور فوزیہ نسیم بیگم کے بچے ہیں۔ بشریٰ ان کی بہو ہے اور ذکیہ بیگم کی بیٹی ہے۔ عمران بشریٰ کا بھائی ہے۔ مثال ذکیہ بیگم کی نواسی اور نسیم بیگم کی پوتی ہے۔ بشریٰ اور نسیم بیگم میں روایتی ساس بہو کا تعلق ہے۔ نسیم بیگم مصلحتاً بیٹا بہو سے لگاوٹ دکھاتی ہیں۔ دوسری طرف ذکیہ بیگم کا کہنا ہے۔ ان کی بیٹی بشریٰ کو سسرال میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ پانچ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد بشریٰ کی نند فوزیہ کا بالآخر ایک جگہ رشتہ طے پا جاتا ہے۔ نکاح والے روز بشریٰ دولہا تقسیر کو دیکھ کر چونک جاتی ہے۔

عدیل سے شادی سے قبل تقسیر کا بشریٰ کے لیے بھی رشتہ آیا تھا مگر بات نہ بن سکی تھی۔ نکاح والے دن فوزیہ کی ساس زاہدہ اور ذکیہ بیگم بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔ بشریٰ اپنی ماں سے یہ بات چھپانے کے لیے کہتی ہے مگر عدیل کو پتا چل جاتا ہے۔ وہ ناراض ہوتا ہے مگر فوزیہ اور نسیم بیگم کو بتانے سے منع کر دیتا ہے۔ بشریٰ اور عدیل ایک ہفتے کے لیے اسلام آباد جاتے ہیں۔ وہاں انہیں پتا چلتا ہے کہ بشریٰ کے ہاں سات سال بعد پھر خوش خبری ہے۔

عفان اور عاصمہ اپنے تین بچوں اور والد کے ساتھ کرائے کے گھر میں رہتے ہیں۔ عفان کے والد فاروقی صاحب سرکاری نوکری سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ گریجویٹی اور گاؤں کی زمین فروخت کرکے وہ اپنا گھر خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ میں زمین کا سودا کرکے وہ عفان کے ساتھ خوشی خوشی شہر آرہے ہوتے ہیں کہ ڈکیتی کی واردات میں قتل ہو جاتے ہیں۔

عفان کے قریبی دوست زبیر کی مدد سے عاصمہ عفان کے آفس سے تین لاکھ روپے اور فاروق صاحب کی گریجویٹی سے سات لاکھ روپے وصول کرپاتی ہے۔ زبیر گھر خریدنے میں بھی عاصمہ کی مدد کر رہا ہے۔

اسلام آباد سے واپسی پر عدیل دونوں مقتولین کو دیکھتا ہے۔ زاہدہ نسیم بیگم سے بیس لاکھ روپے سے مشروط فوزیہ کی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

رخصتی کی بات کرتی ہیں۔ وہ سب پریشان ہو جاتے ہیں۔ عدیل بشریٰ سے ذکیہ بیگم سے تین لاکھ روپے لانے کو کہتا ہے۔

حمیدہ خالہ، عاصمہ کو سمجھاتی ہیں کہ عدت میں زبیر کا اکیلے اس کے گھر آنا مناسب نہیں ہے۔ لوگ باتیں بنا رہے ہیں جبکہ عاصمہ کی مجبوری ہے کہ گھر میں کوئی مرد نہیں۔ اس کا بیٹا ابھی چھوٹا ہے اور سارے کام اس نے خود کرنے ہیں۔ وہ جلد از جلد اپنا گھر خریدنا چاہتی ہے۔ عاصمہ کے کہنے پر زبیر کسی مفتی سے فتویٰ لے کر آجاتا ہے کہ دوران عدت انتہائی ضرورت کے پیش نظر گھر سے نکل سکتی ہے، بشرطیکہ مغرب سے پہلے واپس گھر آجائے، سو وہ عاصمہ کو مکان دکھانے لے جاتا ہے۔ اور موقع سے فائدہ اٹھا کر اسے اپنی ہوس کا نشانہ بناتا ہے اور وہیں چھوڑ کر فرار ہو جاتا ہے۔

رقم مہیا نہ ہونے کی صورت میں فوزیہ کو طلاق ہو جاتی ہے۔ نسیم بیگم جذباتی ہو کر سو اور اس کے گھر والوں کو مورد الزام ٹھہرانے لگتی ہیں۔ اسی بات پر عدیل اور بشریٰ کے درمیان خوب جھگڑا ہوتا ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو دھکا دیتا ہے۔ اس کا ابارشن ہو جاتا ہے۔ عدیل شرمندہ ہو کر معافی مانگتا ہے مگر وہ ہنوز ناراض رہتی ہے اور اسپتال سے اپنی ماں کے گھر چلی جاتی ہے۔

اسی اسپتال میں عدیل عاصمہ کو دیکھتا ہے جسے بے ہوشی کی حالت میں لایا گیا ہوتا ہے۔ عاصمہ اپنے حالات سے تنگ آکر خودکشی کی کوشش کرتی ہے تاہم بچ جاتی ہے۔ نو سال بعد عاصمہ کا بھائی ہاشم پریشان ہو کر پاکستان آجاتا ہے۔ عاصمہ کے سارے معاملات دیکھتے ہوئے ہاشم کو پتا چلتا ہے کہ زبیر نے ہر جگہ فراڈ کر کے اس کے سارے راستے بند کر دیے ہیں اور اب مفرور ہے۔ بہت کوششوں کے بعد ہاشم، عاصمہ کو ایک مکان دلا پاتا ہے۔

بشریٰ اپنی واپسی الگ گھر سے مشروط کر دیتی ہے۔ دوسری صورت میں وہ علیحدگی کے لیے تیار ہے۔ عدیل سخت پریشان ہے۔ عدیل مکان کا اوپر والا پورشن بشریٰ کے لیے سیٹ کروا دیتا ہے اور کچھ دنوں بعد بشریٰ کو مجبور کرتا ہے کہ وہ فوزیہ کے لیے عمران کا رشتہ لائے۔ نسیم بیگم اور عمران کسی طور نہیں مانتے۔ عدیل اپنی بات نہ مانے جانے پر بشریٰ سے جھگڑتا ہے۔ بشریٰ بھی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو طلاق دے دیتا ہے اور مشال کو چھین لیتا ہے۔ مشال بیمار پڑ جاتی ہے۔ بشریٰ بھی حواس کھو دیتی ہے۔ عمران بہن کی حالت دیکھ کر مشال کو عدیل سے چھین کر لے آتا ہے۔ عدیل عمران پر اغوا کا پرچا کٹوا دیتا ہے۔

عاصمہ اسکول میں ملازمت کر لیتی ہے مگر گھریلو مسائل کی وجہ سے آئے دن چھٹیاں کرنے کی وجہ سے ملازمت چلی جاتی ہے۔ اچانک ہی فوزیہ کا کہیں رشتہ طے ہو جاتا ہے۔

انسپکٹر طارق دونوں فریقین کو سمجھا بجھا کر مصالحت پر آمادہ کرتے ہیں۔ ذکیہ بیگم کی خواہش ہے کہ عدیل، مشال کو لے جائے، تاکہ وہ بشریٰ کی کہیں اور شادی کر سکیں۔ دوسری طرف نسیم بیگم بھی ایسا ہی سوچے بیٹھی ہیں۔ فوزیہ کی شادی کے بعد نسیم بیگم کو اپنی جلد بازی پر پچھتاوا ہونے لگتا ہے۔

انسپکٹر طارق، ذکیہ بیگم سے بشریٰ کا رشتہ مانگتے ہیں۔ ذکیہ بیگم خوش ہو جاتی ہیں، مگر بشریٰ کو یہ بات پسند نہیں آتی۔ ایک پراسرار سی عورت عاصمہ کے گھر بطور کرائے دار رہنے لگتی ہے۔ وہ اپنی حرکتوں اور انداز سے جادو ٹونے والی عورت لگتی ہے۔ عاصمہ بہت مشکل سے اسے نکال پاتی ہے۔

بشریٰ کا سابقہ منگیتر احسن کمال ایک طویل عرصے بعد امریکا سے لوٹ آتا ہے۔ وہ گرین کارڈ کے لالچ میں بشریٰ سے منگنی توڑ کر نازیہ بھٹی سے شادی کر لیتا ہے، پھر شادی کے ناکام ہو جانے پر ایک بیٹے سیفی کے ساتھ دوبارہ اپنی چچی ذکیہ بیگم کے پاس آجاتا ہے اور دوبارہ بشریٰ سے شادی کا خواہش مند ہوتا ہے۔ بشریٰ تذبذب کا شکار ہو جاتی ہے۔

بشریٰ اور احسن کمال کی شادی کے بعد عدیل مستقل طور پر مشال کو اپنے ساتھ رکھنے کا دعوا کرتا ہے مگر بشریٰ قطعی نہیں مانتی، پھر احسن کمال کے مشورے پر دونوں بمشکل راضی ہو جاتے ہیں کہ مہینے کے ابتدائی پندرہ دنوں میں مشال بشریٰ کے پاس رہے گی اور بقیہ پندرہ دن عدیل کے پاس۔ گھر کے حالات اور نسیم بیگم کے اصرار پر بالآخر عدیل عفت سے شادی کر لیتا ہے۔ والدین کی شادی کے بعد مشال دونوں گھروں کے درمیان گھن چکر بن جاتی ہے۔ بشریٰ کے گھر میں سیفی اور احسن اس کے ساتھ کچھ اچھا برتاؤ نہیں کرتے اور عدیل کے گھر میں اس کی دوسری بیوی عفت۔ مشال کے لیے مزید زمین تنگ، بشریٰ

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

اور عدیل کے نئے بچوں کی پیدائش کے بعد بڑھ جاتی ہے۔ مثال اپنا اعتماد کھو بیٹھتی ہے۔ احسن کمال اپنی فیملی کو لے کر ملائشیا چلا جاتا ہے اور مثال کو نارتھ سے پہلے عدیل کے گھر بھجوا دیتا ہے۔ دوسری طرف عدیل اپنی بیوی بچوں کے مجبور کرنے پر مثال کے آنے سے قبل اسلام آباد چلا جاتا ہے۔ مثال مشکل میں گھر جاتی ہے۔ پریشانی کی حالت میں اسے ایک نشئی تنگ کرنے لگتا ہے تو عاصمہ آکر اسے بچاتی ہے۔ پھر اپنے گھر لے جاتی ہے۔ جہاں سے مثال اپنے ماموں کو فون کرکے بلواتی ہے اور اس کے گھر چلی جاتی ہے۔

عاصمہ کے حالات بہتر ہو جاتے ہیں۔ وہ نسبتاً "پوش ایریا میں گھر لے لیتی ہے۔ اس کا کوچنگ سینٹر خوب ترقی کرجاتا ہے۔ اسے مثال بہت اچھی لگتی ہے۔ مثال' واثق کی نظروں میں آچکی ہے تاہم دونوں ایک دوسرے سے واقف نہیں ہیں۔

عاصمہ کا بھائی ہاشم ایک طویل عرصے بعد پاکستان لوٹ آتا ہے اور آتے ہی عاصمہ کی بیٹیوں اریشہ اور اریبہ کو اپنے بیٹوں وقار' وقاص کے لیے مانگ لیتا ہے۔ عاصمہ اور واثق بہت خوش ہوتے ہیں۔

مثال کو نیند میں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی اسے گھسیٹ رہا ہے۔

—۱۸—

اٹھارہویں قسط

بشریٰ گہری نیند سو رہی تھی۔

احسن کمال کے فون پر کوئی میسج آیا۔ ہلکی سی میسج ٹون پر بشریٰ نے کچھ ناگواری سے کروٹ بدلی تھی۔

بہت مہینوں سے اس کی نیند کم ہوتی جا رہی تھی۔ اردگرد کچھ بھی بجتا تو فوراً" اس کی آنکھ کھل جاتی اور پھر بہت کوشش کے باوجود کافی دیر تک وہ سو نہیں پاتی تھی۔

تنگ آکر اس نے سلیپنگ پلز لینا شروع کردی تھیں مگر احسن کمال نے اسے ایسا کرنے سے سختی سے روکا تھا۔

کچھ دنوں کی بے چینی کے بعد اس کی نیند کچھ بہتر ہو ہی چلی تھی مگر ابھی جو میسج ٹون سے آنکھ کھلی تھی۔ وہ مکمل طور پر جاگ چکی تھی۔

مجھے احسن سے سیفی اور مثال کے بارے میں بات کرنی چاہیے۔ احسن نے کبھی مثال کو ناپسند تو نہیں کیا۔ بس اس کے انداز میں مثال کے لیے ایک سرد مہری سی ہے جو کہ ایک نیچرل عمل ہے' وہ مثال کا سگا باپ تو ہے نہیں۔

ہاں اگر سیفی اور مثال کا رشتہ طے ہو جاتا ہے تو احسن خود بخود مثال کو پسند کرنے لگے گا جیسے آج کل سیفی۔۔۔ اس کے ہونٹ خود بخود مسکرانے لگے۔

شام میں جب مثال لان میں اپنی کتاب لیے کوئی سوال رٹنے میں پوری طرح سے مگن تھی تو سیفی کے لیے جوس لے کر آتی بشریٰ نے خود دیکھا تھا وہ کس محویت سے مثال کو دیکھنے میں مگن تھا۔

سیفی کی مثال کے لیے پسندیدگی بہت دنوں سے کم از کم بشریٰ سے ڈھکی چھپی نہیں تھی۔ وہ مثال پر بہت توجہ دے رہا تھا اور پہلے کی طرح بات بات پر اس سے الجھتا بھی نہیں تھا۔ مثال کچھ بات کرتی تو بہت متوجہ ہو کر اس کی طرف دیکھتا رہتا تھا۔ بلکہ آئمہ نے بھی ایک دو بار طنزیہ کہہ دیا کہ "مما! لگتا ہے بھائی بہت شریف ہو گئے ہیں۔ اب وہ مثال آپی سے بالکل بھی دنگا فساد نہیں کرتے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

اور یہی بات تو یہی ہے کہ آئینہ کے یوں کہنے پہ ہی بشریٰ نے سیفی کے رویے کی تبدیلی کو محسوس کرنا شروع کیا تھا۔

"ہو سکتا ہے مثال بھی اس تبدیلی کو محسوس کر چکی ہو' وہ بھی تو اب سیفی سے جھگڑا نہیں کرتی۔"

"تو گویا معاملہ دو طرفہ ہے۔" وہ بے اختیار ہی مسکرانے لگی۔

"اگر ایسا ہے تو پھر احسن کمال کی مخالفت خواہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو' زیادہ دیر جم نہیں سکے گی۔ یوں بھی وہ سیفی کی پسند کو رد کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔۔۔ اِٹ گاڈ۔ اگر ایسا ہو جائے تو میری مثال پھر ہمیشہ کے لیے میرے پاس میرے گھر میں رہ جائے گی۔"

ایک بہت ہی خوش کن' دل فزا احساس۔

وہ کہنیوں سے ٹیک لگا کر اب بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگا چکی تھی۔ احسن کمال گہری نیند میں تھا۔

"یہ بھی ہو سکتا ہے سیفی مثال کو اپنے ساتھ یو کے لے جانا چاہے۔ اگر ایسا ہو گیا تو یہ بھی برا نہیں۔ اچھا ہے، دونوں ایک دوسرے کے قریب رہیں گے۔ ایک دوسرے کے ساتھ بہت اچھا وقت گزاریں گے۔ اس گھر میں تو ہو سکتا ہے سیفی کی دلہن بنا دینے کے بعد بھی احسن میری مثال کو وہ مقام نہ دے سکے جو وہ ڈیزرو کرتی ہے۔"

وہ اپنے خیالوں میں بہت دور نکل گئی تھی۔

"بہت سادہ معصوم اور بے زبان سی ہے میری مثال۔ اللہ کو اس کی سادگی پہ رحم آیا ہے' جو اتنا اچھا رشتہ جیسے خود چل کر اس تک آیا ہے۔ اب میں عدیل کو بتاؤں گی کہ اصل میں مثال سے پیار کس کو ہے۔" اس نے زعم بھرے طنطنے سے سوچا۔

"اور اس عدیل کو تو کبھی بھی اپنی ذمہ داریاں ڈھنگ سے نبھانی نہیں آئیں۔ اس نے تو ابھی مثال کی شادی یا رشتے کی بات کے بارے میں سوچا بھی نہیں ہوگا۔ یہ تو صرف ماں ہوتی ہے' جو ایسی باتیں سوچتی ہے' جسے بیٹیوں کی فکر ہوتی ہے اور میں نے تو دیکھا ہے بلکہ اس بات کو برداشت کیا ہے کہ وہ اپنی نئی شادی اور بچوں میں مگن ہو کر مثال کو بالکل بھلا بیٹھا ہے۔ وہ جب بھی وہاں سے آتی ہے تو کیسی زرد اور اکھڑی سی ہوتی ہے' اسے عدیل کے گھر میں نہ توجہ ملتی نہ پوری خوراک۔

عدیل تو تھا ہی شروع سے ایسا۔ جب اس کا جھکاؤ ایک طرف ہوتا تھا تو دوسرے کو بالکل بھول جاتا تھا۔ اچھا ہے مثال کے رشتے کے لیے مجھے اس کی منتیں نہیں کرنا پڑیں گی۔

اور جب سیفی اور مثال کے رشتے کا اس کو پتا چلے گا تو اس کے منہ پر پڑے گی اور۔۔۔"

"کیا بات ہے بشریٰ! کیا نیند نہیں آ رہی۔ اس طرح کیوں بیٹھی ہو؟" احسن کمال نے کروٹ لیتے ہوئے اسے یوں بیٹھے دیکھا تو نیند میں بھاری آواز میں پوچھنے لگا۔

بشریٰ اس کی طرف دیکھ کر یوں کھل کر مسکرائی' جیسے رات کی نیند پوری کر چکی ہو اور وہ دونوں صبح دم کی سیر کے بعد واپس لوٹے ہوں اور کسی بہت دلچسپ موضوع پر کافی دیر سے بات کر رہے ہوں۔

"نہیں بس آنکھ کھل گئی تو پھر نیند نہیں آئی اور میں نے بھی سونے کی کوشش نہیں کی۔"

وہ خوش دلی سے مسکرا کر نظروں میں احسن کے لیے پیار سمو کر بولی۔

"سو جاؤ' سونے کی کوشش کرو۔" وہ اس کے انداز سے بے خبر لمبی سی جمائی لیتے ہوئے بولا۔

"کچھ دیر جاگ لو ناں میرے ساتھ۔ مجھے نیند نہیں آ رہی۔" وہ پھر سونے جا رہا تھا۔ اس کے ارادے کو بھانپتے ہی وہ جلدی سے اس کا بازو پکڑ کر کچھ دلبری سے بولی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"یار۔۔۔ نیند آرہی ہے بہت۔ تمہیں پتا ہے پھر آفس کا بھی نکلنا ہے۔ صبح اٹھنا مشکل ہو جائے گا۔۔۔" بھاری بوجھل آواز میں کہہ کر وہ سستی سے اٹھتے ہوئے بولا۔

"ٹائم کیا ہو رہا ہے؟" وہ سائیڈ ٹیبل پر پڑا سیل فون اٹھا کر ٹائم دیکھنے لگا۔

"ڈھائی بجے ہیں۔۔۔ اچھی بھلی نیند خراب کردی ہے تم نے میری بھی اور اپنی بھی۔" وہ کچھ کوفت بھرے لہجے میں بولا۔

"مجھے تو خیر نیند آہی نہیں رہی تو خراب کیا ہوگی۔ تھوڑی دیر باتیں کرلیتے ہیں تو پھر نیند آنے لگے گی۔" وہ آخر میں کچھ معصومیت سے بولی۔

"بھلا اس وقت کوئی کیا بات کرسکتا ہے؟" وہ اسی بے زار لہجے میں کوفت سے بولا۔

"بہت سی ایسی باتیں جنہیں دن میں کرنے کا موقع ملتا ہے نہ ٹائم مصروفیت اور دوسرے کاموں کی وجہ سے۔" بشریٰ کچھ جتانے والے انداز میں اسے دیکھ کر بولی۔

وہ کچھ چونک سا گیا۔

"اچھا ایسی کون سی باتیں ہوتی ہیں' جو رہ جاتی ہیں۔ میرا تو خیال ہے میں بزنس کے ساتھ تمہیں گھر اور بچوں کو بالکل پراپر ٹائم دے رہا ہوں۔" وہ سر جھکا کر ہمیشہ کی طرح ایک ذمہ دار رویے کو ظاہر کرتے ہوئے کچھ غرور سے بولا۔

"بچوں ہی کے بارے میں میں بھی سوچ رہی تھی۔" بشریٰ اسے کن انکھیوں سے دیکھ کر بولی۔

احسن کمال نے اسے کچھ حیرانی سے دیکھا۔

"میں سمجھا نہیں۔۔۔ بچوں کے بارے میں ایسی کون سی بات ہے جو تم مجھے ری مائنڈ کروانا چاہتی ہو۔" وہ بشریٰ کے یوں جتانے والے انداز پر قدرے ناگواری سے بولا۔

"کچھ سیریس نہیں۔" بشریٰ اس کے ایسے انداز پر ہمیشہ ہی سے کچھ گھبرا جایا کرتی تھی۔

"بچے بڑے ہوگئے ہیں۔" وہ اسے دیکھ کر ذرا رک کر بولی۔

احسن کمال اسے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگا۔

"یہ وہ بات ہے جو دن بھر میں کرنے سے رہ جاتی ہے تمہارے خیال میں یا جسے میں نظر انداز کر رہا ہوں۔" وہ کچھ کڑوے پن سے بولا۔

"نہیں بالکل نہیں۔۔۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ تم نظر انداز کر رہے ہو۔ یونہی۔۔۔ ابھی نیند نہیں آرہی تھی تو مجھے خیال آیا کہ بچے بڑے ہوگئے ہیں۔ سیفی کی اسٹڈیز مکمل ہونے میں بس سال ڈیڑھ سال کا تو ٹائم رہ گیا ہے۔" وہ جلدی جلدی صفائی دینے والے انداز میں بولی۔

"ہوں وقت۔۔۔ تو واقعی کافی تیزی سے گزرا ہے۔" احسن کمال نے اس تمام وقفے میں پہلی بار کچھ سکون بھرے لہجے میں کہا۔

"ابھی سیفی بچہ تھا اور میری انگلی پکڑ کر اسکول میں ایڈمٹ ہونے جا رہا تھا اور مجھے تو وہ دن بھی بہت اچھی طرح سے یاد ہیں' جب اس نے کتنی جلدی تمہیں ماں کی جگہ قبول کرلیا تھا اور اس کے بعد ہمیشہ تمہیں اپنی سگی ماں ہی سمجھا بلکہ میں تو سمجھتا ہوں وہ مجھ سے زیادہ تم سے۔۔۔ قریب ہے۔ جو بات مجھ سے نہیں کرتا' تم سے کرلیتا ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

وہ پہلی بار مسکرا کر بہت لگاوٹ سے بولا۔ بشریٰ نے دل میں اطمینان بھرا سانس لیا کہ اب اگر وہ مثال اور سیفی کے رشتے کی بات کرتی بھی ہے تو احسن اس کو کسی طرح کی بدنیتی خیال نہیں کرے گا۔

"ہوں۔۔۔ یہ تو ہے۔ میرے بہت قریب ہے وہ۔ بہت محبت بھی کرتا ہے بلکہ میں آج کل دیکھ رہی تھی وہ کسی میں دلچسپی بھی لے رہا ہے۔ اس کی ڈریسنگز ڈیولپ ہو رہی ہیں ایک بالکل نئے انداز میں۔" وہ بہت مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھی۔

احسن کو بشریٰ کا انداز کچھ دھماکا خیز سا لگا تھا۔ وہ اسے کچھ حیرانی سے دیکھنے لگا۔

کون ہے وہ؟" وہ بہت آہستگی سے بولا جیسے اسے ڈر ہو کہ اس کی سماعتیں بہت غیر متوقع نام سنیں گی۔

اس کا انداز ڈرا ڈرا سا تھا۔ بشریٰ یونہی مسکرانے لگی کہ دوسرے لمحے گھر میں ایک دل دوز چیخ گونجی۔

"یہ کون ہے؟ آئینہ کی آواز تھی۔ وہ ڈر گئی شاید۔" احسن بستر سے چھلانگ لگا کر اترا۔

"یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ تو مثال کی آواز ہے۔ اوپر سے آئی ہے۔ آئینہ تو ساتھ والے بیڈ روم میں ہے۔"

بشریٰ کی آواز کانپنے لگی تھی۔۔۔ جانے کیوں۔

وہ بے ربط قدموں سے گرتی پڑتی کمرے سے باہر نکل کر اندھیرے میں اوپر کی طرف بھاگی تھی۔

☼ ☼ ☼

جب وہ احسن کمال کے مثال کے بیڈ روم میں داخل ہونے کے ڈیڑھ منٹ بعد داخل ہوئی تو وہاں کا منظر دیکھ کر اسے لگا' وہ وہیں کھڑی کھڑی پتھر کی طرح آدھی زمین کے اندر گڑ گئی ہے۔

ایسا منظر تو اس نے کبھی خواب میں' خیال میں' کسی برے گمان' بدترین دھیان میں بھی نہیں سوچا تھا۔۔۔ نہ دیکھا تھا۔

مگر جو کچھ نظر آ رہا تھا' وہ آنکھ کا دھوکا تھا نہ سراب۔۔۔ نہ کوئی برا خواب۔ کبھی نہ بھلائی جانے والی ٹھوس حقیقت ۔۔۔ کسی بھیانک خواب سے زیادہ خوفناک۔۔۔ مگر خواب سے بہت آگے کی چیز!

بشریٰ کا دل بند سا ہونے لگا تھا۔

اس کی مثال۔۔۔ اس کی زندگی۔۔۔ اس کا مان۔۔۔ اس کا سب کچھ' اس کی تمام عمر کی کمائی۔۔۔ جیسے اپنے بیڈ روم میں نہیں' سڑک کے کنارے فٹ پاتھ پہ بالکل بے آسرا پڑی تھی۔ بشریٰ کو لگا۔ وہ یہ منظر دیکھنے کے بعد اب بہت دن جی نہ پائے گی۔

مثال کا دوپٹا تو جانے کہاں تھا مگر اس کی سرخ شرٹ گریبان کے پاس سے نیچے تک ادھڑی ہوئی۔۔۔ نہیں بری طرح سے پھٹی ہوئی تھی۔

آستین کہنی سے یوں لٹک رہی تھی جیسے درزی اتنا پیس آستین کے ساتھ تو دھاگا لگانے کے بعد جوڑنا بھول گیا ہو۔

اس کے رخسار کے پاس سرخ کھرونچ تھی۔

اور آنکھوں میں اتنی بے بسی' بے کسی ویرانی اور خلاء پن جیسے وہ انیس بیس سال کی کوئی لڑکی نہ ہو' برسوں سے ویران پڑا اجڑا ہوا گھر ہو۔۔۔ کھنڈر بننے کو ڈھے جانے کو بس گر جانے کو تیار!

"قسم۔۔۔ قسم لے لیں پاپا۔۔۔ اس لڑکی نے خود مجھے اپنے فون سے ابھی۔۔۔ کچھ دیر پہلے خود کال کر کے۔۔۔ اپنے روم میں خود۔۔۔ خود بلوایا۔ میں تو سو رہا تھا گہری نیند میں تھا۔۔۔ آپ تو جا۔۔۔ جانتے ہیں میں رات میں جلدی سوتا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

ہوں۔۔۔ اس نے فون کیا مجھے۔۔۔ یہ مجھ سے کوئی بہت ضروری بات کرنا چاہتی ہے۔ بہانے سے۔ جھوٹ سے دھوکے سے۔ اس نے خود مجھے بلایا۔

میں نہیں سمجھا۔۔۔ سمجھ نہیں سکا کہ اس نے مجھے کیوں بلایا ہے۔ میں نیند سے اٹھ کر آگیا اور۔۔۔ اس نے۔۔۔ اس کی نیت بری تھی۔

یہ۔۔۔ اچھی لڑکی نہیں ہے۔۔۔ آپ تو جانتے ہیں پہلے بھی میں۔ میں نے بتایا تھا آپ کو۔۔۔ یہ مختلف لڑکوں کے ساتھ۔۔۔ پھرتی ہے میں نے خود دیکھا ہے اسے۔۔۔ سچ پاپا۔۔۔ یقین کریں۔"

سیفی اپنے گریبان کے ٹوٹے بٹنوں کو اس بے ربط گفتگو کے دوران دزدیدہ نظروں سے تلاشتا رہا تھا۔

اس کی شرٹ کے گریبان کے اوپر کے تین بٹنوں میں سے ایک مثال کے تکیے پہ پڑا تھا۔ دوسرا کمبل کے اوپر اور تیسرا احسن کمال کے قدموں میں۔

"میں نے کچھ بھی نہیں کیا پاپا۔۔۔ میں تو آیا اس کے روم میں۔۔۔ یہاں اندھیرا تھا۔۔۔ اور پھر یہ خود مجھ سے

میں نے خود کو چھڑانے کی کوشش کی۔۔۔ تو یہ مجھ۔۔۔ مجھے بلیک میل کرنے لگی۔۔۔ مجھے کہنے لگی کہ میں اس سے شادی کرلوں۔۔۔ اور یہ۔۔۔ میں نے اسے پیچھے ہٹایا۔۔۔"

سخت سردی میں سیفی کے ماتھے پر پسینے کے قطرے تھے۔

احسن کمال بالکل خاموش تھا۔ اس کی آنکھوں میں غصہ اور طیش تھا مگر کس کے خلاف۔۔۔ بشریٰ اندازہ نہیں کرپائی۔

مثال آنکھیں بند کیے چہرہ جھکائے اب بالکل ساکت تھی۔ وہ رو بھی نہیں رہی تھی۔

معلوم نہیں وہ بیتی کیسے تھی۔۔۔ یا پھر سیفی ٹھیک کہہ رہا تھا۔ یہ سب کچھ مثال نے جان بوجھ کر۔

"نہیں۔۔۔ نہیں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا اور مثال ایسا کرے گی۔ کبھی ممکن نہیں۔" بشریٰ وہیں ساکت کھڑی

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے 4 خوبصورت ناول

میرے خواب لوٹا دو

نمرہ احمد (?) ؍ قیمت -/400 روپے

کسی راستے کی تلاش میں

میمونہ خورشید علی ؍ قیمت -/350 روپے

شریک سفر

زہرہ ممتاز ؍ قیمت -/550 روپے

ساری بھول ہماری تھی

راحت جبیں ؍ قیمت -/300 روپے

منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37، اردو بازار، کراچی۔ فون نمبر: 32735021

SCANNED BY DIGESTPK
www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

آندھی کی طرح چلتے خدشوں کے طوفان کو جھٹلائے جا رہی تھی۔

"یہ۔۔۔ میں نے اس کی بات نہیں مانی۔۔۔ میں نے۔۔۔ میں اسے سمجھا رہا تھا۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر اس نے جب دیکھا۔۔۔ میں بالکل ایگری نہیں ہوں۔

ملعوی بابا۔۔۔ اس نے زور زور سے خود ہی چیخنا شروع کر دیا اور خود اس نے اپنے کپڑے بھی۔۔۔ اس نے اپنا یہ حال خود سے کیا تو۔۔۔ میں بالکل بھی نہیں سمجھ سکا کہ یہ اس طرح مجھے ٹریپ کرنا چاہتی ہے تی از سو کننگ۔"

سیفی کا وضاحتیں دیتے دیتے اب سانس پھولنے لگا تھا۔

مثال نے بہت آہستگی کے ساتھ۔۔۔ کانپتے ہاتھوں سے۔۔۔ اپنے پاؤں کے پاس پڑا آدھا بیڈ سے لٹکا کمبل بمشکل کھینچ کر اپنی گردن تک خود کو اس میں چھپا لیا۔

"پاپا! آپ نہیں۔۔۔ مجھے تو غلط نہیں سمجھ رہے جبکہ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔۔۔ میں اس لڑکی کو پسند کرتا ہوں۔ یو نو۔۔۔ مجھے یہ کبھی اچھی نہیں لگی۔"

وہ اب اپنے باپ کے بالکل سامنے دو قدم کے فاصلے پر کھڑا ہو گیا تھا۔ باپ کی مسلسل خاموشی نے اسے کچھ کنفیوز کر دیا تھا مگر پھر بھی وہ سنبھل سا گیا تھا۔

احسن کمال نے ذرا سی گردن ترچھی کر کے پیچھے مجسمہ کی طرح ساکت کھڑی بشریٰ کو دیکھا۔

وہ آہستگی سے ایک قدم آگے بڑھ کر مثال کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس کی نظریں مثال کے جھکے چہرے پہ تھیں۔

"تمہیں۔۔۔ ایسا کرتے ہوئے ایک پل کو بھی خیال نہیں آیا کہ اس گھر کے تم پہ کیا کیا احسانات ہیں۔۔۔ بغیر کسی احسان جتائے میں نے ہمیشہ تمہیں اپنی سگی اولاد کے برابر کھڑا کیا۔ ہر وہ چیز لے کر دی' جسے میں نے اپنے بچوں کے لیے پسند کیا ان کی ہر خوشی اور پسند میں تمہیں بھی شامل کیا۔ تمہاری ہر ضرورت کا خیال رکھا۔۔۔ اور تم نے یہ صلہ دیا ہمیں؟"

تمہیں شاید ہماری عزت اور احسان کا پاس نہیں تھا۔ تم نے اپنی ماں کی عزت کا بھی خیال نہیں کیا لڑکی!"

اور سارا معاملہ صاف ہو گیا۔

پھٹے گریبان اور مجروح حالت کے باوجود سارا جرم مثال کے سر تھوپ دیا گیا تھا۔۔۔ وہی غلط تھی اور خطاوار بھی!

بشریٰ پہ دوسرا پہاڑ ٹوٹا۔ وہ تڑپ کر رہ گئی۔

پہلے خوفناک منظر نے اگر اسے پتھر کا کر دیا تھا تو احسن کمال کے اس الزام نے جیسے اسے ہلا کر رکھ دیا۔

"احسن! یہ تم کیا کہہ رہے ہو تم جانتے ہو۔۔۔ تمہیں نظر آ رہا ہے۔ مثال ایسا کیونکر کر سکتی ہے۔۔۔ وہ میری بیٹی ہے۔۔۔ وہ اس طرح کی گھٹیا حرکت کبھی نہیں کر سکتی۔۔۔ وہ۔۔۔ یہ اس ٹائپ کی لڑکی نہیں۔۔۔ میری مثال ایسا کبھی نہیں کر سکتی۔" وہ جیسے پھٹ پڑی۔

"اور یہ سیفی۔۔۔ میں جانتی ہوں اسے۔۔۔ یہ بہت دنوں سے مثال پہ بری نظر رکھے ہوئے تھا اور اب اپنے اس گھناؤنے جرم کو چھپانے کے لیے میری بیٹی پہ ایسا گھٹیا الزام لگا رہا ہے۔"

بہت دنوں' بہت سالوں بعد لیکا ایکی بشریٰ کو محسوس ہوا تھا کہ اس کی مثال کو اس وقت جتنی اپنی ماں کی ضرورت ہے' زندگی میں کبھی نہیں رہی ہو گی۔

اسے اپنی بانہوں میں' دل میں چھپا کر اس دنیا کی گندگی سے دور لے جانا چاہیے۔

وہ بے اختیار آگے بڑھی اور مثال کو اپنے سینے میں چھپا کر اپنے ساتھ بھینچ لیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

مشال کا جسم ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔

"پوچھیں اس سے۔۔۔ اس نے یہ گھٹیا حرکت کرنے کی جرات کیسے کی۔ میری بیٹی کوئی لاوارث یا بے سہارا نہیں۔ یتیم نہیں یا راہ میں پڑا لاٹ کا کوئی مال نہیں جس پر اس نے ایسی بے خوفی سے ہاتھ ڈالا۔" وہ غصے میں بغیر سوچے سمجھے بولے چلے جارہی تھی۔

"تمہیں بے یتیم تو اس کے بے شرم باپ سے کہوا سے لے جائے۔ میں نے کیا اس لڑکی کی رکھوالی کا ٹھیکہ اٹھا رکھا ہے عمر بھر کے لیے اور بشریٰ۔۔۔ تم۔۔۔ تمہیں ہوش ہے کہ تم کیا بکواس کررہی ہو۔ کس پر اس دیدہ دلیری سے الزام رکھ رہی ہو؟ تمہاری بیٹی ایسی پاک باز اور باحیا ہے تو میرا بیٹا بھی ایسا نہیں۔ میں اس کے کردار کی قسم اٹھانے کو تیار ہوں۔ میرا خون ایسا گندہ اور گھٹیا نہیں ہو سکتا۔ یہ شر' یہ فساد' صرف تمہاری بیٹی کا پھیلایا ہوا ہے۔ سیفی کو اس نے دھوکے سے کال کرکے اپنے کمرے میں رات کے اس پہر گندی نیت سے بلایا ہے۔"

احسن کمال بیٹے کو بچانے کی خاطر بشریٰ کو نیچا دکھانے کے خیال سے یا پھر مشال سے پیچھا چھڑانے کے اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے سامنے نظر آتی ننگی سچائی سے یوں نظریں چرائے گا۔ لمحہ بھر کو بشریٰ ششدر رہ گئی۔

"تم۔۔۔ کہہ رہے ہو کہ۔۔۔ یہ سب کچھ مشال نے خود کیا ہے۔۔۔ اپنی عزت خود۔۔۔ نہیں احسن! تم ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہو۔ تم نے میری بیٹی کو اتنا ہلکا' اتنا گرا ہوا سمجھا ہے۔ یہ ایسا کبھی نہیں کر سکتی۔ یہ مر تو سکتی ہے مگر۔۔۔ ایسا۔۔۔ کبھی نہیں۔ میں نہیں مان سکتی۔" بشریٰ مشال کو اپنے ساتھ چمٹائے اب کے مضبوط اور بے لچک لہجے میں بول رہی تھی۔

"تم مجھے جھٹلاؤ گی۔۔۔ میں جھوٹ بول رہا ہوں۔ یہ میرے بیٹے نے کیا؟ تم یہ کہہ رہی ہو۔" وہ جیسے غصے میں بے قابو ہو رہا تھا۔

سیفی کے چہرے پر اب اطمینان اور سکون تھا۔ اس نے اپنے کھلے گریبان کو بند کرنے کی کوشش بھی ترک کر دی تھی۔

وہ بشریٰ اور مشال کو بہت تمسخر بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"پاپا! یہ بہت دنوں سے ایسا کرنے کی کوشش کررہی تھی۔ مجھے اکسانے کی' میری توجہ حاصل کرنے کی۔" وہ جیسے جلتی پہ اور بھی تیل چھڑک کر مزے لینے کو بولا۔

"تم۔۔۔ تم ایسی گھٹیا سوچ رکھتے ہو سیفی! مجھے معلوم نہیں تھا۔ میں نے تمہیں اپنی سگی بیٹی سے بڑھ کر توجہ دی۔ پیار دیا تھا۔ بھول گئی کہ تم کسی دوسری پرائی عورت کے بیٹے ہو۔ اور تم نے یہ صلہ دیا مجھے۔ میری بے لوث محبت کا میری سگی۔۔۔ معصوم بیٹی پہ ہاتھ ڈالا۔ اسے رسوا کرتے ہوئے تم نے یہ کیوں نہیں سوچا۔ اصل میں تم نے میری عزت پہ ہاتھ ڈالا ہے۔ تم نے مجھے رسوا اور ذلیل کرنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے تم سے ایسی امید نہیں تھی۔"

بشریٰ کی آواز غم' صدمے اور غصے سے پھٹ رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا جیسے اس کی دنیا ہی ختم ہو گئی ہو۔۔۔ اس کی اتنے سالوں کی ریاضت' محنت سب ان چند لمحوں میں برباد ہو کر رہ گئی ہو۔

آئینہ جانے کب ان سب کے پیچھے آہستگی سے آکر کھڑی ہو گئی تھی اور منظر کے سیاق و سباق۔ کو سمجھنے کی کوشش کررہی تھی۔

"تم نے کوئی احسان نہیں کیا اگر میرے بیٹے کو پیار اور توجہ دی' ورنہ تم جیسی طلاق یافتہ ایک بچی کی ماں کو کیا مجھ جیسا صاحب حیثیت شخص ایسی فراخدلی سے کبھی اپناتا۔۔۔ تمہیں اپنے عالیشان گھر میں کسی ملکہ کی طرح عیش و

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کر دام سے رکھا جبکہ تم اس قابل نہیں تھیں۔"

وہ احسن کمال ایک بالکل بدلا ہوا اجنبی شخص بشریٰ کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ بہت سالوں پہلے جس نے منگنی کے بعد مغرور رویہ اپنایا تھا۔ بالکل وہی احسن کمال۔

بشریٰ بے یقین سی پھٹی پھٹی آنکھیں لیے اسے دیکھتی جارہی تھی۔

"میں۔۔۔ یہ میں تھا جس نے تمہاری اس بے آسرا بیٹی کو 'جس کا سگا باپ بھی اسے چند دن سے زیادہ برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ میں نے اپنے گھر میں پناہ دی۔ اس کی ہر ضرورت' ہر خواہش پوری کی اور بدلے میں آج تم میرے سامنے کھڑے ہو کر میرے بیٹے کو پروان چڑھانے کا احسان جتلا رہی ہو۔" وہ غصے میں جیسے دیوانہ ہو چکا تھا۔

لمحہ بھر کو بشریٰ کو لگا اس گھر میں وہ اور مثال اجنبی ہیں اور ان کی حیثیت اس گھر کے ملازموں کے برابر یا شاید ان سے بھی بدتر ہے۔ اور گھر کے مالک ان پر برس رہے ہیں۔۔۔ وہ سہم کر رہ گئی۔

بہت سالوں پہلے والا منظر جزئیات کے ساتھ اس کی نظروں کے سامنے آگیا۔

جب ایک پہلے موڑ نے اپنے سگے خون کی خاطر اسے اور اس کی بیٹی کو دھتکار دیا تھا۔ انہیں زمانے کی ٹھوکروں میں ڈال دیا تھا۔

اور ابھی چند لمحوں بعد پھر وہی منظر دہرایا جائے گا۔۔۔ وہ ابھی ذرا دیر میں اس غصیلے جذباتی احسن کمال کی نفرت کے ہاتھوں اپنے اس دوسرے گھر سے بھی بے دخل کر دی جائے گی۔

لیکن اس وقت میں اور اس میں بہت۔۔۔ بہت فرق ہے 'تب مثال چند سال کی کمسن بچی تھی۔

اور بشریٰ کے پیچھے اس کی مضبوط ماں اور بھائی کا سہارا موجود تھا اور آج۔۔۔ تو پیچھے کچھ بھی نہیں تھا۔ اگر وہ یہاں سے نکال دی جاتی تو اس بھرپور جوانی اور قیامت خیز حسن کی مالک بیٹی کو زمانے کی گندی نظروں سے چھپا کر کہاں لے جائے گی۔۔۔ وہ چلا رہا تھا۔

"تمہاری بیٹی اور تم۔۔۔ اصل میں تو ان سب آسائشوں کی حق دار تھیں ہی نہیں اور غلطی سراسر میری ہے ایک پرائے مرد کی اولاد کو اس گھر میں جگہ دینے دی اور آج میرے ہی بیٹے کو مجرم ٹھہرایا جارہا ہے۔۔۔"

تو احسن کمال فیصلہ کر چکا تھا۔۔۔ وہ شاکڈ سی تھی۔

کون مجرم ہے اور کون بے قصور!

"تو ٹھیک ہے۔ اگر یہ سب کچھ کیا دھرا میرے بیٹے کا ہے تو بشریٰ بیگم! تم اپنی اس پاک باز بیٹی کو اپنے ساتھ لو اور اس کے باپ کے گھر یا جہاں تمہیں جگہ ملے چلی جاؤ۔۔۔ کیونکہ میں تو ایسے احسان فراموش لوگوں کو اپنے گھر میں ایک لمحے کے لیے بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ جو عمر بھر نمک کھانے کے بعد مجھ ہی پہ ایسا الزام لگائیں۔۔۔ چلو سیفی بیٹا! ہمیں اب اور کوئی بات نہیں کرنی۔" کہہ کر اس نے یوں سیفی کو بازو سے تھام کر ساتھ لگا کر باہر کا رخ کیا جیسے بشریٰ اور مثال نے اس کے ساتھ بہت برا کر ڈالا ہو۔

"پاپا! کیا ہوا ہے؟" آئینہ کوشش کے باوجود پورے معاملے کو مکمل طور پر سمجھ نہیں سکی تھی۔

کچھ سہمے ہوئے انداز میں باپ کے اجنبی تیور دیکھتے ہوئے آہستگی سے پوچھنے لگی۔

"کچھ نہیں جان! تم چلو اپنے روم میں' چل کر آرام کرو۔ ہم صبح بات کریں گے۔" وہ اس پیار اور استحقاق سے اسے دوسرے پہلو میں ساتھ لگائے لے جانے لگا۔

آئینہ نے پیچھے مڑ کر الجھی نظروں سے ماں اور مثال کو دیکھا۔ مثال سے اسے کوئی انسیت تھی نہ لگاؤ اور اب وہ جو اس برے حال میں نظر آرہی تھی تو بھی آئینہ کو اس سے کچھ خاص ہمدردی محسوس نہیں ہوئی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

مگر اس کا باپ جس طرح اس کی ماں سے چیخ چیخ کر بات کر رہا تھا وہ سب اسے بالکل بھی اچھا نہیں لگا تھا۔

"پاپا۔۔۔ ماما نے کچھ غلط کیا ہے کیا؟ آپ دونوں میں جھگڑا کیوں ہوا ہے اور سیفی بھائی کی شرٹ کیسے پھٹ گئی؟"

تین بنیادی سوال۔۔۔ جن کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی احسن کمال میں۔۔۔ اسی لیے تو وہ پہ "بشریٰ" لتے کے لیے بشریٰ کو خوف زدہ کرنے کے لیے چیخ چیخ کر بات کرتا رہا تھا۔

"کچھ نہیں جان۔۔۔ تم بلاوجہ پریشان نہیں ہو۔ جا کر اچھی نیند لو اپنے روم میں۔۔۔ صبح ہو گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اوکے۔" وہ اسے ساتھ لگائے باہر نکل گیا۔

کمرے میں گمبیر خاموشی تھی۔ منال تو اس سارے ڈرامے کے دوران ایک لفظ بھی نہیں بولی تھی۔ بشریٰ احسن کمال کے رویے پہ پھر سے پتھر کی بن کر رہ گئی تھی۔

✿ ✿ ✿

"پاپا! کیا حرج ہے پلیز! مان جائیں ناں!" پریشے۔۔۔ عدیل کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے لاڈ سے بولی۔ عدیل کے چہرے پہ گہری سنجیدگی تھی۔

عفت نے کچھ ناگواری سے شوہر کی طرف دیکھا۔۔۔ لاکھ محبت و اپنائیت کے باوجود کبھی کبھی عفت کو لگتا جیسے عدیل بیچ میں کہیں صدیوں کے فاصلے پہ جا کھڑا ہوتا ہے کہ وہ خود بھی چاہتے ہوئے اس تک پہنچ نہیں پاتی۔

"پری ضد کر رہی ہے۔ اس کا دل ہے تو آپ مان جائیں ناں۔" لاڈلی بیٹی کے منہ بسورنے پر عفت کے دل کو کچھ ہوا تو رہ نہ سکی۔

"عفت! میں اس بار منال کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا۔ پچھلی بار بھی۔۔۔" وہ بولتے ہوئے ہونٹ بھینچ کر رہ گیا۔

"چار پانچ سال ہو گئے اس پچھلی بار کو بھی جسے آپ بھلائے نہیں بھول رہے۔ جب ہمارے اچانک پنڈی جانے کی وجہ سے اسے اپنی نانی کے گھر جا کر چند دن رہنا پڑ گیا تھا۔۔۔ سگی نانی تھیں اس کی۔ کوئی غیر نہیں تھیں۔ وہ۔۔۔ اگر منال چلی بھی گئی تھی اور اب تو۔۔۔" عفت سخت کوفت بھرے لہجے میں بولتی گئی۔

"اور اب تو اس کی نانی بھی زندہ نہیں۔۔۔ یوں بھی مجھے ایک ہفتے کی چھٹی نہیں مل سکتی آفس سے۔ میں کیسے لے کر جا سکتا ہوں تم لوگوں کو ناردرن ایریاز۔" پتا نہیں کچھ دنوں سے ہی عجب تھکا تھکا سا رہنے لگا تھا۔ عدیل کو کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ دل اچاٹ سا تھا۔

نسیم بیگم کا دو سال پہلے انتقال ہو گیا تھا۔ اس کے بعد سے عدیل کچھ ایسے ہی اکھڑا اکھڑا رہنے لگا تھا۔ عفت کو کم از کم ایسا ہی لگتا۔

"پہلی بیوی کے ساتھ تو میں نے سنا ہے آپ کو تین چھٹیاں بھی ملتی تھیں تو آپ انہیں سیر کے لیے لے جاتے تھے۔ پری نے تو پہلی بار ضد کی ہے۔ میری صابر بچی نے چھٹیاں ہمیشہ گھر میں گزاریں۔ کبھی ضد نہیں کی۔۔۔ اس بار۔۔۔ پری! رہنے دو۔ کوئی ضرورت نہیں پاپا کی منتیں کرنے کی۔ ایک ڈیڑھ ماہ کی چھٹیاں ہیں تمہاری۔ کوئی شارٹ کورس کر لو۔ گزر جائیں گی مصروفیت میں۔" عفت کو سخت برا لگا تھا، عدیل کا یوں پری کو چھٹیوں میں گھمانے کے لیے لے جانے سے منع کرنا۔

عدیل بیوی کو دیکھ کر رہ گیا۔

وہ تو گئے زمانوں کی بھولی بسری بات تھی، جب عدیل اور بشریٰ کی چھٹیاں اکثر سیر سپاٹے میں گزرتی تھیں۔ نسیم اور فوزیہ کی سخت مخالفت کے باوجود!

اور آج اتنے سارے سالوں بعد جوان ہوتی بیٹی کے سامنے عفت نے یہ کیسا طعنہ مارا تھا۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

طعنہ ناقابل برداشت تھا یا اس یاد کی چوٹ۔۔۔ عدیل نے تڑپ کر عفت کی طرف دیکھا اور کچھ کہے بغیر تیزی سے وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔

پریشے نے بُرا سامنہ بنا کر باپ کو جاتے دیکھا۔

"کیا ضرورت تھی آپ کو یہ سب کہنے کی پاپا کا موڈ آف ہو گیا حالانکہ وہ مان جاتے ہیں وہ ایک بار اور کہتی تو۔"

وہ آف موڈ کے ساتھ بولی۔

"تو جاؤ جا کر پاؤں پکڑلو اپنے باپ کے اگر لے کر جاتا ہے تو۔" عفت غصے میں کہہ کر اٹھ کر چلی گئی۔

☼ ☼ ☼

مثال دیوار کی طرف کروٹ لیے دیوار کو یک ٹک دیکھتے ہوئے بے آواز آنسوؤں کے ساتھ روئے جا رہی تھی۔

رات کا کریہہ منظر بار بار اس کے دل کو سہمائے جا رہا تھا۔

سیفی کسی عفریت کی طرح جس طرح اندھیرے میں اس پر جھپٹا تھا' وہ شاید تباہ ہی ہو جاتی۔ اگر وہ پوری قوت لگا کر اس کی مزاحمت کو روکتے ہوئے زور سے چیخی نہیں تو!

لیکن جو کچھ احسن کمال نے کہا۔ وہ سیفی کی حرکت سے بھی زیادہ تکلیف دہ تھا۔

ان کے جانے کے بعد وہ بشریٰ کے سینے میں منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی اور بہت دیر تک روتے رہنا چاہتی تھی مگر اسے لگا۔ بشریٰ پتھر کی بنے بنے جیسے سرد برفوں میں ڈھل گئی ہے۔ اس کا جسم سرد ہو گیا تھا۔

اس نے ذرا بھی مثال کو اپنی ساتھ نہیں لگایا تھا نہ اس کا سر تھپکا تھا۔ نہ اسے کوئی تسلی دی تھی نہ کوئی دلاسا۔ نہ کوئی پیار بھری ہمدردی کا کوئی بول۔

وہ کچھ بھی تو نہیں بولی تھی۔ بالکل خاموش' ساکت اور بے حس تھی۔ جس طرح وہ احسن کے سامنے بولی تھی۔ وہ ساری ہمدردی کہیں سو گئی تھی۔ مثال بہت دیر تک ہچکیوں سے روتی رہی پھر بشریٰ کی خاموشی پر وہ خود ہی کچھ دیر میں خاموش ہو گئی۔

اس نے آہستگی سے خود کو بشریٰ سے الگ کیا۔ بشریٰ بالکل بے دھیان سی گم صم بیٹھی تھی۔ کمرے میں گمبھیر چپ تھی۔ مثال کی سسکیاں بھی خاموش ہو چکی تھیں۔

صرف سرما کی رات کے آخری پہر کی گمبھیر چپ میں ٹک ٹک کر کے گزرتی گھڑی کی سوئیوں کی چاپ تھی۔

بے آواز قدموں کے ساتھ دھیرے دھیرے گزرتا وقت جیسے بہت کچھ اپنے ساتھ بہا کر لے جا رہا تھا۔

سوائے بشریٰ کی بے چارگی' بے بسی اور ذلت کے اسباب! اسباب وہی تھے' صرف ذلت دینے والا شخص بدلا تھا۔

عدیل کی جگہ احسن کمال!

ورنہ اب بھی اس کی حیثیت اتنے سالوں کی گھرہستی کے بعد وہی تھی۔ صرف تین بولوں سے اس کے وجود کی عمارت کھڑی تھی۔ تین بولوں کا جھٹکا۔۔۔ اور اس کا وجود دھڑ دھڑاتا اپنے ہی قدموں پر گر جاتا۔

"ماما! میں نے سیفی کو کال نہیں کی تھی۔۔۔ آپ چاہیں تو میرا فون چیک کر لیں۔۔۔ میں تو گہری نیند سو رہی تھی اور میں تو کمرا لاک کر کے سوتی ہوں۔ کمرا لاک تھا۔

مجھے نہیں معلوم اس نے لاک کیسے کھولا اور اندھیرے میں ماما۔۔۔ میں بہت ڈر گئی تھی۔۔۔ اور میں سیفی کو کیوں بلاؤں گی ماما۔۔۔ آپ جانتی ہیں نا' ایسا نہیں ہے۔۔۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔"

مثال کو ماں کی خاموشی کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ لگ رہی تھی۔ وہ رک رک کر صفائی پیش کرنے والے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

انداز میں بولی۔ بشریٰ نے اس سارے کے دوران پہلی بار بہت کٹیلی نظروں سے اسے دیکھا۔

"تم یہ ساری بکواس اس شخص کے سامنے نہیں کر سکتی تھیں، جو بیٹی کی پارسائی میں زمین آسمان کے قلابے ملا رہا تھا۔ اس وقت تو گونگی بنی بیٹھی تھیں۔ منہ میں گھنگھنیاں ڈالے بالکل خاموش تھیں تم۔ صرف مجھے نیچا دکھانا تھا۔ مجھے جھوٹا بنوانا تھا۔ تمہاری چپ۔ تمہاری خاموشی کی وجہ سے وہ دونوں شیر ہوئے۔ اس وقت تو تم یوں سر جھکائے بیٹھی تھیں جیسے واقعی تم نے اس خبیث کو اپنے کمرے میں بلایا ہو۔" وہ جیسے ڈپٹ کر بولی۔

"ماما!" مشال کے سر پر جیسے کوئی بھاری پتھر آکر گرا ہو۔ وہ تکلیف سے بلبلا اٹھی تھی۔

احسن کمال کے لفظوں کے تازیانے نرم پڑنے لگے تھے بشریٰ کے طعنے کے آگے۔ وہ بس آنکھیں پھاڑے ماں کو دیکھتی رہ گئی۔

"ایک بار پھر۔ ایک بار پھر جانے میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ پتا نہیں۔ میں نے کسی کا کیا بگاڑا ہے کہ ہزار کوششوں اور اتنی قربانیوں کے بعد بھی ہر بار ذلت کے اس گڑھے میں مجھے ہی کیوں دھکا دیا جاتا ہے۔"

بشریٰ خود اذیتی سے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے بول رہی تھی۔ مشال نا سمجھی سے ماں کی طرف دیکھتی جارہی تھی۔

"اب میرے ساتھ کون ہے۔ نہ کوئی گھر نہ کوئی آسرا۔ اگر یہ احسن کمال۔ جانتی ہوں میں اس کو کتنا بے دید اور بے لحاظ شخص ہے۔ ابھی تین بول کے اور مجھے اپنے گھر سے چلتا کر دے تو میں کہاں جاؤں گی۔ تمہیں ساتھ لے کر۔ کون پناہ دے گا مجھے۔ اور یہ منحوس دن بھی مجھے تمہارے باپ کی وجہ سے دیکھنا پڑ رہا ہے، جس نے تمہیں اور مجھے اس حال تک پہنچایا۔ اللہ کرے ساری زندگی وہ خوشیوں کا منہ دیکھنے کو ترسے جس کی وجہ سے میں نے ہمیشہ دکھ جھیلے۔"

بہت پرانے زخموں پہ جما کھرنڈ کسی نے زور سے کھرچا تھا۔ بشریٰ کے منہ سے تکلیف کے ساتھ کوسنے اور بددعائیں نکل رہی تھیں۔

مشال پھٹی پھٹی آنکھوں سے صرف ماں کو دیکھے جارہی تھی۔

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ بشریٰ اس کے ساتھ ہونے والے سانحے پر رنجیدہ ہے یا احسن کمال کی دھمکی نے اسے سخت خوف زدہ کر دیا ہے کہ اسے اپنا اور مشال کا بندوبست کہیں اور کرنا پڑے گا۔

"پتا نہیں کیا ہو گا۔ بالکل الٹی کھوپڑی کا آدمی ہے یہ۔ اور تمہیں چاہیے تھا۔ کمرے کا لاک لگانے کے علاوہ یہ چٹخنی بھی تو ہے اس دروازے کی۔ اسے بند کر کے نہیں سو سکتی تھیں تم۔ جوان ہو سمجھ دار ہو۔ ان معاملات کی نزاکت کو سمجھ سکتی ہو کہ تمہیں اپنی حفاظت اب خود کرنی ہے۔ اپنا خیال رکھنا ہے۔ لیکن نہیں! سارے عذاب ساری مصیبتیں تو خدا نے میری قسمت میں لکھ رکھی ہیں۔" وہ سخت پریشان تھی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا بولے جارہی ہے۔

"اٹھو اور چینج کرو۔ اپنا حلیہ ٹھیک کرو اور کمرے کا دروازہ اور کنڈی دونوں اچھی طرح لاک کرو۔ میں آتی ہوں کچھ دیر میں۔" وہ پریشان سی کمرے سے باہر نکل گئی۔ مشال ساکت سی بیٹھی رہ گئی۔

☆ ☆ ☆

سب کچھ اتنی جلدی جلدی اور اچانک ہو رہا تھا کہ عاصمہ اور واثق کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ سب کیسے ہو گا۔

اگرچہ ہاشم اور اس کی بیوی نے سختی سے منع کیا تھا کہ انہیں جہیز کے نام پہ کچھ بھی نہیں چاہیے۔

یوں بھی دس بارہ دن کے اندر جہیز کے نام پہ کوئی تیاری تو ہو بھی نہیں سکتی تھی لیکن عاصمہ کو لگ رہا تھا۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

بیٹیوں کے لیے ماؤں کا دیا ہوا جہیز تھوڑا ہو یا زیادہ بہت قیمتی اور انمول ہوتا ہے۔

ہاشم کے علاوہ اریبہ اور اریشہ بھی ماں کو منع کر رہی تھیں مگر وہ پھر بھی۔ دن میں کم از کم بازار کے دو چکر تو ضروری لگاتی تھی۔

دونوں بیٹیوں کے لیے بہت نایاب اور قیمتی مگر استعمال ہونے والی چیزیں بہت دل سے خریدی تھیں۔

تھوڑے سے کپڑے 'تھوڑی سی جیولری تھوڑے سے مگر بہت منتخب کردہ برتن 'جوتے اور کچھ دوسرا ضرورت کا سامان 'اس نے تھوڑا تھوڑا کر کے ان دس بارہ دنوں میں اکٹھا کر ہی لیا تھا۔

واثق ماں کے خیال سے واقف بھی تھا اور متفق بھی!

وہ بھی یہی چاہتا تھا اس کی دونوں بہنیں بہت بھر کر نہ سہی مگر حسب توفیق اپنے حصے کا کچھ نہ کچھ سامان لے کر جائیں۔

"مما! بس کردیں نا آپ 'تھک جائیں گی جو کام باقی رہ گئے ہیں میں اور اریشہ کرلیں گے۔ آپ ہم پہ بھی بھروسا کریں ہم بھی یہ سب کچھ کرسکتے ہیں۔"

عاصمہ دونوں کے کپڑے پیک کر رہی تھی 'جب اریبہ نے محبت سے ماں کے ہاتھ تھام کر انہیں چومتے ہوئے کہا۔

"میری جان! بھروسا مجھے تم دونوں پہ خود سے زیادہ ہے کہ تم دونوں کبھی بھی زندگی کے کسی موڑ پر میری تربیت پہ حرف نہیں آنے دوگی۔ زندگی کے کٹھن مراحل اللہ نہ کرے تمہاری زندگی میں کبھی بھی آئیں لیکن تم ان سے مجھ سے زیادہ بہتر طریقے سے نبرد آزما ہو سکتی ہو 'لیکن ابھی یہ کام میرا ہے اسے مجھے ہی کرنے دو۔"

وہ بیٹی کو ساتھ لگا کر میٹھے لہجے میں بولی۔

"تم دونوں کے چھوٹے چھوٹے کام جس طرح آج تک مجھے اپنے ہاتھ سے کرنے پہ جو خوشی ملتی تھی 'یہ سکون میرے ساتھ آخری سانسوں تک رہے گا کہ میں نے اپنی بیٹیوں کے سارے کام خود کیے ہیں۔ تم اس بات کو نہیں سمجھوگی 'جب تک خود ماں نہیں بنوگی۔" وہ اس کی ناک کھینچ کر اسے پرے ہٹاتے ہوئے بولی۔

"مما۔۔۔ کیا ہے 'بس کریں نا۔ مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ چھوڑیں یہ سب اور میرے ساتھ باتیں کریں۔" وہ ڈانٹ سے ساری چیزیں ایک طرف ہٹا کر ماں کو ساتھ لپٹاتے ہوئے بولی۔

عاصمہ کچھ سخت بولتے بولتے رک گئی۔

اس نے ہاتھ سے سب پرے ہٹا دیا اور دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر اریبہ کا سر اپنی گود میں رکھ کر سکون بھرے انداز میں بیٹھ گئی۔

"ہاں اب بولو۔ کیا باتیں کرنی ہیں تم نے مجھ سے؟" وہ اس کے بال سہلاتے ہوئے پیار سے بولی۔

"مما۔۔۔ اگر پاپا ہوتے تو کیا وہ بھی اسی طرح ہم دونوں کی شادی ایک ساتھ طے کردیتے۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"اریبہ! تم خوش نہیں ہو بیٹا؟" وہ چونک کر بولی۔

"آپ کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی بس۔" وہ اس کی گود میں منہ چھپا کر سسکی 'عاصمہ افسردگی سے بیٹی کو دیکھ کر رہ گئی۔

اس درد کو تو وہ خود اتنے دنوں سے دل میں چھپائے پھر رہی تھی کہ خوشی کے ان لمحوں میں یہ سسکی لبوں تک آکر خدانخواستہ کوئی بدشگونی نہ ہو جائے۔

وہ اریبہ کو ہولے ہولے تھپکتے ہوئے کچھ سوچنے لگی۔

☆ ☆ ☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"یہ کیا کہہ رہے ہو احسن تم؟" بشریٰ احسن کی بات پر دم بخود سی رہ گئی۔ احسن کے چہرے پہ وہی اجنبیت اور بیگانگی تھی جو گزری رات کے آخری پہر میں بشریٰ نے اس کے چہرے پر دیکھ کر بہت دور تک بہت کچھ سوچ لیا تھا۔

"اس کے علاوہ تمہارے پاس اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ میرا بیٹا سخت ہرٹ ہوا ہے تمہاری اور تمہاری بیٹی کی اس گھٹیا حرکت سے۔ وہ دو ماہ کے لیے گھر آیا تھا اور اب وہ کل واپس جا رہا ہے صرف تم دونوں ماں بیٹی کی وجہ سے۔"
وہ سخت طعن یاز عورت کی طرح حقارت سے بول رہا تھا۔
اور بشریٰ سے تو کچھ بولا ہی نہیں جا رہا تھا۔

"کان کھول کر سن لو بشریٰ! یہ گھر میرے بعد میں پہلے یہ سب کچھ سیفی کا ہے۔ میرا ایک ہی بیٹا ہے اور مجھے اپنی ہر چیز سے پیارا ہے۔ میرے بعد میری ہر چیز کا وارث ہے وہ۔ اس کو ناراض کرنے کا مطلب تم سمجھ سکتی ہو۔" وہ جتا دینے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"وہ یہاں سے ناراض ہو کر جا رہا ہے اور وہ اتنی بری طرح سے ڈسٹرب ہے کہ اس نے مجھے صاف لفظوں میں کہہ دیا ہے کہ وہ اب شاید ہی کبھی واپس آئے گا۔ مت پوچھو اس وقت سے میرے دل کا کیا حال ہے۔ میرا سیفی اتنے مہینوں بعد گھر آیا اور اب یوں ناراض ہو کر جا رہا ہے۔ اس بات سے میں سخت پریشان ہوں۔" وہ بے کل سے لہجے میں ادھر ادھر ٹہلتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"تم اور تمہاری بیٹی اس سے معذرت کرو۔ اسے روکنے کی کوشش کرو اور جب تک سیفی یہاں ہے اور جب بھی وہ یہاں آیا کرے گا۔ تمہاری بیٹی یہاں نہیں رہے گی۔ وہ اپنے باپ کے گھر جا کر رہا کرے گی۔ میں اسے یہاں سے نکال نہیں رہا مگر وہ تب ہی اس گھر میں رہ سکتی ہے جب وہ سیفی سے ایکسکیوز کرے گی اور اس کی موجودگی میں یہاں نہیں رہے گی۔" وہ بے لچک لہجے میں کہتا ہوا ایک غیر اجنبی مرد لگ رہا تھا جسے بشریٰ آج سے پہلے بالکل بھی نہیں جانتی تھی۔

"احسن! یہ ایک بالکل ناحق بات ہے۔ مشال کا اس میں بالکل قصور نہیں ہے اور۔۔۔" بشریٰ نے تھوک نگل کر کہنا شروع کیا۔

"تم ابھی بھی اپنی بیٹی کی فیور کرو گی جبکہ میرا بیٹا۔۔۔ میرا اکلوتا بیٹا ناراض ہو کر گھر چھوڑ کر جا رہا ہے۔ میرے ہاتھوں سے نکلا جا رہا ہے اور تم ابھی بھی اس پرائے آدمی کی بیٹی کی فیور میں مری جا رہی ہو۔ اتنی محبت تھی اس سے اس کی اولاد سے تو کیوں چھوڑ آئیں اس کے پاؤں پکڑ لیتے تھے اس کی زندگی میں دوبارہ شامل ہونے کے لیے حلالہ کر لیتا تھا۔ جو تم سے ہن پڑ نا کر لیتیں اگر اتنی الفت تھی تمہیں اس کے خون سے۔" وہ جاہلوں کی طرح حلق کے بل چیخا تھا۔

بشریٰ ششدر سی رہ گئی۔

"بس۔۔۔ تمہیں صاف لفظوں میں بتا چکا ہوں۔ اگر تم نے اس گھر میں رہنا ہے تو تمہیں سیفی سے معافی مانگنا ہو گی۔ اسے جانے سے روکنا ہو گا ورنہ اپنی بیٹی کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ۔ تمہیں کوئی نہیں روکے گا اور یہ تمہارے لیے کوئی نئی بات نہیں ہو گی بشریٰ بیگم! عادی ہو تم اور تمہاری بیٹی گھر بدلنے کی۔" وہ چلاتا ہوا کہہ رہا تھا۔
بشریٰ کے لیے ایک ایک کر کے وہ سارے راستے بند کرتا چلا جا رہا تھا۔

"اگر وہ سیفی سے معافی بھی مانگ لیتی ہے اسے یہاں سے جانے سے روک بھی لیتی ہے۔ مشال کو عدیل کے گھر بھی چھوڑ آتی ہے تو کیا وہ اس احسن کمال جیسے خود غرض، بے حس شخص کے ساتھ باقی کی زندگی پہلے کی طرح گزار سکے گی؟ جس کی نظروں میں اس کی وقعت دو کوڑی کی بھی نہیں۔" بشریٰ نے کھڑے کھڑے حساب کتاب

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کیا تو جیسے اسے خود ہی سے گھن آنے لگی۔
وہ اگر اس کے بعد یہاں رکی بھی تو خود سے نظریں ملانے کے قابل نہیں رہے گی۔
اسے خود پہ بے تحاشا ترس آنے لگا۔
اور سبیل کے اتنے دن یہاں رہنے تک وہ مثال کو کہاں چھوڑ کر آئے اور اتنے انسلٹنگ طریقے سے کہ سبیل کے آنے پر اسے یہاں سے جانا پڑے۔
اور کیا کچھ باہر کھڑی مثال بھی سوچ رہی تھی۔
اس نے جو کچھ دن پہلے بشریٰ اور احسن کمال کے گھر پہ نہ ہونے پر جاب کرنے کا سوچا تھا' اسے اپنا فیصلہ بالکل درست لگ رہا تھا مگر ابھی اسے بشریٰ کے فیصلے کا انتظار کرنا تھا۔ وہ آہستگی سے واپس مڑ گئی۔
بشریٰ تو وہیں نڈھال سی صوفے پر بیٹھ گئی۔ احسن کمال اسے حکم سنا کر جا چکا تھا۔
اور وہ بہت کچھ سوچتے ہوئے بھی کچھ سوچ نہیں پا رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

دونوں دلہنیں بنی کسی اور دیس کی شہزادیاں لگ رہی تھیں۔
عاصمہ تو انہیں نظر بھر کر نہیں دیکھ رہی تھی۔
دیکھتی بھی کیسے' ایک عمر کا خواب تھا۔ لگتا تھا اسے تعبیر بننے میں اس کی ایک اور عمر کام آجائے گی مگر اللہ یوں بھی معجزے دکھاتا ہے۔ وہ بار بار خود کو باور کرا رہی تھی۔
اریبہ اور ارشہ کی شادی یوں' اتنی جلدی' اتنی آسانی سے اور اتنی اچھی جگہ ہو جانا' اس کے نزدیک اس صدی کے بہت بڑے معجزے سے کم نہیں تھا۔
گزری رات میں دونوں کو مہندی لگانے کے بعد جب ایک خوشگوار رت جگے کے بعد گھر بھر کے مہمان اور اس کے بچے پلکوں پہ اتری نیند کے جھولے میں ذرا کی ذرا ہنڈولے لینے لگے تو عاصمہ کی آنکھ پل بھر کو بھی نہیں لگی تھی۔
وہ تو بس گزرے سالوں کی سیاہ راتوں اور تاریک دنوں کو شمار کرتی رہی اور روتی رہی۔ وہ شیطان صفت زبیر جس نے اس کا اور اس کے یتیم بچوں کا سرمایہ حیات ہی نہیں چھینا تھا' اس کے عزت کی چادر بھی تار تار کی تھی۔ اس کی زندگی کا وہ سیاہ ترین پہلو جس سے وہ خود بھی عمر بھر آنکھ چراتی آئی تھی۔
اور اکثر وہ اریبہ کے اچانک کچھ پوچھنے پہ ڈر سی جاتی' کہیں اریبہ کو وہ اندھیری رات یاد تو نہیں آگئی۔ کہیں وہ اس کے بارے میں تو سوال پوچھنے نہیں جا رہی۔
اریبہ کی سوچ کا ذرا سا ڈر اس کا دل پل بھر کو ختم کر دیتا تھا پر صد شکر کہ اس کا ذہن بچپن کی اس تاریک شام کو بھلا چکا تھا۔
اور پھر اس کے بعد ایک کے بعد ایک تکلیف دینے والا مرحلہ۔ جب وہ بچوں کی گزر اوقات کے لیے کیسے نوکری کی خاطر دھکے کھاتی پھرتی تھی۔ یوں حالات کے ہاتھوں روندی ہوئی ٹھوکریں کھا رہی تھی کہ کوئی بھی زندگی سے درست ملنے کی نشاندہی کرتا' وہ اس کے پیچھے چل پڑتی۔
رب نے وہ سارے سیاہ دن اور کالی راتیں کیسے کاٹ دیں کہ پتا بھی نہیں چلا۔ اس کا وعدہ یقیناً" سچا ہے کہ میں تمہارے بیچ کے دنوں کو یوں مٹا دوں گا' جیسے وہ کبھی آئے ہی نہیں تھے۔
وہ آنکھوں میں امڈتے آنسوؤں کو پونچھ رہی تھی' جب واثق آہستگی سے اس کے قدموں کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"کیا یہ بہتر نہیں تھا امی! کہ آپ گئے دنوں کو یاد کر کے یوں رونے کے بجائے ایسے خوش بخت لمحوں کا شکر ادا کرتیں کہ اللہ نے کس طرح بن مانگے ہماری جھولی میں اتنی ساری خوشیاں بھردی ہیں؟" وہ انگلیوں کی نرم پوروں سے ماں کی آنکھیں صاف کرتے ہوئے بولا۔

"بے شک اس نے مجھے... ہمیں ہماری بساط' ہماری اوقات سے بہت زیادہ دیا ہے کہ شکرانے کے لیے میں پورا وجود بھی آنسوؤں میں بہادوں تو کم ہے۔ واثق... ! یہ شکر کے آنسو ہیں' جو میری آنکھوں سے رونکنے کے باوجود رک نہیں رہے تو سوچا اس اکیلے کونے میں بیٹھ کر اس کو یاد بھی کرلوں اور اس کا شکر بھی ادا کرلوں۔"

وہ بیٹے کو ساتھ لگا کر آنکھیں صاف کرتی' کبھی ہنستی' کبھی روتی واثق کو بہت معصوم کسی بچی کی طرح سادہ اور بے ریا لگیں۔ وہ ماں کے ہاتھ چوم کر انہیں آنکھوں پر رکھ کر یونہی پُرسکون ہو کر لیٹ گیا۔

☼ ☼ ☼

سیفی نے اس کے ہاتھ ایک بار نہیں کئی بار جھٹک کر حقارت سے پرے کیے۔

وہ بار بار اس کے سوٹ کیس سے کپڑے نکال کر اسے جانے سے منع کرتے ہوئے' کچھ محبت بھری دھونس جما کر کچھ محبت جتاتے ہوئے روکتی اور وہ بہت طنزیہ' حقارت بھری نظروں سے اسے دیکھ کر پھر سے سوٹ کیس بھرنے لگتا۔

بشریٰ نے اپنی عمر کے کسی حصے میں خود کو اتنا بے بس' اتنا کمتر اور ذلیل محسوس نہیں کیا تھا جتنا وہ اس لمحے محسوس کر رہی تھی کہ اس شخص نے جس نے اس کی کم سن بیٹی کی زندگی تباہ کرنے کی کوشش کی تھی' اسے اس کی منتیں اور خوشامدیں کر کے روکنا پڑ رہا تھا۔

وہ ہنس رہی تھی مگر اندر سے رو رہی تھی۔ اس کے لہجے میں ٹوٹے ہوئے کانچ کی کرچیاں تھیں۔

"میری جان! کیا اپنی مما سے خفا ہو کر جاؤ گے تو جاؤ پھر مما کو چین کیسے ملے گا' جانتے تو ہو تمہاری ماما کو کتنے مہینوں سے تمہارا انتظار تھا۔ اب یوں چلے جاؤ گے تو میرا دل کتنا برا ہو گا۔ اب بس کرو ناں ناراضی۔" وہ تھک کر' نڈھال سی ہو کر اس کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

"آپ نے تو ایک بار بھی اپنی لاڈلی کو اس حرکت پر نہیں جھڑکا' جو اس نے میرے ساتھ کی... آپ۔" وہ کدورت بھرے لہجے میں بولا۔

"سیفی اس بات کو... اب ختم کرو... میں بہت تھک گئی ہوں۔ مجھے لگتا ہے میری سانسیں گھٹ رہی ہیں۔ میں... میں نے یہ سب کبھی بھی نہیں سوچا تھا۔"

اس کا بھرا ہوا دل بہت ضبط' بہت برداشت کے باوجود بھی آنکھوں سے جیسے چھلک پڑا۔

"تو آپ کو اس بات پر یقین نہیں کہ آپ کی بیٹی نے کچھ غلط کیا ہے؟" وہ ضدی باپ کا ضدی بیٹا اسی کمینگی اور ہٹ دھرمی سے اپنی ضد پر جما کھڑا تھا۔

بشریٰ کو منہ کے بل گرا دیکھنے کے شوق میں اس نشتر کو ہاتھ میں لیے بار بار اس کے زخموں کو ادھیڑے جا رہا تھا۔

بشریٰ کی آنکھوں میں مرچیں سی لگ رہی تھیں۔

اس نے اپنے یخ سرد ہاتھوں میں سیفی کا ہاتھ ذرا سا لیا اور حلق میں پھنسے گولے کو پرے دھکیلا۔

"وہ یہاں نہیں رہے گی۔ چلی جائے گی۔ اب اس کو بھول جاؤ تم۔"

وہ کہہ کر جیسے ضبط کھو کر تیزی سے باہر نکل گئی۔ سیفی کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔

☼ ☼ ☼

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

⇐ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

⇐ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

SCANNED BY DIGESTPK

عدیل ناشتا کرنے کے بعد یونہی ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھا تھا۔ ایک طرف پڑا اخبار بھی وہ کافی تفصیل سے پڑھ چکا تھا۔ دوبار گرم چائے منگوا کر پی چکا تھا۔ عفت اس کے یوں بیٹھے رہنے پر کچھ حیران تھی۔

مگر اس سے خفگی کی وجہ سے کچھ پوچھ نہیں رہی تھی۔ پہلے ہی عدیل سے خفا تھی کہ اس نے چھٹیوں پر کہیں بھی لے جانے کی اس کی ضد پوری نہیں کی تھی۔

"پتا نہیں آج مشال کو دیر کیوں ہو گئی ورنہ اس وقت تک تو وہ آجایا کرتی تھی اور آج جانے کیوں دل عجیب سا ہو رہا ہے کہ ایک بار ایک نظر اسے دیکھ کر آفس جاؤں۔" وہ خود سے باتیں کر رہا تھا۔

آج سولہ تاریخ تھی اور مشال کو ادھر آنا تھا۔ تین چار دن سے عدیل کا دھیان مشال کی طرف لگا تھا۔ اس نے ایک بار نمبر بھی ملایا پھر رک گیا۔ کہیں مشال اس کے یوں فون کرنے پر فوراً "آنے کا نہ کہہ دے اور گھر میں عفت بہانے بہانے سے دس باتیں سنائے

وہ چار دن بعد اس نے آتو جانا ہے۔ وہ یہی سوچ کر رک گیا تھا۔ اور اب جانے کیوں بے چینی سی ہو رہی تھی۔

"آج آفس جانے کا پروگرام نہیں؟" عفت روانہ سکی تو پاس سے گزرتے ہوئے سرسری مگر طنزیہ لہجے میں کہہ گئی۔

"ہوں۔۔۔ کسی نے آنا تھا ملنے کے لیے اسی کا انتظار کر رہا ہوں۔۔۔ پری اٹھی نہیں ابھی سو کر۔"

"نہیں۔۔۔ یوں بھی اس نے دن بھر کرنا کیا ہوتا ہے۔ اٹھ بھی جائے تو ٹی وی دیکھتی ہے یا نیٹ پر بیٹھی رہتی ہے۔" وہ جلے بھنے لہجے میں بولی۔

"میں نے چھٹی کے لیے اپلائی کیا ہوا ہے۔ اس سے کہو تیاری کرے اگلے ہفتے ہم جائیں گے۔" کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"واقعی جائیں گے۔۔۔ کاغان لے کر جائیں گے نا۔ پری کو بہت شوق ہو رہا ہے۔ اس کی ساری فرینڈز تو ملک سے باہر جاتی ہیں چھٹیاں گزارنے کوئی ملائیشیا کوئی بنکاک کوئی سنگاپور۔ رمشا تو لندن گئی ہے اپنے ماموں کے پاس یہاں ہماری بیٹی نے صرف اپنے ملک میں ہی گھومنے کی تو فرمائش کی ہے۔۔۔ چلیں اچھا ہے خوش ہو جائے گی پری اور ولی کو بہت خوشی ہو گی۔"

عدیل اس کی پوری بات سننے سے پہلے ہی کمرے سے باہر جا چکا تھا۔ عفت نے مڑ کر خالی کمرے کو دیکھا اور کوفت سے بڑبڑاتے ہوئی باہر نکل گئی۔

☼ ☼ ☼

مشال سیل فون ہاتھ میں لے کر کسی گہری سوچ میں گم بیٹھی اسے دیکھتی جا رہی تھی۔

"میں پاپا کو کال کر کے کہتی ہوں وہ مجھے آکر لے جائیں۔ یوں بھی آج سولہ تاریخ تو ہے۔۔۔ وہ مجھے انکار تو نہیں کریں گے۔ پتا نہیں ماما کیا سوچ رہی ہیں۔ وہ میرے پاس بھی نہیں آتیں۔ تین دن سے میں کمرے میں بند ہوں۔۔۔ میں تین راتوں سے سوئی نہیں اور ماما صرف میرا کھانا کمرے میں بھیج کر ہر فرض سے آزاد ہو جاتی ہیں۔ انہیں ایک بار بھی میرا خیال نہیں آیا کہ وہ مجھ سے پوچھیں آکر کہ میں کس حال میں ہوں۔" اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔

"یہ میری ماما ہیں جو پاپا کے گھر میں صرف میری خاطر دادو سے پھپھو سے لڑ پڑتی تھیں اور آج۔۔۔ اس سیفی نے۔۔۔ ممانے اسے کچھ بھی نہیں کہا ہو گا۔۔۔ ماما کو یہ لوگ مجھ سے زیادہ پیارے ہیں۔ کوئی بھی تو ان تین دنوں میں میرے پاس نہیں آیا۔ میں کہاں جاؤں۔ اگر خود پاپا کے پاس چلی جاؤں۔ انہوں نے وجہ پوچھی اور میں نے بتا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

دیا۔ نہیں نہیں پھر عفت ماما کہیں گی میں خراب ہوں۔ میں نے اس لڑکے کو ایسا کرنے کے لیے کہا ہوگا۔
وہ تو پہلے ہی مجھے ہر وقت سب کے سامنے برا کہتی ہیں۔ کوئی بھی تو مجھے نہیں سمجھتا۔ کسی کو بھی مجھ سے پیار نہیں۔ کسی کو میری ضرورت نہیں۔ وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔ زور سے آنکھیں رگڑ کر اس نے دوسری طرف دیکھنا شروع کر دیا۔

"تم یہاں کیوں بیٹھی ہو میں نے تمہیں کہا تھا ناکہ اب جتنے دن ادھر ہو تم نے کمرے سے باہر نہیں نکلنا۔" بشریٰ عجلت بھرے انداز میں آئی تھی اسے کمرے کے باہر سیڑھیوں پہ بیٹھے دیکھ کر خفا لہجے میں بولی۔

"آجاؤ جلدی سے۔ تم نے ناشتا بھی نہیں کیا۔ اس طرح سب کچھ پڑا رہے چائے تو ٹھنڈی بھی ہو گئی۔ کیوں تنگ کر رہی ہو تم مجھے مثال بیٹا۔" وہ عجیب جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھی۔ جس میں نہ فکر تھی نہ پریشانی صرف کوفت بیزاری اور جھلاہٹ۔ مثال دروازے کے فریم میں جڑی ماں کو حسرت بھری نظروں سے دیکھتی رہ گئی۔

"اور مصیبتیں کم ہیں میری زندگی میں کہ تم بھی مجھے پریشان رکھنے کی ٹھان لو۔ کم سے کم ناشتا تو کر لو تاں اور یہ ڈرائیور منحوس خدا جانے کہاں مر گیا ہے۔ میں نے اسے کہا بھی تھا کہ آدھے گھنٹے کے اندر آجائے پھر اسے مثال کو چھوڑنے جانا ہے۔ تو اب ناشتا بعد میں کرلینا پہلے میرے ساتھ اپنا سامان پیک کرالو۔"
وہ خود ہی بولتی تیزی سے اس کی الماری کے اوپر خانوں سے بے موسمی کپڑوں کے تھیلے اور شاپرز بھی کھینچ کر نیچے اتارنے لگی۔ مثال پریشان سی ماں کو دیکھتی رہی۔

☼ ☼ ☼

"شکر ہے خدا کا مما! وہ تنک چڑھی مثال آپی ہمارے ساتھ نہیں جا رہیں۔ عجب گو تمید ھ جیسا مزاج ہے ان کا۔ نہ کچھ منہ سے بولتی ہیں۔ نہ کسی بات میں حصہ لیتی ہیں۔ وہ ساتھ ہوں تو عجیب الجھن ہونے لگتی ہے مجھے۔"
پری تو ماں کی زبانی باپ کی رضامندی جان کر ہی اچھل پڑی تھی۔

"ہاں تو وہ کوئی ہماری فیملی کا حصہ ہے جو ہمارے ساتھ جائے گی۔ اس کی ماں ہے نا۔ وہ رکھے اسے اپنے پاس ــــ اتنی دولت اتنا پیسہ۔ چاہے تو بیٹی کو روز لندن امریکہ کہیں بھی سیر سپاٹے کے لیے بھجوا سکتی ہے۔ اس کے لیے یہ ناردرن ایریا کیا چیز ہیں۔ مثال تھی کل اپنی ماں اور سوتیلے باپ کے ساتھ سیر سپاٹے کرتی رہتی ہے۔ ایک تمہارا باپ ہے سارے زمانے کا کنجوس۔ پیسے کو دانتوں سے کھینچ کر خرچ کرنے والا۔ یہ تو میری ہمت ہے جو اس کی اتنی کم تنخواہ میں اس خوش اسلوبی سے گھر چلا رہی ہوں۔ لوگ دن بدن ترقی کرتے ہیں۔ ان کی آمدنی بڑھتی ہے۔ تمہارے باپ کا الٹا حساب ہے ہر مہینے پیسے گھٹا کر ہی مجھے دیتا ہے۔ پوچھ لو تو لڑائی۔"
عفت ماں اسناپ بولے جا رہی تھی۔ کئی مہینوں سے عدیل اسے پہلے کی نسبت کم پیسے دینے لگا تھا۔ بہت بار وہ لڑائی بھی کر چکی تھی مگر وہ جواب میں خاموش ہی رہتا۔

"افوہ مما! پاپا سے یہ تو پوچھنا تھا جانا کب ہے۔ ظاہر ہے پیکنگ میں بھی تو ٹائم لگے گا۔"
پری خود کو مختلف زاویوں سے آئینے میں دیکھتے ہوئے ماں کی باتیں ان سنی کرتے ہوئے بولی۔ اسے آج کل یوں بھی ہر وقت خود کو دیکھتے اور دیکھتے رہنے کی عادت ہو چلی تھی۔ اس میں شک نہیں تھا اس کی اٹھان غضب کی تھی اس کا چاند سا دمکتا چہرہ اس کی صراحی دار گردن پر سجا عجیب شان سے دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرتا تھا۔
پندرہ سولہ سال کی عمر میں ہی اسے اپنی اس بے تحاشا خوب صورتی کا بہت شدت سے احساس ہونے لگا تھا۔ مثال کمزور صحت اور عام سی رنگت سیکھے نقوش اور نارمل قد کے ساتھ اس کے سامنے کچھ دب سی جاتی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

اکثر تو اسے مثال سے بڑی بہن سمجھنے لگتے تھے۔ اس کا قد اور جسم دونوں ہی بہت نمایاں ہونے والے تھے۔

"میں سوچ رہی ہوں ماما! میں اپنا ہیئر اسٹائل چینج کروا لوں یا پرم کروا لوں۔" وہ آگے پیچھے سے خود کو دیکھتی اپنے بالوں پہ تنقیدی نظر ڈالتے ہوئے بولی۔

باہر گاڑی کا مخصوص ہارن بجنے اور گاڑی کے دروازے کھلنے بند ہونے کی آواز نے یک لخت دونوں کو لھٹھکا دیا۔

عفت کچھ بولتے بولتے رک سی گئی۔

پری نے پریشان نظروں سے ماں کی طرف دیکھا جو خود بھی ہراساں تھی۔

"یہ چڑیل کہاں سے آگئی ماما۔ کیا پاپا نے اسے آنے سے منع نہیں کیا تھا۔ کیا یہ اب ہمارے ساتھ جائے گی۔ نو۔۔۔" پری کا غصہ تیزی سے ابلا تھا۔

"آج سولہ تاریخ ہے نا!" عفت کچھ بے بسی سے کھوئے کھوئے لہجے میں بولتی مڑی اور سامنے کھڑی مثال کو دیکھ کر کچھ بول ہی نہ سکی۔

☆ ☆ ☆

"پتا نہیں کیا الجھن ہے۔ کیا پریشانی ہے کہیں بھی جی نہیں لگ رہا۔" عدیل نے کوفت سے فائل ایک طرف ہٹا دی۔

اس کے آفس کے حالات بھی آج کل اچھے نہیں چل رہے تھے۔ اگرچہ وہ اس کمپنی کا پرانا ملازم تھا مگر کمپنی دن بدن خسارے میں جا رہی تھی۔ کمپنی کے مالکان سنجیدگی سے ڈاؤن سائزنگ کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ عدیل کی جاب کو خطرہ تو بظاہر کوئی نہیں تھا لیکن اس کی چھٹی حس مسلسل اسے الارم کر رہی تھی کہ خدانخواستہ ایسا کچھ ہو بھی سکتا ہے۔ وہ احتیاطاً لازم کے طور پر ابھی سے کچھ مہینوں کی سیلری تو مجھ سے زیادہ بچا رہا تھا جس کی وجہ سے اسے ہر مہینہ عفت کی بک بک سننا پڑ رہی تھی۔

اس نے بچت سے ایک پلاٹ لے رکھا تھا۔ بینک میں بھی تینوں بچوں کے نام پہ کچھ نہ کچھ جمع کر رکھا تھا مگر وہ ایک پریکٹیکل شخص تھا۔ جانتا تھا مہنگائی کا عفریت اس کی ان تمام احتیاطی تدابیر کو باآسانی نگل سکتا ہے۔

وہ آج کل سنجیدگی سے کسی اچھی جگہ اپنا کچھ پیسہ انویسٹ کرنے کے لیے سوچ رہا تھا مگر ابھی تک اسے خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی تھی۔

"مجھے اب مثال کی شادی کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ وہ بڑی ہو گئی ہے رشتہ ڈھونڈنے میں بھی کچھ وقت لگے گا پھر پری تو ابھی سے اتنی بڑی لگنے لگی ہے۔ دانیال کو پڑھنے کے لیے باہر بھیجوں گا اور۔۔۔" اس کی سوچ کی ایک نقطے پہ مرکوز نہیں ہو پا رہی تھی۔

وہ ایسی عجیب باتیں سوچے جا رہا تھا جن کو وہ سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ جیسے ابھی وہ دانیال کی پڑھائی کو سوچتے ہوئے کچھ اور سوچنے لگا۔

"مجھے ایسا کیوں لگتا ہے کہ مثال کے ساتھ میں نے اور بشریٰ نے بہت زیادتی کی ہے۔ اسے وہ سب کچھ نہیں ملا جس کی وہ حق دار تھی۔"

وہ پیشانی مسلنے لگا۔ دوسرے لمحے آفس کا دروازہ کھلا اور عدیل آنے والے کو دیکھ کر ششدر رہ گیا۔

(باقی آئندہ شمارے میں ان شاء اللہ)

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

رضیہ مہدی

سچی خوشی اور عید

"بی بی تم نے وہ کہانی تو سنی ہی ہو گی جس میں دو دوست ایسے کمروں میں رہتے تھے کہ جن کی دیوار ملی ہوئی تھی اور ایک کمرے کی آواز دوسرے کمرے میں صاف جاتی تھی۔ ایک دوست کو عادت تھی رات گئے آتا اور اپنا جوتا ایک ایک کر کے زور سے پھینکتا تھا جو مشترکہ دیوار پر اس زور لگتا کہ دوسرے کمرے والا دوست نیند سے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھتا۔ روز ہی جھگڑا ہوتا پھر اس بات پر دونوں اپنے اپنے کمرے میں جاتے کہ اب احتیاط ہوگی اور جوتا آرام سے اتار کر رکھا جائے گا مگر ہوتا یہ تھا کہ پہلا دوست جب تھک کر آتا بس عادتاً جوتا زور سے اتار کر کھینچ پھینکتا۔ یوں سمجھو بالکل ہم لوگوں کی طرح کے حالات ہیں ایک حکومت گئی دوسری آئی مگر وعدے وعید کے باوجود جوتا برسانے کا عمل ویسے ہی جاری وساری ہے۔"

"واوہ! پہلے کہانی سنائیں "آپ فوراً" ہی ملکی سیاست پر تبصرہ شروع کر دیتی ہیں۔" نمرہ ٹھنکی وہ بڑی تھی اور لب نویں جماعت کی طالبہ تھی۔

"ارے وہی تو کر رہی ہوں چپکی ہو کر سنو۔ ہاں تو میں کیا بتا رہی تھی کہ اس کی عادت تھی ایک ایک کر کے جوتا مشترکہ دیوار پر اچھال دیتا تھا وہ زوردار آواز سے جا کر لگتے تھے اور غریب سوتا ہوا دوست جھگڑا کرنے دروازے پر آجاتا تھا پھر ایک دن کیا ہوا؟"

"کیا ہوا اوہو!" ملیحہ کی بھی پوری توجہ تھی کہانی پر۔

"ایک دن جب اس نے اپنا جوتا اتار کر پھینکا تو یکایک اسے خیال آگیا اور اس نے بڑی احتیاط سے دوسرا جوتا اتارا اور رکھ کر سو گیا۔ سوتے میں کسی کے دروازہ پیٹنے کی آواز پر وہ گھبرا کر اٹھا دیکھا سامنے وہی برابر میں رہنے والا دوست کھڑا ہے۔

"اب کیا ہوا؟" اس نے غصے سے کہا۔

دوسرے جھنجلائے کھڑے دوست نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"خدا کے لیے اب دوسرا جوتا پھینک بھی دو میں ساری رات اس کے انتظار میں کاٹ چکا سر درد سے پھٹا جا رہا ہے۔

تو بی بیا پاکستان بننے کی چاہ میں ہم آزمائے ہوؤں کو آزمانے چلے اب پہلا جوتا بجٹ کی صورت میں پھینکا جا چکا اور دوسرے کا انتظار ہے کہ رمضان بھاگا چلا آرہا ہے۔"

"ارے اماں! آپ تو اینکرز تبصرہ نگاروں اور کالم نگاروں کو مات دے رہی ہیں کیا زبردست تجزیہ اور تبصرہ ہے۔" بہو بیگم کو مزے آرہے تھے۔

"تو آپ ہماری اماں کی سیاسی بصیرت کو کیا سمجھتی ہیں۔" جواد نے ہنس کر مسرت سے کہا۔

"اے ہٹو تم لوگ مزے لے رہے ہو ان غریبوں کا سوچو کہ جو رمضان میں کسی طرح کے اہتمام کا کیا سوچیں گے سحر اور افطار کا مسئلہ ہی حل نہیں ہوتا ظاہر ہے بچے بڑے سب روزہ دار ہوں تو کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا نا۔"

"واوہ! رمضان میں شیطان تو قید کر لیا جاتا ہے نا؟" ملیحہ نے معصومیت سے پوچھا۔

"ہاں بچی وہ مردود تو قید ہو جاتا ہے لیکن اپنے چیلوں کو اچھی طرح سمجھا بجھا جاتا ہے کہ میرے کام کو ذرا آگے بڑھاؤ۔ تبھی تو منافع خوروں ذخیرہ اندوزوں اور

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ملاوٹ کرنے والوں کی عید سے پہلے رمضان کا چاند دیکھ کر ہی عید ہو جاتی ہے اور لوگ الامان الامان پکارنے لگتے ہیں ان سے کون پوچھے کہ رمضان کا مہینہ عبادتوں کا۔ ریاضتوں کا خود کو غلاظتوں سے پاک و صاف کرنے کا ایک اور موقع دینے آرہا ہے مگر رحمتوں کے نزول کے اس مہینے کو کھانے پینے اور کھانے پینے کے بارے میں سوچتے رہنے کا مہینہ بنا دیا گیا ہے۔ یہ موا اخبار دیکھو یہ ڈیل وہ ڈیل، یہ افطار کی ڈیل تو وہ سحری کی ڈیل یعنی کچھ وقت کے لیے ذرا کھانے پینے پر پابندی لگا کر باقی وقت کچھ نہ کچھ منہ میں جا رہا ہے بارہ بجے سے پہلے کی ڈیل اور پھر بارہ بجے کے بعد کی ڈیل سامنے کی چیزوں سے نظریں ہٹیں تو پھر اس ڈیل پر نظر جائے جو پروردگار عالم نے اس مہینے کے لیے سب کے لیے یکساں کھولی ہوئی ہے بارہ بجے کے بعد کی ڈیل جنت کے دروازے کھٹکھٹانے کی ڈیل صبح سحری کی ڈیل اور پھر افطار کی ڈیل جس میں مشکل ہے کہ رحمت عالم کی اسوہ حسنہ پر عمل ہو تو ان کے غلاموں ہی کے بارے کچھ سنا جائے کچھ پڑھا جائے کہ کیا وہ بھی روزے رکھتے تھے تو اپنے قلب و جگر کو ایمان کی حرارت سے گرمائش پہنچاتے تھے کہ نہیں ان کی سوچ عبادتوں کے گرد گھومتی تھی وہ روزوں کی روح کو سمجھتے تھے۔"

"آج تو اماں بڑے جلال میں ہیں۔" جواد نے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

آہستہ سے مسرت سے پوچھا۔ "کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"نہیں خاص بات کیا ہونی ہے' ماشاء اللہ ٹی وی کے تمام ٹاک شوز دیکھتی ہیں' اخبار کا باریک بینی سے مطالعہ کرتی ہیں پھر آپ جانتے ہیں سیاسیات پڑھاتی تھیں کالج میں تو ان کی گفتگو میں زمانے کو دیکھتے ہوئے تلخ رنگ تو چھلکیں گے ہی۔"

آج کل اسکولوں کی چھٹیاں تھیں دونوں بچیاں دادو کے ساتھ ساتھ رہتی تھیں اور وہ ان کو کبھی کہانی کے لہجے میں' کبھی روایات و حکایات کے انداز میں کچھ نہ کچھ سکھاتی ہی رہتی تھیں۔ اگر کبھی خاندان کا تذکرہ چھڑ جاتا تو رشتے داریاں سمجھانا شروع کر دیتیں' ساتھ ہی سلائی کڑھائی کا بھی سلسلہ جاری رہتا۔ وہ پوتیوں کو ہنرمند دیکھنا چاہتی ہیں۔ کبھی کبھی کچن میں بڑی والی اور پوتیاں مل کر کوئی ڈش تیار کر لیتیں' کبھی دادی دیکھتیں کہ مسرت نے بہت سے کام پھیلائے ہیں تو فوراً" پوتیوں کو ڈانٹتیں جاؤ ماں کا ہاتھ بٹاؤ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ماں اکیلی لگی رہے۔

مسرت کو اپنی ساس کبھی ساس نہیں لگیں حالانکہ مزاج کی تیز تھیں مگر بہو کا بات بے بات چھپانے لینا یا ہر بات پر تنقید کرنا اور صرف اپنی منوانے کی دھونس زبردستی کرنا یہ سب ان کا شیوہ نہیں تھا کچھ غلط لگا تو کہا بھی مگر بہو کو بیٹی سمجھا اور کیونکہ وہ ہی دونوں تھیں گھر میں تو اسی کو سہیلی اور دوست بھی جانا۔ بہو کے میکے والے جب آئے بہت احترام بہت محبت سے پیش آئیں' مسرت کو ان سے کوئی شکایت نہیں تھی' وہ بھی

ان سے کیونکہ خوف کا رشتہ تھا نہیں درمیان میں تو ہر بات پوچھتی تھی۔

✲ ✲ ✲

"اماں رمضان بس شروع ہی ہونے والے ہیں میرا ارادہ تھا کہ دینے والانے کے سارے کپڑے وغیرہ خرید لوں تاکہ رمضان سکون سے گزرے مگر توبہ گرمی کتنی

بڑھ رہی ہے ہمت ہی نہیں ہو رہی کہ بازار کا چکر لگاؤں۔"

"ہیں! یہ کیا بات ہوئی اے گرمی کے مہینے میں گرمی تو پڑنے کی ہمیشہ پڑتی ہے اور ہمیشہ پڑے گی ہاں یہ بات ہے کہ جوں جوں سہولیات میں اضافہ ہو رہا ہے بائے ہوئی بہت بڑھ گئی ہے۔"

"اماں اب پہلے سے زیادہ گرمی ہوتی ہے اور پھر اس لوڈشیڈنگ نے تو بس عذاب ہی بنا دی ہے زندگی ۔۔۔ گھنٹے چلی جاتی ہے بجلی اور اماں لاہور میں تو منیزہ (اس کی چھوٹی بہن) بتا رہی تھی ہر گھنٹے بعد گھنٹے کے لیے جاتی ہے چاہے دن ہو چاہے رات۔ اب دیکھیے یو پی ایس لگوایا تو ہے مگر کام ہی نہیں کر پا رہا ہے اور جنریٹر لوں تو چلائے کون خود جو چل جائے تو اس کی آواز' مسلسل سر درد رہنے لگا ہے۔"

"بی بی یہ ساری مصیبتیں ہماری اپنی پھیلائی ہوئی ہیں کیسے کیسے انسان اپنی جون بدلتا جا رہا ہے' پھر رونا بلکنے والے بھی جاری ہے' تمہیں تو کیا خبر مگر ہم سے پوچھو ہم نے دیکھی تھیں وہ بہاریں وہ سادے زمانے سیدھے سادھے بناوٹ سے پاک لوگ' ذرا سی بات پر خوش اور کسی کے بھی دکھ پر افسردہ ہو جانے والے لوگ ہائے جب ان بند بند گھروں کا کہاں رواج تھا جس میں نہ روشنی آئے نہ ہوا کا گزر ہو' کھلے کھلے صحن ہوتے تھے' تبھی شاید کھلے کھلے دل و دماغ بھی ہوتے تھے۔"

"اور کیا ہوتا تھا دادو؟" ملیکہ کہانی کی شوقین فوراً" وہاں آ گئی۔

"اے شام ہوئی اور لالٹینوں کی چمنیاں صاف ہونا شروع ہو جاتیں۔ ہر گھر میں کچھ جگہ ضرور پھول پھلواری کے لیے موجود ۔۔۔ ہوتی پھر آنگن میں چارپائیاں۔ کسی کسائی چارپائیاں جن پر ہمیشہ صاف سفید چادریں پڑی ہوتیں ——— گرمیوں کا بھی مزا تھا کہ صراحیوں اور صاف ستھرے گھڑوں کے گلے شام میں موتیے کے ہاروں سے سجے ہوتے اور جو آنگن کچا ہوتا تو چھڑکاؤ کے بعد مٹی کی سوندھی

SCANNED BY DIGESTPK
www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

سوندھی خوشبو، موتیے کی بھینی بھینی مہک اور اس پر ہونے پر سہاگے کا کام کرتی جو رات کی رانی کہیں کیاری میں لگی ہوتی۔ قدرت کی چلائی ہوئی ٹھنڈی ہوا خوشبوؤں میں بسا ہوا آنگن اور اب۔" وہ سانس لینے کو رکیں۔

"اب تم سب ہر وقت اے سی کی گھٹن زدہ فضا میں رہنا چاہتی ہو اور جو وہ نہ چلے تو تڑپتی ہو، ہو کہ نہیں اب ہم نے خود اپنے ہاتھ پاؤں کٹوا کر حکومت کے آگے ڈال دیے ہیں اور برابر بھیک کی طرح اپنے حق کے لیے گڑگڑا رہے ہیں مگر کسی پچھلی حکومت نے شنوائی کی تھی جو اب کوئی سنے گا سچ تو یہ ہے جو خود کشکول لیے کھڑے ہوں وہ کسی کو کیا دیں گے۔"

"اماں مگر اب تو بجلی کے بغیر گزارا بہت مشکل ہے چلیے اے سی کی بات چھوڑیے مگر فریج، کل ہی دیکھیے اس آتی جاتی بجلی کی وجہ سے سالن کیسا خراب ہوا۔ اماں جب بجلی نہیں تھی تو کھانے پھل اور گوشت وغیرہ کو کیسے رکھتے تھے؟" مسرت نے پوچھا۔

"ہاں واقعی۔ ٹھنڈا پانی کیسے پیتے تھے؟"

"چپ رہو ابھی بتایا تو تھا اماں نے صراحی اور گھڑے سے۔" مسرت نے تنی کو آہستہ سے سمجھایا۔

"ارے اتنی ہوس نہیں تھی ضرورت کے مطابق چیزیں خریدنے کا رواج تھا لائے اور استعمال کر لیا۔ یہ نہیں کہ اگلے پل سانس کا پتا نہیں اور سامان سو برس کا۔ جمع کیے جاؤ جنت جنت کر رکھو سب مجھے مل جائے اور ابھی مل جائے جیسی سوچ نہیں تھی نا۔"

"اور واہ جب لائٹ نہیں آتی تھی تو کمپیوٹر کیسے چلتا تھا کیا ٹی وی بھی نہیں ہوتا تھا۔"

"ٹی وی کہاں تھا بیٹا اور یہ کمپیوٹر تو آیا ہی ابھی کچھ سال پہلے ہی ہے جو سچ کہوں تو ٹی وی کے آنے سے وقت بھاگ گیا ہے، ہمارا وقت اب ہمارا کہاں رہا ہے ٹی وی کا ہو کر رہ گیا ہے۔ پہلے وقت تھا تو ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شرکت کے لیے بھی آیا جایا جاتا تھا مگر اب جو وقت بے وقت کچھ نا کچھ آتا رہتا ہے تو سمجھو بس سب کاموں سے گئے۔"

"واہ آپ بھی تو دیکھتی ہیں ٹی وی۔" ملیکہ نے کہا اگرچہ ماں آنکھوں ہی آنکھوں میں منع کرتی رہی۔

"ارے تو میں کون سی الگ ہوں سب سے بس بیٹا فرق اتنا سا ہے کہ اچھائی کو اچھائی اور برائی کو برائی کہتی ہی نہیں سمجھتی بھی ہوں۔"

☼ ☼ ☼

دوسرے دن جواد نے کہا "چلیں اماں آج عید کی شاپنگ کر آئیں۔"

"میں چلوں؟" وہ حیرت سے بولیں۔

"ہاں تو کیا حرج ہے تھوڑی دیر باہر کی ہوا بھی تو لگے گی ہر وقت گھر میں بند رہتی ہیں آپ۔"

"ارے مجھے یہ بازار بالکل پسند نہیں، نہ مجھ میں دم ہے تم لوگ جاؤ۔"

"چلیں اماں بچوں کی بھی خواہش ہے۔" مسرت نے بھی اصرار کیا۔

"نہیں تم لوگ جاؤ۔"

"اچھا یہ تو بتائیں آپ کے لیے کیسے کپڑے لاؤں؟"

"اگر میری مانو تو بیٹا میرے لیے کچھ نہ لاؤ۔ کتنے ہی کپڑے تو ابھی چھوئے بغیر پڑے ہیں نہ کہیں آنا نہ جانا تو میری بیٹی میرے لیے کچھ نہ لانا۔ اپنے لاؤ، بچیوں کے لاؤ، جواد کے لیے خریداری کرو، عید انعام ہے اس کو ڈھنگ سے منانا اچھا ہے اچھا لگتا ہے۔"

"مگر اماں۔"

"اچھا سنو اگر بہت ضروری ہے میرے لیے کچھ لینا تو یوں کرو کچھ سستے لان کے سوٹ لے آؤ۔"

"سستے سوٹ۔" مسرت حیران تھی۔

"ہاں میرے لیے کوئی برانڈڈ مہنگا سوٹ لینے کے بجائے کچھ سستے سوٹ لے آؤ رمضان میں کتنی ہی عورتیں ہمارے دروازے پر آتی ہیں پرانے کپڑے ہی

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

دے دیں کی درخواست لے کر تبھی چاہتا ہے انہیں نئے کپڑے بھی دیے جائیں تو وہ کتنی خوش ہوں گی۔"

"اماں ہم کچھ جوڑے تو ضرور دیتے ہیں رمضان میں جو ہم سے ممکن ہوتا ہے۔"

"چلو کچھ اور سہی بس مجھے خوش کرنا ہے تو یہی کرنا ہوگا۔"

مسرت نے جولو کی طرف دیکھا۔ "چلو جو اماں کی مرضی۔"

مسرت بازار سے آئیں تو حسب عادت سب چیزیں ساس کے سامنے ڈھیر کر دیں۔

"اماں یہ آپ کا سوٹ ہے دیکھیں کتنا اچھا لائٹ سا کلر ہے اور کپڑا دیکھیں کیسا ملائم سا اور ٹھنڈا ہے جولو نے اپنی پسند سے لیا ہے۔ آپ کو اچھا نہیں لگا؟"

"ہاں اچھا ہے مگر تمہیں میں نے منع کیا تھا نا اور کچھ اور کیا تھا۔"

"امی جی وہ کچھ اور بھی ساتھ ہی ہے ابھی دکھاتی ہوں میں بھولی تھوڑی تھی۔"

"مگر بیٹی میں تم لوگوں پر کوئی بار نہیں ڈالنا چاہتی تھی یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔"

"ارے نہیں' بار کی کیا بات ہے آپ جانتی ہیں دینے دلانے سے میں بھی خوشی محسوس کرتی ہوں اور آپ کلنز لیتے تو میں گھر بھر کی خریداری نہ کرتی۔"

"ہاں مجھے معلوم ہے میری بچی ایسی ہی ہے۔ مشکور رہتی ہوں میں ہر وقت اپنے مالک کی جس نے اتنے اچھے بچوں سے مجھے نوازا ہے۔"

"اصل میں میں چاہتی تھی کہ تم مجھ بوڑھی پر جو کہ کہیں آئے نہ جائے یوں ہزاروں خرچ کر دیتی ہو اس میں اگر ہزار روپیہ اوسط کے بھی جوڑوں تو چار سوٹ تو کم از کم آجاتے یوں جیب پر بھی کوئی بار نہ ہوتا ٹھیک تھا نا خیر تمہاری مرضی' خوش رہو سہاگن رہو اپنے بچوں کی خوشیاں دیکھو۔" وہ دعائیں دینے لگیں۔

"سنا ہے امی جی یہ عورتیں کپڑے بیچ بھی دیتی ہیں۔ پرانے کپڑے بھی جو اچھی حالت میں ہوں یہ بیچ کر پھر سے وہی پرانے پہن لیتی ہیں۔"

"اچھے برے سب طرح کے لوگ ہر جگہ ہوتے ہیں' بعض وہ جو جھوٹی کہانیاں سنا کر بے وقوف بنا کر چلتے بنتے ہیں اور بعض وہ جو اپنی سفید پوشی اور عزت نفس کی خاطر کسی سے کچھ نہیں کہتے اپنا بھرم رکھتے ہیں۔ بس بیٹی ہمیں مستحق لوگوں کی پہچان ہونی چاہیے انہیں ڈھونڈنا چاہیے تاکہ حق بحقدار رسید کیا جا سکے۔ اب یہ جو خواتین برسوں سے اپنے گھر آتی ہیں تو میری نظریں دھوکہ نہیں کھا سکتیں مجھے معلوم ہے کون سچا ہے کون جھوٹا۔"

یہ بات تو مسرت اچھی طرح جانتی تھی کہ اس کی ساس ایک جہاندیدہ اور سمجھ دار خاتون ہیں اور لوگوں کی پرکھ بہت اچھی طرح کرتی ہیں۔

دوسرے دن صبح ہی صبح سعدیہ خالہ آگئیں۔ سعدیہ خالہ اماں کے ساتھ ہی کالج میں پڑھاتی تھیں اب وہ بھی ریٹائرڈ ہو گئی تھیں۔ وہ اپنے بڑے بیٹے اور بہو کے ساتھ رہتی تھیں ان کا چھوٹا بیٹا کینیڈا چلا گیا تھا۔ وہ ___ چاہتا تھا کہ ماں کو بھی بلا لے مگر سعدیہ خالہ یہاں سے جانا نہیں چاہتی تھیں اگرچہ ان کی بہو کا رویہ ان کے ساتھ زیادہ اچھا نہیں تھا اور وہ اپنے کاموں کے لیے ایک ملازمہ پر انحصار کیے رہتی تھیں ان کا بڑا بیٹا بشیر ایک سیاسی ادارے میں اچھی پوسٹ پر تھا مگر پتا نہیں کیا بات تھی کہ اس کی بیوی علشبہ جب بھی ملتی اپنی مالی مشکلات کا ذکر ہی کرتی رہتی بظاہر ایسی کوئی بات اس کے رہنے سہنے پہننے اوڑھنے میں نظر نہیں آتی مگر وہ اپنی کتنی ہی ایسی خواہشوں کا ذکر کرتی رہتی جو حسرت میں بدل چکی تھیں۔

مسرت کو سعدیہ خالہ بہت اچھی لگتی تھیں نرم نرم لہجے میں پر مزاح باتیں کرنے والی مسرت ان کا احترام ہی نہیں کرتی تھی ان کی خاطر بھی بہت جی جان سے کرتی تھی۔ بصد اصرار انہیں کھانے چائے پر روکتی تھی وہ بھی اس کی بڑی تعریفیں کرتی تھیں۔

آج بھی مسرت نے چائے اور کچھ لوازمات ٹرالی

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

میں سجائے اور وہاں لے کر آ گئی جہاں سعدیہ خالہ خلاف معمول بہت دبی دبی آواز میں اماں سے کچھ کہہ رہی تھیں۔ مسرت کو بہت رنجیدہ سی لگیں۔

"کیا بات ہے خالہ طبیعت تو ٹھیک ہے نا آپ کی؟"

"ہاں بیٹی زندہ ہیں۔" انہوں نے ایک سرد آہ بھری۔

ان کے جانے کے بعد جب اماں کافی دیر تک یونہی چپ چاپ بیٹھی رہیں تو مسرت کو تشویش ہوئی۔

"کیا بات ہے خیریت تو تھی سعدیہ خالہ آج کچھ افسردہ سی لگ رہی تھیں۔"

"ہاں پریشان تھی بیچاری دراصل اس عمر میں اولاد کے منہ سے نکلی ہوئی کوئی کڑوی بات بھی گولی کی طرح زخمی کر دیتی ہے اندر باہر سارا لہولہو ہو جاتا ہے۔"

"کیا ہوا؟" مسرت کا استعجاب بڑھا اماں بھلا ایسی باتیں کہاں کرتی تھیں۔

"عجیب سی بات ہے سعدیہ اداس تھی دراصل اس کی بہو ہے نا علیشبہ وہ کہہ رہی ہے کہ اس کا حصہ الگ کر دیا جائے۔"

"حصہ، کس چیز کا حصہ؟" مسرت کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔

"ہاں بڑی لمبی چوڑی جائیداد ہے نا سعدیہ کی ارے غریب نے پائی پائی جوڑ جاڑ کر ایک یہ چھوٹا سا مکان بنایا ہے اب بہو رانی چاہتی ہیں کہ اس کے قدموں سے زمین اور سر سے آسمان چھین لیں۔ کہتی ہیں بڑی بال بچوں والی ہو جائے بیٹھی ہیں ہم ترس رہے ہیں۔"

"اماں ان کے میاں تو ٹھیک ٹھاک کماتے ہیں۔"

"ہاں بیٹی! گھر چادر کا خیال تو رکھنا ہر ایک کو پڑتا ہے اب بضد ہیں یا تو مکان بیچیں یا اپنا فنڈ انہیں دے دیں تاکہ وہ بھی اچھی طرح رہ سکیں۔"

"ہائے بیچاری سعدیہ خالہ گھر بیچ دیں گی تو پھر رہیں گی کہاں۔"

"صرف رہنے کی بات نہیں ہے بیٹا! وہ گھر ان کی محنت سے بنایا ہوا جہاں ان کے شوہر کی بچیوں کی کتنی ہی یادیں ہیں وہ ان کے جینے کا سہارا ہے وہ کیسے اسے بیچ سکتی ہیں۔"

"علیشبہ نے سعدیہ خالہ سے ڈائریکٹ کہا ہے؟"

"نہیں بس گھر کی فضا خراب کر رکھی ہے میاں پر چیختی ہے۔ بچوں پر غصہ کرتی ہے۔ سعدیہ سے تو بات چیت ہی بند کر رکھی ہے۔ رو رہی تھی بیچاری۔"

مسرت کو حیرت تھی کیسے کیسے لوگ ہیں دنیا میں یہ تو بوڑھی ساس کو پریشان کرنے والی بات ہوئی۔ دیور پردیس میں سیٹل ہے واپسی کا کوئی ارادہ نہیں تو بس وہی تو ہے گھر میں، ساس ایک کمرا تک محدود ہیں اپنے سب کام حمیدہ (نوکرانی) سے کرواتی ہیں۔ وہ کس سے علیحدہ ہوں گی اور کیوں۔

☼ ☼ ☼

رمضان سے کچھ روز پہلے خونریزی کی ایک تیز لہر ملک میں دوڑ گئی۔ لہولہان کوئٹہ ایک بار پھر خون میں نہلا دیا گیا۔ ساتھ ہی خیبر پختون خواہ میں بھی افواج پاکستان کو نشانہ بنایا گیا جولو اس کی بیوی اور اس کی اماں سب انسانیت پر ایمان رکھنے والے لوگ تھے اور اتنے لوگوں کی شہادت ان کے اعصاب کو بھی ایک مرتبہ پھر جھنجھوڑ گئی۔ اماں ان لوگوں میں سے تھیں جنہیں (Pera Sensctive) پیرا سینسٹیو کہا جاتا ہے وہ تو ہمیشہ سے بہت کمزور دل تھیں جب چھوٹی تھیں اور کبھی کسی اونچی جگہ یا درخت سے کوئی چڑیا کا بچہ گر جاتا تو وہ کھانا نہیں کھاتی تھیں بلی کے چھوٹے بچوں کو چمکار چمکار کر دودھ پلاتیں۔

"یہ بربریت یہ انسانیت سوز مظالم یہ گھر اجاڑنے کی سازشیں کرنے والوں کی کہیں کوئی پکڑ ہے" آخر کوئی انہیں سزا کیوں نہیں دے پا رہا؟" وہ چلا چلا کر رونے لگیں۔

"اماں آپ ٹی وی بالکل نہیں دیکھیں گی۔" جولو ان کا بڑھا ہوا بلڈ پریشر دیکھ کر پریشان ہو گیا۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"بیٹا آنکھ بند کر لینے سے یا کبوتر کی طرح اپنی گردن دبا کر بیٹھ جانے سے منظر بدل تو نہیں سکتا۔"

"ہم کیا کر سکتے ہیں اماں جی۔"

"کر تو سکتے ہیں مگر کر نہیں رہے۔"

"اماں آپ سمجھ رہی ہیں کہ اس میں عالم کفر کا بھی کوئی کردار ہے یا وہ کوئی کردار ادا کر سکتا ہے۔" جواد کو حیرت تھی۔

"نہیں میں یہ نہیں سمجھ رہی کہ عالم کفر کا اس میں کردار ہے مگر میں یہ ضرور سمجھ رہی ہوں کہ یہ خود کش حملے اور ان کے پیچھے مقاصد یہ تصور کوئی ایک دن میں اچانک سے نہیں ظہور پذیر ہو رہا ہے اس میں کئی پوشیدہ اور کئی سامنے کے ہاتھ ہیں۔ رہا عالم کفر تو وہ دل رہا ہے اور اپنے اندر سمٹ رہا ہے پر سکون زندگی کا متلاشی ہے۔ بھوک اور خوف کے عذاب نے اس کو پاگل کر رکھ دیا ہے یقین جانو بہت زیادہ پرسنٹیج نکلے گی ایسے لوگوں کی جن کے اعصاب شکستہ ہیں جو دماغی امراض کی دہلیز پار کر چکے ہیں جو خود کو بیلنس محسوس نہیں کر پا رہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سب کیوں جب کہ۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں"

"اماں عام انسان بیزار ہیں اس نفرت کے کھیل سے۔" جواد نے کہا۔

"یوں کہو کہ کثیر کو قلیل نے یرغمال بنا رکھا ہے کیا اس کا سبب وہ نہیں جو علامہ اقبال فرما گئے ہیں میں تو حیران ہوں بڑا آدمی یوں ہی بڑا نہیں کہلاتا ان کی سوچ دیکھ کر ایسا نہیں معلوم ہوتا جیسے کہ آج کی بات کر رہے ہوں۔

کون ہے تارک آئین رسول مختار
مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار
کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعار اغیار
ہو گئی کس کی نگہ طرز سلف سے بیزار
قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں

"اس کا حل نہیں آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔"

"تو آپ کا کیا خیال ہے کیا کرنا چاہیے۔" مسرت نے پوچھا۔

"سب سے پہلے تو علما سوے سب اپنا اپنا رخ موڑ لیں اور علماء حقیقی سے درخواست کریں کہ وہ پرنٹ میڈیا نیٹ اور ٹی وی سب سے ہر وقت ہر لمحہ لوگوں کو سچ اور حق کی تعلیم 'حقیقی اور سچے دین کے بارے میں واضح طور پر بار بار بتائیں کہ ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے۔ مسلم کو تو خیر کسی بھی ملک سے ہو بھائی بھائی ہے' کسی کافر کو بھی بے سبب بے وجہ مارنا عذاب کو دعوت دینا ہے۔ اس کے علاوہ پوری قوم ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر کھڑی ہو جائے بھرپور احتجاج کرے۔"

"اماں احتجاج؟" مسرت چیخی۔

"گاڑیاں جلانا پتھراؤ کرنا اور توڑ پھوڑ فائرنگ کرنا یہ طریقہ احتجاج کا اس میں تو خسارہ ہی خسارہ ہے۔"

"نہیں میری جان ایک اور طریقہ ہے احتجاج کا اخبارات اٹھا کر دیکھو بھلا سا نام تھا اس شخص کا جو استنبول میں تعلیم اسکوائر میں اس وقت آکر خاموش کھڑا ہو گیا جب مجمع بے قابو ہو چکا تھا اور تشدد پر تلا تھا تب اسی ایک شخص نے اپنی خاموشی سے جیسے سب کی توجہ کے بعد دیگرے اپنی طرف کھینچ لی۔

خاموشی کی زبان بیٹا بڑی پر تاثیر ہوتی ہے اگرچہ دیر میں لوگ نوٹس لے پاتے ہیں یہی طریقہ ہے احتجاج کا بلحاظ مذہب و ملت بلحاظ مسلک و عقائد جو انسانیت پر یقین رکھتے ہوں وہ ہاتھ میں ہاتھ پکڑ کر ایک قطار زنجیر بنا کر کھڑے ہو جائیں۔ خاموش اور ساکت کیونکہ یہ ظلم جتنا بڑھ رہا ہے عذاب کو آوازیں دے رہا ہے اور جو عذاب آجاتا ہے تو پھر کوئی بھی نہیں بچتا۔ ظلم کرنے والے ان کا ساتھ دینے والے ظلم پر خاموش رہنے والے سب ہی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

میری جان

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

ورنہ یوں ایک دوسرے کے خون کو مباح قرار دینے والے یوں ٹکڑیوں میں خود کو تقسیم در تقسیم کرلینے والوں کا انجام یہی ہوگا کہ وہ تر نوالہ بن جائیں گے اغیار کے لیے جو پہلے ہی اندر ہی اندر اپنی جڑیں مضبوط کیے اور ہم پر دانت تیز کیے بیٹھے ہیں۔"

مسرت سوچنے لگی واقعی اماں ٹھیک تو کہہ رہی ہیں سنجیدہ کوششیں کہاں ہو رہی ہیں۔

وہ چار دن بعد سعدیہ خالہ پھر آگئیں رمضان شروع ہو چکے تھے۔ مسرت نے اماں سے کہہ کر بصد اصرار انہیں افطار پر روک لیا۔

وہ بتانے لگیں کہ آج اپنے فنڈ میں سے کچھ رقم نکلوا کر لائی ہوں تاکہ اپنی بہو کو دے سکوں شاید وہ عید کے خرچوں سے پریشان ہے اس لیے زیادہ غصہ دکھا رہی ہے۔ سب کچھ اسی کا تو ہے بعد میں لے لے یا میں پہلے دے دوں۔

"اچھا کیا گھر کی خوشیاں زیادہ اہم ہیں رشتے پیسوں سے زیادہ قیمتی ہوتے ہیں۔" اماں کی بات مسرت کو اچھی لگی۔

افطار کے بعد جب وہ جانے لگیں تو مسرت سے بولیں۔ "بیٹی میں تم سے ایک ریکوئسٹ کرنا چاہتی ہوں مگر ہمت نہیں پا رہی خود میں کیسے کہوں۔"

"ارے خالہ ایسی کیا بات ہے آپ حکم کریں میں بھی تو آپ کی بیٹی ہوں۔"

"ہو کیوں نہیں تم تو بہت پیاری بیٹی ہو۔" وہ ہلکے سے مسکرائیں۔

مسرت سوچنے لگی سعدیہ خالہ کتنے عرصے بعد یوں مسکرائی ہیں حالانکہ پہلے تو۔

"دراصل میں چاہتی ہوں اپنی دونوں بیٹیوں کو بھی عیدی دوں۔ میکے سے کچھ بھی آنا بیٹیوں کے لیے مان سمان اور خوشی کا باعث ہوتا ہے مگر اتفاق سے میری دونوں بچیاں اس سلسلے میں میری مدد نہیں کر سکتیں۔ مبشر کی ساس بہت علیل ہیں وہ انہیں چھوڑ کر نہیں نکل سکتی گھر سے اور فریدہ کا ماشاء اللہ یہ آخری مہینہ چل رہا ہے آج کل میں اسپتال جانے والی ہے ایسے میں کس سے کہوں زریں علشبہ تو وہ ان باتوں کو کہاں اہمیت دیتی ہیں۔"

"کوئی بات نہیں خالہ میں لا دیتی ہوں۔"

"جیتی رہو بیٹی! میرا گھٹنا ہی جواب دے چکا ہے دو قدم نہیں چل پاتی۔"

انہوں نے اس کے ہاتھ میں پیسے دیے "بس اسی میں سوچ سمجھ کر لا دینا۔"

"جا تو رہی سعدیہ کیا کیا منگوانا ہے۔" اماں نے کہا۔

"ہاں دیکھو یہ تو بتانا ہی بھول گئی۔" پھر وہ تفصیل بتانے لگیں۔ سعدیہ خالہ دعائیں دیتی چلی گئیں ان کے جانے کے بعد مسرت نے ساس سے کہا۔

"میں نے اچھا کیا نا؟"

"ہاں اچھا کیا مگر تم تو اتنی مصروف ہو پھر رمضان اور اس پر سوا کر لی۔"

"اماں" آپ ہی تو سمجھاتی رہتی ہیں کہ یہ زندگی کا مقصد اوروں کے کام آنا۔"

"خوش رہو تمہاری یہی باتیں تو سب کو خوش کرتی ہیں۔"

وہ سامان لے آئی تو سعدیہ خالہ کو فون کیا ان کی پرشور رونی رونی سی آواز نے اسے بھی اداس کر دیا۔

دوسرے دن وہ آئیں تو سامان دیکھ کر خوش ہوگئیں۔

"تم اتنی غمزدہ سی کیوں ہو سعدیہ۔ تمہاری بہو بیگم تم سے شاپنگ کے لیے رقم لے کر بھی خوش نہیں ہوئیں۔"

"نہیں بلکہ بولیں کہ اچھا آپ نے تو مجھے بالکل حمیدہ (کام کرنے والی لڑکی) بنا دیا اسے بھی تو آپ نے جوڑے کے لیے پیسے دیے ہیں۔"

"کیسی پاگل عورت ہے۔" مسرت کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"سب تمہاری طرح تھوڑی ہیں۔ خوش قسمت

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

ہیں تمہاری ساس۔"

"نہیں خالہ میں خوش قسمت ہوں جو اماں جیسی ساس ملیں یقین کریں زندگی گزارنے کے سارے ہی چلن ان ہی سے تو سیکھے ہیں۔"

"کیسا اچھا گھر لگتا ہے تمہارا محبت بھرا چمکتا مہکتا میرا تو دل یہیں لگتا ہے اور روز دوڑ کر آتی ہوں۔"

سعدیہ خالہ جب جانے لگیں تو اماں نے ایک خوب صورت سا شاپر ان کے ہاتھ میں تھمایا۔ "سعدیہ یہ مسرت تمہارے لیے لائی ہے۔"

"ایں میرے لیے اب مجھ بوڑھی کی کیا عید اور عید کا جوڑا۔"

"ایسی کیا بات ہے پروردگار نے زندگی جیسی نعمت دے رکھی ہے اور بھئی خود کو بوڑھا مت کہو ورنہ مجھے بھی خود کو بوڑھا سمجھنا ہوگا۔"

مسرت نے دیکھا یہ وہ سوٹ تھا جو وہ اپنی ساس کے لیے لائی تھی۔

سعدیہ خالہ نے اسے گلے لگا لیا "مسرت تم نے تو بٹی حد کردی۔ بہت شکریہ تمہاری محبت کا۔"

"یہ حد سے زیادہ ہے۔" انہوں نے اماں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کیا حد سے زیادہ ہے۔" اماں نے خفگی سے دکھائی۔

"مسرت کو معلوم ہے سعدیہ ماں باپ کے احباب کو بھی عزت دینا ان سے محبت کرنا یہ بھی ایک مذہبی فریضہ ہے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔" انہوں نے جیسے بہو کو بھی جواب سمجھا دیا۔

وہ چلی گئیں تو مسرت نے ساس سے کہا۔ "اماں آپ نے مجھے یاد دلا دیا تو میں۔"

"کوئی بات نہیں میری جان! مجھے کسی کو خوش دیکھنا تھا۔ سعدیہ کو اب کوئی تحفہ نہیں دیتا۔ کوئی بھی نہیں تم نے دیکھا اس کے چہرے پر کیسی چمک سی آگئی تھی اور مجھے بھی خوشی مل گئی۔"

دوسرے دن چاند رات تھی وہ ساس بہو صبح سے مصروف تھیں۔

ابھی افطار کر کے فارغ ہوئی تھیں کہ سعدیہ خالہ کا فون آگیا۔ مسرت نے ساس کو فون تھمایا۔

سعدیہ نے اپنی دولت سے کہا "میں آج بہت خوش ہوں۔"

"خیریت کیا ہوا۔" اماں کی آواز خوشی سے لبریز تھی مسرت پاس آکر کھڑی ہو گئی۔

"آج صبح میں نے اپنے بیٹے کے ایک جملے سے خود میں ایک اسٹرینتھ (Strength) محسوس کی۔ میری تو عید آج ہی ہو گئی۔"

"اچھا کیا سنا۔"

"علشبہ میرے بیٹے سے کچھ کہہ رہی تھی میں گرچہ قریب تھی مگر سن نہیں پائی مگر وہ زور سے بولا۔

"مسئلہ کیا ہے تمہارا کیوں ہر وقت میرے دل کو میری ماں کی طرف سے بدگمان کرنا چاہتی ہو میں بھی کچھ کہتا ہوں تمہارے ماں باپ کو صاف صاف سن لو عزت دو اور عزت لو۔

وہ غصے میں باہر نکل گیا اور میں سوچنے لگی پتا نہیں آج کیا ہوگا شکر ہوا کیا۔" وہ ایک سے لمبے کور کیں۔

"کیا ہوا بتاؤ بھئی؟" اماں اب پریشان ہو گئی تھیں۔

"کچھ بھی نہیں شام کی افطار سے پہلے بہو بیگم آئیں اور بولیں امی آج افطار اور ڈنر ہمارے ساتھ کیجئے۔ حمیدہ سے کچھ نہ بنوائیے۔"

"اب میں ابھی وہاں افطار کر کے آئی ہوں کیا بتاؤں بہت دن بعد اپنے بیٹے اس کے بچوں اور بہو کے ساتھ کھانا کھانے کا مزا ہی اور تھا۔"

مسرت اور اماں دونوں ساس بہو نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور مسکرانے لگیں۔

تب ہی باہر شور مچ گیا عید کا چاند ہو گیا۔ عید کا چاند ہو گیا۔

ساس بیگم نے بڑھ کر بہو کو گلے لگا لیا اور پھر دونوں چاند دیکھ کر دعا مانگنے لان میں نکل آئیں۔

اپنے ملک و قوم کی بہتری اور ملک کے سکون کے لیے اپنے گھر میں خوشیوں محبتوں اور سلامتیوں کی دعا سب کے لیے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

آسیہ رزاقی

نایاب درہم

بڑے زور کی بارش تھی۔ شام کا وقت تھا۔ لیکن کالی گھٹا نے ہر سمت اندھیرا پھیلا دیا تھا اور آبشار کی مانند برستی بارش۔ پھر وہ بادل ٹکرائے گرجے ' جھٹکے ' دھماکا ہوا نہ جانے کس بدنصیب پر بجلی گری ہو۔ چیخیں نکل گئیں۔ عظمیٰ کی جو تکیے میں سر گھسائے چہرہ چھپائے منہ اوندھائے چیخیں مار رہی تھی۔ کانوں میں انگلیاں ڈالے اماں نے عظمیٰ کو ڈانٹا۔

"کیوں بدشگونی کر رہی ہے لڑکی! استغفار پڑھ توبہ کر اللہ محفوظ رکھے 'نہ جانے یہ بجلی کہاں گری ہے۔ اچھا اب اٹھو عظمیٰ چائے بنا کر لاؤ۔ الٰہی خیر کیسا خوفناک دھماکا تھا۔ رونگٹے کھڑے ہو گئے میرے۔ توبہ توبہ۔"

"اماں بی! طوفان آ رہا ہے۔ ڈر لگتا ہے مجھے بجلی سے اف وہ کیا چمکتی ہے؟"

"ہاں اور جب گھر کی بجلی چلی جائے۔ تو اندھیرے سے بھی ڈر لگتا ہے۔ چھوڑو یہ ڈرنا اور جاؤ جا کر چائے بنا لو۔"

اماں معاف کرنے والی نہ تھیں۔ عظمیٰ میں انکار کی جرأت نہ تھی۔ ہائے آج تو وہی کہاوت پوری ہو گئی کہ آندھی آئے یا طوفان۔ چائے بنے گی چار بجے۔ اماں کو چائے کا انتظار پسند نہ تھا۔ وہ وقت کی بہت پابند تھیں۔

عظمیٰ اٹھ گئی۔ کوئی چارہ نہ تھا۔ بارش کا زور بھی ٹوٹ گیا تھا۔ شاید کہیں بجلی گرانا ہی اس طوفان کا سبب بنا ' ہائے جو بیچارے راستے میں تھے 'نہ جانے کس طرح اپنے گھر پہنچے ہوں گے۔ اس کا ننھا سا کمزور دل بے چین ہو گیا۔ اسد بھائی بھی نہیں آئے۔ چلو وہ تو سو ہیں آ ہی جائیں گے۔ انہیں تو چائے کی زیادہ ہی طلب ہوتی ہے۔ خیر آ جائیں خیر سے تو۔ فانٹ بناؤں گی۔ دو مگ چائے سے لبالب بھرے۔ نمکین بسکٹ

مکمل ناول

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com
www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

ٹرے میں رکھ کر کمرے میں لے آئی۔

"اری لڑکی پانی پکا بھی تھا کہ کچے پانی میں پتی گھول کر لے آئی۔ اتنی جلدی تو پانی گرم بھی نہیں ہوا ہو گا۔" اماں بی بھی بھی اسے یوں مخاطب کرتیں جیسے وہ اناڑی ہو۔ کمتر ہو' پھوہڑ ہو۔

"اماں! یہاں لکڑی یا کوئلے یا مٹی کے تیل کا چولہا نہیں ہے۔ گیس ہے اللہ کے فضل سے منٹ بھر میں پانی پک جاتا ہے۔" وہ بھلا چپ رہنے والی کب تھی۔ ایک ہی ہتھیار اس کے پاس تھا۔ زبان۔

"پھر بھی "اچھا" پی کر دیکھتی ہوں۔ اگر پانی کچا' ہوا تو عظمٰی بندی۔ آج تیری خیر نہیں۔"

عظمٰی کو جیسے ہنسا لگا۔ کھانس کر بولی۔ "اماں بی کیا سزا دیں گی۔ قتل کر دیں گی؟"

"توبہ ہے۔ لڑکی کی زبان کے آگے خندق ہے۔ بے سمجھے فضول بولتی ہے۔ دیکھ فون کر۔ یہ اسد کہاں رہ گیا۔"

عظمٰی فون کرنے لگی۔ شکر ہے چائے پر تبصرہ نہ ہوا۔ اسد دوست کے پاس رک گیا تھا۔ وہاں سے چل پڑا تھا۔ چند منٹ بعد پہنچ گیا۔ عظمٰی اس کی چائے لینے چلی گئی۔

"اسد! میں تمہاری بے ترتیب زندگی سے بہت تنگ ہوں۔ آنے کا وقت نہ جانے کا۔ جب تک تم آ نہیں جاتے۔ میرا دل پکڑ دھکڑ کرتا رہتا ہے۔ آج کا طوفان اور تمہارا انتظار۔ بیٹا وقت کی قدر کرنا سیکھو' آخر اتنی دیر تک کیا کرتے ہو باہر۔ گھر کا راستہ کھو جاتا ہے یا تم۔"

"ایک سو ایک سوال کر دیے۔ کس کس کا جواب دوں۔ اچھا وہ چائے۔" عظمٰی چائے لے آئی۔ اماں بی نے پھر سوالات شروع کر دیے۔

"اللہ رکھے اب تم نوکری والے ہو گئے ہو۔ اب تو سنجیدہ ہو جاؤ۔"

"نوکری؟" وہ چلا اٹھا۔ "اماں آپ نے مجھے نوکر بنا دیا' ہائے یہ قدر ہے میری' اتنی اعلیٰ درجے کی میری جاب اور گھر میں میرے لیے نوکر کا خطاب ہائے ہائے میں کہاں چلا جاؤں۔" چائے ایک گھونٹ میں ختم کی۔ اماں بھی چڑ گئیں۔

"یہ ہائے وائے چھوڑو اور شادی کی تیاری کرو۔ کہہ دیا ہے میں نے۔"

"شادی۔ عظمٰی کی؟ کوئی رشتہ ہے کیا؟ میں بھی تلاش کر رہا تھا۔ چلو اچھا ہے خود ہی آ گیا۔"

"عظمٰی کی فکر مت کرو۔ میں تمہاری شادی کی بات کر رہی ہوں۔"

"میری' یعنی کہ میری شادی۔ ہا' ہا' اچھا لطیفہ ہے۔ عظمٰی ایک پیالی چائے اور۔"

عظمٰی فوراً جا کر چائے لے آئی۔ کچے پکے پانی کی پروا کیے بغیر۔ آخر اندر اس قدر اہم اور سنسنی خیز مذاکرات ہو رہے تھے۔ ان مذاکرات میں عظمٰی کا دخل نہ تھا۔ مگر لازم تھا سننا۔

"بس کہہ دیا ہے میں نے تیار ہو جاؤ اور تم خود کسی لطیفے سے کم ہو کیا؟ نماز پڑھنے جا رہی ہوں۔ واپس آ کر جواب لوں گی اور یہ جوتے۔ کیچڑ بھر کر اندر لے آئے۔ اسد کب سدھرو گے۔ لوگوں کے سامنے میری ناک کٹواؤ گے۔ غضب خدا کا اتنے بڑے بڑے جوتے سڑک کی ساری کیچڑ بھر کر میرے چمکتے فرش پر انڈیل دی۔ کیا پیدل مارچ کرتے دلدل سے گزر کر آئے ہو۔ اف خدا سمجھے۔"

"اماں خدا سب سمجھتا اور دیکھتا بھی ہے۔ آپ جائیں نماز کی تیاری کریں۔ جس میں آپ کو گھنٹہ لگ جاتا ہے۔ ہاں بھئی عظمٰی تیا! کھانے کی کیا خبر ہے۔ آج کون سی بد مزہ ڈش نئے نام سے ہمارے سامنے پیش کی جائے گی۔ لذت کام و دہن کی خاطر۔" وہ عظمٰی سے مخاطب ہوا۔

عظمٰی کھلکھلا کر ہنسی۔ "آج کی ڈش کا نام ہے۔ آلو گوشت۔ لوکی کا رائتہ اور شلجم کے کباب۔"

"سبحان اللہ۔ اماں بی! زندہ باد۔ ان کے ذہن رسا کی تعریف نہ کرنا زیادتی ہو گی۔ ماشاء اللہ آلو گوشت لوکی کا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

رائتہ اور شلجم کے کباب۔ وہ بھی ہماری عظمیٰ کے ہاتھ کے بنے ہوئے؟ کیا قدر مشترک ہے۔ ایمان سے طبیعت صاف ہوگئی۔"

اسد نے صوفے سے ٹیک لگالی۔ مایوس صورت۔

"اسی لیے اماں کو آپ کی شادی کا نادر روزگار خیال سوجھ گیا۔ آنے والی کھانا تو مزیدار بنائے گی۔ کچھ سیکھ کر ہی آئے گی۔"

"اور اگر۔ وہ بھی تمہاری شاگرد ہوئی۔ تو۔ چلو خیر میں کھانا جیسا ہو۔ کھالوں گا۔"

اماں بھی نماز پڑھ کر آگئیں۔ تو دونوں بہن بھائی کوٹی وی میں گم دیکھ کر خفا ہونے لگیں۔

"تم لوگ کبھی اللہ کا نام بھی لے لیا کرو۔ یہ شیطانی چرخہ تو جب چاہو۔ بٹن دبایا حاضر خدمت۔ عظمیٰ اٹھو جاکر نماز پڑھو۔ اس کے بعد کھانا لاؤ ورنہ تمہارا یہ آوارہ گرد بھائی چلا جائے گا اپنے دوستوں کی خدمت کرنے کمبختی مارے۔ سب کے سب انہی کے محتاج ہیں۔"

"ہائے" آہ" اف افسوس۔ اماں بی رحم۔ کہیں نہیں جارہا میں تسلی کرلیں۔ آپ کی خدمت میں ہی حاضر رہوں گا۔ دوستوں کو نہ کوسیں۔ بے چارے معصوم۔ ان کا کوئی قصور نہیں۔ میں ہی بدبخت گھر سے بھاگتا ہوں اچھا۔ آپ آئیں۔ باتیں کرتے ہیں مزے مزے کی۔ عظمیٰ جاؤ۔ اچھے بچوں کی طرح نماز پڑھو۔ پھر کھانا لاؤ۔ میں سب کھالوں گا۔ شلجم کا اچار۔ شلجم کے کوفتے۔ شلجم کے کباب۔ شلجم کی گلاب جامن۔ شلجم کا من سلویٰ اور شلجم کا قلفین۔ جا میری پیاری بہن۔ شاباش۔"

وہ بول رہا تھا اور عظمیٰ ہنسی سے بے تاب تھی۔ اماں بی ٹھوڑی پر شہادت کی انگلی رکھے اوئی اوئی کر رہی تھیں۔ ہر بار شلجم کی تکرار پر۔

"اوئی اوئی کا کیا مطلب ہے اماں بی۔ یہی سب تو کھلاتی ہیں آپ بہانے بہانے۔ کیلشیم کی ضرورت۔ سبزی کی افادیت۔ سونا من کے نام۔"

"بیٹا! ہر روز تو کوئی مرغا چرغا کھا نہیں سکتا۔ نہ بریانیاں ہی دم ہوسکتی ہیں۔ پھر کیا کھائے بندہ۔"

"ہاں! اسی لیے میں دوستوں کی آفر نہیں ٹھکراتا کہ کہیں نہ کہیں چکن مل ہی جاتا ہے۔"

"توبہ کرو۔ توبہ۔ شکر کرکے جو ملے کھالینا چاہیے۔ اللہ ناراض ہوتا ہے کہ میں تو رزق دے رہا ہوں۔ بندہ منہ بنا رہا ہے کہ یہ کھانا ہے۔ وہ نہیں کھانا۔"

"میں منہ نہیں بنا رہا۔ کہہ رہا ہوں۔ سب کچھ کھالوں گا۔ لوکی کا رائتہ۔ لوکی کی بھجیا۔ لوکی کے پکوڑے۔ مگر۔ کبھی کبھی مختلف ذائقے کو بھی دل چاہتا ہے۔ منہ کا مزا بدلنے کے لیے۔"

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے

بہنوں کے لیے خوب صورت ناولز

ساری بھول ہماری تھی	راحت جبیں	300/-
او بے پروا جن	راحت جبیں	300/-
ایک میں اور ایک تم	تنزیلہ ریاض	350/-
بوا آدمی	نسیم سحر قریشی	350/-
دیمک زدہ محبت	صائمہ اکرم چوہدری	300/-
کسی راستے کی تلاش میں	میمونہ خورشید علی	350/-
ہستی کا آہنگ	ثمرہ بخاری	300/-
دل موم کا دیا	سائرہ رضا	300/-
سارا اچھا دا چنبا	نفیسہ سعید	300/-
ستارہ شام	آمنہ ریاض	500/-
مصحف	نمرہ احمد	300/-
دست کوزہ گر	فوزیہ یاسمین	750/-
محبت من محرم	میمونہ امید	300/-

بذریعہ ڈاک منگوانے کے لیے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37, اردو بازار، کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"اسی لیے شادی کا کہہ رہی ہوں۔ زندگی کا مزا بدلے گا۔ گھر کا رنگ اور منہ کا مزا بھی۔۔۔ تم کچھ کہو تو۔"

اسد نے ہونٹوں پر انگلی رکھ لی۔ اب وہ گونگا بن گیا تھا۔ اماں بی نے مسکراہٹ چھپانے کے لیے گردن موڑ لی اور تسبیح گھمانے لگیں۔

عظمٰی جانے لگی باہر۔ اماں بی نے اشارے سے پوچھا کدھر؟

"لوکی کا حلوہ بنانے۔" وہ کھلکھلائی۔ ٹی وی کی آواز بہت ہلکی تھی۔ مگر تصویروں میں چمک زیادہ تھی۔ اماں بی کو وہ رنگ برنگی چمک بھی گوارہ نہ تھی۔ لہٰذا بند کر دیا۔

دو دن اسد نے گونگا بن کر گزار دیے۔ اشاروں کی زبان میں عظمٰی سے ہی باتیں کرتا رہتا۔ وہ کچھ سمجھے بغیر ہنسے جاتی۔

آخر تیسرے دن زبان کھولی۔ "اسے کسی کوکنگ سینٹر میں داخل کریں تاکہ کچھ ڈھنگ کا کھانا پکانا آجائے۔ ورنہ کل کو سسرال جا کر آپ کو ہی بدنام کرے گی کہ ماں نے کچھ سکھایا نہیں۔ کم از کم نوڈلز ہی ابالنا سیکھ لے۔"

"بھائی۔ نوڈلز ابالنا تو مشکل نہیں۔ مجھے آتا ہے۔" وہ احتجاجاً چلائی۔ "نوڈلز ابال لیتی ہوں میں۔"

"ہاں۔ مگر گلانا بھول جاتی ہو۔ کچا میدہ۔ میرے معدے کو تباہ کر سکتا ہے۔ اف میرا پیٹ۔"

"اماں بی بس بہت اب آپ فوراً بھائی کی شادی کریں۔ میرا بنایا ہوا تو انہیں کچھ پسند نہیں آتا۔"

"میں تو تمہاری ہمدردی میں کہہ رہا ہوں۔ کل جب سسرال جاؤ گی۔ طعنے تمہیں سننے پڑیں گے۔"

عظمٰی پیر پٹختی باہر نکل گئی۔ احتجاجاً اس نے ناشتہ بنایا۔ نہ کھانا۔ اسد آفس سے آکر کمرے میں گھس گیا۔ رات کو بن ٹھن کر باہر نکلا اور دوست کے گھر محفل موسیقی میں شریک ہونے کا کہہ کر چلا گیا۔

"صبح وہیں سے آفس چلا جاؤں گا۔ پھر رات میں کھانا کھا کر آؤں گا۔" جاتے جاتے اس نے کہا۔

اس کے جانے کے بعد عظمٰی کی شامت آگئی۔ اماں نے خوب اسے ڈانٹا پھٹکارا کہ اس کی فضول احمقانہ حرکت کی وجہ سے ان کا بچہ بھوکا پیاسا پھر رہا ہے۔ آفس کی محنت الگ۔

"لو جی۔ بھائی اور بھوکے؟ ناشتہ آفس میں اور کھانا ہوٹل زندہ باد۔ ان کے تو مزے ہو گئے۔ جو چاہتے تھے۔ میں بے چاری تو گیہوں کے ساتھ پسنے والا کیڑا ہوں۔ کل سے بھوکی بیٹھی ہوں۔"

اماں بی نے تو فریج سے نکال کر گرم کرکے کچھ نہ کچھ کھا لیا تھا مگر عظمٰی پر ضد سوار تھی۔ نہ پکایا۔ نہ کھایا۔ یہ الگ بات کہ وہ ڈبے بسکٹ کے اور نمکو کے پیکٹ چھپا کر اپنے کمرے میں لے گئی۔ ان ہی سے گزارا ہو رہا تھا بے چاری کا۔ اماں بی کو اس پر ترس آ گیا۔ ہائے بے چاری بچی دن بھر محنت کرتی ہے اور نخرے باز بھائی کو کچھ پسند نہیں آتا۔ گھر میں کوئی نوکر تک نہیں کہ مدد کروائے۔

☼ ☼ ☼

نانی نے تیسری بار ثوبیہ کو پکارا۔ وہ ٹس سے مس نہ ہوئی تو تکیہ دے مارا پھر بھی کچھ شنوائی نہیں ہوئی تو ہاتھ بڑھا کر جھنجھوڑا۔

"بچی اٹھ جا۔ مجھ بوڑھی پر ترس کھا لے۔ میری ہڈیوں میں دم نہیں رہا کہ خود کچھ ناشتہ بنا لوں۔ کب سے جگا رہی ہوں۔ نو بج گئے۔ پانچ بجے سے ناشتے کا انتظار کر کر کے آنتیں بھی سوکھ گئی ہیں۔"

ثوبیہ نے انگڑائی کے لیے ہاتھ اونچے کیے۔ پھر نیچے کر لیے۔ نانی کے فرمودات (جوان بچیوں کو انگڑائی نہیں لینی چاہیے۔ شرم و حیا کے خلاف ہے) نشیلی آنکھوں سے نانی کو دیکھا۔

"کب بوڑھی ہوئیں آپ؟ رات تک تو بھلی چنگی۔ ہٹی کٹی، چاق چوبند ساٹھی پاٹھی تھیں۔"

"مذاق نہ کر۔ اٹھ جا میری جان ملی۔ کب سے جگا رہی ہوں۔ پہلے فجر کے لیے جگایا۔ نہیں اٹھی۔ صبح

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

چائے کے لیے پکارا نہیں جاتی۔ اب کیا بھوکا مارنے کا ارادہ ہے۔ بڑے بنے۔ کہاں چلی جاؤں۔ کس سے کہوں۔ کوئی میرے بڑھاپے کی لاج رکھ لے۔"

ثوبیہ ہڑبڑا کر اٹھی۔ "بس کریں نانی یہ فریاد ماسیوں لوگوں کے لیے رہنے دیں۔ میں جو ہوں۔ آپ کا پیٹ بھلا سننے کے لیے سلاتی ہوں بھرپور ناشتہ۔"

"یہ بھرپور ناشتہ کیا ہوتا ہے؟"

"جو رات۔ بلکہ صبح فجر کے بعد سے نو بجے تک کی بھوکی آنتوں کی داد رسی کر سکے۔"

چھلانگ لگا کر پلنگ کے اوپر سے نیچے کودی اور کسی چھلاوے کی مانند کمرے سے باہر۔ نانی کی چیخ سی نہیں جوانی کی ننھی وجود کی خیر مناتے ہوئے بے ساختہ ہی چیخ اٹھی تھیں۔

"لونڈا بیگ! کوئی لڑکیوں والی نزاکت نہیں۔ منہ ہاتھ دھوئے بغیر باسی ہاتھوں سے ناشتہ بنائے گی۔"

جتنی دیر بڑبڑائیں۔ اتنی دیر میں ناشتہ تیار تھا۔ وہ بغور معائنہ کرنے لگیں۔ اس میں تو شک نہیں۔ جیسی وہ چھلاوا تھی۔ ویسا ہی ہر کام تیز رفتاری سے کرتی بچت اسکیم پر بھی عمل کرتی۔ گرم نان شامی کباب کیچپ کے ساتھ بن میں رکھ کر برگر بنا لائی تھی۔ گرم گرم چائے۔

"اتنی جلدی کیسے بنا لیے۔ ثوبیہ۔ تو مجھے حیران کر دیتی ہے اور یہ کباب کون سے ہیں۔ کہاں سے آئے؟"

"حیران نہ ہوں۔ کباب میں نے بنائے ہیں۔ بذات خود' بدست خود یقین کریں' اخوہ بھئی کل آپ کے لیے جو کھچڑی بنائی تھی' اس کی بوٹیاں پر سوں کی چنے کی دال خشک کر کے —— ملا کر پیس لیں۔ انڈے میں مطلب انڈا پھینٹ کر اس میں کباب ڈبو کر تل لیے۔ مکھن کے ساتھ کیچپ اور کباب۔ بن موجود۔ برگر تیار' کیسے لگے" پر امید نظروں سے نانی کو دیکھا۔

"ہوں' ہوں اچھے ہیں۔ میری کار گزار بیٹی ہے شاباش۔"

"نانی۔ دعا بھی تو دیں کہ نصیب اچھا ہو۔ سسرال قدردان ہو۔"

"ثوبیہ۔" انہوں نے تنبیہا" کہا" پل میں گڑ اور مٹی ایک کر دیتی ہے۔ لڑکی ذات ایسی بے دھڑک؟ شرم نہیں آتی۔ دل سے دعائیں نکلتی ہیں کہ نصیب اچھا ہو تیرا۔"

"اور۔۔۔ یہ بھی کہ وہ دھوں نہائے پوتوں پھلے۔ دولہا خوب صورت ہو بڑی بڑی آنکھوں والے کالے گھنے بالوں والا۔ نہ بہت گورا' نہ بہت کالا' میرے اوپر ۔۔۔ عاشق ہو جائے۔"

نانی نے سرہانے رکھی چھڑی اٹھائی اور اس کی پیٹھ پر جمائی۔ اچھل پڑی "کیا کر دیا اب؟"

"بے حیا۔۔۔ مجھے ہی بدنام کرے گی۔ لوگ الاہنا دیں گے کہ لاڈوں میں لڑکی خراب کر دی۔ حیا شرم نہیں سکھائی۔ ایسی باتیں کون سکھاتا ہے بھلا۔ کہاں سے لا کر تھوڑی شرم اسے دے دوں۔"

"لو سکھانے سے بھلا۔۔۔ کیا آتا ہے۔ یہ تو دل کی آواز ہے نانی۔ بے حیائی کہاں سے آ گئی؟"

"اچھا اچھا۔ اب ہر کسی کے سامنے یہ ذکر نہ کرنا۔ مرد کی شکل کون دیکھتا ہے۔ بس کماؤ ہو۔"

"ہمیں تو ساری عمر شکل دیکھنا ہے۔ بدصورت ہوا تو کمائی جائے بھاڑ میں۔"

بڑبڑاتی کڑکڑاتی باہر نکل گئی چائے کے برتن لے کر' نانی سر تھام کر رہ گئیں۔ اللہ میری عزت رکھنا۔ یہ لڑکی مجھے کہیں کا نہ چھوڑے گی۔ جانے کیسے لوگوں سے واسطہ پڑے گا۔ کل کو۔۔۔ اپنی حرکتوں کی وجہ سے کہیں واپس لوھر ہی نہ آ جائے۔ کون برداشت کرے گا اس کی حرکتیں۔ پریشانی سے ان کے سر میں درد ہو گیا۔

ثوبیہ نڈر تھی۔ بے دھڑک۔ ڈر کا لفظ اس کی لغت میں نہ تھا۔ مقابلہ کرنا۔ لڑنا۔ زبان چلانا اس کی عادت تھی۔ منہ زور اور بے باک۔ بچپن میں ماں سے محروم ہو گئی۔ باپ نے دوسری شادی کر لی۔ ثوبیہ کی دیکھ بھال کے لیے۔ (یہ باپ کی محبت کی انتہا تھی) اس دوسری

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ماں نے ثوبیہ کو سنبھالا اپنی تمام عادتیں بھی اس کے نا پختہ ذہن میں انڈیل دیں۔ وہ جس طرح اپنی نندوں سے لڑتی۔ انہیں دھتکارتی۔ ثوبیہ کھیل کھیل میں خوب نقل کرتی ماں ہنس ہنس کر بے حال ہو جاتی۔ وہ تو مردوں سے بھی زبان چلاتی۔ بلکہ ہاتھا پائی کو بھی برا نہ سمجھتی۔ ایک بار تو اس نے اپنے نندوئی کو ڈنڈا مار کر زخمی بھی کر دیا۔ کہا کہ یہ بد نظرا ہے۔ عورتوں پہ ڈورے ڈالتا ہے۔ اور اس کا گھر میں داخلہ بند۔

ثوبیہ نے یہی دیکھا یہی سیکھا۔ ثوبیہ کے چھوٹے بھائی بہن بھی ماں سے تربیت لے رہے تھے۔ پھر اس کے ابا نے ثوبیہ کو اس کی نانی کے پاس تربیت کے لیے بھیج دیا۔ کہا تو یہ کہ آپ کی خدمت کرے گی۔ مگر وہ اس سے ڈر گئے تھے۔ نانی نے دیکھا۔

جنگلی مور، تمیز نہ تہذیب۔ بے محابا کھاتی۔ ہر وقت کچھ نہ کچھ کھاتی۔ بات یوں کرتی جیسے لٹھ مار رہی ہو۔ خوب صحت مند گوری چٹی موٹی تازی۔ ہر آئے گئے کو اپنی سبز آنکھوں سے گھورا کرتی۔

تین سال میں نانی نے ڈانٹ ڈپٹ کر پیار محبت سے مار پیٹ کر سمجھا بجھا کر کچھ نہ کچھ انسان بنانے کی کوشش کی۔ قرآن شریف پڑھایا۔ نماز سکھائی۔ پکانے کا اسے خود بھی شوق تھا (کھانے کا بھی) ماں سے نہیں سیکھا تھا۔ پہلے پہلے نانی کے پڑوسیوں میں لڑکوں سے دوستی کی۔ کرکٹ، گلی ڈنڈا، کھیلتی۔ گالی گلوچ کو برا نہ سمجھتی۔ پھر۔۔۔ لڑکیوں سے بھی ربط اور رسم بڑھی۔ اب تو بہت انسانیت کے جون میں تھی۔ نانی چاہتی تھیں کسی طرح انسان بن جائے اور انسان وہ بن گئی تھی۔

ٹی وی کے کوکنگ شو سے مختلف ملکوں کے کھانے بھی سیکھ لیے تھے اور جب نانی نے کہا۔

"کیک بنانا آ ہی گیا ہے۔ تو کبھی بنا کر کھلاؤ بھی۔"

"کیک اوون میں بنتا ہے۔ وہ ہمارے ہاں نہیں ہے اوون منگوا لیں روز بنایا کروں گی۔"

"لو میرے پاس اتنے پیسے بچتے ہی کب ہیں۔ کمیٹی ڈال لوں گی۔ اگلے سال اوون آجائے گا۔"

سارے جہان میں لوڑ لوڑ پھرا کرتی تھی۔ ایک دن خبر لائی۔ پچھلی گلی میں جو خان صاحب ہیں۔ وہ اپنا پرانا سامان فروخت کر رہے ہیں۔ اوون بھی چوتھائی قیمت پہ مل رہا ہے۔ مگر۔۔۔ اتنے پیسے بھی نہیں۔

"نانی۔ ماموں لوگ آپ کو اتنے کم پیسے کیوں دیتے ہیں۔ خود تو عیش کر رہے ہیں۔ آپ نے بھی ان پر لاکھوں لٹا دیے اور ہاں ان سے کہیے لو اسی آئی ہے اس کا خرچہ بھی بھیجیں۔"

نانی ہنس دیں۔ سچ تو ہے۔ تین بیٹوں پر لاکھوں کروڑوں نہیں۔ سب کچھ لٹا دیا۔ جسم و جاں کی ساری طاقت خرچ کر دی۔ جب کسی قابل ہو گئے۔ شادیاں کر کے ایک کینیڈا ایک سعودی عرب چلا گیا۔

تیسرے نے شادی نہیں کی۔ مگر کبھی امریکہ، کبھی انگلینڈ، کبھی جاپان اور اب تو پاکستان میں ہی تھا۔ مگر گھر کا راستہ بھول چکا تھا۔ پتا نہیں اولاد کی یادداشت اتنی کمزور کیوں ہوتی ہے۔ ماں باپ یاد رہتے ہیں نہ گھر، نہ گھر کا وہ سکون۔ جو ماں باپ ان کے لیے مہیا کرتے ہیں۔ اور نانی کا تو یہ حال تھا کہ اک دل کے ٹکڑے ہزار ہوئے۔ کوئی یہاں گرا کوئی وہاں گرا۔ سب کہتے ہیں کہ یہ بھی غنیمت جانو کہ ماں کے لیے اپنی کمائی سے رقم تو بھیج رہے ہیں، ورنہ وہ بیٹھی تھیں کس کے سامنے ہاتھ پھیلاتی۔

چھوٹا بیٹا اکثر فون کرتا۔ نانی تو فون پر بات کرتے ہوئے روتی رہتیں۔ ثوبیہ ان کے درد کی ترجمانی اپنے بے دھڑک انداز میں کرتی۔ اس نے ہی ماموں سے اپنے لیے خرچ بڑھنے کے دکھڑے رو کر رقم بڑھانے کا تقاضا کیا۔

ماموں نے فوراً" اس کے لیے منی آرڈر بھیجا۔ وہ مزدور کے سر پر اوون رکھ کر لے آئی۔ اسی مزدور سے اوون فٹ کروا لیا۔ بلکہ اسی سے کچن خوب رگڑوا کر دھلوا لیا۔ سلیب بھی چمکوا لیا۔ اور مزدوری میں پرانا چولہا اس کے حوالے کر دیا۔

نانی حق دق اس کی کارروائی دیکھتی رہیں۔ جو چاہتی کر لیتی۔ نڈر اتنی کہ رات میں کسی چیز کی ضرورت

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

ہوتی۔ ایک ڈنڈا لے کر گلی کے نکڑ سے سودا لے آتی نانی کے منع کرنے پر ڈنڈا زور سے زمین پر مارتی۔

"کوئی ٹیڑھی آنکھ سے دیکھے تو آنکھیں نکال دوں گی۔ کمر پر ڈنڈا رسید کروں گی تو لمبا ہو جائے گا۔"

راستہ چلتے ہوئے ڈنڈے کو لہراتی چلتی تھی۔ رات میں اچانک اٹھ کر بیٹھ کمرے سے کس کر ڈنڈا پکڑ کر باہر جانے لگتی۔ نانی پوچھتیں "کہاں چلی۔"

"نانی! صحن میں کوئی چور ہے۔ خبر لیتی ہوں جا کر۔" نانی خفا ہوتیں۔

"کوئی چور نہیں ہے۔ کالا موٹا بلا ہے۔ دیوار سے کودتا ہے۔ روز آتا ہے کھانے کی تلاش میں۔" لیکن اسے کسی چور کو ڈنڈا مار کر فرش چٹانے کا بہت شوق تھا۔

☼ ☼ ☼

کھڑکی کے شیشوں سے سورج کی کرنوں نے اندر جھانکا۔ روشنی تیز ہو گئی۔ کمرہ یک دم جگمگا گیا۔ اسد نے مڑ کر کھڑکی کی جانب دیکھا۔ سورج پوری توانائی کے ساتھ تابندگی پھیلا رہا تھا۔ کلمہ پڑھ کر انگڑائی لیتا اٹھا۔ چھٹی کا دن۔ کئی دن سے گھر میں خاصا سکون تھا۔ عظمیٰ کے ساتھ لڑائی ہوئی نہ اماں بی سے بحث۔

چھٹی کے دن ناشتہ خوب تگڑا ہوتا تھا۔ یہ اماں بی کی مہربانی تھی۔ تیار ہو کر کھانے کے کمرے میں آیا۔

حسب توقع زبردست قسم کا ناشتہ میز پر رکھا تھا۔ عظمیٰ ابھی کچن میں تھی۔ اماں خراماں خراماں ناشتے کے لیے آ رہی تھیں۔ اسد نے سلام کیا اور اپنی کرسی پر ڈٹ گیا۔ سرخ سرخ پنیر آملیٹ۔ سنکے ہوئے توس اور زندہ باد پراٹھا۔ خوب صورت سی ٹی کوزی کے اندر چھپی کی چائے دانی میں خوشبودار گرم چائے۔ کچن سے خوشبوئیں آ رہی تھیں۔ ابھی وہ زندہ باد پراٹھے آملیٹ سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ عظمیٰ بیسن کا حلوہ لے کر آ گئی۔

"آہا۔ آج یہ عظیم الشان دعوتی ناشتہ۔ کس سلسلے کی کڑی ہے۔ یہ مہکتا ہوا حلوہ۔ زندہ باد پراٹھا۔"

"پیٹ بھر لیا جائے تو پٹاری کھولی جائے گی۔" عظمیٰ پراسرار لہجہ اختیار کر چکی تھی۔

اسد نے مزے سے ناشتہ کیا۔ کئی دن کے بعد بہت لطف آیا۔ پھر کرسی پر پڑے تولیے سے ہاتھ صاف کیے۔ منہ رگڑا اور مڑ کر اماں بی کی جانب رخ کیا۔ "جی تو پھر اماں بی پٹاری کھولی جائے۔" انداز فاخرانہ اور شاہانہ تھے۔ گویا کہہ رہا ہو۔ کہو فریادی۔ ہم ہمہ تن گوش ہیں۔

اماں بی نے اس سے بھی زیادہ شاہانہ انداز اختیار کیا۔ آخراں تمہیں دو دن کی چھٹی لے لو۔ کل ہمیں شاہ آباد جانا ہے۔ تم اور میں۔"

"شاہ آباد؟ کیوں؟ وہاں کون ہے؟" کہتے کہتے یاد آیا۔ خالہ اماں۔

"میری بہن۔ بھول گئے؟ ہاں' رشتے دار کب یاد رہتے ہیں تمہیں۔ ابھی تمہارے کسی دوست کے نانا دادا کا نام لیا ہوتا۔ فوراً اچک کر کھڑے ہو جاتے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے کہ جی حاضر سائیں۔ خیر میں آپا سے ملنے جا رہی ہوں۔ ثوبیہ کو بھی دیکھ لوں گی۔" حتمی اشارہ۔

"کیا؟ ثوبیہ؟ وہ؟ سوکھی پھسلو۔ اماں بی اس میں دیکھنے والی کیا بات ہے۔ ہر طرف سے نظر آتی ہے۔ بلکہ نظر آتی ہی رہتی ہے۔ لاکھ آنکھیں چرا لو۔ پھر بھی۔"

"چپ ۔۔۔ تم نے جب دیکھا تھا وہ بچہ تھی۔ تیرہ چودہ سال کی۔"

"اماں بی۔ تیرہ چودہ سال کا پہلوان بچہ بھی پہلوان ہوتا ہے۔ باپ جیسا۔"

"ارے۔ وہ تو ماں کے مرنے کے بعد بے چاری کو کوئی دیکھنے والا نہ تھا تو شتر بے مہار سی ہوئی تھی۔ اب تو تین سال سے آپا کے پاس ہے۔ سب کچھ سکھا دیا ہے اسے انہوں نے۔ بس یہی دیکھنا ہے۔ سلیقہ۔ طور طریقہ' مزاج۔" اماں بی پہیلی بجھوا رہی تھیں۔

"ہاں اماں بی۔ ابھی لگے تو بات طے کر ہی آئیں۔" عظمیٰ نے پہیلی کی گرہ کھولی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"کیا؟" اسد کرسی سے اچھلا۔ "یہ طور طریقہ مزاج بات طے کیا منصوبہ بندی ہے کس لیے؟"

"تمہارے لیے۔" اماں بی نے پٹاری کھولی۔

"اماں بی۔" وہ درد بھرے انداز میں مخاطب ہوا "(فریادی) وہ بے ڈھنگی زبان دراز جنگلی لڑکی۔۔۔ برے نصیب پھوٹے۔ کیا میں اتنا گیا گزرا ہوں؟" کراہنے لگا۔

"افوہ۔ پاگل نہیں ہوں کہ خوامخواہ تمہیں مصیبت میں ڈالوں' دیکھ کر پرکھ کر فیصلہ کروں گی۔"

"رحم' رحم میرے آقا۔ وہ پھوہڑ۔ بد اخلاق۔ کھاؤ پیر۔ بکر بکر مولی گاجر چبائے جاتی تھی۔ کس کو پسند آ سکتی ہے۔ آنکھیں دیکھی ہیں۔ اف میرے اللہ۔ طوطے کی آنکھ جیسی۔ رنگ بدلتی ہوئی۔"

"چپ رہو اور چلنے کی تیاری کرو۔" فریادی کی ایک نہ سنی گئی۔

"عظمیٰ کو بھی لے چلیں۔" تابعداری بدرجہ مجبوری۔ شاید عظمیٰ کو وہ شاہکار پسند نہ آئے۔

"کوئی ضرورت نہیں قافلہ لے کر جانے کی۔" حکم حاکم مرگ مناجات چھٹی ضائع ہو گئی۔ جلتے بھنتے رہنا تعاون بھرا۔

"اسے بھی بھابھی پسند کرنے کا حق ہے۔" (شاید کہ۔۔۔ اسے پسند نہ آئے پھر۔۔۔)

☼ ☼ ☼

افوہ۔ موٹی بد زبان۔ ننگے پاؤں بھدر بھدر ادھر سے ادھر دوڑتی پھرتی۔ جیسے پیروں میں پہیے لگے ہوں۔ کون پسند کر سکتا ہے؟ اماں بی کا فرمان۔ وہ تابعدار۔ اگلے دن ہی شاہ آباد کے اس بڑے گیٹ کے سامنے کھڑا بیل بجا رہا تھا۔ اماں بی ٹیکسی سے اتر کر ڈرائیور سے نبٹ رہی تھیں کہ ٹیکسی کو طیارہ بنا کر لایا تھا۔ اندر گھنٹی کے ساتھ بد تمیزی آواز (حسب توقع)

"کون ہے۔ بے قرار روح بے صبر سا۔ نام بتاؤ۔" اس نے بیل پر انگلی جما دی اور چلایا۔

"دروازہ کھولو ای بد تمیز۔" دانت پیسے تھے۔

"کوئی یاسی یہاں نہیں ہے۔ اگلا در کھٹکھٹاؤ۔" اندر سے کٹکھنی سی آواز نکلی۔

"اندر بیگم صاحب سے کہو مہمان آئے ہیں۔"

"بڑے آئے کہیں کے مہمان۔ دیکھیں جی ہمارے ہاں لاہور سے مہمان آنے والے ہیں رشتے دار۔ اس لیے ہم کسی سے نہیں ملیں گے۔ آپ۔۔۔ کل آ جانا۔ ہم رشتے داروں کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"ہم بھی رشتے دار ہیں لاہور سے آئے ہیں۔"

کھٹاک سے دروازہ کھلا۔ لو رے یہ کیا جیسے روشنی کا فوارہ ابل پڑا ہو۔ چمکتا چاند چہرہ۔ بھورے بالوں کے ہالے میں روشن چراغ آنکھیں سبز رنگ بدلتی آنکھوں کی جگمگاتی لو۔

"کیا بد تمیزی ہے۔ کل آ جانا بل لے کر۔ آج ہمیں بہت کام ہے۔"

"ہٹو۔ اندر آنا ہے۔"

"ارے واہ۔ کہا ہے نا کہ کل آ جانا۔ کون ہو کہاں سے آئے ہو۔ شناخت بھی ہے کوئی۔ ہم آج کسی ایرے غیرے نتھو خیرے سے نہیں مل سکتے۔"

"ہم بھی لاہور سے آئے ہیں۔ رشتے دار۔"

"ہیں؟ چھوٹے کہاں ہیں چھوٹی بلی۔ انڈا دیکھ رہے ہو۔ سر پھاڑ دوں گی اندر نہیں آنے دوں گی۔"

اماں بی ابھی پہلی سیڑھی پر تھیں۔ دیوار کا سہارا لے کر اوپر آ رہی تھیں۔ اس نے کچھوے کے جیسے گردن باہر نکالی۔ پھر چھلانگ لگا کر نیچے کود گئی۔ اماں بی کا ہاتھ پکڑ کر اندر اوپر لانے لگی۔ اوپر آ کر غصے سے اسد کو گھورا۔

اماں بی دعاؤں کی تفصیل بیان کر رہی تھیں۔ آخر اندر آنے کا اذن ملا۔ حسب توقع خالہ اماں اور اماں بی آنسوؤں کے تبادلے کے ساتھ گلے مل رہی تھیں۔ سلام دعا پیار۔ وہ تینوں کمرے میں بیٹھ گئے۔

چند منٹ بعد وہ چھلاوہ صفت لڑکی ٹرے میں چائے لے آئی۔ کیک فروٹ چاٹ۔ دہی بھلے۔ واہ۔ وہ تو بقول شخصے ٹوٹ پڑا۔ بھوک کا بہانہ بھی تھا۔ چائے کے بعد "تم آرام کر لو" کا اشارہ پاتے ہی وہ دیوان پر ہی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

لیٹ گیا۔ وہ آئی اور کس پھرتی سے اس نے چائے کے برتن سمیٹے اور یہ جا وہ جا۔ پھر آئی، پھر گئی۔ طوفان میل ادھر سے ادھر چمکتی چمکاتی نہ جانے کیا کام کر رہی تھی۔ یقیناً "پیروں میں پہیے فٹ تھے۔

"خالہ اماں! کیا آپ کے گھر میں رشتے داروں کے علاوہ لوگوں کا داخلہ بند ہے۔"

"نہیں تو۔۔۔ میرے تو سب پڑوسی میرا خیال کرتے ہیں۔ آنا جانا لگا رہتا ہے سب کا۔ ورنہ میں یہاں اکیلی کیسے رہتی۔"

"لیکن آپ کی ماسی نے تو دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا تھا کہا کہ ہمیں ایرے غیرے نتھو خیروں سے آج نہیں ملنا۔ رشتے دار آنے والے ہیں۔"

"ارے بس۔ اس کے دماغ میں فتور ہے۔ میں جو بات کہہ دوں ایک بار۔ وہ اس کے لیے پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔" خالہ ہنس کر کہنے لگیں۔ "میں نے ہی کہا تھا کہ آج کسی کے لیے دروازہ نہ کھولنا۔ اصل میں بچوں والیاں آجاتی ہیں۔ گھر میں شور ہنگامہ ہو جاتا ہے میں نے سوچا نفیسہ آنے والی ہے۔ دوسروں سے بچنے کا یہی طریقہ ہے۔" خالہ بتا رہی تھیں۔ اماں بی بھی سن رہی تھیں۔ (ماسی پر غور نہیں کیا)

"تو میں کیا بچے والی لگتا ہوں؟" وہ برا مان گیا۔

"ارے اب کیا بتاؤں۔ جو دماغ میں سما جائے وہی کرتی ہے۔ اب تو بہت سنبھل گئی ہے۔ پہلے والی نہیں رہی۔ ارے اس کے باپ نے تو ایک لکڑی کا کندا میرے حوالے کیا تھا۔ اسے میں نے چھیل چھال کر کاٹ پیٹ کر سمجھ لو ایسا کر دیا کہ چار بندوں کے بیچ میں بیٹھے تو بندی لگے۔ بندر نہیں۔"

اسے ہنسی آگئی۔ پھر دونوں بہنیں نہ جانے کن کن رشتے داروں کا ذکر کرنے لگیں۔ وہ کچھ دیر بعد اٹھ کر باہر نکلا۔ صحن میں تو سیلاب آیا ہوا تھا۔ کمر سے دوپٹہ باندھے پائنچے چڑھائے پائپ کی موٹی پانی کی دھار اور ہاتھ میں جھاڑو لیے۔ سیلاب کو ادھر سے ادھر کر رہی تھی۔ ساتھ ہی گنگنا رہی تھی بلکہ باقاعدہ گا رہی تھی۔

ڈھونڈو گے ہمیں ملکوں ملکوں۔

ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم۔

عابدہ پروین نہ ہو تو۔ گلابی پیروں پر پانی پڑتا۔ اور آس پاس بلبلے بنتے پھوٹتے۔

ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم۔۔۔ "اسد نے کھنکار کر اپنی آمد کا اعلان کیا۔ وہ چونکی۔۔۔ پائپ پھینک جلدی سے دوپٹہ کھول کر وجود کو ڈھانپ لیا۔ پائنچے نیچے کیے۔

"میں ذرا باہر جانا چاہ رہا تھا۔ یہ فرش میرے جوتوں سے پھر گندا ہو جائے گا۔ اس لیے۔۔۔"

اسے جواب میں کہنا چاہیے تھا۔ "آپ چلے جائیں میں فرش دھو رہی ہوں۔ صاف ہو جائے گا۔" مگر نہ جی۔

اس نے کہا۔ "چین نہیں ہے آپ کو۔ ذرا ٹھہر کر چلے جاتے۔ آئے کھایا پیا اور سیر کی سوجھی۔ واہ جی۔"

اسے غصہ آگیا۔ "چین تمہیں بھی نہیں ہے۔ فرش صاف ستھرا تھا۔ کیا ضرورت تھی پانی ضائع کرنے کی۔"

وہ جواباً" تلملائی۔ "اچھا جی گھر میرا ہے کہ آپ کا۔ روز دھوتی ہوں اس لیے صاف رہتا ہے۔"

"میں سوچ رہا تھا۔ تم سے پانی مانگ کر پی لوں۔ تم دو گی۔ یا خود تلاش کروں۔"

"ذرا صبر کریں۔ بجلی چلی گئی ہے۔ پانی ٹھنڈا نہیں ہے۔" کڑا سا جواب شاید ایسا ہی ہوتا ہو۔

"تم برف نہیں جماتیں۔"

"جماتی ہوں۔ اہم ضرورت۔ یعنی آڑے وقتوں کے لیے بچا کر رکھتی ہوں۔" عجیب منطق تھی۔

"آڑے وقتوں سے کیا مراد ہے؟"

"سوری۔ وہ اصل میں کسی خاص مہمان کے لیے جو اچانک آجائے اور شربت پلانا پڑے تو۔"

"عجیب ہو۔ میں خود ہی تلاش کرتا ہوں۔" اس نے قدم بڑھائے۔ "کچن میں پانی ملے گا؟"

"صبر کریں۔ سلا دیتی ہوں۔ کچن میں مردوں کا داخلہ بند ہے۔ گڑبڑ کر دیتے ہیں۔"

"یہاں کون مرد ہے جو کچن گڑبڑ کرتا ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"ماموں۔ انسرماموں آتے ہیں تو۔۔۔ کبھی چائے بنا رہے ہیں تو کبھی کچھ کبھی کچھ۔ سب کچھ گڑبڑ کردیتے ہیں۔ اس لیے۔۔۔ میں نے داخلہ بند کیا ہوا ہے۔"

اندر جا کر پانی لے آئی۔ اسد پانی پی کر گھر سے باہر آ گیا۔ شاہ آباد چھوٹا سا قصبہ تھا۔ صاف ستھری سڑکیں اور پوپلار کے درختوں کی قطاریں۔ شام ہو گئی تھی۔ ہوا ٹھنڈی تھی۔ خوشگوار موسم تھا۔ چہل قدمی میں لطف آ رہا تھا۔ چند اور لوگ بھی جوگنگ کے لیے نکلے ہوئے تھے۔ ایک دو اسٹور بھی تھے قریب میں۔

اسٹور سے عظمیٰ کے لیے چھوٹی چھوٹی چیزیں خریدیں اور واپسی کے لیے مڑ گیا۔ ڈوبتے سورج کی سرخی آسمان سے زمین تک برس رہی تھی۔ فضا میں پھولوں کی مہک سی تھی اور سرخی نے ہر چیز کو رنگین بنا دیا تھا۔ آسمان پر اکا دکا بادلوں کے ٹکڑے تیرتے پھر رہے تھے وہ بھی گلابی ہو گئے۔ طبیعت میں چونچال سی پیدا ہو گئی۔ عظمیٰ بھی آجاتی۔ خوش ہوتی۔

گھر آگیا۔ گیٹ بند تھا۔ بیل بجائی۔ اندر سے آواز آئی "کون ہے؟"

"مہمان۔" اس نے جواب دیا اور مسکرایا۔

"مہمان تو ہمارے گھر پہلے سے آئے ہوئے ہیں۔ اپنا نام بتاؤ۔"

"اُفوہ۔ کیا ہر بار شناختی پریڈ کروانی پڑے گی۔ میں ہوں اسد۔" دروازہ کھٹ سے کھلا۔

"شناخت تو ضروری ہے۔ سب کو پتا ہے یہاں کوئی مرد نہیں ہے۔ کوئی بھی چور مہمان کے روپ میں آ سکتا ہے۔"

اسد منہ بناتا اندر آیا۔ وہ کچن میں جا گھسی۔ اماں بی ہنس رہی تھیں۔ اسد نے دیوان پر لیٹتے ہوئے کہا۔

"اماں بی! لگتا ہے خالہ اماں نے لطیفہ سنایا ہے۔"

خالہ بھی ہنس پڑیں۔ "سنو ذرا اپنے بیٹے کی باتیں۔ لطیفے سنانے کی عمر ہے میری۔"

اماں بی نے پر شوق لہجے میں کہا۔ "اچھا پھر اور بھی تو رشتہ آیا ہوگا۔ اتنی خوب صورت ہے۔"

"آتے ہیں۔ اس کو کب پسند آتے ہیں۔ صاف جواب دے دیتی ہے۔ ایک لڑکے کی تصویر تھی۔ اچھا خاندان تھا۔ عمر ذرا زیادہ تھی۔ دیکھ کر بولی۔ منہ نہ متھا جن پہاڑوں لتھا۔ پل میں بے چارے کو جن بنا دیا۔ ایک دفعہ ایک خاتون آئیں بیٹے کو بھی ساتھ لے آئیں۔ ان سے پوچھنے لگی۔ آپ کے گھر میں کتنے کمرے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ "تین کمرے ہیں۔ ایک میں بڑا بیٹا بہو۔ ایک میں ہم میاں بیوی۔ تیسرا اس چھوٹے بیٹے کا ہے۔" تو کہنے لگی۔ پھر نانی کہاں رہیں گی۔ انہوں نے کہا کون؟ بولی یہ نانی کیا میں انہیں اکیلی چھوڑ دوں۔ جہاں میں جاؤں گی وہیں یہ بھی رہیں گی۔ لو وہ تو اٹھ۔ یہ جا وہ جا۔ ان کے جانے کے بعد میں نے لکڑی سے اس کی ٹھکائی کی۔ بھلا بتاؤ۔ میں اس کے ساتھ کیوں رہوں گی۔ کبھی کہتی ہے اس لڑکے کی ٹانگیں چھوٹی۔ دھڑ بڑا ہے۔ اس کی اماں بھی پاموز مرغی جیسی ہیں۔ کسی کو سارس کسی کو گنج کہہ کر منع کر دیتی ہے۔ بتاؤ کہاں سے لاؤں اس کی پسند کا رشتہ۔ سب سے بڑی شرط تو یہ ہے کہ۔۔۔ ساس نند اچھے مزاج کی ہوں۔ ہنس مکھ خوش خلق۔ یہ اختی رہے۔ لو سنو ذرا۔"

خالہ اماں کے چہرے پر مایوسی تھی۔ اماں بی دوپٹے میں منہ دبائے ہنس رہی تھیں۔

"آپا اس سے پوچھتی ہی کیوں ہو۔ جو مناسب لگے رشتہ کر دو۔" آخر ہنسی روک کر مشورہ دیا۔

"یہ دھمکی بھی دے چکی ہوں۔ کہتی ہے۔ پھر میں ابا کے گھر بھاگ جاؤں گی۔ ڈرتی رہتی ہوں کہ کہیں چلی نہ جائے۔ اب اس کی عادت ہو گئی ہے۔ سسرال جا کر جو گل کھلائے گی۔ وہ الگ ڈرائے ہیں۔"

اسد کو نیند آ گئی۔ باتوں میں دلچسپی جو نہ تھی۔ احمقانہ حرکتیں۔ فضول باتیں۔ لڑکی نامہ کب تک سنتا (تو اسی نامہ) نہ جانے کتنی دیر سویا۔

اماں بی نے جگایا۔ رات ہو گئی تھی۔

"کھانا کھالو۔ پھر ساتھ والے کمرے میں جا کر سو جانا۔" کھانا میز پر تھا۔ یہ تو علم نہ ہوا کہ کیا کیا تھا۔ مگر جو کچھ تھا۔ لذیذ تھا۔ شوق سے کھایا اور پھر ٹہلنے کے لیے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

صحن میں آگیا۔

سوچ رہا تھا اماں بی کو ثوبیہ پسند نہیں تھی۔ تب ہی مشورہ دے رہی تھیں کہ اس سے پوچھے بغیر رشتہ کردو۔ اسد کو بھی اس لڑکی میں حماقت کے جراثیم زیادہ نظر آئے۔ پسندیدہ تو کچھ نہ تھا۔ آخر وہ ہر رشتہ ریجیکٹ کیوں کردیتی ہے۔ شاید اسے کوئی اور پسند ہو۔ خالہ اماں بے چاری سمجھ نہ پائی ہوں۔ کچن میں کھٹر پٹر سن کر اس نے جھانکا۔ وہ برتن دھو رہی تھی۔

"سنو اے لڑکی کیا نام۔"

"ثوبیہ ہے میرا نام۔ ہاں اب کہو کیا بات ہے۔ سامنے والے کمرے میں سو جانا۔ پانی بھر کر جگ رکھ دیا ہے۔ چائے چاہیے کیا؟"

"نہیں بھئی۔ میں رات کو چائے نہیں پیتا۔ نیند بھاگ جاتی ہے۔"

"اسی لیے میں تو پیتی ہوں۔ نیند بھگانے کے لیے۔"

(عجیب پاگل لڑکی ہے)

"کیوں رات میں تمہیں کشیدہ کاری کرنی ہوتی ہے یا یونیورسٹی کا کوئی اسائنمنٹ بنانا ہوتا ہے۔ نیند کیوں بھگاتی ہو؟"

"چوروں کو بھگانے کے لیے جاگتی ہوں اگر کوئی چور آجائے۔ مرد تو کوئی ہے نہیں۔"

"تم۔۔۔ چوروں کے لیے کیوں جاگتی ہو۔"

"اس کا سر پھاڑوں گی اور کیا کروں گی۔ دیکھا ہے ڈنڈا۔ کیلیں لگوائی ہیں اس پر۔" سامنے ڈنڈا رکھا ہوا تھا۔ مہلک ہتھیار۔

چائے بن گئی تھی۔ اب کپ میں چھان کر چینی گھول رہی تھی۔

اسد کمرے میں آگیا۔ اماں بی اور خالہ اماں کی باتیں ختم ہی نہیں ہو رہی تھیں۔ رات بھر سلسلہ چلے گا۔ کہیں اماں بی مارے ہمدردی کے رشتہ دے نہ دیں۔ کہا تو تھا کہ پسند آگئی تو اسد سے پوچھ کر رشتہ ڈالوں گی۔ رات بھر خواب میں چور آتے رہے۔ جن کے خود ایک کیلوں جڑے ڈنڈے سے سر پھاڑتا رہا۔

صبح آنکھ کھلی تو ہنسی آگئی وہ بھی۔ کس قدر مضحکہ خیز خواب تھا۔

صبح سہانی تھی۔ ملگجا اندھیرا۔ ہلکی سی روشنی سہانا موسم۔ نماز پڑھ کر صحن میں آگیا۔ ٹھنڈا فرش ٹھنڈی ہوا۔ دروازہ کھول کر وہ اندر آگیا آئیں۔ اتنے سویرے وہ کچن میں جا گھسی۔ وہ بھی تجسس کے مارے پہنچ گیا۔

"سنو! کیا تم یا ہر پہرہ دیتی رہیں۔ گیٹ پر۔"

"نہیں تو۔ میں تو کچن کی سائیڈ میں گلی سے ٹماٹر اور پودینہ توڑ کر لائی ہوں۔ بری سوچ بھی۔" وہ آنچل سے ٹماٹر اور پودینہ۔ ابلیب پر رکھ رہی تھی۔

"سنو! اے تم شادی کیوں نہیں کرتیں؟ میرا مطلب ہے۔ خالہ اماں بہت فکر مند ہیں۔"

"انہیں فکر کرنے کی عادت ہے۔ آپ پریشان نہ ہوں۔" جواب کول۔

"تم کسی سے اگر۔۔۔ مطلب کسی کو پسند کرتی ہو۔ تو بتا دو۔ خالہ کی فکر ختم ہو۔"

"ان کی فکریں کبھی ختم نہیں ہوتیں' میری شادی کی فکر۔ افسر، دانیال کی شادی کی فکر۔ شادیاں ہو بھی جائیں تو دوسری فکریں پالیں گی۔ بہت محبت ہے انہیں فکروں سے۔" انڈے نکالے۔

"تم۔۔۔ تم کسی سے محبت کرتی ہو؟"

"ہاں ہاں۔" "جی ہاں جی۔" "ابا سے محبت۔ نانی سے اور چھوٹے بھائی حمزہ سے۔ اور۔"

"نہیں' یہ والی محبت نہیں۔ یعنی کسی لڑکی سے۔ یا لڑکا تمہیں چاہتا ہو تو۔"

"آئے تو ذرا سامنے۔ مکا مار کر تھوبڑا سجا دوں گی۔" لڑکا ہنسا۔ تھو کر کے تھوکا۔ "کسی کی مجال ہے۔ میری طرف دیکھے۔ سب جانتے ہیں مجھے۔ اور میرے ڈنڈے کو۔"

"مگر۔۔۔ میں تو تمہیں دیکھ رہا ہوں۔" ہکلا گیا۔

"آپ تو۔۔۔ مہمان ہیں۔ اپنے ہیں۔" منہ ٹیڑھا کرکے مسکرائی۔ اب انڈے پھینٹ رہی تھی۔

وہ مایوس ہو کر اماں کے پاس آگیا۔ وہ لوگ صبح کی چائے پی چکی تھیں۔ خالی مگ ابھی وہیں رکھے تھے۔

"اماں بی! آج چلیں۔ کل آفس بھی جانا ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"اے لو۔ ابھی سے۔" خالہ اماں پان بنا رہی تھیں۔ "ابھی تو ہماری باتیں ختم نہیں ہوئیں۔"

"آپا! بچی کو چھوڑ کر آئی ہوں۔ میں پھر آجاؤں گی۔ اب تو راستہ دیکھ لیا ہے۔" اماں بی بہن کا ہاتھ پکڑ کر لجاجت سے بولیں۔

خالہ اماں آبدیدہ ہو گئیں۔ "ہاں بوا اب کے مسئلے مسائل ہیں۔ اکیلی رہتی ہوں۔ کوئی اپنا آجائے تو دل خوش ہو جاتا ہے۔ کس سے دل کی بات کروں۔ اللہ ہی سنتا ہے۔"

"آپا! ایسا کرو۔ افسر سے کہو یہیں تبادلہ کروا لے یا تم ان کے پاس چلی جاؤ۔ جوان بچی کا ساتھ ہے۔ اسے تمہاری تنہائی کا بھی خیال نہیں کیسی اولاد ہے آج کل کی۔"

اماں بی بھی اپنے نام کی ایک تھیں۔ انہوں نے خالہ سے نمبر لے کر افسر کو فون کیا۔ خوب شرمندہ کیا۔ ماں کی تنہائی۔ بڑھاپا اولاد کے فرائض۔ دونوں بہنوں نے بات کی۔ وہ نہ جانے کیا کہہ رہا ہو گا۔ پھر فون بند کر کے اسی کا تذکرہ ہوتا رہا۔ جتنی دیر بات ہوئی۔ ثوبیہ کمر پہ ہاتھ رکھے سنتری کی طرح تعینات رہی۔ پھر خالہ اماں نے ڈانٹا۔ ناشتہ یاد دلایا۔ تو وہاں سے ٹلی۔

"کتنا منع کرتی ہوں۔ بڑوں کی باتیں نہ سنا کرے۔ مگر مجال ہے ذرا سا اثر ہو۔ اب کہہ دے گی۔ ماموں نے کیا کہا۔ کب آئیں گے۔ میرے لیے کیا لائیں گے۔"

ناشتہ آگیا۔ روغنی روٹی۔ آملیٹ اور دودھ پتی کی چائے۔ آملیٹ بہت لذیذ تھا۔ اماں بی کو بہت مزا آیا۔ ثوبیہ کی تعریف کی وہ شرمانے لگی (ایکٹنگ)

"یہ لوگ آج جا رہے ہیں۔ کھانے کا بندوبست کر لے یا بھوکے جائیں گے۔"

"نانی۔ کسی کو بھوکا جانے دیا ہے۔ کبھی۔ پکا رہی ہوں کشمیری ہریسہ۔ چھوٹی نانی۔ اب آپ کب آئیں گی۔ بہت سارے دن کے لیے آئیں۔ پھر تو مزا بھی آئے۔ ابھی آئیں۔ ابھی چل دیں۔"

"ہوش میں۔ لڑکی! چھوٹی نانی تمہاری سہیلی نہیں ہیں۔ جو تمہیں مزا آئے گا۔ ہاں عظمیٰ آجاتی تو تمہیں سہیلی مل جاتی۔ وہی کا رائتہ بنا لینا اور پودینے کی چٹنی۔ سلاد اچھا؟"

"آپا ابھی تو ناشتہ ہی کیا ہے۔ مجھے تو نہیں لگتا کہ جلدی ہضم ہو گا۔ ہم کھانے سے پہلے ہی نکل جاتے تو اچھا تھا۔ بچی کو کھانے کا تردد نہ کرنا پڑتا۔" اماں بی کو اس چھلاوے سے ہمدردی ہو رہی تھی۔

اسد کو خطرہ ہوا۔ کوئی بات تو اماں بی نے خالہ سے ۔۔۔ افوہ ثوبیہ اپنی حرکتوں کی وجہ سے ذرا بھی پسند نہ آئی۔ کوئی پوچھ لیتا۔ کونسی حرکتیں۔ تو بتا نہ پاتا۔ بیوی ذرا معقول ہو۔ تمیز دار با اخلاق اور کم از کم پر اسرار آنکھوں والی نہ ہو۔ سبز بڑی بڑی گھورتی آنکھیں۔ وہ خالہ اماں سے ان کے بیٹوں کے متعلق پوچھنے لگا۔ خالہ اماں بہت شوق سے اپنے پردیسی بیٹوں کے بارے میں بتاتی رہیں۔ پوتے پوتیوں کی تصویریں دکھائیں۔ افسر نے ابھی شادی نہیں کی تھی۔ مگر خالہ اماں کی خواہش تھی کہ ثوبیہ کے سسرال جانے سے پہلے افسر کی دلہن بھی آجائے۔ مگر ۔۔۔ ماموں بھانجی دونوں کے دماغ عرش معلیٰ پر تھے۔ وقت پر لگا کر اڑ گیا۔

کھانا آگیا۔ اب وہ ہریسہ تھا یا مختلف چیزوں کا ملغوبہ جو بھی تھا۔ بے حد لذیذ۔ اس کے ساتھ رائتہ۔ چٹنی کھیرے ٹماٹر کی سلاد بہت لطف آیا۔ اماں بی کا تو بس نہ تھا کہ ثوبیہ کی تعریف کے ساتھ اس کی انگلیاں بھی چبالیں۔ آخر پرس سے ہزار کا نوٹ نکال کر اسے کو دیا۔ انعام۔ وہ بہت شرمائی۔ گلابی رنگ گہرا سرخ ہو گیا۔ سبز آنکھیں بھوری ہو گئیں۔ اماں بی سے لپٹ گئی۔ انہوں نے پیار کیا دعائیں دیں۔ خوش نصیبی کی دعا کی۔ سر اٹھا کر بولی۔

"چھوٹی نانی۔ دودھوں نہاؤ پوتوں پھلو والی دعا بھی تو دیں۔ مجھے اچھی لگتی ہے۔"

اماں بی کی ہنسی چھوٹ گئی۔

خالہ اماں نے لکڑی کمر پر رسید کی۔ "بے شرم۔ احمق۔" بس میں انہیں اگلی سیٹ ملی۔ وہ پوچھ نہ سکا۔ مگر خطروں کی آہٹ سنائی دے رہی تھی۔ گھرا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کر بھی اٹھ گئیں۔ کچھ بولیں نہیں۔

☆ ☆ ☆

"عظمی کو فون کر دیا۔ وہ آگئی۔ اسد نے بھی خاموشی اختیار کر لی۔ اگر ایسا ہوا۔ وہ احتجاج کرے گا۔ رات گزری۔ صبح ناشتہ کر کے آفس چلا گیا۔ شام کو آیا تو گھر میں عجب طرح کا شور شرابہ۔ لڑکیاں۔ رنگ برنگی لڑکیاں ڈھولک گانے، بے سری آوازیں۔ اف اللہ۔ شور تھا کہ بڑھتا جا رہا تھا۔ اس نے جھلا کر اماں بی سے پوچھا۔

"یہ یہ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ فون پر کسی سے بات کر رہی تھیں۔ ہنسی سے بے تاب۔ پھر منہ پر ہاتھ رکھ کر فون رکھ دیا۔

"رونق لگا دی لڑکیوں نے۔" محبت بھرے لہجے میں بولیں۔

"ارے کسی سے کھو چائے تو بنا لے۔ توبہ۔ عظمی کو ہوش ہی نہیں کمبخت کو۔ میں خود جاتی ہوں۔" کہتے ہوئے باہر نکل گئیں۔ وہ بھنا کر اپنے کمرے میں بند ہو گیا۔ رات گئے تک ڈھولک دھمکتی رہی۔ لڑکیاں بے سری آوازوں سے کڑکتی رہیں۔ وہ تکیہ منہ کان پر رکھ کر لیٹ گیا۔ نیند آگئی۔ جانے کون سا وقت تھا۔ عظمی نے آکر جگایا۔

"بھائی اٹھو کھانا کھالو۔ بھلا یہ کوئی وقت بھی ہے سونے کا۔"

"اور تم جو جم غفیر جمع کر کے حلق پھاڑ رہی تھیں۔ تھا کوئی وقت یا موقع۔" کھڑا ہو گیا۔

"تھا۔ آپ کی شادی کا موقع۔" وہ دھم سے بستر پر گرا۔

"کیا مذاق ہے۔ کیسا موقع ___"

"ہاں تو اور کیا۔ ہم پاگل تو نہیں کہ ___ یونہی حلق پھاڑیں گے۔"

"سیدھی طرح بتاؤ۔ کس کی شادی۔ کیسی شادی۔ کس سے شادی؟"

عظمی سوچنے لگی۔ (اداکاری) "کسی کا تو پتا نہیں جب ہو گی تب پتا چلے گا کس کی شادی کا جولب ہے، آپ کی کس سے؟ اماں بی سے پوچھیں۔" آنکھیں گھما رہی تھی۔ چالاک۔

چپل پیروں میں اڑس کر باہر بھاگا۔ "اماں بی کماں۔ یہ عظمی کیا کہہ رہی ہے؟"

اماں بی بھولپن سے بولیں۔ "اوئی مجھے کیا خبر۔ تم کو خبر ہو گی۔" گردن موڑ کر نہ جانے کیا دیکھنے لگیں۔

"کھانا کھانا کہاں ہے؟ بھوک سے مر رہا ہوں میں۔" وہ چنگھاڑا اور کرسی کو ٹھوکر ماری۔ جب کچھ بتانا نہ چاہیں۔ یونہی گردن موڑ کر بیٹھ جاتی تھیں۔

"توبہ ہے بھائی۔ کھانے کے لیے ہی جگایا تھا۔ چیخنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"بتائی کیوں نہیں۔ کیوں سب کو جمع کر کے ___ اودھم مچایا۔"

"بتایا تو ہے اماں بی نے کہا، رونق لگاؤ۔ میں نے لگائی۔" جواب کچھ بتانے کے موڈ میں نہ تھا۔ جوش غیظ و غضب میں کچھ زیادہ کھا لیا۔ پھر بھنایا۔

"اف ___ کتنا بدمزہ کھانا بناتی ہو تم۔"

"بدمزہ تھا تو تین روٹی کھا گئے۔" وہ حیران ہوئی۔

"ہر لقمے پر امید کے ساتھ کہ شاید اب کچھ مزا آئے۔"

"کھانا مزے کے لیے نہیں۔ ضرورت کے لیے کھاتے ہیں بھائی۔ انسان کو غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔"

بغور یہ عظمی کس قدر بولتی ہے۔ اور وہ ثوبیہ کتنے مزے کا کھانا بناتی تھی۔ عظمی کو چاہیے۔ وہ ثوبیہ سے سیکھ لے۔ مگر کیسے۔

"میں نے آپا کو ___ تمہارا رشتہ دیا تھا ثوبیہ کے لیے انہوں نے اقرار کر لیا ہے۔"

اماں بی نے اس قدر محبت سے کہا کہ وہ چپ کا چپ رہ گیا۔ حواس غائب ثوبیہ۔ وہ نیم پاگل راتوں کو جاگ کر سو رہنے والی ڈنڈا بردار چوکیدار۔ کیا جوڑ ہے بھلا۔ مگر ___

"اماں۔ لوگ تو سنا ہے کہ ___" اس نے بھی اماں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

بی کے انداز میں ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"لڑکیوں کی تلاش میں جوتیاں گھسا دیتے ہیں۔ تب مطلب کی بہو ملتی ہے۔ آپ نے ایک گھر جا کر رشتہ دے دیا۔ مجھے تو کوئی خاص نہیں لگی اور کوئی دیکھیں۔" (آخر کار وہی ہوا۔ جس کا اندیشہ تھا)

اماں بی ٹکر ٹکر اسے دیکھ رہی تھیں۔ ٹھوڑی پر انگلی رکھ کر گویا ہوئیں۔ "یہ خاص سے کیا مراد ہے؟"

"جیسے ہم ہیں۔ عام سے۔ ویسی ہی میری پسند ہے۔ خاص لڑکی اسٹوڈنٹ ہوگی۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی ہوگی۔ نخرے والی ہوگی۔ خود کو برتر 'خاص' ہمیں عام سمجھے گی۔ عظمیٰ کے جانے کے بعد گھر کو سنبھالنے کے لیے۔ عظمیٰ جیسی ہی لڑکی ہونی چاہیے۔" اماں کی منطق نرالی تھی۔

"عظمیٰ کہاں جا رہی ہے؟ کمال ہے اسے کسی نے بتایا تک نہیں۔"

"وہ سسرال جائے گی۔ اس کی شادی کے بعد گھر کون سنبھالے گا۔ خاص لڑکی تو ہرگز نہیں کر سکے گی۔"

"تو ہمیں ملازمہ مل جائے گی۔" وہ اپنی پینٹ استری کر رہا تھا۔ زور زور سے۔

"میں کیا ملازمہ ہوں بھائی۔" عظمیٰ کچن سے احتجاجاً چلائی۔ "کہ میری جگہ دوسری ملازمہ آجائے گی۔"

"اوہو 'میں تو... اس موٹی 'فرماں' بردار لڑکی سے بچنے کے لیے کہہ رہا ہوں۔" کمبخت اتنا جوش تھا کہ استری زمین پر جا گری۔

"شاباش۔ توڑ دی استری۔ کوئی کام تم سے ہوتا نہیں۔ توڑ دی میری استری۔" معائنہ کر رہی تھیں۔

"تو میں کوئی درزی 'دھوبی' ہوں۔ غلطی سے گر گئی۔"

"اب مجھے درزن 'دھوبن' بنا دیا۔ بھائی میں تو روز کرتی ہوں آپ کے کپڑوں پر استری۔"

"وہ خاص الخاص تو ہرگز کسی کام کو ہاتھ نہیں لگائے گی۔" عظمیٰ مقابلہ کرنے کو بعد کھڑی ہو گئی۔

"ٹوٹ گیا ہینڈل۔ اندر کی مشینری کا ہے کو بچی ہوگی۔" اماں بی باقاعدہ تحقیق کر رہی تھیں۔

"لے آؤں گا نئی۔" وہ بھنا کر پتلون اٹھا کر کمرے میں جانے لگا۔

"ہاں۔ نئی ملازمہ آجائے گی۔ نئی استری آجائے گی نیا چولہا آئے گا اور خاص الخاص دلہن آجائے گی۔ گھر کھڑپڑاتا ہی رہے گا۔ وہ تو یہاں رہنا پسند نہیں کریں گی۔ خاص لڑکی کو خاص گھر چاہیے۔"

وہ چہل قدمی کے لیے باہر نکل گیا۔ زیادہ کھا لیا تھا۔ تن فن کرتا قدم گنتا رہا۔

✻ ✻ ✻

صبح بغیر ناشتہ کیے آفس چلا گیا۔ اماں بی نے صور پھونکا۔ "عید کے چاند شادی طے کر دی ہے۔" دھم دھم قدموں کی آواز دیر تک اماں بی کے کانوں میں گونجتی رہی۔ اسے غصہ بہت آتا تھا۔ بے بسی کے عالم میں بچپن میں تو جب بس نہ چلتا۔ رونے لگتا تھا۔ مگر اب اسے غصہ آنے لگا تھا۔ پہلے اماں سمجھا لیا کرتی تھیں۔

"بیٹا! جو چیز ہمارے لیے اچھی نہیں۔ وہ اللہ خود نہیں دیتا۔ اللہ تو اچھی سے اچھی چیز دینا چاہتا ہے۔ ہمیں اس چیز کا انتظار کرنا چاہیے۔ اچھے سے اچھے کی امید رکھنا چاہیے۔ اس انتظار کو صبر کہتے ہیں۔ صبر کرنے والے کو اللہ سب کچھ دیتا ہے۔"

بچپن میں وہ ان کی بات مان لیتا تھا۔ اب اسے منوانے کے لیے دلیلیں دینا پڑتی تھیں۔ مگر وہ طبعاً فرماں بردار تھا۔ اسے اچھی طرح علم تھا کہ اس کی ماں سب سے بڑھ کر اس کی خیر خواہ ہیں۔ دنیا میں ان سے زیادہ محبت کرنے والا کوئی نہیں۔ عظمیٰ کو فکر ہو گئی۔

"اماں بی! بھائی بہت غصے میں ہیں۔ آپ نے ان سے پوچھے بغیر رشتہ کر دیا۔ پتا نہیں بے چاری بھابی کا کیا حشر کریں گے۔"

"کچھ نہیں ہوگا۔ یہ لسٹ دیکھ لو۔ رمضان کے لیے اور کیا چاہیے۔ جو کمی بیشی ہو۔ وہ بتا دینا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

عظمٰی ان کی بنائی لسٹ دیکھنے لگی۔ "مجبوریں ۔۔۔ کم ہیں' چاٹ مسالا میں خود بناؤں گی گھر میں۔ بیسن بڑھا دیں۔ تیل' اچھا ہاں' ماش کی دال بڑھا دیں۔ چنے سفید اور کالے ۔ دال چنا۔ املی بھی کم ہے۔ ڈھیر ساری چٹنی بنا کر رکھ لوں گی اور یہ کیا لکھا ہے۔ جائفل جوتری ان کا کیا ہو گا۔ اتنا مہنگا ہے۔ کیا کریں گی ان کا۔"

"قورمے پلاؤ کے لیے۔"

"کیا؟ قورمہ پلاؤ ۔ اماں' افطاری کے ساتھ کھانا نہیں بناؤں گی۔ سارے محلے میں آپ افطاری بھیجتی ہیں۔ اس کے بعد پھر کھانا ۔ جی نہیں میں اتنی فالتو نہیں ہوں۔ جس دن کھانا بنانا ہو گا ۔ افطاری کی چھٹی۔ آنے دیں اپنی بہو کو۔ بنائے گی آپ کے شوق کا سالن۔ بچی یہ لسٹ دیکھ کر اٹواٹی کھٹواٹی لے کر پڑ جائے گی۔"

"وہ سب کچھ بغیر کہے بنا لے گی۔ بہت کار گزار ہے اس کے ہاتھ میں اتنا مزہ ہے کہ جی چاہتا ہے۔ انگلیاں چاٹ لو۔" اماں پرشوق انداز میں بولیں۔

"انگلیاں کس کی۔ اس کی یا اپنی۔" کھلکھلائی آئی۔

اس دن اس نے بہت دل لگا کر چکن پلاؤ بنایا۔ امید بھری نظروں سے بھائی کو دیکھا۔ وہ کھا رہا تھا۔ مگر منہ سوجا ہوا تھا۔ ناگواری۔

"بھائی کیا بات ہے۔ پلاؤ پسند نہیں آیا ہے۔ کچھ کہہ نہیں رہے۔ اچھا لگا کہ نہیں؟" وہ تعریف سننے کے لیے بے تاب تھی۔ مگر ادھر ایک خاموشی۔

"ہاں بھئی۔ اب تو بھابھی کے ہاتھ کے کھانے کھا کر تعریف کریں گے۔ سنا ہے۔ ان کے ہاتھ میں اتنا مزہ ہے انگلیاں چاٹنے کو دل چاہتا ہے۔"

"یہ تم کو ہر وقت کھانے کی تعریف میں کیا ملتا ہے۔ کھانا تو لیتا ہوں جو بھی ہو جیسا ہو۔" وہ چڑ گیا تھا۔

"اس لیے کہ ۔۔۔ سنا ہے بھابھی بہت مزیدار کھانا بناتی ہیں۔"

"وہ ۔۔۔ اور بھی بہت کچھ بناتی ہیں۔ مثلاً" بے وقوف احمق' ڈنڈے سے سر پھاڑنا۔ زبان چلانا۔"

"تو آپ نے مان لیا۔ کہ وہ ہی میری بھابھی بنیں گی۔" عظمٰی چٹکیاں بجانے لگی۔ "ہائے کتنا مزہ آئے گا جب وہ میری بھابھی کے روپ میں میرے سامنے ہوں گی۔"

"میرا نہ سوچنا۔" بھنا گیا "مجھے ایک بات بھی پسند نہیں۔ مگر اماں بی کو پسند ہے۔ تو بس پسند ہے۔ دے دیں گی میری قربانی۔ اپنے خاندان کے لیے۔" اماں بی کی غیر موجودگی میں کھل کر بول رہا تھا تنگ آگیا ہے۔

"بھائی!" عظمٰی متفکر ہو کر اسد کو دیکھنے لگی۔ "لوگ تو بس ایک چیز ہی مانگتے ہیں۔ خوب صورتی حسن و جمال آپ کو بے مانگے بنا تردد سب کچھ مل رہا ہے۔ پھر بھی ناک چڑھا رہے ہیں۔ اماں کو بتا دیں کون سی لڑکی آپ نے پسند کی ہوئی ہے۔ آفس کی یا کالج کی۔"

"پاگل تو نہیں ہو گئیں۔ میں کیا لڑکیاں تاکتا پھرتا ہوں۔"

"تو پھر ۔۔۔ مان لیں کہ بزرگوں کے تجربے غلط نہیں ہوتے۔ اماں بی کے سارے فیصلے ہمارے حق میں بہتر ہی ہوتے ہیں۔ اماں بی آپ کے لیے غلط کیوں کریں گی ہمیشہ انہوں نے آپ کو ترجیح دی۔"

اسد مسکرایا۔ سوچا۔ اماں بی غلط نہیں کر سکتیں۔ وہ لڑکی تو سب کچھ کر سکتی ہے۔ غلط سلط الٹا سیدھا۔ ہمارے خاندان کے لوگ ۔۔۔ اس کی حرکتوں کا مضحکہ اڑائیں گے۔ جاہل پینڈو کہیں گے۔ طرح طرح کے نام رکھیں گے۔ اماں بی تو جواب نہیں دیں گی۔ ان لوگوں کے اعتراضات کا سامنا مجھے کرنا پڑے گا۔ میں کیا کہوں گا۔ یہی کہ ہاں اس کی اوٹ پٹانگ حرکتیں۔ فضول احمقانہ باتیں مجھے پسند آگئیں۔ ڈنڈا اٹھا کر گلی میں للکارتے ہوئے جانا۔ بے دھڑک دکان سے سودا خرید کر لانا۔ کوئی چھیڑنے کی کوشش کرے تو اس پر ڈنڈے کا وار کر کے سر پھاڑ دینا۔ ہاں جی یہی بہادری مجھے متاثر کر گئی۔ اور میں اس پر عاشق ہو گیا۔ سو جان سے ۔ کہنا تو پڑے گا۔ اماں بی کب چاہیں گی کہ میں ذرا سا نکتہ اعتراض اٹھاؤں۔

اور وہ تھکی جان۔ جن کو ہر بات اماں بی کی غلط لگتی ہے۔ ان کے ہر قدم پر اعتراض نکتہ چینی اور ان کو جو

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

اپنی ایبو کینڈ لڑکیوں پر فخر ہے۔ ہر آئے گئے کے سامنے بیٹیوں کی شاہانہ عادات کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتیں۔ خوبیوں سے لبریز ان کی بیٹیاں۔ فیشن جن کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ وہ تقابلی جائزہ لیں گی تو میں کہاں کھڑا ملوں گا؟ نظروں نظروں سے پوچھیں گی۔ ارے یہ ہی رہ گئی تھی جاہل کم عقل۔ اپنی اوقات بھی کوئی۔ اماں بی تو صفائیاں دیتی رہیں گی۔ مگر...... وہ کس کس کو بتائے گا۔ بے ماں کی ہے۔ ماں کی گود نصیب ہوئی نہ تربیت باپ نے دوسری شادی کر کے اسے تنہا کر دیا۔ پھوپھی چچا کوئی تھا نہیں۔ کنبے میں رہنے کا سلیقہ نہیں آیا۔ خودرو پودے کی طرح بڑھتی گئی۔ نانی کے پاس بھی بڑے ہونے پر آئی۔ یہ سب کہانی وہ اماں بی کی زبانی سنتا رہتا تھا۔ مگر یہ کہانی سنانے کے قابل نہ تھی۔ اور وہ پھپھو کی بیٹی مہرین۔ عظمیٰ کا مذاق اڑاتی تھی۔ وہ تو کسی کو بھی کچھ بھی کہہ دیتی۔ کسی کی مجال نہ تھی اسے منع کرے۔ اب وہ جنگلی لڑکی کو تو پھر خوب ہی سنائے گی۔

اماں بی کو یقین تھا۔ وہ اسے بہت سکھا لیں گی اپنے مطابق اور جسے اسد جنگلی پن کہتا ہے۔ وہ اس کی سادگی اور سچائی ہے۔ اس نے دنیا دیکھی ہی نہیں۔ بے حد معصوم اور مصفا ذہن ہے۔

"اس کی معصومیت اور سادگی دیکھو۔" اماں بی عظمیٰ کو خالہ اماں کے فون سننے کے بعد بتا رہی تھیں۔

"جب میں وہاں سے گئی۔ تو آپا سے پوچھنے لگی۔ چھوٹی نانی آکر چلی گئیں۔ رشتہ نہیں دیا۔ آپا نے اسے بتایا نہ تھا۔ افسر سے اور اس کے باپ سے مشورہ کر کے جواب دینے کا کہا تھا مجھ سے۔ تو آپا خفا ہوئی کہ اگر وہ تمہیں پسند کرتیں۔ تو رشتہ دیتیں۔ تو بولی۔ مجھے تو وہ بہت پسند آئی ہیں۔ جب ماں اچھی ہو تو بیٹا خود بخود اچھا لگتا ہے۔ نانی! آپ نے بھی نہیں بتایا کہ میں ایسا کیا کروں جو وہ مجھے پسند کر لیں۔ یہ تو اس کے دل کی سچائی ہے۔ آپا نے بعد میں بتایا ہو گا۔"

☆ ☆ ☆

عظمیٰ کو افسوس تھا۔ وہ بھی چلی جاتی۔ مگر خیر اس دن اسد نے آفس سے آکر دیکھا۔ عظمیٰ کے ہاتھ میں کاغذ اور پین ہے۔ اماں بی کچھ بولتی تھیں وہ لکھتی جا رہی تھی۔ شاید رمضان سے متعلق چیزیں۔ کندھے سے بیگ اتار کر وہ اماں کی نماز کی چوکی پر آ کے گیا تھکن اتارنے کی کوشش۔

"ہاں لکھو افروز اور اس کی بیٹی۔ یہ ہوئے دو لوگ۔ ملیحہ اس کا شوہر یہ ہوئے دو لوگ اور تمہارے چچا کے جتنے لوگ ہیں۔ اچھا لکھ لیے۔"

"یہ کس سلسلے میں نام لکھے جا رہے ہیں۔" وہ چونکا ہوا۔

"بھائی مہمانوں کی لسٹ ہے۔ اندازہ کرنا ہے کتنے لوگ ہوں گے ولیمے میں اور اماں بی؟"

"اچھا اٹھو عظمیٰ! تم چائے بنا لاؤ۔ پھر جب یاد آئے تو لکھواؤں گی۔" اماں بی صریحاً ٹال رہی تھیں۔

"بھائی! ابھی سے تیاری کرنی ہے۔ عین وقت پر رشتے داروں کو بلائیں تو وہ برا مانتے ہیں۔"

"کون سے رشتے دار۔ کیسا بلانا۔" وہ بیٹھ گیا۔

"ارے عظمیٰ چپ کرو۔ جا کر چائے بناؤ۔ تب تک میں عصر پڑھ لوں۔"

وہ چوکی کی طرف آئیں اسد کو اشارے سے اٹھنے کا کہا۔ عظمیٰ جا چکی تھی۔ وہ ماں کے بیڈ پر لیٹ گیا۔ نماز سے فارغ ہوئیں تو تسبیح سنبھال لی۔ وہ دل میں اٹھتے سوالات کے بگولوں سے نبرد آزما تھا۔ عظمیٰ چائے لے آئی۔

"چلو بھئی لوگو۔ آج اس کمترین ناچیز کے ہاتھ کا بنا ہوا کیک کھا کے بتائیں۔ کیسا بنا ہے۔"

اسد نے کہا۔ "اتنا سخت کیک۔"

"ابھی تجرباتی پوزیشن میں ہے۔ سوچا بھابھی کے آنے سے پہلے سیکھ لوں۔ آخر مقابلہ کرنا ہے۔ کیسا ہے؟"

"کیک کم بسکٹ زیادہ۔ تو ان ون میٹھا ہے۔" چائے پیتے ہوئے اس نے سرگوشی میں کہا۔

"یہ لسٹ کس سلسلے کی کڑی ہے؟"

"آپ جناب کے ولیمے کی۔" عظمیٰ مطمئن تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

اسد نے بیگ اٹھایا اور کمرے کے باہر۔

باہر سے ہی کہا۔ "ولیمہ تو شادی کے بعد ہوتا ہے۔ ابھی تو دولہا راضی نہ دلہن حاضر سوا دو بھئی واہ۔"

"عظمیٰ۔ اسد کو بتا دو۔ دولہا کو راضی کرنا ہماری ذمے داری ہے اور دلہن بھی حاضر ہے۔" اماں بی اسد سے ناراض ہوتیں تو عظمیٰ کو ذریعہ بناتی تھیں گفتگو کا۔

"عظمیٰ۔ دولہا کو راضی کر لو اور ولیمے کی لسٹ میں میرا نام بھی لکھ ہی لو۔ بطور مہمان شریک ہو جاؤں گا۔ اگر موجود ہوا تو۔ ورنہ پھر۔ معذرت۔ عید کے بعد مجھے ملائشیا جانا ہے۔ تقریباً" دو ہفتے کے لیے۔"

"بھائی ابھی کچھ عرصہ پہلے ملائشیا گئے تھے۔ اپنے لیے دلہن وہیں تو پسند نہیں کر لی تھی چھپی چپٹی رنگت والی چھوٹے قد کی؟"

"ہاں کر لی۔" کہہ کر اپنے کمرے میں گھس گیا۔ اماں بی عظمیٰ پر ناراض ہونے لگیں۔

"بری بات ہے عظمیٰ۔ کسی کی شکل صورت پر اعتراض کرنا توبہ ہے۔ اللہ نے سب کو بنایا ہے۔ ہر ملک کے مطابق رنگ روپ دیا ہے۔"

"اماں! میں نے غصے میں کہا تھا۔ بھائی سیدھا جواب کیوں نہیں دیتے۔ توبہ میری توبہ۔"

"غصے میں بھی خالق خدا پر نام رکھنا منع ہے۔ ملائشیا میں بھی کوئی ملکہ حسن ہو گی ان کے معیار کے مطابق۔ ہمارے ہاں گورا رنگ معیار حسن بنا لیا ہے۔ انگریزوں کو سانولا رنگ پسند ہے۔ خود کو سانولا کرنے کے لیے ساحل سمندر پر دھوپ میں جیتے رہتے ہیں۔" اماں بی کی معلومات وسیع تھیں۔ لیکن وہ اگلے دو دن متفکر بھی رہیں۔ اسد کے رویے نے انہیں خاصا پریشان کر دیا تھا۔ رات کو باہر سے آتا۔ بغیر کھانا کھائے کمرے میں گھس جاتا۔ صبح ناشتہ خاموشی سے کر کے آفس چلا جاتا۔

دو دن اسی طرح گزر گئے۔ عظمیٰ شام کو اسد کے کمرے میں آئی۔

"بھائی ہمیں پچیس ہزار روپے دے دیں۔ اماں بی نے کہا ہے "قرض ہے۔ لوٹا دیں گی۔" وہ سٹپٹا گیا۔

"تنخواہ ملتے ہی چیک دے تو دیا تھا" قرض کیسا۔۔۔؟ مجھ سے۔۔۔"

"اس لیے کہ۔۔۔ میں اور اماں بی کراچی جا رہے ہیں ماموں کے گھر۔۔۔ جہاز کے ٹکٹ کے لیے رقم نہیں ہے۔ وہاں پہنچ کر پھر۔۔۔ بھجوا دیں گی آپ کی رقم۔"

"کراچی۔ خیریت۔۔۔ کیا ہوا ہے وہاں اور کیا وہاں نوٹ تقسیم ہو رہے ہیں کہ بھجوا دیں گی۔"

"اگر آپ نہیں دے سکتے۔ تو اماں بی رحمن انکل سے لے لیں گی۔ انہوں نے کہا کہ غیر کا احسان لینا زیادہ اچھا ہوتا ہے۔"

"اماں بی نے یہ کہا اماں بی یہ کریں گی۔ تم بھی کچھ بولو مسئلہ حل کرو۔ میں پہلے ہی الجھا ہوا ہوں۔ تم پریشان کرنے آ گئیں۔ کیوں جانا ہے۔ کتنے دن کے لیے جانا ہے۔"

عظمیٰ منہ پھلائے بیٹھی تھی۔

"میں کیا بولوں" اماں بی نے کہا۔ ان کا خیال ہے کہ۔۔۔ آپ اماں بی اور میرے وجود سے تنگ آ گئے ہیں۔ اس لیے ماموں جان کے پاس چلے جانا چاہیے۔ آپ کو ہم دونوں کا وجود کھٹکنے لگا ہے۔ اس لیے آپ کی وجہ سے جانا چاہتی ہیں۔"

وہ ہڑبڑا کر کھڑا ہو گیا۔ میری وجہ سے 'مجھے کیوں وجود کھٹکنے لگ گیا؟ یعنی کہ کیا معنی۔"

"اماں بی بہت شرمندہ ہیں۔ آپ سے بھی کہ۔۔۔ آپ کی مرضی کے بغیر رشتہ دے دیا۔ اپنی بہن سے بھی کہ۔۔۔ اب ان کو کیسے انکار کریں۔ اماں بی نے کہا ہمارے جانے کے بعد خالہ اماں کا فون آئے۔۔۔ تو آپ ہی خود ان سے انکار کر دیں" تاکہ۔۔۔ اماں بی شرمندگی سے بچ جائیں۔ ہم نے پیکنگ کر لی ہے۔ بس اب ٹکٹوں کے لیے۔"

"واہ۔ مجھے اکیلا چھوڑ کر میں نے کب کچھ کہا۔ کبھی کہا؟ خوامخواہ مجھے گندہ کر کے۔۔۔ اٹھو چلو۔"

"پیسے دیں گے تبھی تو ہم جائیں گے۔" اف وہ کتنی معصوم بن رہی ہے۔ وہ جھلا گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"میں نے پانچ چھ سالن بنا کر فریزر میں رکھ دیے ہیں۔ دس بارہ دن تو آپ کے گزر ہی جائیں گے۔ اس کے بعد۔۔۔" چپ ہو گئی۔ پراسرار انداز تھا۔

"اس کے بعد کیا۔۔۔؟"

"اس کے بعد۔۔۔ آپ صحالیہ۔۔۔ انڈونیشیا' ملائیشیا' ویسٹ انڈیز کہیں سے بھی شادی کر کے لے آئیں۔ جہاں کا حسن آپ کو پسند آئے۔ آپ کو یہاں کی حسین لڑکی تو پسند ہے نہیں۔"

وہ اٹھ کر جانے لگی۔ اس سے پہلے اسد اسے دھکا دیتا ہوا باہر نکلا۔ اماں بی کمرے میں الماری سے کچھ نکال رہی تھیں۔ دو سوٹ کیس تیار رکھے تھے۔ اس نے وہیں ان کو دبوچ لیا۔ وہ چیخیں۔

"چھوڑ۔ ارے چھوڑ میں گر جاؤں گی۔" اسد نے اسی طرح پکڑے پکڑے انہیں پلنگ پر لا بٹھایا۔ ان سے لپٹ گیا۔

"مجھے چھوڑ کر جا رہی ہیں؟ بہت برا ہوں میں نافرمان اولاد۔ چھوڑ کر جانے کے بجائے۔۔۔ مجھے سزا دیتیں تو زیادہ اچھا تھا۔ میں اکیلا رہ سکتا ہوں بھلا؟ آپ کے بغیر۔ بس اب آپ جس کنویں میں مجھے پھینکیں گی۔ میں کود جاؤں گا۔ سچ اماں بی۔"

اماں بی کے بازوؤں میں گرم جوشی تھی۔ ان کی آغوش میں ماحتا کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا۔ سکون۔ طمانیت اور تحفظ۔ ان کی انگلیاں اس کے بکھرے بالوں کو سنوارنے لگیں۔ نرم نرم انگلیوں کے پور پور میں زندگی دھڑک رہی تھی۔ خون کی روانی تیز ہو گئی۔

"میں آپ کو خفا کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا اماں۔ ایسا آپ نے سوچا بھی کیوں؟" بھرائی ہوئی آواز میں اسد نے کہا تھا۔

"اور میں کبھی بھی تمہاری بھلائی کے سوا کچھ اور سوچ بھی کیسے سکتی ہوں۔" اس نے سر اٹھا کر ماں کا چہرہ دیکھا۔ شفیق چہرے پر معصوم تبسم۔ آنکھوں میں محبت کی چمک۔ کسی فاتح سپہ سالار کی طرح سر اٹھائے۔ بیٹے کی فرماں برداری پر یقین کی مہر لگانے وہ اس کے ماتھے پر جھک گئیں۔ پر شفیق گرم بوسہ اور اس کا پورا وجود اس بوسے کی سچائی کا گواہ بن کر دمک اٹھا۔

"کم از کم پانچ لاکھ روپے میں شادی ہو گی۔ عظمیٰ کی شادی کے لیے میں نے کچھ رقم جمع کر لی تھی۔ مگر تمہاری شادی کے لیے۔۔۔ تمہیں اپنا بوجھ خود اٹھانا ہو گا۔ دو گے؟"

"دے دوں گا۔ اگر آپ کہیں گی۔ تو جان بھی حاضر ہے۔"

"مجھے تمہاری سلامتی چاہیے اور یاد رکھو۔ فرماں بردار اولاد پر اللہ اپنی رحمتیں نازل کرتا ہے۔ ماں کی اطاعت کے صلے میں تمہیں بہت بڑا انعام بھی دے سکتا ہے اور ہو سکتا ہے یہ انعام تو بیہ کی شکل میں ہی مل رہا ہو۔" اماں بی خوش تھیں۔ مطمئن اور پرسکون۔

☼ ☼ ☼

عظمیٰ کو تو حیرت تھی۔ اسد نے کبھی بھی اماں کے حکم سے انحراف نہ کیا تھا۔ پھر اب اس معاملے میں اماں کی خواہش پر اختلاف کیوں کیا۔ خاندان میں اسد کی فرماں برداری ضرب المثل بن گئی تھی۔ پھر یہ شادی کے معاملے میں کیوں متفق نہ ہوا۔ اماں بی بغیر کسی وجہ کے اپنی رائے ٹھونستی نہیں چاہتی تھیں۔ وہ ضدی تو بالکل نہ تھیں۔

پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ اسد نے ان کی رائے سے اختلاف کیا اور یہ بھی پہلی بار دیکھا کہ اماں بی اسد کے احتجاج کی پروا نہ کرتے ہوئے خود بھی احتجاجاً کراچی کا سفر اختیار کرنے پر مجبور ہو گئیں۔ اپنے بچوں کی خوشی کا انہیں بہت خیال رہتا تھا۔ بہت دفعہ تو وہ بچوں کی لاعلمی میں ان کی خوشی کا سامان پیدا کر لیتی تھیں۔ وہ انہیں باپ سے محرومی کا احساس نہیں ہونے دیتی تھیں۔ ہمیشہ ان دونوں کی خواہش پوری کرنے کی کوشش کرتی تھیں۔ اسد نے حسب معمول حسب توقع ان کی خواہش کے سامنے سر جھکا دیا اور اماں بی اب کپڑوں کی تیاری میں بری طرح مشغول ہو گئیں۔

اسد کے تایا کی تین بیٹیاں تھیں۔ تایا بھی اسد پر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

مہربان تھے۔ لیکن نہ تو اسد نے ہی کسی کو پسند کرنے کا اظہار کیا تھا۔ نہ وہ اماں بی کو اپنے گھر کے لیے مناسب لگیں۔ پھپھو کی بیٹی صبرین بے حد حسین بھی تھی۔ مغرور بھی۔ اسے اپنے باپ کی اعلیٰ پوزیشن پر بھی فخر تھا۔ اپنے حسن اور تعلیم پر بھی غرور تھا۔ مگر وہ اسد کو پسند کرتی تھی۔ اس کی ایک وجہ اس کے والد کا اس کے ساتھ التفات تھا۔ جو کہتے تھے۔ لڑکا بہت ذہین اور قابل ہے۔ بہت ترقی کرے گا۔ اسد کی پرکشش جاب اور شاندار مستقبل کو دیکھتے ہوئے تائی جو پہلے بھی گردانتی نہ تھیں۔ اب اس پر بہت مہربان ہو گئیں۔ ماں کے اکسانے پر بیٹیاں بھی اس سے بے تکلف ہونے کی کوشش کرنے لگیں۔

اسد عظمیٰ کے بچپن میں تو کوئی رشتے دار انہیں گھاس نہ ڈالتا۔ اس کے باپ کا وفات پا جانا۔ گھر کے حالات کا یک لخت پلٹا کھانا۔ اماں بی نے اپنے سلیقے' صبر اور ہمت سے بچوں کو سمیٹا' نہ صرف بچے بلکہ ان کی ساس بھی انہی کے ساتھ تھیں۔ ان کی خدمت دیکھ بھال۔ ان کے غم کا مداوا۔ سب اماں بی نے دل و جان سے ساتھ دیا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ سسرال کی پسندیدہ بہو بن گئیں۔ ان کی جشقلی کو ان کی ہر دل عزیزی پسند نہ آئی۔ مگر چونکہ خود ہمیشہ سسرال والوں سے لاتعلق رہیں۔ تو انہیں کوئی پسند نہ کرتا تھا۔ یوں بھی ان کے بچوں میں کافی اکڑ تھی۔ تو نوجوان نسل بھی ان سے دور تھی البتہ اسد کے خاندان میں کافی دوست بن گئے۔

تایا کی بڑی بیٹی حسن کے لیے مشہور تھا کہ وہ کچن سے الرجک تھی۔ کچن جانا پڑ جائے تو اسے کھانسی چھینکیں آنے لگتی تھیں۔ تین بھائیوں کے بعد بہن تھی۔ بہت لاڈلی بھائیوں نے بھی ہتھیلی کا چھالا بنا کر رکھا ہوا تھا۔

دوسری سلمہ مہمانوں سے گھبراتی تھی۔ اول تو کسی کو آنے کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی آنا چاہے تو یا تو صبح کے وقت ناشتہ کرکے آئے۔ مل ملا کر دوپہر سے پہلے چلا جائے۔ یا دوپہر کو تو ہرگز نہیں البتہ شام کی چائے پی کر آئے۔ رات کے کھانے سے پہلے واپس چلا جائے۔ اسی لیے وقت بے وقت آنے والے مہمانوں کا تو وہ سامنا بھی نہیں کرتی تھی۔

تیسری اور چھوٹی نغمہ نیند کی متوالی تھی۔ رات بھر ٹی وی پر فلمیں دیکھنے والی۔ دن سو کر گزارتی۔ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے اسے جاگنا ہی پڑ جاتا تو جمائیاں لیتی رہتی۔ کسی نے بتایا۔

"اسد کو اس کے تایا بہت پسند کرتے ہیں۔ چھوٹی بیٹی کے لیے رشتہ چاہتے ہیں۔" اماں بی گھبرا گئیں۔ اسی لیے اسد کی شادی کی انہیں فکر ہو گئی۔ یہ انہیں یقین تھا کہ اسد کی تابعداری نیک نامی اور شرافت کے باعث وہ جس لڑکی کا نام لیں گی۔ انکار نہیں ہو گا۔ اگر کوئی لڑکی اسد کے جوڑ کی۔ اس کے مزاج اور طبیعت کے مطابق ہوتی۔ وہ رشتہ کرنے میں دیر نہ کرتیں۔

مگر وہ جانتی تھیں۔ اسد جس عادات کا ہے۔ اسے برداشت کرنا کم از کم تایا کی بیٹیوں یا پھپھو کی بیٹی کے بس کا نہیں۔ ان لڑکیوں کی تربیت میں کوئی خامی نہ تھی۔ لیکن نئے دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کے لیے انہیں خاصی مہارت تھی۔ وہ گھر میں رہنا پسند نہیں کرتی تھیں۔ شہر کے تمام ہوٹلوں کے نام۔ مارکیٹوں کی فہرست۔ کس اسٹور پر کیا چیز مل سکتی ہے۔ کس ہوٹل کی کونسی ڈش لاجواب ہے۔ انہیں فیشن کے ہر میگزین سے سیکھنے کے لیے کیا کچھ درکار ہے۔

یہ سب ان کی عادات میں رچ بس گیا تھا اور یہ لڑکیاں اکثر عظمیٰ کی لاعلمی کا مذاق اڑایا کرتی تھیں۔ جسے پڑھنے اور گھر کے کام کے سوا دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ دنیا کس تیز رفتاری سے بدل رہی ہے۔ کسی معاملے سے آگہی نہ تھی۔ عظمیٰ بھی ان لوگوں کی باتوں سے گھبراتی تھی۔ بس کسی خاص موقع پر ہی ان کے گھر جاتی تھی۔ اسی لیے اماں بی نے جب کہا۔

"چلو۔ آج تمہارے تایا اور پھوپھی کے گھر بھی جا کر انہیں بتا آئیں۔ اسد کی شادی کا۔"

وہ پریشان ہو گئی۔ "میرا جانا ضروری ہے کیا؟" وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

جانتی تھی۔ کون ہے کیا ہے۔ کیسی ہے کے جواب اسے ہی دینا ہوں گے اور پھر مضحکہ اڑانے کا سلسلہ اسے برداشت کرنا ہے۔ مگر اماں بی اسے لے کر ہی گئیں۔ تایا بہت خوش ہوئے۔ اسے پیار کیا۔ اندر کمرے میں تائی نے بھی بہت تپاک کا مظاہرہ کیا۔ حسنہ کو آواز دے کر کولڈ ڈرنک لانے کا کہا۔ اماں بی نے کہا۔

"بھابھی۔ میرا تو روزہ ہے۔"

"روزہ ہے یا تکلف۔"

"ارے نہیں۔ تکلف کیسا۔ میں تو ہمیشہ سے شعبان کے روزے رکھتی ہوں۔ اللہ بخشے ہماری ساس بھی پابند تھیں۔ مجھے بھی ان کے ساتھ ہی عادت ہو گئی۔"

"ہاں۔ تم تو مستقل ان کے ساتھ ہی رہیں۔ میں تو شادی کے چھ ماہ بعد ہی جو الگ ہوئی تو آخر تک الگ ہی رہی۔ کچھ تمہارے جیٹھ کے تبادلے۔"

اماں بی خوب جانتی تھیں۔ ساس بیچاری کی خواہش تھی کہ بڑی بہو کچھ عرصہ تو ان کے ساتھ رہے۔ مگر وہ کبھی بچے کے چھوٹا ہونے کبھی کسی بچے کی بیماری۔ طرح طرح کے بہانے کر کے رسیاں تڑوا لی تھیں۔ عید بقر عید پر ہی دو دن کے لیے آتی تھیں۔ پھر میکے کی راہ لیتیں۔ اماں نے ساس کو بچوں کے لیے تڑپتے دیکھا تھا۔ بڑے بیٹے کی اولاد سے انہیں پیار بھی بہت تھا۔ مگر وہ کم کم ہی آتے۔ اسی لیے اماں بی نے ساس کا دامن تھامے رکھا۔ وہ اپنے بچوں کو ان سے الگ کرنے کی ہمت نہیں کر سکتی تھیں۔ حالانکہ ان کے میاں بھی تبادلوں کے سلسلے میں دوسرے شہروں رہتے تھے۔

مگر اماں بی نے ساس کا گھٹنا پکڑ لیا۔ کبھی کبھار میاں کے تقاضوں پر بطور تفریح ان کے پاس جاتیں۔ تو ساس ہمراہ ہوتیں۔ مگر اماں جان کو بیٹے کی خانہ بدوشی پسند نہ تھی۔ کبھی اس شہر کبھی اس شہر۔ اٹھاؤ چولھا یہ کوئی زندگی ہے۔ اپنا شہر اپنا ٹھکانہ۔ اپنی زندگی میں ہی سکھ ہے۔ مگر بے چارے فہد میاں بھی کیا کرتے۔ روز روز چھٹی لے کر آ نہیں سکتے تھے۔

اس لیے گھر میں اماں جان کی بیماری ہو یا بچوں کے مسائل یا خاندان میں خوشی غمی۔ ہر مرحلے سے ان کی بیگم ہی نمٹ لیتیں۔ ان کی صلاحیت سے وہ واقف بھی تھے معترف بھی۔ وہ خود بھی اماں جان کو تنہا چھوڑنا پسند نہیں کرتے تھے۔ لیکن خدا کی مرضی۔ عین جوانی میں جوان بیوی اور چھوٹے دو بچوں کو دنیا کے رحم و کرم پر چھوڑ کر ملک عدم سدھارے۔ ہارٹ اٹیک نے اگلا سانس لینے نہ دیا۔

بوڑھی ماں کے آنسو پلکوں میں جم کر رہ گئے۔ لیکن وہ بہت حوصلہ مند خاتون تھیں۔ انہوں نے بیٹے کے بعد بہو اور پوتے پوتی کو اپنی آغوش میں سمیٹ لیا۔ پہلے بہو ساس کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔ بیٹے کی جوانمرگی کے بعد انہوں نے بہو اور بچوں کو تحفظ میں لے لیا۔ اپنا مکان بہو کے نام کر دیا۔ وہ جب تک زندہ رہیں۔ سر پر رہیں۔ بہو کے لیے ساس کا وجود ایک محافظ کی طرح تھا۔ فہد کی پنشن سے گزارا نہ ہوا تو ساس نے اجازت دے دی کہ وہ کسی اسکول میں نوکری کر لیں۔ اسکول سے بھی اتنا نہ ملتا کہ بچوں کی خواہشات یا ضروریات پوری ہوں۔ تو نوکری چھوڑ کر گھر کا ایک حصہ کرائے پر دے دیا۔

بچوں نے دیکھا تھا ان کی ماں نے بہت سخت زندگی گزاری ہے۔ ساس کی خدمت اطاعت۔ بچوں کی دیکھ بھال۔ گھر کو سنوارنا۔ رشتے داروں سے تعلقات نبھانا۔ بچوں نے اپنی ماں کو دادی کی خدمت کرتے ان کے ہر اشارے پر عمل کرتے دیکھا تھا۔ جو ماں کو کرتا دیکھتے۔ وہی خود بھی کرتے۔ دادی کے لاڈلے اور پیارے۔

دادی کے بعد ماں کی فرماں برداری اور خدمت اسی طرح لازمی تھی۔ کچھ لوگ اس کی تابعداری کا مذاق بھی اڑاتے تھے۔ عظمیٰ ماں کے ساتھ تایا کے ہاں پہنچی۔ وہ کافی عرصے بعد آئی تھی۔ اماں بی نے حسنہ کو اسد کی شادی کا بتایا۔ انہوں نے میاں کو پکارا۔

"سنتے ہیں آپ۔ فہد کی بیوی اسد کی شادی کی خبر لائی ہیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

تایا فوراً "اندر آگئے۔ "ہائیں مگر کہاں؟"
انہیں بتایا گیا۔ مزید ناراض ہوئے۔ "ہائیں مگر خاندان میں لڑکیوں کی کیا کمی تھی بھئی جو تم۔ میرا مطلب ہے۔ یہاں تو خود ہی ۔۔۔ ارے بھئی بیگم میری چھڑی کہاں رکھ دی آپ نے۔"
"تایا جان! یہ لوگ بھی غیر نہیں ہیں۔" عظمیٰ نے ان کی غلط فہمی دور کرنا چاہی "ہمارے ننھیالی رشتے دار ہیں۔ بہت قریبی۔"
"ہاں بھئی ۔۔۔ قریبی تو ہوں گے ننھیالی جو ہوئے۔" تائی کو تو یہ خبر ہضم نہیں ہو رہی تھی۔
حسنہ کولڈ ڈرنک لائی تھی۔ وہ عظمیٰ کو اپنے کمرے میں لے گئی۔ سلمہ کو بھی یہ (اندوہناک) خبر سنائی۔ اس بے چاری کو تو سکتہ ہو گیا۔ سلیپنگ پول نغمہ نے سونے کے دوران خبر سن لی۔ اچھل کر بیٹھ گئی۔
"اسد نے ۔۔۔ ہاں کر دی۔" سلمہ کا سکتہ ٹوٹا۔ "کیا بہت خوب صورت ہے؟ یا اعلیٰ تعلیم یافتہ۔"
"ہاں بھئی۔ اسد کے ساتھ عام معمولی لڑکی کم پڑھی لکھی تو جچے گی نہیں۔ یقیناً" لندن سے پڑھ کر آئی ہو گی۔"
"نہیں خیر۔ ایسا تو نہیں۔ بس ٹھیک ہے۔ میری جیسی ہی ہے۔ مطلب جیسی ہمارے گھر کے لیے ہونی چاہیے۔"
عظمیٰ نے تو غلط فہمی رفع کرنے کے لیے کہہ دیا۔ وہ حسب عادت مذاق اڑانے لگیں۔ "اچھا گھر سے یعنی گھر کی بھی ضروریات ہوتی ہیں۔" حسنہ نے ہنس کر کہا۔
"تو تمہارے گھر کی کیا ضروریات ہیں؟" مندی مندی آنکھوں میں نیند کا خمار باقی تھا۔
"میری جیسی۔ یعنی گھر سنبھالنے والی۔ کھانا پکانا۔ کپڑے خود ہی سی لیتی ہیں اور۔" عظمیٰ گھبرا گئی۔
"اچھا اچھا۔ اسد کو باورچن درزن دھوبن ٹائپ لڑکی چاہیے تھی۔" حسنہ نے بہنوں کو بتایا۔ عظمیٰ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔
"اگر آپ مجھے یہ لقب دینا چاہتی ہیں۔ تو ٹھیک ہے میں بھی سارے کام خود کرتی ہوں اور اپنے گھر کو بنانے سنوارنے میں اپنے ہاتھ سے کام کرنے میں کوئی ذلت محسوس نہیں کی۔ ایسی ہی بھابھی کی ہمارے گھر کو ضرورت تھی۔ شکر ہے کہ مل بھی گئی۔"
تینوں بہنیں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائیں۔
"ہاں اچھا۔ اسد نے کیسے پسند کر لیا۔ اس کی پوزیشن کے لیے تو ۔۔۔ کچھ اور ہی خیال تھا ہم لوگوں کا ۔۔۔ کہ وہ۔"
"بھائی جانتے ہیں۔ گھر کو امن و سکون کی اور ہماری پسند کیا ہے۔"
"اچھا گویا سویدا امن بھی لاتی ہے۔ ہمارے گھر میں تو پھر تین تین بدامنیاں آئیں گی۔ چلو سلمہ یہ مقولہ لکھ لو۔ آئندہ کام آئے گا۔" حسنہ کو زیادہ ملال تھا۔
"تو پھر۔ ہم لوگ امن کی آشا کہاں سے لائیں گے۔" سلمہ مضحکہ اڑا رہی تھی۔ عظمیٰ وہاں سے اٹھ کر آگئی۔ سب سے کہا۔ "چلیے اماں بی۔ پھپھو کے گھر بھی جانا ہے۔ پھر بھائی کے آنے کا وقت ہو جائے گا۔"
اماں بی کھڑی ہو گئیں۔ سب کو بارات اور ولیمے کی دعوت دیتی ہوئی باہر آئیں۔

☼ ☼ ☼

پھپھو نے انہیں اپنے شاندار وسیع ڈرائنگ روم میں بٹھایا۔ میرین بھی آگئی۔ ملازمہ دو گلاس جوس کے لے آئی۔ جو عظمیٰ اور میرین نے اٹھا لیے۔
"بھابھی نے بھی اماں جان کی روایت قائم رکھنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔" پھپھو میرین کو بتانے لگیں۔
"اماں! شعبان کے مہینے کے روزے کبھی نہیں چھوڑتی تھیں۔ بھابھی ان کا ساتھ دیتی تھیں۔ میں ان دنوں وہاں ہوتی تو ہمیشہ ناراض ہوتی کہ آپ دونوں مجھے گنہگار کر رہی ہیں۔ بھابھی مجھے بہلا دیتی تھیں۔ یہ کہہ کر کہ وہ بھی پہلے شعبان کے روزوں کی پابند نہ تھیں۔ اماں جان کا ساتھ دینے کے لیے رکھ لیتی ہوں۔ ثواب کا ثواب۔ بھابھی اماں جان کے رنگ میں رنگی ہوئی تھیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"یعنی تمہارا خیال ہے کہ بھابھی اماں جان کی چہیتی تھیں۔" پھپھو جان نے گفتگو میں دخل دیا۔

سب ہنسنے لگے۔ پھپھو میاں پر ناراض ہوگئیں۔

"توبہ ہے۔ آپ بھی ہمیشہ مجھے ہی برا بنادیتے ہیں۔"

پھپھو نے اپنی بھابھی کو گلے لگا لیا۔ "میں بھلا اتنی پیاری بھابھی کے بارے میں ایسا سوچ بھی سکتی ہوں۔"

اسد کی شادی کی بات سن کر وہ لوگ کچھ حیران ہوگئے۔

پھپھا نے اعتراض کیا۔ "سب کچھ طے کرنے کے بعد ہمارا خیال کیا۔ اب بھی نہ بتاتیں۔ مہمانوں کی طرح ہم بھی شریک ہوجاتے۔"

پھپھو نے سوالات کرکے بات ٹالی۔ "کون ہے۔ کس کی بیٹی ہے۔ وغیرہ" سب کچھ سن کر میاں سے بولیں۔

"یہاں بھی بھابھی نے اماں جان کی وصیت کا خیال رکھا۔ اماں جان کہتی تھیں نفیسہ۔ تم اپنے بچوں کی شادیاں اپنے خاندان میں کرنا۔ اپنی جیسی بھولانا۔"

"شاہین! تمہیں یاد ہے؟" اماں بی نے حیرت سے پوچھا۔

"بھولنے والی بات نہیں ہے۔ میری اماں جان سے بحث بھی ہوئی۔ مگر انہوں نے کہا۔ یہ میری وصیت سمجھو۔ اللہ سے دعا ہے کہ یہ لڑکی سب کے لیے خوشیوں کا پیغام لائے۔ اللہ اسد کو بھی بہت خوشیاں دے اور زندگی میں کامیابیاں عطا کرے۔ آمین۔" پھپھو آبدیدہ ہوگئیں۔

"خاندان میں تو۔۔۔ اور بھی کئی لڑکیاں ہیں۔" پھپھو نے کھنکار کر کہا۔ انہیں یہ بات ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

"جی بھائی۔ بہت لڑکیاں ہیں۔ سب بہت اچھی ہیں۔ اپنی ہیں۔ لیکن شاہین تم تو لوہو۔ میرے گھر کے حالات، افلاس، میری کوشش اور جدوجہد۔ میں نے ان یتیم بچوں کی تعلیم تربیت اور پرورش میں جس طرح جان لڑائی۔ اماں جان کی شفقت اور سرپرستی کی وجہ سے آج ہم یہاں تک پہنچے ہیں۔ لیکن۔۔۔ تم جانتی ہو۔ فہد کے انتقال کے بعد سے ہمارے ہاں کوئی نوکر نہ رہا۔ اب بھی ہم بغیر کسی نوکر کے گزارا کر رہے ہیں۔ اللہ نے اس قابل میرے بیٹے کو کردیا ہے کہ وہ کوئی ملازم بھی رکھ سکتا ہے۔ لیکن فی الحال تو کچھ عرصے امکان نہیں ہے۔ عظمیٰ کے جانے کے بعد بہو کو گھر سنبھالنا پڑے گا اور میرے گھر کے ماحول کے مطابق تو نئی بچی کو بھی مشکل ہوگی۔ اس لیے میں نے خود ایسی لڑکی منتخب کی جو میرے گھر میں آسانی سے جگہ بنالے۔ بے ماں کی بچی۔ ماں کی ترسی ہوئی ہے۔ میں اسے ماں کی محبت دوں گی۔ اسد محبت اور عظمیٰ راز دار دوست اور وہ اسی طرح گھر کو چلائے گی جیسے آپا کے گھر میں سب کچھ کرتی ہے۔ اسے یہاں اجنبیت نہیں ہوگی۔ شاہین برابری کی بنیاد پر شادی کرنی چاہیے۔ میں اپنی حیثیت سے بڑھ کر کوئی کام نہیں کرتی بہت سوچ سمجھ کر اس لڑکی کا انتخاب کیا ہے میں نے۔ دعا کرو وہ میری توقعات پر پوری اترے۔"

مہرین گم صم بیٹھی تھی۔ آہستہ سے بولی۔ "سوائی! لڑکیاں۔۔۔ خود کو بدل بھی سکتی ہیں۔ اسی سانچے میں خود کو ڈھال لیتی ہیں۔ جو شوہر اور سسرال والے اس کے لیے تیار رکھتے ہیں۔"

"ہاں بیٹا۔ مگر یہ تو جبر ہوا۔ جبر بھی ظلم کا دوسرا چہرہ ہے۔ ہمیں کوئی حق نہیں کہ کسی پر جبر کریں۔ ہم اپنی جیسی اپنے معیار کے مطابق کیوں نہ لے آئیں۔ بے جوڑ رشتے کامیاب نہیں ہوتے۔"

"بھابھی ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ رشتے برابری کا جوڑ دیکھ کر کرنا چاہیے۔ خاندان میں اگر ہو تو نفرت اور تفرقہ پیدا ہونے کا خدشہ رہتا ہے۔ بھابھی آپ کا فیصلہ درست ہے۔"

"شاہین! سچ تو یہ ہے کہ میں اور میرے بچے۔۔۔ تم لوگوں کے رتبے کی برابری نہیں کرسکتے۔ برسوں سے میں یہی سنتی آرہی ہوں۔" وہ آبدیدہ ہوگئیں۔ پھپھو بھی رنجیدہ ہوگئیں۔

☆ ☆ ☆

گھر آکر اماں بی کچھ متفکر تھیں۔ اسد آیا تو عظمیٰ نے

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

پوری رپورٹ دی۔ وہ خاموش ہو گیا۔ اسے علم تھا۔ خاندان والے اس رشتے کو ہرگز پسند نہیں کریں گے۔ سب اس سے امید لگائے بیٹھے تھے اور وہ۔۔۔ اماں بی کی خوشی کے لیے۔ ماں کی توقعات پر پورا اترنے کے لیے۔ دلدل میں اترنے سے ہچکچانے کے بجائے۔ بخوشی تیار تھا اور کوئی راستہ بھی تو نہ تھا۔ نہ ہی کوئی لڑکی شریک حیات کے طور پر پسند آئی۔ تو پھر۔۔۔ ماں کی خواہش ہی کیوں نہ پوری کر دی جائے۔ ماں جس کی زندگی پوری عمر بچوں کے لیے ایثار کرتے قربانیاں دیتے گزری تھی۔ وہ عظیم ماں جس نے اپنی تمام خواہشات بچوں اور ان کی دلجوئی کی خدمت اور دلجوئی کی خاطر پس پشت ڈال دیں اور کبھی شکوہ نہ کیا۔ ساری مائیں عظیم ہوتی ہیں۔ لیکن شاید ہر ماں نفیسہ بیگم جیسی بے نفس۔ صابر، محنتی اور اللہ کی شکر گزار نہیں ہوتی۔

☼ ☼ ☼

رمضان شریف شروع ہو گیا۔ عظمیٰ کی مصروفیت۔ اماں بی کی عبادت۔ ساتھ ہی شادی کی تیاری بڑھتی گئی۔ حسنہ سلمہ نغمہ آجاتیں۔ عظمیٰ کو کپڑوں میں الجھا دیکھتیں۔ دوپٹے پر ستارے لگاتے۔ قمیصوں کے گلے پر رنگ برنگ کے نگ لگاتے۔ کڑھائی کرتے دیکھ کر پریشان ہو جاتیں۔

شام سے پہلے افطاری کے لیے کچن میں جا گھستی۔ روزے سے ہوتی اور محلے بھر میں افطاری بھیجنے کے لیے ڈھیر لگاتی رہتی۔ اماں بی سب کے حصے لگاتیں اور اسد سب کے گھروں میں پہنچاتا۔ ان کی عقل قبول کرنے سے قاصر تھی۔ یہ تو بالکل عجیب اور نیا ماحول تھا۔ اس کے باوجود گھر میں کوئی بدنظمی نہ تھی۔ نوکریا ملازمہ نہ تھی۔

عظمیٰ اماں بی کی مدد کے ساتھ سب کچھ کر لیتی۔ اس نے کباب اور ماش کے بڑے بھی فریز کیے تھے۔ جب ختم ہونے لگتے۔ مزید بنا کر رکھ لیتی۔ ان کی حیرانی پر عظمیٰ نے کہا۔

"ورنہ پاور چن اور دھوبن کے بہت فائدے ہیں۔ اپنی سہولت بھی اور کسی کا احسان بھی نہیں۔"

"ہمارے ہاں تو کک ہے۔ مگر اتنی افطاری بنانے کو کہا جائے تو نوکری چھوڑ کر بھاگ جائے۔"

"بازار میں افطاری کی سب چیزیں مل جاتی ہیں۔ خواہ مخواہ انرجی ضائع کرنے کا فائدہ؟" نغمہ نے کہا

"ایکسرسائز ہو جاتی ہے اور مرضی کی چیزیں بلاشک وشبہ۔"

"بلاشک شبہ کیا مطلب؟"

"بھئی وہ دکانوں پر ملنے والی چیزوں کا اعتبار نہیں ہوتا۔ ملاوٹ کے علاوہ۔ کیڑے مکوڑے بھی شامل ہوتے ہیں۔ مرغی بغیر ذبح کیے استعمال کرتے ہیں۔ بقول مشتاق احمد یوسفی گرم پانی کے حوض میں بے چاریوں کو غسل میت دے کر سوپ بنا لیا جاتا ہے۔ لاپروائی اور سستی یعنی وقت کی کمی اور جب گاہک بہت ہوں تو کون صفائی کی احتیاط لے۔"

"اور یہ مشتاق احمد یوسفی کون ہیں۔ یقیناً تمہارے 'نانا' ماموں۔" نغمہ کا ذہن رسا۔

"ہم کون سا بازاروں دکانوں سے چیز لیتے ہیں۔ بڑے بڑے ہوٹل موجود ہیں۔"

عظمیٰ چپ ہو گئی۔ کہہ نہ سکی۔ مشتاق یوسفی نے بڑے ہوٹلوں کے راز بھی کھولے ہیں اور مثل مشہور ہے۔ اونچی دکان۔ پھیکا پکوان۔ مگر بحث کے چکر میں کام سست ہو رہا تھا۔ تیزی سے سموسے کے لیے پٹیاں بیل رہی تھیں۔

"تم تو بہت کار گزار ہو۔ چچی بہت تعریف کرتی ہوں گی تمہاری۔" حسنہ قائل ہو گئی تھی۔

"تعریف؟ اوہ نو۔ کبھی آپ نے ان کے منہ سے میری تعریف سنی؟ ہاں نکتہ چینی اور اعتراض وافر۔ بھائی سب سے بڑے ناقد ہیں۔ اماں بی سے اکثر فرمائش ہوتی ہے کہ عظمیٰ کو کچھ سکھا دیں۔ ورنہ سسرال سے طعنے سننے پڑیں گے کہ ماں نے کچھ سکھا کر نہیں بھیجا۔"

لڑکیوں کا ہنسی سے برا حال ہو گیا۔ اف بے چاری

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

کے ساتھ اس قدر زیادتی پھر اس ساری محنت کا فائدہ کیا۔ واپسی میں نغمہ سر پکڑ کر کراہنے لگی۔ "ہائے۔ میں تو عظمیٰ کو ادھر سے ادھر چلتے پھرتے دیکھ کر چکرا گئی۔ جی چاہتا تھا۔ اسے پکڑ کر لٹا دوں کہ بس اب تم سو جاؤ۔ پتا نہیں بے چاری کو آرام ملتا بھی ہے کہ نہیں۔"

"تم نے اس کا لکر دیکھا ہے؟ کتنی اسمارٹ ہے۔ اس کے چہرے پر کتنی تازگی ہے۔ اور تم سو سو کر اپنا گوشت بڑھا رہی ہو۔ دس سال بڑی لگتی ہو اس سے۔ تھوڑے دن میں گوشت کا پہاڑ بن جاؤ گی۔" حسنہ کو ہمیشہ نغمہ کے دن بھر سوتے رہنے پر اعتراض ہوتا تھا۔

"اور سو کر اٹھتے ہی کھانا پینا بھی بسکٹ۔ کبھی چپس ملک شیک کوک الابلا۔"

"اپنے باپ کا دیا کھاتی ہوں۔ تمہیں کیا پریشانی ہے۔ تم بھی ہوٹلوں کی سیر کرتی ہو۔ میں نے کبھی کچھ کہا۔"

"ہم اکیلے تو نہیں جاتے تم بھی ساتھ ہوتی ہو۔ وہاں بھی سب سے زیادہ تم ہی کھاتی ہو۔" مسلسل سے بحث جاری تھی۔

حسنہ نے دونوں کو چپ کرایا۔ "دوسروں سے مقابلہ کرنے کا فائدہ نہیں ہر ایک اپنے طور زندگی گزارتا ہے۔ چچی کے حالات ہمیشہ سے ہی خراب رہے۔ اب اسد کچھ گھر کے لیے کرے تو ٹھیک ہے۔ لیکن شادی ایسی جگہ ہو رہی ہے جہاں سے کچھ ملنے کی توقع نہیں خیر چچی جس طرز زندگی کی عادی ہیں۔ اس میں ردوبدل کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لیے تمہیں تردد کرنے کی ضرورت نہیں۔ مگر وہ سمجھتی ہیں کہ عظمیٰ کو ہر کام سکھا کر اس کے لیے کوئی اعلیٰ درجے کا رشتہ بھی ڈھونڈ لیں گی۔ اس میں مجھے شک ہے۔"

"چچی بیچاری گھر کے اندر رہنے والی۔ انہیں علم نہیں آج کل لوگ لڑکیوں کو نہیں۔ ان کے باپ بھائی کی حیثیت دیکھ کر رشتہ کرتے ہیں۔ کوئی خوش حال تعلیم یافتہ لڑکا ان کے گھر کیا کرنے آئے گا۔ عظمیٰ کو ماسی سمجھے گا ہر کام میں ایکسپرٹ۔"

"اور بہو بھی چھوٹے گھر کی لا رہی ہیں۔ بے چاری بے ماں کی۔ چلو جیسی وہ ہیں۔ اس سے آگے سوچ نہیں سکتیں۔"

"ہاں تو جیسی بہو آئے گی۔ ویسا ہی داماد ملے گا۔"

دل کے پھپھولے پھوڑ رہی تھیں۔ اسد کی اتنی معمولی حیثیت کی لڑکی سے شادی انہیں ہضم نہیں ہو رہی تھی۔ آخر اسد نے دکھا دیا۔ چچا کی اس قدر نک سک سے درست فیشن ایبل حسین و جمیل لڑکیاں پھوپھی کی حسین اور دولت مند بیٹی۔ چیزیں کوٹھی کار نوکر۔ کوٹھی فرنشڈ۔ اپنی حیثیت پوزیشن تو دیکھ کر شریک حیات منتخب کرتے ہیں۔ یہ کیا؟ بے ماں کی لڑکی۔

گھر میں بھی ماں باپ کے سامنے یہی گفتگو ہوتی رہی۔ والدین کو بھی یہ رشتہ پسند نہیں آیا تھا۔ دل میں ان کے بھی شکوہ تھا۔ لیکن کبھی ان بچوں کے سر پر ہاتھ رکھا نہ تھا۔ کبھی انہیں اپنی شفقت پدری کا احساس دلا کر تسلی کا ایک لفظ بھی نہ بولا۔ اماں جان سے بھی شکایت تھی۔ انہوں نے اپنا حق استعمال کرتے ہوئے اپنا مکان بہو کے نام کر دیا۔ بیٹے بیٹی کی حق تلفی۔ لاکھ چاہتے یہ رنجش دل سے نکلتی نہ تھی۔ پھر بھلا کس حق کے تحت بھتیجے کو داماد بنانے کی خواہش کرتے۔

اب کچھ عرصے سے اسد سے دلچسپی ہو گئی تھی۔ بغیر کسی کی مدد کے اس نے اپنا مستقبل روشن کر لیا تھا۔ معزز لوگوں میں سر اٹھا کر بیٹھنے کے لائق ہو گیا تھا۔ اب تو سب کی آنکھوں کا تارا ہو گیا تھا۔

لڑکیوں کی باتیں سن کر ان کی والدہ کے ذہن میں گزرے دنوں کے خاص خاص واقعات گردش کرنے لگے۔ انہیں کوتاہیاں یاد آئیں۔ نفیسہ کے صبر و تحمل۔ ضبط برداشت، بچوں کی پرورش۔ ساس کی خدمت نگہداشت۔ کبھی کسی سے مدد نہ لی۔ تنہا بہادری سے ہر مشکل کا مقابلہ کیا۔

وہ بہت غور کرتی رہیں۔ اپنے نقصان کا اندازہ بھی ہوا۔ اتنا خوب صورت وجیہہ قابل لائق لڑکا اپنا خون

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

کیسے ہاتھ سے نکل گیا۔ لڑکیوں کے رشتے آتو رہے تھے۔ مگر اتنا اچھا کوئی نہ تھا۔ حسنہ کا رشتہ تو تقریباً" طے تھا۔ مگر نغمہ کے لیے۔۔۔ جو ابھی سے تو پڑ بن گئی تھی۔ مثلاً چڑھے بڑھنے سے پہلے اس کا کہیں رشتہ ہو جاتا۔ تو۔۔۔ لیکن۔۔۔ اب تو ممکن نہیں۔ میاں بیوی دونوں کی نظریں اسد کی طرف تھیں۔ حسنہ کی شادی کے موقعے پر اسد کے لیے بھابھی سے درخواست کرنے کا ارادہ تھا۔ یہ یقین تھا کہ ادھر سے انکار نہیں ہو گا۔ بھابھی کو اس سے بہتر بہو بھلا کہاں مل سکتی ہے اپنے خاندان کی۔ پڑھی لکھی فیشن ایبل۔ قیمتی جہیز والی۔ مگر۔۔۔ سب کچھ اندازوں کے خلاف ہو گیا۔ اب کچھ ہو نہیں سکتا۔

رات گزاری۔ صبح ہوئی۔ ناشتے پر سلمہ اور نغمہ نے گزری شام کے واقعات از سر نو تازہ کرنا چاہے۔ ان کے گھر میں رمضان شریف کی آمد کبھی کبھی ہوتی تھی۔ بوڑھاپے کے باعث والد۔ کمزوری کی وجہ سے والدہ۔ لڑکے سگریٹ نہ چھوڑ سکنے کے باعث۔ لڑکیاں۔۔۔ کبھی کبھی حسنہ کو جوش آجاتا۔ تو اہتمام سے سحری کر کے روزہ رکھتی اور دن بھر احسان جتاتی۔ سلمہ کو بھوک کی برداشت تھی نہ پیاس کی۔ نغمہ کے سونے جاگنے کے اوقات سحری افطاری سے متصادم ہوتے۔

آج کسی کا روزہ نہ تھا۔ سب ناشتے کا لطف لے رہے تھے۔ لڑکیاں چچی کا مذاق اڑانے کے موڈ میں تھیں۔ تب ان کی ماں نے انہیں جھڑک دیا۔ "فضول اعتراض کرنے کا فائدہ کیا ہے؟ کچھ عقل بھی استعمال کرو۔ بھابھی نے بہت ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔ اپنے گھر کے لیے۔ اپنے ماحول کے مطابق بہو پسند کر لی۔ تم لوگ ان کی پسند نہیں ہو سکتیں۔ کیا تم ان کے گھر کا کھانا پکا سکتی ہو؟ کیا ان کی ہر بات مانو گی' خدمت کرو گی' اسد کا ٹرانسفر ہو جائے۔ تو اس کے ساتھ جانے کے بجائے گھر میں ساس کے ساتھ رہنا پسند کرو گی؟ مہمانوں کی خاطر کرو گی؟ صبح سویرے اٹھ کر ناشتہ بناؤ گی؟ بھابھی نے اسی طرح عمر گزاری ہے۔ فہد کی زندگی میں۔ وہ کبھی ان کے ساتھ نہیں گئیں۔ اماں جان کا دل کہیں لگتا نہ تھا۔ نفیسہ بھابھی ساس کی خاطر اسی گھر میں رہتی رہیں۔ فہد کی زندگی میں تو کر تھے خوشحالی تھی۔ ان کے بعد۔۔۔ خوشحالی رہی نہ کوئی مددگار۔ کم سے کم آمدنی میں۔ فہد کی پنشن میں گزارا کر رہی تھیں۔

پھر بچے بڑے ہوئے۔ اخراجات بڑھ گئے۔ تو اسکول میں جاب کر لی۔ گھر کے کام۔ بچوں کی دیکھ بھال اماں جان کی خدمت۔۔۔ میں تو کبھی اماں جان کے ساتھ رہی نہیں جہاں تمہارے ابا جاتے میں بھی وہیں چلی جاتی۔ ریٹائرمنٹ کے بعد یہاں آئے گھر خریدا۔ مگر نفیسہ نے کبھی ہم سے مدد نہ لی۔ اماں جان کو دوا علاج بھی خود ہی کرتی تھیں۔ وہ ایک مثال بن گئیں۔ لیکن۔۔۔ اس وقت کسی نے ان کی قدر نہ کی۔ ہمیشہ کمتر سمجھا۔ کیونکہ خاندان میں وہ سب سے کم حیثیت تھیں اور جب اماں جان نے گھر نفیسہ کے نام کر دیا۔ تو میں ہی سب سے زیادہ ناراض تھی۔ اس وقت مجھے اندازہ ہی نہ تھا کہ مجھے اس سے بہتر زندگی ملی ہے۔ تین بیٹے شوہر۔ بہترین رہن سہن۔ لیکن میں مقابلہ کرتی رہی۔ اماں جان کی یکطرفہ کارروائی۔ حالانکہ۔۔۔ اس گھر نے بیوہ اور یتیم بچوں کو جینے کا آسرا دیا تھا۔ مگر ان دلوں مجھے احساس برتری کا غرور تھا۔ لیکن خیر۔ اب میں قائل ہو گئی ہوں۔ اور مجھے ان سے شکوہ بھی نہیں۔ سب کو اپنی خوشی اور مرضی کے فیصلے کرنے کا اختیار ہے۔ ہم زبردستی تو نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر پہلے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا ہوتا کبھی مدد کی ہوتی۔ ان کا بوجھ اٹھایا ہوتا۔ تو مشورہ دینے کی حد تک اپنائیت کا مظاہرہ کر سکتے تھے۔ شاید اپنی مہربانیوں کے صلے میں۔ کچھ مانگ بھی لیتے۔"

ماں کی صاف بے لاگ گفتگو سن کر حسنہ حیران۔ سلمہ ناخن دانتوں سے کترنے لگی۔ نغمہ کمرے میں جا کر دھڑ سے بستر پر گری۔ اسے رونا آرہا تھا۔ مگر اب اس کے سونے کا وقت تھا۔ اس لیے وہ سو گئی۔

رمضان پورے طمطراق سے گزر رہے تھے۔ اپنی برکتیں بخشتے ہوئے۔ رحمتوں کا مہینہ اب تیسرے ہفتے

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

میں داخل ہو گیا تھا۔ روزہ دار برکتیں سمیٹ رہے تھے۔ جن کے نصیب میں رحمتوں کا حصول نہ تھا۔ وہ بھی افطار کی دعوتوں سے بھرپور انصاف کر رہے تھے۔
اماں بی کو اپنی بہو کے عید کے جوڑے کی فکر تھی۔ بارے ان کی مرضی اور پسند کا جوڑا تیار ہو گیا۔ تو انہوں نے شاہ آباد کے لیے قصد کیا۔ جھٹ اور نند کو بلایا۔ دونوں آگئیں اور اماں بی عظمیٰ اور ان دونوں کے ساتھ عازم شاہ آباد روانہ۔

پھپھو نے تو اپنی گاڑی کی پیش کش کی۔ مگر گاڑی تو اسد کو بھی مل گئی تھی۔ مسئلہ ڈرائیور کا تھا۔ پھپا بی گاڑی خود ڈرائیو کرتے تھے۔ یا ان کا بیٹا۔ مگر اماں بی کسی مرد کو لے جانے کے حق میں نہ تھیں۔ راستہ دلچسپ تھا۔ اماں بی اور تائی ایک ساتھ۔ عظمیٰ اور پھپھو ایک ساتھ بیٹھی تھیں۔ بس کے سفر سے نا آشنا پھپھو کو کھڑکی سے جھانکنے اور باہر کے نظاروں سے دلچسپی ہو رہی تھی۔ سڑک کے کنارے لگے درختوں کے پتے ہوا کی تیزی سے جھوم رہے تھے۔ تالیاں بجا رہے تھے۔ پھپھو بہت جذباتی ہو رہی تھیں۔ وہ بار بار عظمیٰ کی توجہ سڑک کی طرف مبذول کرتیں۔
"دیکھو دیکھو' ان درختوں کی کونپلیں کس قدر سبز اور عنابی ہیں اور کوئی فاسٹ کی۔"
عظمیٰ سوچتی۔ پھپھو نے اپنی کوٹھی کے لان پر کبھی توجہ نہیں دی کیا؟ وہاں بھی کونپلیں ایسی ہی ہوتی ہوں گی۔ بہار وہاں بھی آتی ہو گی۔ لیکن یہ انسانی فطرت ہے۔ اپنے اختیار میں جو ہے اس کی طرف نظر ڈالنے کی فرصت نہیں ہوتی۔ کبھی عظمیٰ کا ہاتھ ہلا کر کھڑکی کے باہر متوجہ کرتیں۔
"ارے ارے دیکھو ذرا۔ یہ موٹر سائیکل والا۔ چار بچوں ایک بیوی کے ساتھ کس مزے سے جا رہا ہے۔ مزے کا سین ہے نا۔"
وہ کیا کہتی۔ ہمارے شہر میں آئے دن ایسے مناظر ملا کرتے ہیں۔ پھپھو کو یہ سین نیا کیوں لگ رہا ہے۔ جب یہ کہیں جاتی ہیں۔ کیا باہر نہیں دیکھتیں۔ مگر وہ اس وقت اپنے مسائل میں گھری ہوتی ہیں۔ مرین کے لیے شاپنگ افسر کے ٹیلر سے یا مرین کے ٹیلر سے جھگڑنے کی سوچ یا پھر پھپھو جان سے بحث جو گاڑی ڈرائیو کرتے ہیں۔ باہر جھانکنے کی فرصت نہ ملتی ہو گی یا سڑک پر موٹر سائیکل والے' پیدل چلنے والے کیڑے مکوڑے ہی لگتے ہوں گے۔ کون غور کرتا ہے۔
"شاہ آباد آگیا۔" بس رک گئی۔ اماں بی چوکنا اور پرجوش نظر آئیں۔ چھوٹی ٹیکسی میں وہ چاروں بیٹھ کر خیابان مقصود پر پہنچیں۔ عظمیٰ بے تابی سے اتر کر گیٹ پر پہنچ گئی۔ گھنٹی کے بٹن پر ہاتھ رکھ کر ہٹانا بھول گئی۔ پھر اندر سے کسی کی نسوانی آواز آنے پر انگلی ہٹائی۔ تو غور کیا اندر تو خاصی کرسا کر رہی تھی۔
"ارے ارے بھئی کون ہے یہ بے قرار ہستی۔ صبر نہ ہو تو بندہ عقل سے کام لیتا ہے۔ لگتا ہے۔ کھولتی ہوں بابا۔ مگر ہو کون یہ تو بتاؤ تو۔"
"ہم۔ لاہور سے آئے ہیں۔"
"لاہور سے آنے والے کیا ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو کر آتے ہیں۔ دیکھو بی ہم نے قورمہ چولھے پر چڑھایا ہوا ہے۔ چکن بھوننے والا ہے۔ جل جلا گیا۔ تمہارا کیا بگڑے گا۔ روزے میں تائی میری شامت بلائیں گی۔ نام بتاؤ۔ ورنہ آگے جاؤ۔"
"قورمہ۔ ارے نکمی تم افطاری نہیں بناتیں کیا۔ خالی قورمے پر تائی کو ٹرخا رہی ہو۔" عظمیٰ کم نہ تھی۔

"اوہو۔ بڑی لیچڑ ہو تم۔ کھولتی ہوں۔" اندر سے ایک اور للکارتی آواز بھی آ رہی تھی۔ "ارے یہ دروازے پر کس سے باتیں ملانے لگی۔ اس لڑکی نے تو۔ ارے میری ناک نہ کٹوا دینا۔"
گیٹ کھلا۔ ایک چاند طلوع ہوا۔ سورج کی روشنی ہلکی پڑ گئی۔ پھر وہ چیخ مار کر باہر کود کر آئی "چھوٹی تائی۔" اماں بی سے لپٹ گئی۔
اماں بی نے سرزنش کے طور پر چپکے سے کہا۔ "یہ چھاڑن تو ہٹاؤ۔" ایک کپڑا نیچے پھپھو کے قدموں میں گرا۔ عظمیٰ نے جھٹ پٹ اٹھا لیا۔ سب اندر جا رہے تھے عظمیٰ سوٹ کیس اٹھائے پیچھے پیچھے۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

اندر ایک اور دلچسپ نظارہ۔ چار خواتین ایک دوسرے سے لپٹی بنس رہی تھیں کہ رو رہی تھیں۔ اس دوران ثوبیہ عظمیٰ کا ہاتھ پکڑ کر کمرے میں لے آئی۔ وہ چاروں بھی اندر آگئیں۔ ثوبیہ کا تعارف کرایا گیا۔

"سر ڈھانک کر سلام کرو ثوبیہ۔ سسرال والے ہیں۔" وہ فوراً" سر پر دوپٹہ ڈال کران کے آگے جھک گئی۔

"نفیسہ بغیر اطلاع دیے آگئیں۔ بتا دیتیں تو میں کچھ تیاری تو کرلیتی۔" خالہ اماں ناراض ہوئیں۔

"بس آپا! ثوبیہ کا عید کا جوڑا لانا تھا۔ اس لیے جلدی میں یاد نہیں رہا۔"

اس عرصے میں ثوبیہ چھلاوے کی طرح باہر نکل گئی۔ منٹوں میں دو گلاسوں میں جوس لے آئی۔ پھپھو اور تائی کے سامنے رکھ دیے۔ خالہ اماں "ہائیں ہائیں۔ روزے کا تو۔۔۔" کہتی رہ گئیں انہوں نے گلاس ہونٹوں سے لگا لیے۔

"آپا! ہمارا روزہ نہیں ہے۔ سفر کرنا تھا۔ سوچا اللہ نے اجازت بھی دی ہے تو۔۔۔ فائدہ اٹھالیں۔ شاہین تو شوگر کی وجہ سے۔۔۔" تائی معذرت کر رہی تھیں ساتھ ہی ثوبیہ کی تعریف بھی کہ اس نے پہچان لیا۔ وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔ عظمیٰ کے کان کے قریب ہو کر۔

"روزہ دار تو شکل سے پہچان لیا جاتا ہے۔ جیسے تم اور چھوٹی خالہ۔"

تائی نے ثوبیہ کی طرف رخ کرکے کہا۔ "اور ہاں بھئی۔ وہ تمہارا چکن قورمہ اگر تیار ہے تو وہ ہم کھا کر ہی جائیں گے۔" ثوبیہ دانت چمکانے لگی۔

خالہ اماں نے ثوبیہ سے کہا "جاؤ حلیہ درست کر کے آؤ۔ یہ تمہارا عید کا جوڑا لائے ہیں۔"

"عید کا جوڑا؟ تائی کہاں ہے دکھائیں' میں بھی تو دیکھوں" ثوبیہ بے قرار ہو گئی۔ آگے بڑھی۔

خالہ اماں نے گھورا تو چلی گئی۔ عظمیٰ سوچ رہی تھی۔ بغیر اطلاع ہم جا رہے ہیں۔ نہ جانے گھر کس حال میں ہو گا اور ثوبیہ کس حلیے میں ملے گی۔ تائی اور پھپھو کو کیسی لگے گی؟ لیکن آکر اطمینان ہوا۔

گھر صاف ستھرا گوکہ پرانے زمانے کا تھا۔ ثوبیہ تو کسی حلیے میں ہوتی۔ اچھی ہی لگتی روشن آنکھیں۔ چمکتا چہرہ جیسے چاندنی چٹکی ہوئی ہو۔ مسکرائی تو جیسے کرنیں بکھر گئیں۔

ظہر کی نماز پڑھ کر ان لوگوں کی واپسی ہوئی۔ واپسی کے سفر میں بس کی کھڑکی سے جھانکنے کی کسی کو فرصت نہ ملی۔ نہ باہر کے نظاروں سے دلچسپی ہوئی۔ پھپھو اور تائی مسلسل ثوبیہ کی تیز دستی' اس کے پکائے کھانے کی تعریف میں ہی مصروف تھیں۔

"قورمہ۔ کس قدر خوشبودار اور لذیذ تھا۔ رائتہ کتنا نفیس تھا۔ مزا آگیا اور جب میں نے کہا۔ کوئی سبزی بنا لیتیں تو اچھا تھا۔ ہم وہ بھی کھا لیتے۔" تائی نے کہا۔

"تو فوراً" ایک ڈش اور لے آئی۔ میں تو ڈر گئی کہ پتا نہیں کیسے کوفتے ہیں۔" پھپھو کہہ رہی تھیں۔ "اس نے پھر بتایا۔ پالک کے کوفتے ہیں۔ تائی کو پالک کی سبزی اچھی نہیں لگتی۔ تو میں پالک پنیر کے کوفتے بنا لیتی ہوں۔"

"اور بھئی ذائقے دار بھی تھے۔ مزا آگیا۔ ترکیب بھی بتا دی۔ اب میں اپنے خانساماں سے پکواؤں گی۔" تائی کو تو بہت مزا آرہا تھا۔ پھپھو بھی ہاں میں ہاں ملا رہی تھیں۔

"لڑکی میں معنوز بھی ہیں۔ فوراً" ہی جوس لے آئی۔ سمجھ گئی کہ ہم بے روزہ دار ہیں۔"

دونوں مسلسل تعریفیں کر رہی تھیں۔ عظمیٰ حیران تھی۔ کیا یہ بناوٹی باتیں مصنوعی لگاوٹ ہے۔ خصوصاً" تائی نے تو ہمیشہ اماں بی کو حقارت کی نظر سے دیکھا۔ اپنی برتری کا مظاہرہ کیا۔ اسد اور عظمیٰ کو تو کبھی کسی قابل سمجھا ہی نہیں۔

وہ فکر مند ہو گئی۔ اب شادی کے دوران تائی کی جانب سے کوئی نیا شوشانہ چھوڑا جائے کہ ان لوگوں کی خوشیاں۔۔۔ غم و فکر اور افسوس کی نذر ہو جائیں لیکن عظمیٰ نہیں جانتی تھی۔ انسان کی زندگی میں کوئی خوش نصیب لمحہ ایسا بھی آتا ہے جب تاریکی میں سورج کی

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

SCANNED BY DIGESTPK

شعاع بن کر وجود کو روشن کر دیتا ہے۔ ماضی کی غلط فہمیوں اور خود ساختہ منفی خیال آرائیوں پر حاوی ہو کر حرف غلط کی طرح مٹا دیتا ہے۔ شاید نگی کو بھی اس شعاع نے روشنی پہنچا دی تھی۔ وہ خود بخود انصاف پسند ہو گئی تھیں۔

نگی اور پھپھو دونوں کا اصرار تھا کہ ہمارے ساتھ چلو۔ روزہ ہمارے ہاں کھول لینا۔ مگر اماں بی کو اسد کے روزے کی بھی فکر تھی۔ پھپھو اور تایا کے گھر کوئی روزہ دار نہ تھا۔ اور کسی ایک کے گھر جانے کی صورت میں دوسرے کو شکایت کا موقع دینا بھی مناسب نہ تھا۔

اس لیے وہ اپنے گھر ہی آ گئیں۔ آتے ہی عظمیٰ نے افطاری کی تیاری شروع کر دی۔ اسد کے آنے تک سب تیار تھا۔ اس لیے عظمیٰ اسد کو اپنے شاہ آباد کے دورے کی بابت بتانے لگی۔ اسے تو ثوبیہ بے حد پسند آئی تھی۔ اس کی دلیری فہم و فراست بے تکلفی اسے بے ریا' بے لوث ثابت کر رہے تھے۔

"پتا ہے۔ دروازہ کھولنے آئی۔ تب بھی ڈنڈا اس کے ہاتھ میں تھا۔ دوسرے ہاتھ میں جھاڑن تھا۔ ڈنڈا کچن کے دروازے سے لگا رہتا ہے کب موقع ملے اور کسی کے سر پہ رسید کرے۔ خالہ اماں کہہ رہی تھیں۔ پرسوں دودھ والے کا ہاتھ ثوبیہ کے ہاتھ سے ذرا سا مس ہو گیا۔ بس جناب مردانگی کا جوہر دکھانے کا موقع مل گیا۔ دودھ کا برتن گرا۔ دودھ گرا۔ وہ ڈنڈا کھا کر ہاتھ پکڑ کر ناچنے لگا۔ توبہ تلا کرنے معافی مانگنے لگا۔"

"خوش ہو رہی ہو؟ خیر مناؤ اپنے بھائی کی۔ پتا نہیں کس بات پر مجھ غریب پر مردانگی کے جوہر دکھانے کا موقع مل جائے۔"

اسد چڑ کر اسے اس دلیری کا تاریک پہلو دکھا رہا تھا۔ عظمیٰ ڈر گئی۔ ادھر ادھر جو بھی لکڑی۔ یا اس سے ملتی جلتی کوئی چیز نظر آئی اٹھا کر گلی میں پھینک آئی۔ ہاں بھئی وقت کا کیا بھروسا اور اگر خاندان والوں میں ان کے اس جوہر کی شہرت ہو گئی تو لوگ کیا کہیں گے؟ ہمارا مذاق اڑایا جائے گا۔ اف کہیں وہ ڈنڈا جہیز میں نہ لے آئے؟ مارے گئے۔

☆ ☆ ☆

اگلا دن بہت ہی حیران کن تھا۔ صبح عظمیٰ گھر کی صفائی سے فارغ ہوئی تھی۔ نہا کر کپڑے بدلے۔ اور اماں بی کے پاس بیٹھ گئی۔ چھٹی کا دن تھا۔ اسد سو رہا تھا دروازے پر بیل ہوئی۔ عظمیٰ نے دروازہ کھولا۔ حیرانی سامنے خالہ اماں اور ثوبیہ کھڑی تھیں۔ اور ان کے پیچھے خالہ اماں کے بیٹے افسر علی کھڑے تھے۔ پیچھے سیاہ بڑی سی گاڑی تھی۔ ڈرائیور پیچھے کھڑا تھا۔

اندر اماں جی کی خوشی دیدنی تھی۔ ثوبیہ برآمدے میں ہی بیٹھ کر ادھر ادھر نظریں گھمانے لگی۔ پھر کچن کی سیر کو چلی گئی۔ عظمیٰ نے اسد کو جگایا۔ "بھائی اٹھیں خالہ اماں آئی ہیں۔ افسر بھائی بھی ساتھ آئے ہیں۔ آپ بھی آجائیں۔"

"ہیں۔ کل تو تم لوگ گئی تھیں۔"

"ہاں۔ اسی کا بدلہ لیا ہے انہوں نے۔ بغیر اطلاع صبح صبح آ گئیں۔"

اسد نے اٹھ کر بال برابر کیے۔ گھڑی پہنی۔ "اچھا ۔ خالہ اماں اپنی لٹھ مار نواسی کو بھی لے آئیں۔"

"وہ بھی آئی ہیں۔" عظمیٰ نے بم پھوڑا۔ اسد ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگا۔

وہ برآمدے میں مل گئی۔ شرما کر سلام کیا۔ "تم اپنا ڈنڈا نہیں لائیں؟" اسد نے طنزاً کہا۔

"ضرورت نہیں تھی۔ افسر ماموں ساتھ آئے ہیں۔"

اندر بی اماں کسی الجھن میں تھیں۔ مگر خوشی ان کے چہرے سے ظاہر تھی۔ اسد افسر بھائی سے ملا۔

"اسد بیٹا! تم ایسا کرو۔ فون کر کے اپنے تایا جان کو بلا لو۔" اماں بی سنجیدہ تھیں۔

"آپا آج خاص بات کرنے آئی ہیں۔" اماں بی نے پراسرار انداز میں بتایا۔

"ٹھہرو میں خود بتاتی ہوں۔" خالہ اماں نے انہیں روک دیا۔ "میں آج اپنے بیٹے افسر کے لیے عظمیٰ کا رشتہ مانگنے آئی ہوں۔ تم بڑے بھائی ہو عظمیٰ کے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

تمہیں اختیار ہے۔"

اسد نے تایا کو فون کر دیا۔ پھپھو کو بھی بلا لیا۔ تایا اپنے بیٹے کے ساتھ فوراً" آگئے۔ افسر سے چند سوالات کیے۔ خوب صورت وجیہہ بلند بالا۔ ترقی کرتے کرتے بینک میں اعلیٰ عہدے پر تھا۔

"میں نے تو کل ہی عظمیٰ کو دیکھ کر فیصلہ کر لیا تھا۔ مگر افسر رات کو آیا۔ تو میں نے اس کی مرضی معلوم کی۔ اس نے تو عظمیٰ کو برسوں سے نہیں دیکھا تھا۔ مگر میرے کہنے کی دیر تھی کہ یہ فوراً" راضی ہو گیا۔ میری خوشی اسی میں تھی۔ اور افسر میری خاطر رضامند ہو گیا۔ اب آپ لوگوں کا جو فیصلہ ہو۔"

انکار کی گنجائش نہ تھی۔ تایا ان کے بیٹے اور پھپھو کو بھی افسر پسند آیا۔ پھپھو کے بیٹے اظہر ساتھ آئے تھے۔ عظمیٰ ثوبیہ کے ساتھ اپنے کمرے میں باتوں میں مگن تھی۔ جب اسے بلایا گیا تو وہ ہنسی خوشی وہاں چلی گئی۔ اور پھر حیرانی کا رنگ۔ حیا کے رنگ کے ساتھ چہرے کو گلنار بنا رہا تھا۔ خالہ اماں نے اسے کنگن پہنایا اور عید کا جوڑا بھی دیا۔ خالہ اماں نے کہا۔

"بھئی رمضان شریف کا مہینہ ہے۔ کسی کا منہ بھی میٹھا نہیں کر سکتی۔ مٹھائی شام کو کھا لینا۔"

تایا نے عظمیٰ کو گلے لگا کر کہا۔ "میرا منہ میٹھا کر دیں۔ میرا روزہ نہیں ہے۔ اللہ معاف کرے۔"

پھپھو کو شوگر تھی۔ مگر اظہر بھائی جو تصویریں بنا رہے تھے۔ مٹھائی سے پرہیز کیوں کرتے۔ ثوبیہ نے چپکے سے کہا۔

"میں نے نانی کو یہ تجویز دی تھی۔ کہو کیسی رہی۔"

پھر وہ سب چلے گئے۔ انہیں رخصت کرنے سب دروازے تک آئے۔ جہاں ڈرائیور گاڑی کے دروازے کھولے کھڑا تھا۔ اندر آکر سب نے از سر نو اماں بی اور اسد کو مبارک باد دی۔ شادی اس کے ولیمے والے روز طے ہوئی تھی۔ اماں بہت متاثر تھیں۔

"مجھے تو خیال تک نہ تھا کہ اس طرح "آنا" فانا" گھر بیٹھے عظمیٰ کی فکر سے آزاد ہو جاؤں گی۔ اللہ کا بڑا احسان ہے۔ شاہین! تم نے دیکھا اللہ کس طرح یتیموں کے سر پہ ہاتھ رکھتا ہے۔"

"ہاں بھابھی! اور یہاں بھی اماں جان کی وصیت پوری ہوتی نظر آ رہی ہے۔"

پھر تایا اور پھپھو مٹھائی لے کر چلے گئے۔ اسد بہت خوش تھا۔ افسر سے مل کر باتیں کر کے بہت اطمینان ہوا تھا۔ اس نے بھی شکرانے کے نفل پڑھے۔ عظمیٰ، حسنہ کا فون سن کر حواس باختہ آئی۔

"بھائی۔ ارشد بھائی جب سے یہاں سے گئے ہیں۔ تائی سے لڑ رہے ہیں۔ کہہ رہے ہیں۔ اسد کی بیوی اتنی حسین ہے اور آپ نے میرے لیے وہ منحنی چھوٹی آنکھوں والی پسند کی ہے۔ انہیں بہت غصہ آ رہا ہے اور انہوں نے مطلب حسنہ نے کہا کہ عظمیٰ یہ تو وٹہ سٹہ ہے۔ خالہ اماں کے گھر میں دونوں کا رشتہ۔"

وہ اگلی بات چبا گئی۔ "حسنہ نے کہا بھائی کہہ رہے ہیں عظمیٰ آپ کو نظر نہیں آئی۔ کیا خرابی ہے اس میں آپ نے دیکھا اس کا رشتہ کتنے اعلیٰ افسر کے ساتھ ہو رہا ہے۔ آپ ان لوگوں کو کمتر ہی سمجھتی رہیں۔"

اصل میں تو حسنہ خود بھی افسر کی وجاہت اس کی شاندار جاب۔ مرسڈیز گاڑی کا سن کر حسد میں جلا ہو گئی تھی۔ حسنہ کے لائق تھا یہ رشتہ۔ نہ کہ اس ماسی عظمیٰ کے۔ اسد کو اچانک خیال آیا۔ وہ ہنس پڑا گیا۔

"اماں بی" اماں بی اب یہ تو وٹہ سٹہ ہے۔ مجھے یہ وٹہ سٹہ بالکل منظور نہیں۔ آپ میری منگنی توڑ دیں بالکل توڑ دیں۔"

"اب یہ کون سا سودا سما گیا دماغ میں۔ منگنی تو میں نے کی ہی نہیں۔ کیا توڑوں؟" اماں بی انجان بن گئیں۔

"اب یہ بھی کوئی بات ہے۔ عظمیٰ۔۔۔ میری سوتیلی ساس بن جائے گی۔ قریب کے رشتے تھے۔ اسی رشتے سے میں عظمیٰ کا داماد۔ اف بس میرا رشتہ ختم کر دیں۔ لوگ مذاق اڑائیں گے۔"

"کوئی کسی کا مذاق نہیں اڑاتا۔ خاندان میں کئی اس قسم کے رشتے ہو چکے ہیں۔ میرا اپنی بہن کے ساتھ ایک سچا معاہدہ ہوا ہے۔ ماں سے رشتہ توڑ سکتے ہو۔ تو

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

یہ معاہدہ بھی ٹوٹ سکتا ہے۔"

اماں بی کی بلیک میلنگ کام آگئی۔ اسد جھلا گیا۔ مگر کیا ہوتا۔ شفی فکر مند تھی۔ بھائی کی بیزاری۔ والدہ مگر بے فکری ظاہر کر رہی تھیں۔ "نکاح کے دو بولوں میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ انسان کے سارے منفی جذبات پسپا ہو جاتے ہیں۔ اللہ رسول کی گواہی میں بندھن باندھا جاتا ہے۔ انسان کی کیا حیثیت کہ اس کی گواہی کو رد کرے اور اسد جیسا شریف۔۔۔ نخرے کر رہا ہے۔ کرنے دو۔"

"اماں تو یہ جو شادیاں ناکام ہوتی ہیں اور طلاق ہوتی ہے۔ یہ جواب دہ نہیں ہوتے۔"

"ہوتے ہیں۔ جواب تو دینا ہو گا۔ اللہ انصاف کرنے والا ہے۔ بعض اوقات۔ بعض مخصوص حالات میں طلاق کی اجازت بھی ہے۔ لیکن اسے مکروہ فعل کہا گیا ہے۔ ناپسندیدہ۔ انسان کا رب سے جو تعلق ہے اسے رب ہی بہتر جانتا ہے۔ ہم تو اس کے احکام کی پابندی ہی کرنا چاہتے ہیں۔"

"تو پھر یہ بھی ممکن ہے کہ ناپسندیدگی کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزار دو۔ طلاق نہ ہو۔ اماں مگر۔۔۔ آپ بھائی کی مرضی تو معلوم کرتیں۔ وہ خوش نظر نہیں آتے۔ شادی کے بعد بھی خوش نہ رہے تو۔"

"مرضی تو میں نے تم سے بھی نہیں پوچھی۔" اماں بی کے پاس جواب موجود تھا۔ "میں یہ جانتی ہوں ماں باپ کی اطاعت گزار اولاد کو اس کا اجر ملتا ہے۔ فرماں بردار اولاد کبھی خسارے میں نہیں رہتی۔"

اماں بی کے یقین کو جھٹلانے کا حوصلہ اس میں نہ تھا۔ ان کا ہر عمل۔ ہر قدم اولاد کی بہتری کے لیے ہوتا تھا۔ انہوں نے بچوں کی پرورش اور تربیت میں بہت محنت کی تھی۔ ہوش مندی اور جرات سے ہر مشکل کا مقابلہ کیا تھا۔ ان کی عقل و خرد۔ مردم شناسی کا تو اسد بھی قائل تھا۔ وہ ان کی قربانیوں کا گواہ تھا۔ اسی لیے ان کے اشارے کو حکم سمجھ کر تعمیل بھی کرتا تھا۔

☆ ☆ ☆

بیوٹی بکس کا تیار کردہ

سوہنی ہیئر آئل

SOHNI HAIR OIL

● گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے
● نئے بال اگاتا ہے
● بالوں کو مضبوط اور چمکدار بناتا ہے
● مردوں، عورتوں اور بچوں کے لیے یکساں مفید
● ہر موسم میں استعمال کیا جا سکتا ہے

قیمت =/100 روپے

سوہنی ہیئر آئل 12 جڑی بوٹیوں کا مرکب ہے اور اس کی تیاری کے مراحل بہت مشکل ہیں لہٰذا یہ تھوڑی مقدار میں تیار ہوتا ہے، یہ بازار میں یا کسی دوسرے شہر میں دستیاب نہیں، کراچی میں دستی خریدا جا سکتا ہے، ایک بوتل کی قیمت صرف =/100 روپے ہے، دوسرے شہر والے منی آرڈر بھیج کر رجسٹرڈ پارسل سے منگوا لیں، رجسٹری سے منگوانے والے منی آرڈر اس حساب سے بھجوائیں۔

2 بوتلوں کے لیے .... =/250 روپے
3 بوتلوں کے لیے .... =/350 روپے

نوٹ: اس میں ڈاک خرچ اور پیکنگ چارجز شامل ہیں۔

منی آرڈر بھیجنے کے لیے ہمارا پتہ:

بیوٹی بکس، 53-اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی

دستی خریدنے والے حضرات سوہنی ہیئر آئل ان جگہوں سے حاصل کریں

بیوٹی بکس، 53-اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی
مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37-اردو بازار، کراچی۔
فون نمبر: 32735021

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

عید اس بار کچھ زیادہ ہی طمطراق کے ساتھ آئی تھی عظمٰی کو اندازہ ہو گیا تھا۔ اس نے شیر خرما۔ دہی بڑے فروٹ چاٹ اور آلو چنے کی چاٹ زیادہ بنائی۔ چاٹ مسالہ وہ گھر میں ہی بنا کر رکھتی تھی۔

بہت مہمان آئے۔ اسد کی شادی کا سن کر مبارکباد اور کچھ جستجو کے شوق میں۔ عظمٰی کی سہیلیوں نے اس کی شادی کا سن کر خوب ہلا گلا کیا۔

چند دن بعد دونوں بھائی بہن کی مایوں کی رسم بھی کی لیکن اسد کسی طرح سامنے نہ آیا۔ نہ جانے کہاں غائب ہوا۔ رشتے دار آئے۔ عظمٰی کی رسم ادا کی۔ کھانا کر سدھارے۔ لڑکیاں رہ گئیں گانے بجانے کے لیے۔

اماں بی نے کئی بار اسد سے کہا کہ وہ اپنے دوستوں کو بارات اور ولیمے کی دعوت دے دے۔ مگر اسد نے عظمٰی کو بتایا کہ اگر میرے کسی دوست نے ثوبیہ صاحبہ کو کچھ کہہ دیا۔ تو ان کا ڈنڈا اور میرے دوست کی کمر یا سر۔ نہیں بھئی میں یہ رسک نہیں لے سکتا۔ اب صحیح وجہ تو نا معلوم کیا تھی۔ بھئی دلہن ڈنڈا جہیز میں تو لانے سے رہی۔ اس کے ہاتھ میں تو پرس ہو گا۔

لیکن بارات کی روانگی کے وقت اسد کی حیرت دیدنی تھی۔ اس کے تمام دوست بصد شوق موجود تھے۔ اماں بی کے انتظام معمولی نہ تھے۔ فہد مرحوم کے بیٹے کی شادی میں سب رشتے داروں نے شرکت کی۔ بارات شاد آباد پہنچی۔ تو وہاں بے حد تپاک سے استقبال ہوا۔ شادی ہال کو بہت خوب صورتی سے سجایا گیا تھا۔ افسر نے اپنی پوزیشن کے مطابق بہت اعلیٰ انتظام کیا تھا۔ ہر سمت پھولوں کی لڑیاں۔ روشنی کی چکا چوند۔

لڑکی والوں کی طرف سے اعلیٰ طبقے کی فیملیوں کی شرکت۔ افسر کے تمام احباب۔ کمشنر، ڈپٹی کمشنر۔ بینکوں کے اعلیٰ عہدے دار سب فیملیز کے ساتھ موجود تھے۔ ثوبیہ کے والد نے بھی اپنا فرض بخوبی ادا کیا تھا۔ بہت اچھا جہیز دیا۔ دلہن اور دولہا کو کمتر سمجھنے والوں کو علم ہو گیا کہ کوئی کم حیثیت ہوتا ہے نہ کمتر۔ خود کو برتر سمجھنے والوں کی عقل کا فتور ہوتا ہے۔ دلہن تو کسی دوسری دنیا کی مخلوق لگ رہی تھی۔ دیکھنے والے تعریف کیے بغیر نہ رہے۔ اماں بی بیٹھے، بہو پر آیتیں پڑھ پڑھ کر پھونکتی رہیں۔

ایک لمحے کو تو اسد بھی لڑکھڑا گیا۔

رخصتی دیر رات میں ہوئی۔ عظمٰی نے سہیلیوں کی مدد سے اسد کا حجلہ عروسی بہت نفاست اور سادگی سے سجایا تھا۔

اسد کی سنجیدگی نے اب اماں بی کو فکر مند کر دیا۔ وہ ایسا تو نہ تھا۔ خوش ہوتا تو خوب ہنستا۔ دوسروں کو ہنساتا آج اس خوشی کے دن اور اس کے چہرے پر تبسم کی ہلکی لکیر بھی نہیں۔ کیا واقعی وہ اس شادی سے خوش نہیں۔ ثوبیہ اسے پسند نہیں۔ مگر۔۔۔ کیوں گھر آتے ہی دولہا دلہن کے ساتھ بہن بھائیوں رشتے داروں نے تصویریں بنوائیں۔ سب خوش تھے۔ وہ بھی جیسے زبردستی کی مسکراہٹ سے سب کی تسلی کر رہا تھا۔ چچا کے بیٹے بیٹیاں پیش پیش تھے۔ آخر سب مہمان رخصت ہوئے۔ دلہن کو پہلے ہی کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا۔

دولہا آخری مہمان کو رخصت کر کے کمرے میں پہنچے۔ اندر کا سین آگ بگولہ کرنے کے لیے کافی تھا۔ دلہن بیگم لباس تبدیل کر کے سو چکی تھیں۔ ان کا عروسی لباس کرسی پہ تہ کیا رکھا تھا۔ زیورات ڈبے میں بند۔ واہ بھئی سلیقہ۔ تن فن کرتے باتھ روم میں گھسے۔ لباس تبدیل کیا کمرے میں آ کر بے دردی سے جھنجھوڑ کر جگا دیا۔

"کیا ہوا کون آیا۔ کیا ہے؟" کچی نیند سے ہڑبڑا کر اٹھی شعلہ جوالہ۔ کچی نیند کے باعث سبز آنکھوں میں گلابیاں گھلی ہوئی تھیں۔ چہرے پر تمازت۔ میک اپ سے عاری چھوٹے گلابی ہونٹوں کے درمیان سفید موتی دمک رہے تھے۔ تنہائی ایسی کہ۔۔۔ جیسے زمین آسمان نور میں نہا گئے۔ زمان و مکان منور۔ دولہا نے کبھی ایسا نظارہ کہاں دیکھا تھا۔ پھولوں سے بھرا کمرہ گھوم گیا۔ وہ چکرا گئے۔ یہ پری۔۔۔ کیا یہ میری ہے۔ ملکیت کا تصور ہی بڑا خواب ناک تھا۔ مغرور ہو گئے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"اپنے گھر میں تو رات بھر جاگا کرتی تھیں۔ یہاں آتے ہی سو گئیں۔" شکوہ کرنا حق تھا۔

"یہاں چائے کب ملی۔" ترنت جواب ملا۔ کیوں جگا دیا۔ نیند آ رہی تھی۔" ادھر بھی ناز بھرا شکوہ تھا۔

"میں بہت۔۔۔ منہ دکھائی لایا تھا۔ سوچا جگا کر دے ہی دوں۔ ورنہ صبح اماں بی سے شکایت کرو گی۔"

"منہ دکھائی؟ ہیں؟ ارے اچھا۔ دکھاؤ ذرا۔" شوق کا عالم دیدنی تھا۔ آنکھوں میں ستارے دمک رہے تھے چہرے پر جگمگاہٹ سی۔ مسکراہٹ تھی کہ الاماں۔

"یہ دکھاؤ کیا ہوتا ہے۔ تمیز سے بات کرو۔" شوہرانہ رعب خود بخود طاری ہو گیا۔

"جی حضور۔ دکھائیے حضور۔ اب صحیح ہے؟" بے تکلفی۔

"ہاں لو دیکھو۔" اسد ایک دو فٹ کا سوتی ستارے ٹنک لگا رنگین ڈنڈا دونوں ہاتھوں میں یوں لیے کھڑا تھا جیسے کسی بہادر کو شمشیر حیدر پیش کی جاتی ہے۔

"لیجیے۔ آپ کی خدمت میں۔ ایک حسین تحفہ۔" ادھر مسکراہٹ یک لخت قہقہے میں تبدیل ہو گئی۔ اب وہ ہنس رہی تھی۔ منہ دبا کر۔ پیٹ دبا کر۔ ہنسی سے لوٹ پوٹ۔ اس کی ہنسی بے ریا۔ معصفا ہنسی سے کمرہ جھنجھنا گیا۔ اس نے لپک کر ڈنڈا اسد کے ہاتھ سے اچک لیا۔ کندھے پر رکھ کر اسٹائل بنایا۔

"اب ٹھیک ہے؟ ہائے کتنا پیارا ہے۔" انگلیوں سے چمکار رہی تھی۔ ڈنڈے کو۔ اسد اسے مبہوت ہو کر دیکھ رہا تھا۔ پاکیزہ ادا۔ معصوم تکلم۔ کبھی کاہے کو ایسا ہو شربا حسن دیکھا تھا۔ سادگی اور پرکاری۔

"ٹھہرو۔ میں تصویر لے لوں۔" میز سے کیمرہ اٹھا لیا۔

وہ نئے نئے پوز بناتی گئی۔ اسد کی رکی ہوئی ہنسی پھسلتی چلی گئی۔ کئی دنوں کا مصنوعی خول اتر گیا۔ اب دونوں کی ہنسی ایک دوسرے میں مدغم ہو کر کمرے کی حدود سے باہر آنگن میں چکرانے لگی۔

پریشان متفکر ماں۔ نماز کے بعد وظیفے پڑھ رہی تھی۔ جو اسد کے دل میں اس بچی کے لیے نیک جذبہ بیدار ہو جائے۔ اسے کوئی بھی لڑا بھا جائے۔ زندگی میں خوشیوں کا راج ہو جائے۔ کمرے سے اٹھتی ہنسی کی ملی جلی جھنکار۔ سماعت میں شہنائی بن کر دعا کی مقبولیت کا مژدہ سنانے لگی۔ انہوں نے آسمان کی جانب نظر ڈالی نیلے آسمان پر ستارے چمک رہے تھے۔ ستارے بھی انہیں مبارک باد دے رہے تھے۔

انہوں نے شکرانے کی نفل کی نیت کر لی۔ اس دن کا برسوں سے انتظار تھا۔ کس سہولت سے وہ دونوں کے فرائض سے سبکدوش ہوئی تھیں۔ ساری محرومیوں کا ازالہ ہو گیا تھا۔ وہ سرخ رو ہو گئی تھیں۔ بہت دکھ اٹھائے۔ صبر' جبر' ہمت۔ لوگوں کی زبان کی تندی۔ تلوار جیسی چھیلتی زخم کریدتی نظروں کی حقارت برداشت کی۔ پامردی سے مصائب کا مقابلہ کیا۔ تب جا کے۔ سر اٹھانے کے قابل ہوئیں۔

ساس کا تعاون' حمایت اور محبت نے ہمت بڑھائی اور دیکھتے دیکھتے۔ دکھ کی گھٹائیں سمٹ گئیں۔ مطلع صاف ہو گیا۔ پھر۔۔۔۔ وہی زخم کریدتی نظروں کے زاویے بدل گئے۔ اور ان میں مہمانی اور خوشامد نظر آنے لگی۔ اب وقت بدل گیا تھا۔

ہمت' حوصلہ' خاموشی' تحمل اور برداشت ایسے بے ضرر ہتھیاروں سے مقابلہ کیا تھا۔ جن کا توڑ نہ تھا۔ کسی کو جواب دیا نہ شکایت کی اور منزل مراد حاصل کر لی۔ اب وہ پھر اللہ کے آگے جھکی ہوئی شکر ادا کر رہی تھیں۔ ان کی خاموش فریاد اور بے آواز آنسو اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوئے۔ ہمیشہ اللہ سے ہی مدد مانگی تھی اور اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ مانگنے والے کو وہ ناامید نہیں کرتا۔ اسی یقین اور امید نے انہیں فتح سے ہمکنار کر دیا تھا۔

فجر کی اذان ہو رہی تھی۔ ان کی آنکھوں میں ستارے چمک رہے تھے خوشی کے آنسو ستارے بن کر جھلملا رہے تھے اور بارگاہ رب العزت میں شکرانے کے موتیوں کا ہدیہ پہنچا رہے تھے۔

☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

ثمرہ بخاری

ہم سے ہے زمانہ

جون کا اخیر۔ پنجاب کی دھماکا خیز گرمی اور اس پر مستزاد ولری کا بمباسٹک اعلان۔

"اس مرتبہ عید ثریا کے ہاں کی جائے گی۔"

گڈو اور پپو نے سنتے ہی خوشی میں دھمال ڈالی' امی حیران پریشان' انہیں ساس کے دماغ کو گرمی تو نہیں لگ گئی۔ محلے کے گھر گھر کے چکر لگانے سے باز بھی تو نہیں آتیں۔ اب تو محلے کے بدتمیز لونڈوں نے ان کا نام بھی پھڑکی دادی رکھ چھوڑا ہے۔ لیکن دادی کو پروا ہی کہاں ہے' کہتی ہیں یہ تو کلی کے کتے ہیں۔ آپ ہی بھونک بھونک کے خاموش ہو جائیں گے۔

"اماں! ثریا کے ہاں جانے کا آخر کیا مقصد ہے۔" امی نے ساس کی دماغی حالت بھانپنے کے لیے پوچھا تھا۔ جواب میں سب کا کرارا پن عروج پر آیا بولیں۔

"بیٹی کے ہاں جانے کے لیے بھی بھلا کسی مطلب یا مقصد کی ضرورت ہوتی ہے۔ بس یاد آرہی ہے اس کی۔ اس کلوہ بچا ہوا ہو اور۔ کان' صحن میں لگے آم اور جامن کے درخت' اب تو پھل اپنے جوبن پر ہوگا' ہم جائیں گے اور سب جائیں گے۔"

"دلوی سفر مجھے راس نہیں آتا۔" رعنا نے بودا سا اعتراض کیا۔ وہ سفر سے بہت گھبراتی تھی اور یہ تو ایک نہ دو پورے سات گھنٹے کا سفر تھا اور پھر منزل کیا تھی' ثریا پھپھو کا گھر' جن کے پانچ بدتمیز بچوں سے وہ ہمیشہ خار کھاتی تھی۔ چھٹیوں میں جب بھی پھپھو ان کے ہاں آتی تھیں۔ یہ بچے بلا مبالغہ رعنا سے دن میں تین سے چار بار پٹتے تھے۔ دھمکی یہ دی جاتی تھی اگر تم نے ثریا پھپھو کو بتایا تو پرانے اسٹور میں بند کردوں گی۔ پھر وہاں جو بھاؤ بلاؤ رہتا ہے' وہ کھا جائے گا تمہیں۔ شیطان کے پر کالے اگر کسی سے ڈرتے تھے تو وہ خوش نصیب بھاؤ بلاؤ ہی تھا۔ ورنہ بڑے سے بڑا ان کے سامنے پانی بھرتا دکھائی دیتا تھا اور اب دادی ان ہی جیالوں کے ہاں جانے کا پروگرام بنائے بیٹھی تھیں۔

پپو اور گڈو اچھل اچھل کر "جائیں گے' بھئی جائیں گے ہم سب جائیں گے۔" نکار رہے تھے' دادی پپو اور گڈو کی آٹھ اور دس سالہ زندگی میں پہلی بار ان کا گانا سن کر مسکرا رہی تھیں۔

"مہو! تم جانے کی تیاری کرو۔"

"اماں! آپ شاید بھول رہی ہیں۔ اس گھر کے سربراہ آپ کے فرزند' میرے مجازی خدا ہیں۔ کہیں آنے جانے کے لیے ان کی اجازت لے لی جائے تو واپسی پر کئی قباحتوں سے بچا جا سکتا ہے۔"

"ارے اس کی فکر کیوں کرتی ہو فاخرہ! اس سے تو میں آپ بات کرلوں گی' تم بس جانے کی تیاری کرو اور رعنا کو ذرا ڈھنگ کے کپڑے سلوا دو۔ ثریا کی سسرال بہت بڑی ہے۔ اس کے ہاں ہر وقت تانتا جانا لگا رہتا ہے۔"

اور یہ پہلی بات تھی جو رعنا کو پسند آئی۔ موڈ کچھ خوش گوار ہو گیا۔ شام کو ابا آئے۔ انہیں پروگرام سے آگاہ کیا گیا۔ سن کر حیران بھی ہوئے اور پریشان بھی۔

"رمضان کا مہینہ ہے' مجھے روزے کون رکھوائے گا۔"

SCANNED BY DIGESTPK

"بھئی ہم کون سا ابھی کے ابھی جا رہے ہیں۔ عید سے چار روز پہلے جائیں گے۔ فاخرہ تمہارے لیے سحری اور افطاری بنا کر فریز کر دے گی اور ہاں' سنو چاند رات کو تم بھی ملتان آ جانا۔ مل کر عید کریں گے۔ ثریا کئی سالوں سے اصرار کر رہی ہے۔ خوش ہو جائے گی۔"

کچھ بحث کے بعد آخر ابا نے بھی اقرار میں گردن ہلا دی۔ ثریا پھپھو کو فون پر اطلاع دے دی گئی اور اس کے بعد شاپنگ کا آغاز ہوا۔ دلاری نے عمدہ لان کے جوڑے' کچھ چکن کے کرتے سلوائے۔ رعنا نے جدید فیشن کے کپڑے اور امی نے بھی کچھ کڑھائی والے جوڑے سلوا ڈالے۔ رمضان کے مہینے میں یہی موضوع رہا۔ ثریا پھپھو کے فون بھی آتے رہے۔

"ہم پیک رہے ہیں' جامن آپ لوگوں کے آنے تک بالکل تیار ہو جائیں گے۔ بچے ان لوگوں کی آمد کا سن کر بے حد خوش ہیں وغیرہ۔"

ٹرین کا سفر تھا۔ امی آج کل کے حالات اور خاص کر ٹرینوں کے چلن سے کچھ پریشان بھی تھیں۔ آئے روز ٹی وی پر خبریں چلتی تھیں۔ فلاں ٹرین کا انجن فلاں اسٹیشن پر فیل ہو گیا۔ مسافروں نے رات ریلوے کو کوستے ہوئے کاٹی۔ کبھی کبھی تو ٹرین ساری ساری رات کسی جنگل ویرانے میں کھڑی رہتی تھی۔ امی کے خیالات سنے تو پھپھو لنڈولور بھی رعنا کا سہارا لے کر بینڈ سے اترنے والی دلاری نے سینہ ٹھونک کر فرمایا۔

"فکر کیوں کرتی ہو فاخرہ۔ آخر میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"دادی ساڈی شیرا ہے۔ باقی ایویں پھیرا ہے۔"

گندو اور پپو تب تک لہک لہک کر گاتے رہے۔ جب تک کہ امی نے طمانچوں سے ان کی خاطر نہیں کر دی۔

☆ ☆ ☆

"اسٹیشن پر اتنا رش۔ اف! لگتا ہے سارا شہر عید منانے دوسرے شہروں کو جا رہا ہے۔" جوادی اور شبلی بڑی بے فکری سے کندھے پر ایک ایک سفری بیگ لٹکائے جھومتے گاتے اسٹیشن پر آئے تھے۔ لیکن صورت حال خاصی گمبھیر تھی۔

"یار لگتا ہے اتنا لمبا سفر اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر کرنا پڑے گا۔" جوادی افسردہ تھا۔

"چلو۔ اسی بہانے ہم اپنے پیروں پر کھڑے تو ہوں گے۔ والدہ سنیں گی تو کتنی خوش ہوں گی۔"

"اگر ہم نے سفر اپنے ہی پیروں پر کرنا ہے تو پھر اتنا کرایہ بھرنے کا فائدہ۔"

"سوال غور طلب ہے۔" شبلی نے سر ہلایا۔

"یار۔ یار۔ ذرا ادھر دیکھنا۔" جوادی نے توجہ بائیں جانب مبذول کروائی۔

"کیا ہے سوائے چند مکار عیار چھوں کے اور اس خرانٹ بابے کے۔"

"ادھر دائیں طرف دیکھو بہار ہی بہار ہے' خاص کر وہ گلابی سوٹ والی بہار کا شاہکار ہے۔"

"اوئے میں وہی خرانٹ بابا ہی تو دکھا رہا ہوں۔ یار اس کی داڑھی مجھے اصلی نہیں لگ رہی۔" جوادی کی پوری توجہ باباجی کی جانب تھی۔

"تیری فضول ریسرچ میں لڑکیوں کا وہ ٹولا پتا نہیں کدھر نکل گیا ہے۔"

"چھوڑ لڑکیوں کو۔ یہ بتا راستے میں افطاری کے لیے کچھ رکھا ہے۔"

"کیا ضرورت ہے فالتو بوجھ اٹھانے کی یہ دیکھ جتنے بھی لوگ ہیں افطاری کے لیے ڈھیروں سامان اٹھائے ہوئے ہیں تو دیکھنا ہمیں خالی ہاتھ دیکھ کر ہر بندہ روزہ کھلوانے کو دوڑا ئے گا۔" شبلی مسکرایا تھا۔

"پاکستانی عظیم اور عجیب و غریب قوم ہے۔" جوادی جذباتی ہوا تھا۔

"باباجی زندہ باد۔" میلے کچیلے داڑھی والے باباجی کے آس پاس کھڑے لوگوں نے نعرہ لگایا۔

"ارے یہ تو کوئی خاص بندہ ہے۔ لگتا ہے مشن بھی خاص ہی ہے۔ یقیناً "عیدیاں" اکٹھی کرنے نکلا ہے۔" جوادی نے یقین سے کہا تھا۔

"عمر دیکھو جس عمر میں لوگ صرف عیدیاں بانٹتے ہیں' یہ وصول کر رہا ہے۔ یار میں نے فیصلہ کر لیا ہے میں بھی بڑا ہو کر ایسا ہی زبردست بابا بنوں گا۔" جوادی کے ارادے مضبوط تھے۔ ابھی باتیں ہو رہی تھیں۔ ایک فیملی آئی اور ان کے برابر سیٹ پر بیٹھ گئی۔ ایک عمر رسیدہ مگر عقاب کی آنکھوں والی خاتون ایک ان کی سعادت مند سو آیک تک چڑھی پوتی' دو شرارتی کم عمر پوتے اور ڈھیروں کھانا۔

"خدایا ہمیں ایک ہی کمپارٹمنٹ عطا فرما۔" دونوں نے دعا مانگی۔

"دادی پانی دیں' پیاس لگی ہے۔" کولر کو دونوں ہاتھوں میں دبوچے دادی پتا نہیں خیالوں ہی خیالوں میں کس دادی کی سیر کو نکلی ہوئی تھیں۔ بچے نے تین بار منت کی۔ چوتھی بار دادی بھڑکی۔

"خبردار' خبردار اس کولر کی طرف دیکھنا بھی نہیں' سفر بڑا لمبا ہے اور میں ہوں شوگر اور بلڈ پریشر کی مریضہ' پانی ختم ہو گیا تو میرا کیا بنے گا۔"

"کیا یہ مچھلی ہیں؟" شبلی نے پلکیں جھپک جھپک کر انہیں دیکھا اور جوادی سے سوال کیا۔

"پتا نہیں سانپ کے بارے میں تو سنا ہے سو سال کا ہو کے ناگ کا روپ دھار لیتا ہے۔ مچھلی کے بارے میں نہیں پتا۔ کیا وہ سو سال کی ہونے پر دادی کا بھیس بھر سکتی ہے یا دادی اگر سو سال کی عمر کو پالیں تو وہ مچھلی بننے کے مزے لوٹ سکتی ہیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"شکر کرو ہماری دادی اس وقت یہاں نہیں، ملتان میں بیٹھی ہیں، ورنہ دہائی دہائی لگاتیں کہ ہم یہاں بن جل کی مچھلی کی طرح تڑپ رہے ہوتے۔"

"انس بھائی۔" پونے حیرت سے پکارا۔ شبلی، جوادی نے اس کے اشارے کے تعاقب میں دیکھا۔ ایک معقول صورت نوجوان کھڑا مسکرا رہا تھا۔ جبکہ رعنا کے چہرے پر حیرت تھی۔

"کیا انس بھائی ہمارے۔" رعنا نے بڑھ کر بھائی کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اس کے سوال کا گلا گھونٹ دیا اور گھبرا کر دادی کی طرف دیکھا، لیکن صد شکر وہ پانی کے کولر پر سر رکھے خیالوں ہی خیالوں میں ہاکس بے پر پہنچی ہوئی تھیں۔ یہ شبلی کا خیال تھا۔

"چپ چپ۔" رعنا نے بھائی کی گدی پر ہاتھ جمایا۔

"کیا یہ انس بھائی نہیں ہیں؟" دوسرے برادر کی رگ معلومات پھڑکی۔

دونوں نے انس کی طرف دیکھا۔ اسے خوامخواہ مسکراتا پاکر یہ بھی مسکرانے لگے۔ مصافحہ کیا گیا۔ ایک دوسرے کے مل جانے پر خوشی کا اظہار ہوا اور پانچ منٹ کے بعد وہ چیدہ چیدہ معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ موصوف فاخرہ بیگم کے دور کے بھانجے، لیکن دل سے قریب تھے اور رعنا کے دل سے تو بہت ہی قریب تھے۔ لیکن دادی نے عہد کیا ہوا تھا کہ وہ اپنی زندگی میں یہ شادی نہیں ہونے دیں گی۔ انس نے بڑے دکھ سے بتایا تھا اور ان کی خوشی کا کوئی امکان بھی نہیں ہے۔ جس شوگر اور بلڈ پریشر کا اعلان وہ ہر وقت کرتی رہتی ہیں، وہ صرف زبانی کلامی دعوے ہیں، ورنہ شوگر اور بلڈ پریشر کی کیا مجال ہے جو ان کے پاس آکر اپنی شامت کو آواز دے۔

"میں نے جیسے ہی سنا یہ ملتان جا رہے ہیں، دل کے ہاتھوں مجبور ہو کے میں بھی چلا آیا ہوں۔ ابھی تک تو دادی کی نظر مجھ پر نہیں پڑی، لیکن اگر انہوں نے مجھے دیکھ لیا تو اپنا ملتان جانے کا ارادہ تبدیل کر دیں گی یا مجھے واپس گھر بھجوا کے دم لیں گی۔"

"تسلی رکھو بحث میں کندھے ہوئے مونا اور وہ تمہیں نہیں دیکھ پائیں گی۔" جوادی نے تسلی دی۔

"کیسے نہیں دیکھ پائیں گی، ان کی عینک سو فیصد ٹھیک رزلٹ دے رہی ہے۔"

"اگر بانس نہ رہے تو بانسری کیسے بجے گی۔" لڑکا ذہین تھا۔ جوادی کی بات پر چونکا۔

"یعنی عینک توڑ دی جائے گی۔"

"اوں ہوں، اتنی بھی تخریب کاری اچھی نہیں۔ عینک صرف ان کی خوب صورت آنکھوں سے وقتی طور پر جدا کی جائے گی۔"

"مجھے منظور ہے۔" انس چلایا۔ شبلی، جوادی نے دادی کی طرف دیکھا۔ وہ اس وقت لہروں پر تیرنے کا مزا لے رہی تھیں۔ سمندر کی موجیں اس وقت شاید بہت ہی موج میں تھیں۔ جوادی، شبلی بظاہر کہیں اور دیکھتے دادی کے قریب سے گزرتے ہوئے شبلی ان سے ٹکرایا۔ عینک گری۔ جوادی نے پھرتی سے اپنی جیب میں رکھ لی۔

"وے کون ہے وے۔" دادی غرائیں۔ اتنے میں ٹرین کے پلیٹ فارم پر آنے کا اعلان ہوا۔ ہر طرف بھگدڑ سی مچ گئی۔

"ہائے وے مجھے تو بڑا دھندلا دھندلا دکھائی دے رہا ہے۔"

"تمہارے برابر کی سیٹ پر ہمایوں سعید نے تو بیٹھنا نہیں ہے دادی، دھندلا دکھ رہا ہے تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔" پو نے انہیں سمجھایا تھا، پھر جلدی سے سامان اٹھانے لگا تھا۔ شبلی نے اشارہ کیا۔ انس نے بڑھ کے دادی کا ہاتھ تھام لیا۔

"وے کون ہے تو؟ فاخرہ تو نہیں ہے۔" شبلی اور جوادی نے ایک نظر انس کو دیکھا۔ بمشکل ہنسی روکی۔

"یہ ایک نیک دل نوجوان ہے دادی، جو اکثر بوڑھی عورتوں کو سڑک پار کرواتا ہے۔" لندو نے انہیں بتایا۔ اب وہ انس کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے مطمئن تھیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ٹرین آئی اف لنتارش۔۔۔ یار کاش ٹرین کی چھت نہ ہوتی‘ ہم کوٹھے کے اندر چلے جاتے۔“ شبلی کے لہجے میں حسرت تھی۔

”کمبختو۔۔۔ میں نے نیچے اترنا ہے‘ تم دھکے دے دے کر پھر اوپر چڑھا دیتے ہو۔“ ایک بھیم تحیم خاتون چلا رہی تھی۔ مگر وہاں سن کون رہا تھا۔ ایسے میں آفرین ہے انس پر جس نے کتنے پیار سے کتنی ملائمت سے دادی کو ٹرین میں سوار کرا دیا تھا۔ جیسے تیسے باقی سب بھی سوار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ میلے کچیلے حلیے والے پیر بابا بھی سیٹ گھیرے آنکھیں نیم وا کیے متاثر کن پوز بنائے اپنی طرف سے اللہ والے بنے بیٹھے تھے۔ انس نے دادی کو ان کے برابر میں بٹھا دیا۔

”بیٹا کیا میرے برابر میں مینڈھا بندھا ہے۔“ دادی نے زور کی سانس لی اور قریب‘ قریب اندازہ لگا لیا۔ ابھی شبلی‘ جوادی عش عش بھی نہ کرنے پائے تھے کہ گڈو اور پپو نے ہنسنا شروع کر دیا۔ فاخرہ نے دادی کا ہاتھ پکڑ کر اٹھا لیا اور اپنے برابر بٹھا لیا۔

”ہے بد اختو! میری عینک پلیٹ فارم پہ رہ گئی ہے۔“

”پلیٹ فارم۔ لنتارش ہے کہ اچھے اچھے نہیں مل رہے‘ وہ ذرا سی عینک کیا چیز ہے۔“

”کہاں ہے وہ نیک دل نوجوان۔“ دادی کو نوجوان کی یاد ستائی۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا‘ نوجوان صاحب قریب ہی بیٹھے فاخرہ سے باتیں کر رہے تھے اور دیکھ رعنا کو رہے تھے‘ حاضر ہو گئے۔ شبلی‘ جوادی‘ پیر صاحب کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان کا چیلا لہک لہک کر ان کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا رہا تھا۔

”میرے پیر صاحب سفلی علم کے توڑ کے ماہر ہیں۔ ان کے تعویذ قسمتوں کے بجھے دیے روشن کر دیتے ہیں۔“

”امی میں بھی تعویذ لوں گی۔“ رعنا مچلی کہ اسے بھی نواس کو پانے کی شدید تمنا تھی۔

”میرے پیر صاحب سراپا کرامت ہیں۔“

”میں سمجھا قیامت ہیں۔“ جوادی بڑبڑایا۔

”بے ادبی مت کرو لڑکے جل کر خاک ہو جاؤ گے۔“

”اسے غصہ نہ دلاؤ‘ غصہ آ گیا اتنی بے ادبی کرے گا کہ پیر حضرت غصے کی آگ میں جل کر فنا ہو جائیں گے۔“ شبلی نے ڈرایا۔

”گستاخ بچے گا نہیں۔“ پیر نے پیش گوئی کر دی۔ مسافروں کے چہرے خوف سے پیلے پڑ گئے۔ پھوپھو نے ترحم سے جوادی کو دیکھا‘ ہائے کیسا چاند سا چمکتا چہرہ ہے۔

”پیر صاحب کبھی نہا بھی لیا کریں‘ اگر پانی سے ڈر لگتا ہے تو ڈرائی کلین ہی کروا لیں۔“ جوادی کے مشورے جاری تھے۔

”ارے احمق۔۔۔ خاموش۔۔۔ پیر صاحب جلال میں ہیں۔“

”خلائی سا فیس بنایا ہوا ہے۔ جلال سے زیادہ پرانی خاموش فلموں کے کامیڈین لگ رہے ہیں۔“ اب کے شبلی نے تبصرہ فرمایا تھا۔

پیر صاحب کا بس نہیں چل رہا تھا۔ دونوں کو چلتی ٹرین سے نیچے دھکا دے دیں۔ اچانک کسی مسافر کا بچہ رونے لگا۔

”بچہ کیوں روتا ہے لال دین؟“ پیر صاحب نے بند آنکھوں کے ساتھ ادھر ادھر دیکھا اور فرمایا۔ لال دین نے بچے کی ماں کو اشارہ کیا۔ وہ بچے کو لے کر پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ بچے نے جو ایسا خوف ناک چہرہ دیکھا‘ مارے وحشت کے رونا بھول گیا اور پورا ڈبا پیر صاحب کی اس کرامت پر جھوم گیا۔ لوگ ایک دوسرے کو دھکے دیتے‘ جگہ بناتے‘ پیر صاحب تک تانتا باندھے جا رہے تھے۔ لال دین نے فرمایا۔

”ابھی نہیں‘ دس منٹ بعد سب لوگ قطار بنائیں اور پھر آئیں۔ اس وقت شاہ جنات کی اپنی بیوی سے لڑائی ہو گئی ہے۔ بیوی روٹھ کر میکے چلی گئی ہے۔ شاہ جنات مشورہ لینے آئے ہوئے ہیں۔ دس منٹ تک جائیں گے‘ پھر آپ لوگوں کی باری آئے گی۔“

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ناظرین مزید متاثر ہو گئے۔

یہاں تک کہ کولر پہ سر رکھے اونگھنے والی دادی بھی ہوشیار ہو کر بیٹھ گئیں۔ رعنا کو ڈانٹ کر کہا کہ چھو چھپالو ایسا نہ ہو شاہ جنات کا دل تم پہ آجائے اور ہمیں بیٹھے بٹھائے نیا سیاپا پڑ جائے اور ساتھ جو سیاپا (انس) بیٹھا تھا۔ اس نے زور و شور سے ان کے اس نادر و نایاب خیال کی تائید کر دی۔

ابھی دس منٹ مکمل ہونے میں پورے پونے تین منٹ باقی تھے۔ لال دین کے پیٹ میں وہ مرغا دہائیاں دینے لگا جسے گرما گرم نان میں لپیٹ کر اس نے اسٹیشن پر آنے سے پہلے ہڑپ کیا تھا۔ لوگوں کو پرے ہٹاتا' جگہ بناتا بڑی مشکل سے باتھ روم تک جانے میں کامیاب ہوا۔ قسمت کا ستارہ عروج پر تھا۔ باتھ روم خالی تھا اور نلکے میں پانی بھی آرہا تھا۔

ادھر لال دین نے باتھ روم کا دروازہ کھٹاک سے بند کیا۔ ادھر چھپاک سے جولوی کراماتی بابے کے برابر پہنچا ہے۔

"جب تک لال دین تشریف نہیں لاتے میں ہی بابا جی کلوست راس لال دین کا قائم مقام ہوں۔"

"تم کون۔" بابے کو انجانے خدشوں نے ستایا۔

"آپ کا عقیدت مند آپ کا پکا مرید 'لالو' جھلی ملاؤ جلدی جلدی نذرانے پیش کرو۔" نذرانوں کی بات سنتے ہی پیر بابا نے آنکھیں بند کر لیں اور پتا نہیں کیا پڑھنے لگے۔ دھیان جیب کی طرف تھا۔ جس میں جولوی بار بار ہاتھ ڈال رہا تھا۔ یقیناً" نذرانے پہ نذرانے چلے آرہے تھے۔

اب ٹرین کا منظر کچھ یوں تھا۔ لال دین صاحب باتھ روم کے اس دروازے کو کھولنے کی کوشش میں بے حال ہو رہے تھے۔ جس کا ہینڈل باہر سے شبلی نے کس کے پکڑ لیا تھا۔ اب دروازہ کھلے تو کیسے' لال دین لاکھ صحت مند و توانا سہی' مگر شبلی کی منہ زور جوانی کے سامنے یہ طاقت پانی بھرتی نظر آتی تھی۔ سو اتنی شدید کوشش بھی بے سود تھی۔ ادھر جولوی صاحب' پیر بابا کی جیب میں نذرانے والا ہاتھ ڈالتے ضرور تھے۔ لیکن صرف ہاتھ بعد میں یہی ہاتھ اپنی جیب میں ڈال کر نذرانہ اپنی پاکٹ میں محفوظ کر لیتے تھے۔

"دادی اماں مجھے بھی نذرانہ دینا ہے' دعا کرانی ہے۔" رعنا مچلی جارہی تھی۔

دادی نے اس کا بازو سختی سے دبوچ رکھا تھا۔ "سنا نہیں ادھر جن آئے ہوئے ہیں۔ کمبخت کوئی عقل کا اندھا جن تیرے پہ عاشق ہو گیا تو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا لے جائے گا۔ میں جاتی ہوں نذرانہ دے کر آتی ہوں اور دعا کراتی ہوں تیرا رشتہ ثریا کے دیور سے پکا ہو جائے۔"

"وہ بندر کا بچہ' میں تو ہرگز اس سے شادی نہیں کروں گی۔" رعنا چلائی اور کئی ایک فلمیں دیکھ دیکھ کے بھونٹے والے خبیث فارغ تھے نوجوان قسمت آزمائی کو لپکے۔

"ہمارے بارے میں کیا خیال ہے اماں جی۔" ایک دبلے پتلے بھونڈے نے پوز مارا۔

"تیرے بارے میں وہ' وہ خیالات ہیں' اگر اظہار کر دیا' چلتی گاڑی سے چھلانگ لگا دے گا۔ دفع ہو اپنی جگہ پہ جا کے بیٹھ۔" نوجوان بھی آج کے دور کا بد تہذیب بندہ تھا۔ یہ صورت حال دیکھ کر جولوی نے پیر بابا کے کان میں کچھ کہا۔ پھر اعلان کیا۔ "اس مرد بد تمیز کو پیر بابا قریب آنے کا حکم دیتے ہیں۔"

نوجوان ابھی آنے یا نہ آنے کا فیصلہ ہی کر رہا تھا کہ پیر بابا کے تازہ تازہ بنے مرید اسے اٹھا کر پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ جولوی نے پھر کان میں کچھ پھونکا۔ ان الفاظ میں ایسا اثر تھا پیر صاحب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ' پیر سے بدبو میں بسا کھسہ اتارا اور نوجوان کے سر پہ تابڑ توڑ کئی وار کروا لے۔ "ابھی ابھی شاہ جنات بتا کر گئے ہیں اس کمینے کے دل میں کھوٹ تھا' یہ پیر صاحب کے قتل کا فیصلہ کر چکا تھا۔" یہ سننا تھا کہ عقیدت مندوں کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ وہ نوجوان کی ہڈیوں کا سرمہ بنا کر خون بہاتی آنکھوں میں

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

اگانا چاہتے تھے۔ لیکن تب تک نوجوان جوتوں کی بدبو سے بے ہوش ہو چکا تھا۔ ان جوتوں میں جنات کی بو رچی ہے۔" شبلی نے اعلان کیا تھا اور پیر صاحب سوچ رہے تھے۔ اتنا سودمند تو کبھی لال دین بھی ثابت نہیں ہوا تھا۔

☼ ☼ ☼

ٹرین منزل کی جانب گامزن تھی۔ اب شام رات میں بدلنے کو تھی۔ اکثر مسافر اونگھنے لگے تھے۔ جب اچانک ہی ٹرین کا یہ بارونق ڈبہ ایک طویل نسوانی چیخ سے گونج اٹھا۔ واش روم میں بند لال دین جو کب کا نیند کی آغوش میں جا چکا تھا۔ دادی کے پیروں کے قریب اپنا بستر بچھا کر سونے والی پٹھانی جس کے دو گول مٹول پیارے بچے پیر بابا کی طرف اشارے کر کر کے نجانے اپنی زبان میں کیا کہتے اور قہقہے لگاتے تھے۔ اب ماں کی آغوش میں دبک کر سو چکے تھے۔ مگر یہ چیخ "اف کانوں کے پردے پھاڑتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ جو دادی جو اس رقم کا حساب کرنے میں مصروف تھا' جو آج پیر صاحب کی جیب کے بجائے اس کی جیب میں چل آئی تھی' چونک کر سیدھا ہوا تھا۔

"لگتا ہے شاہ جنات آگئے ہیں۔" جو دادی کا کہنا تھا تمام ڈبے پر کپکپاہٹ طاری ہو گئی۔

"کوئی شاہ جنات نہیں آئے' چیخ میں نے ماری تھی' کمبختو میرا بھرا ہوا کولر خالی ہو گیا ہے۔ مجھے بتاؤ یہ پانی کس مرن جوگے نے پیا ہے۔" دادی دہائی دے رہی تھیں۔

"کولر تو آپ کے بازو کے نیچے تھا۔ ایسے میں کون اپنی جان کا دشمن ایسی جسارت کر سکتا ہے۔" شبلی نے جائزہ لینے کے بعد انہیں یاد دلایا تھا۔ جبکہ وہ دیکھ چکا تھا کولر کی ٹونٹی تھوڑی کھلی رہ گئی تھی۔ تمام راستے قطرہ قطرہ پانی ٹپک کر پٹھانی کے تکیے کو بھگوتا رہا تھا۔ تکیے پر چونکہ بچوں کے سر تھے' اس لیے پٹھانی اس سے ناواقف تھی۔ اگلے چند گھنٹے میں آسمان کو پتا نہیں کیسی خون ریز لڑائی دیکھنی تھی۔ پٹھانی کی صحت اور دادی کی زبان الله الله۔

"وے مینوں تسیں پتا' مینوں اپنا پانی چاہیے۔" دادی کا جلال اور ضد دونوں عروج پر تھے۔

"خواتین حضرات ایک بات کنفرم ہو چکی ہے۔ شاہ جنات واقعی ڈبے میں گھس آیا ہے۔ دیکھیے پانی کا بھرا کولر جس میں دادی کی جان تھی' جسے وہ گھٹنے سے لگائے بیٹھی تھیں۔ اب بالکل خالی ہے۔ مجھے لگتا ہے ڈبے میں موجود سب سے گناہ گار بندے کی شامت شاہ جنات کے ہاتھوں آنے ہی والی ہے۔" جو دادی اونچی آواز میں اعلان کر رہا تھا اور بار بار پیر بابا کی طرف یوں دیکھ رہا تھا جیسے بچو جی تمہاری تو پھینٹی لگنے ہی لگے ہم کہہ رہا ہو۔ پیر بابا کا دل تیزی سے دھک دھک کر رہا تھا۔ ہاں بھئی اب تک جنوں کے نام وہ کئی غلط کاریاں منسوب کرتے آئے تھے۔ کسی کے گھر آگ لگی ہے۔ پیر بابا نے اعلان کیا' یہ انسانوں کی نہیں جنات کی کارروائی ہے' کسی کے ہاں بہو نہیں بستیں' جنات کا قصور' کسی کا سرمایہ ڈوب گیا' جنوں کی شرارت اگر واقعی شاہ جنات آگیا ہے تو میں تو آج جان سے مارا جاؤں گا۔ ٹرین آہستہ ہو رہی تھی کوئی اسٹیشن قریب تھا' پیر بابا نے آؤ دیکھا نہ تاؤ' جھٹ بدبودار کھسہ پہنا اور دروازے کی جانب لپکے۔ جیسے ہی ٹرین رکی' اندھیرے میں پیر محترم یوں غائب ہوئے ہیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

"یہ شاہ جنات کو میں بڈھی ہی مذاق کرنے کو ملی تھی۔ سارا پانی پی گئے ہیں میرا۔" دادی کو یہ شرارت پسند نہیں آئی تھی۔

"شکر کریں پانی ہی پیا ہے' خون نہیں پی گئے آپ کا۔" شبلی نے آہستہ سے کہا تھا اور وہ بڑی زور سے اچھلی تھیں۔

"میرا خون' مگر کیوں۔ میں نے کیا ان کی مجھ (بھینس) کھول لی ہے۔"

دادی دیر تک اونچی آواز میں آہیں بھر بھر کے اپنے کولر کو دیکھتی رہیں۔

"اب کے اسٹیشن آئے گا تو میں بھر کے لادوں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

گا۔" انس نے تسلی دے کر مزید نمبر بڑھا لیے۔

"پوری ٹرین میں ایک ہی نیک بندہ ہے' باقی سارے فضول جیسی ہیں۔" یہ رائے دادی کی تھی' جس سے رعنا کو پورا اتفاق تھا۔

ٹرین کی رفتار اچانک کم ہونا شروع ہو گئی ہے اور پھر مزید ہولی چلی گئی ہے۔ ایک خفیف سا جھٹکا لگا اور ٹرین ویرانے میں رک گئی۔

"کیا ہوا ہے؟" سب نے ایک دوسرے سے پوچھا۔

"شاید شاہ جنات کی کارروائی ہے۔" کسی نے کانپتی آواز میں کہا۔ ماحول پر ایک دم سے خوف چھا گیا۔ اتنے میں ٹرین کے عملے نے اعلان کیا۔

"انجن فیل ہو گیا ہے۔"

"وے بیڑا غرق ہو تیرا' انجن فیل ہو گیا ہے' اور یہ کوئی جگہ ہے فیل ہونے کی' ویرانہ ہی ویرانہ' جے ڈاکو آ گئے' مسافروں کی حفاظت تیرا پیو کرے گا۔" دادی کی جھلاہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔

"ہور جاؤ ثریا پھپھو کے گھر عید منانے۔" رعنا جل کے بولی تھی۔

چپ کر جا' ایس ودلیے میرے منہ نہ لگیں' چھڈ مار کے دانت باہر نکال دوں گی۔"

"کیوں بولوں' اچھے بھلے گھر بیٹھے تھے' پتا نہیں یہ فضول خیال کیوں آ گیا آپ کے ذہن میں۔" ذرا سی جگہ پر بیٹھے بیٹھے رعنا بری طرح تھک چکی تھی۔ دادی کا جلال ابال کا شکار ہوا اور انہوں نے ہاتھ گھما دیا۔ پر کاش نہ گھماتیں۔ بغیر عینک کے بے چاری معصوم دلوی' رعنا اور پٹھانی میں تمیز نہیں کر سکیں۔ دادی کا ہاتھ نیند میں لوٹھتی پشتو میں ٹرین والوں کو گالیاں دیتی پٹھانی کے چہرے پر پڑا۔ پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہتی' جو انس درمیان میں نہ آ جاتا۔

دادی پر آنے والا ہر وار اس مرد میدان نے اپنے چوڑے سینے پر جھیلا اور دادی کو ان مناظر کی کمنٹری رعنا نے ایک کی چار لگا کے سنائی۔ بڑی مشکل سے جو دادی نے پٹھانی کو یہ کہہ کر تنگ کے بیٹھنے پر مجبور کیا کہ یہ

بڑی معزز لیڈی دماغی مریضہ ہے۔ ایسے ہی ہواؤں سے لڑتی رہتی ہے۔

"دماغی مریضہ یعنی پاگل۔" پٹھانی گھبرائی۔

"لیس۔ لیس۔ پاگل بیمار عورت۔"

"اوئی خدایا کہیں یہ بیماری میرے بچوں کو بھی نہ لگ جائے۔" پٹھانی بستر سمیٹ کر بچوں کو پکڑ کر سامنے دوسرے کونے میں جا بیٹھی۔

"فاخرہ ذرا پتا تو کر یہ ویل ڈریسڈ شریف لڑکا ہے کون' آج کل ایسے ہمدرد بچے بھلا کہاں ملتے ہیں۔" فاخرہ نے کچھ دیر کے مذاکرات کے بعد اعلان کیا۔

"اماں جی یہ تو میرا دور پرے کا رشتے دار نکل آیا ہے۔ بے چارے کی ماں ہے نہ دادی کہتا ہے آج سے میں نے آپ کو ماں اور ان نورانی صورت والی بزرگ کو اپنی نانی اور دادی دونوں مان لیا ہے۔"

خواتین ڈائجسٹ

دستِ کوزہ گر

فوزیہ یاسمین

قیمت -/750 روپے

منگوانے کا پتہ

مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37 - اردو بازار کراچی - فون نمبر 32735021

"صدقے جاؤں۔" دلوی جذبات کی رو میں بہہ گئیں۔

"جاب بھی بہت اچھی ہے۔" جولوی نے جھک کے کان میں ایک اور خوبی بتائی۔

"تو میں نے بچے کی کمائیاں تھوڑا ہی کھانی ہیں۔"

"آپ نے نہیں کھلائیں نہ کھائیں آپ کی یہ چٹوری پوتی تو کھا سکتی ہے نا۔" شبلی نے رالو کھائی۔

"لیکن یہ تو ثریا کے زیور۔"

"ثریا کا دیور ایک لڑکی کے پیچھے ثریا کا سارا زیور لے کر گھر سے فرار ہو گیا ہے۔"

شبلی کو کیا پتا کون ثریا کون دیور بس زبان میں کھجلی ہوئی تو بول دیا۔

"ہائے میری بچی میری ثریا سارا زیور لے گیا وہ منحوس "نٹ چینا۔" دادی کو تو غش پڑنے والا تھا۔ تب جولوی نے کانوں میں رس گھولا۔

"یہ نوجوان کہتا ہے میری اماں اور دادی بہت سا زیور چھوڑ کر مری ہیں اگر میرا رشتہ اس باعزت معزز خاندان میں ہو جاتا ہے تو میں سارا زیور ثریا کو دینے کے لیے تیار ہوں۔" انس نے گھبرا کر نفی میں سر ہلانا چاہا لیکن شبلی نے پیچھے سے اس کے بال پکڑ کر یہ کوشش ناکام بنادی۔

"فاخرہ میری تو کمبخت عقل سی دھواں ہو گئی ہے۔ اچھی طرح دیکھ کے بتا لڑکا دادی میں لینے کے قابل تو ہے نا۔"

"ہاں جی اماں جی سو فیصد قابلیت رکھتا ہے۔ میرا خیال ہے نیک کام میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔" یہ کہتے ہوئے فاخرہ نے مسکرا کر انس کی طرف دیکھا جولوی نے بڑھ کر دلوی کی موٹی موٹی انگلیوں میں سے سب سے موٹی انگلی سے ایک سونے کی انگوٹھی اتاری اور انس کو پہنادی۔

"ہے میری انگوٹھی۔" دلوی کو یہ بات پسند نہیں آئی۔

"جب یہ ثریا کو بیس پچیس تولے سونا دے گا اس میں سے ایک انگوٹھی آپ اٹھا لینا۔" شبلی نے سمجھایا۔

"بیس، پچیس تولے۔" دادی کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔

جو دادی نے انس کو انگوٹھی پہنائی جواب میں انس نے گلے میں پڑی چین جس پر آئی لو یو لکھا تھا۔ رعنا کے گلے میں ڈال دی۔ تمام ڈبہ مبارک باد کے شور سے گونج اٹھا۔ دادی کو اچانک خیال آیا۔

"نی فاخرہ تو کیوں بھول گئی ہے۔ تیرا ایک مجازی خدا بھی ہوتا ہے اور ایسے موقع پہ اس کی رائے بہت ضروری ہے۔"

"ان کی رائے فاخرہ آنٹی فون پہ لے چکی ہیں۔" جو دادی نے تسلی کرائی۔

ریلوے ملازمین نے انجن ٹھیک ہونے کی خوش خبری سنائی۔ اب کہ ٹرین میں رنگ ہی کچھ اور تھا۔ مسافروں میں من چلے شادی بیاہ کے گیت گا رہے تھے کچھ ناچ رہے تھے۔ جو دادی شبلی دونوں کاموں میں پیش پیش تھے۔ بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والے نسل نسل کے لوگ اس وقت سب ایک تھے۔ رعنا اور انس کی خوشی جیسے ان سب کی خوشی تھی۔ پٹھانی کے بچے پشتو گیت گا رہے تھے۔ گنڈو پوا اردو میں راگ الاپ رہے تھے۔ کچھ لوگ پنجابی کچھ سرائیکی میں نغمہ سرا تھے۔ مگر بول ایک ہی تھے۔ محبت کے وفا کے امیدوں کے رنگ لیے۔ وہ سب ایک ہی بات کہہ رہے تھے ایک سے جذبات کا اظہار کر رہے تھے۔ عید سے پہلے عید ہوئی تھی۔

SCANNED BY DIGESTPK

سمیعہ عمیر

بازگشت

خاموشی بہت عجیب شے ہے۔ جب اندھیرے جنگلوں میں گونجتی ہے تو دل دہلا دیتی ہے۔ جب سبزے سے لدے پہاڑوں پر رقص کرتی ہے تو لطیف موسیقی بن جاتی ہے۔ مطلب خاموشی جس روپ میں بھی ہو اپنی ایک منفرد آواز رکھتی ہے جس سے بیشتر دنیا تمام عمر ناواقف رہتی ہے۔

اس روز زندگی میں پہلی بار ماہم نے خاموشی کی آواز سنی تھی۔ اس آواز کا اپنا ایک وجود تھا جو اس قدر واضح تھی کہ ماہم کی بیداری کا سبب بنی۔ آنکھیں ملتی وہ راہداری میں آئی۔ شبنم میں دھلے خوش رنگ پہاڑوں پر صبح سویرے کی ٹھنڈی دھوپ دیکھ کر اس کی تمام کسلمندی چشم زدن میں دور ہو گئی۔ وہ دوڑ کر ایک جھروکے سے باہر جھانکنے لگی۔ سب کچھ بہت پرسکون تھا۔

"ہیلو۔" ماہم نے آواز لگائی جو ٹکرا کر گونجنے لگی۔ وہ اپنی ہی آواز سن کر ہنس پڑی۔ اسے یوں لگا جیسے پہاڑوں نے ہم زبان ہو کر اس کی پکار کا جواب دیا ہو۔

"ہیلو۔" اس نے پہاڑوں کو دوبارہ آزمایا اور ایک بار پھر پہاڑوں نے اس کی تائید کی۔ اسی لمحے پانچ سالہ ماہم نے پہاڑوں سے دوستی کر لی۔

مکمل ناول

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com
www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"ماہم! منہ ہاتھ دھو کر کچن میں آجاؤ۔" پشت پر ایک پختہ زنانہ آواز نے اس کو مخاطب کیا۔

ماہم فرماں برداری سے واپس اپنے کمرے کی طرف مڑ گئی۔ یہ کمرا پچھلی رات ہی اس کو ملا تھا۔ اس سے پہلے وہ اپنے ڈورم میں رہتی تھی جہاں اس جیسی کئی ننھی پریاں تھیں لیکن وہ سب اپنا سامان باندھ کر اپنے گھروں کو جاچکی تھیں۔ اس لیے ماہم کو بھی اپنا کمرا بدلنا پڑا۔ یہ نہایت سادہ سا کمرا تھا جس پر ماہم کی شوخی کا ابھی اثر نہیں ہوا تھا۔

ماہم پھرتی سے لباس تبدیل کرکے کچن کی طرف چلی۔ تیا جی نے اس کو دیکھا تو فرائی پین چولہے پر رکھا اور انڈا تلنے لگیں۔ یہ بھی اس کے لیے نیا تجربہ تھا۔ اس سے پہلے ناشتا ڈائننگ ہال میں لگتا تھا اور اکیلے بیٹھ کر کھانے کا کوئی تصور نہیں تھا۔

کرسی پر بیٹھ کر وہ کچن کا جائزہ لینے لگی۔ اس نے میز سے پلیٹ اٹھائی تو چمکتی ہوئی سطح پر اسے اپنا عکس نظر آیا۔ اس نے اس چمک میں دیکھتے ہوئے اپنے بال درست کیے۔ اپنی بائیں آنکھ کے اوپر چوٹ کے نشان کو دیکھا۔ بائیں آنکھ کے اوپر چوٹ والی جگہ معمولی سی گہری تھی اور باقی جلد سے نسبتاً" رنگ میں فرق ہونے کے باعث یوں نظر آتی تھی جیسے تین پتیوں والا کوئی پھول ہو۔

تیا جی نے پلیٹ سیدھی کرکے اس پر گرما گرم انڈا رکھ دیا اور فاصلے پر کھڑے ہو کر اس کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگیں۔ اس سے قبل ماہم اور اس جیسی باقی لڑکیوں کے معمولات گھنٹی کے تابع تھے۔ آج پہلی بار حالات ماہم کے تابع ہوئے تھے۔ جس نے اسے اس احساس میں مبتلا کردیا کہ وہ ایک شہزادی ہے جو اس پر شکوہ قلعے میں بس رہی ہے۔

ناشتے کے بعد شہزادی صاحبہ کی شاہی سواری ملکہ عالیہ کے دربار کی طرف رواں ہوئی۔ دروازے کے پاس پہنچ کر تیا نے ماہم کا فراک ہاتھ سے سنوارا۔ اگر وہ باقاعدہ پڑھنا جانتی تو اس کا شہزادی کی کہانی کا تصور دروازے کے باہر آویزاں تختی پڑھ کر ہی غائب ہوجاتا کیوں کہ اس پر جلی حروف میں لکھا تھا۔ "بورڈنگ اسکول فار گرلز مری"

کمرے میں داخل ہو کر اس نے گردن اٹھا کر کمرے کا جائزہ لیا۔ ہلکے سبز رنگ کی دیواریں۔ بڑی بڑی فرنچ والی کھڑکیاں کمرے کو روشن کررہی تھیں۔ سامنے والی دیوار پر ایک لمبی چوڑی پینٹنگ موجود تھی۔ تصویر کے عین نیچے آتش دان تھا جس میں کوئلے کی جگہ گیس کا ہیٹر نصب کر رکھا تھا۔ اسکول نے کھیل، مباحثوں اور تعلیمی میدان میں جو انعامات حاصل کیے تھے وہ ایک شیلف میں چمک رہے تھے۔ کمرے کے بیچ میں لکڑی کی میز پر پھولوں کے گلدان کے پاس ایک اور تختی موجود تھی۔

"مسز گریس۔ پرنسپل۔"

"شگفتہ! تم جاؤ۔" مسز گریس نے انگریزی لہجے والی اردو میں کہا۔

"ماہم! آپ میرے پاس آکر بیٹھو۔" وہ نہایت ہمدرد اور محبت کرنے والی ہستی تھیں۔

"آپ کو معلوم ہے "آپ اس اسکول کی سب سے کم عمر اسٹوڈنٹ ہو۔" وہ جواب کی منتظر نہیں تھیں ماہم کے لیے یہ سوال نہیں معلومات تھی۔

"ویسے تو اسکول میں ہوم ورک نہیں دیا جاتا مگر میں چاہتی ہوں آپ ان گرمیوں کی چھٹیوں میں خوب پڑھائی کریں تاکہ آپ اپنے سے بڑی لڑکیوں کے ساتھ قدم ملا کر چل سکیں۔ میں نے آپ کے لیے ٹائم ٹیبل ترتیب دیا ہے تاکہ آپ کئی نئی چیزیں سیکھ سکیں اور آپ کا وقت بھی اچھا گزرے۔" مسز گریس کے ہونٹوں پر خاموشی میں بھی ایک مسکراہٹ قائم رہتی تھی۔

ماہم نے بہت معصومیت سے ان کی تمام باتیں سنیں اور آہستگی سے استفسار کیا۔

"باقی لڑکیاں کب آئیں گی؟"

مسز گریس کی مسکراہٹ دھیمی پڑ گئی۔ انہوں نے

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

اداس نگاہ سے اس معصوم فرشتے کو دیکھا جو تنہا بھی تھی اور لاعلم بھی تھا اس لیے کہ اس کا کوئی گھر نہیں تھا جہاں وہ چھٹیوں میں جاسکے اور لاعلم اس سچائی سے تھی کہ در حقیقت وہ تنہا ہے۔

"وہ بہت جلد واپس آجائیں گی۔" مسز گریس نے دوبارہ مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ وہ انہیں دیکھتی رہی۔

☼ ☼ ☼

بورڈنگ کے ماحول میں عجیب سا سکوت ہمہ وقت طاری رہتا تھا اسی سکوت سے اس کا نیا تعلق پروان چڑھنے لگا۔ فلیٹ سے اسلام آباد کا تمام شہر نظر آتا ہے۔ بورڈنگ کی اونچی نیچی زمین پر ایک بڑا ہموار سیمنٹ کا فرش بچھا تھا۔ اس کے ایک طرف سرخ ترچھی چھتوں والی عمارت تھی اور دوسری طرف گہرائی میں جاتے ہوئے پہاڑ تھے۔ اس کو سب فلیٹ کہتے تھے۔ رات کی تاریکی میں جب دارالحکومت کی بتیاں جلتیں تو لڑکیاں کچھ نہ کچھ نقشہ بنا کر شہر کی حدود سمجھ لیتیں۔ جب موسم بالکل صاف ہوتا تو فیصل مسجد ڈھونڈنے میں کامیاب بھی ہو جاتی تھیں۔

آرام کرسی پر مسز گریس بیٹھی تھیں۔ قریب ہی زمین پر ماہم گھٹنوں کے بل بیٹھی کاغذ پر عمارت کا منظر اتار رہی تھی۔ وہ چھوٹی سی عمر میں وہ کام کر رہی تھی جو کئی ماہر افراد نے بہت اعداد و شمار کے بعد انجام دیا تھا۔ اس کی پختگی صفحے پر واضح تھی۔

"یہ دیکھیں۔" اس نے تصویر مکمل کر کے مسز گریس کو دکھائی۔

"بیوٹی فل۔" انہوں نے حسب عادت مسکراتے ہوئے کہا۔

"شیریں کہتی ہے کہ اس کا گھر اس جگہ پر ہے۔" ماہم نے مسز گریس کی نظروں کا تعاقب کرنے والوں میں اشارہ کیا۔ اس کے ہاتھوں پر جگہ جگہ وہ اثر لگا ہوا تھا۔ چھٹیوں میں یہ اس کا معمول بن گیا تھا۔ مسز

گریس نے ماہم کے لیے خاص مصروفیات ترتیب دی تھیں اور کبھی شگفتہ اور کبھی دوسری کسی آپا کی نگرانی میں ماہم وہ امور انجام دیتی۔ جیسے جیسے دن گزرے وہ زیادہ تر وقت ایک ساتھ گزارنے لگیں۔

ابتدا میں ماہم مسز گریس کے لیے ایک ذمہ داری تھی جس کو وہ خوش اسلوبی سے انجام دینا چاہتی تھیں پھر ماہم وہ بچی بن گئی جو ویران در و دیوار کو اپنی ہنسی اور ہستی سے جان وار بنا دیتی تھی۔ جو ان کے آنا پر دوڑ کر بنا اجازت ان کے کمرے میں گھس آتی اور گھوم کر اپنا فراک دکھاتی اور دن کے اختتام پر ترجمہ کام لے آتی اور ہر صفحے پر شاباش ہوتی۔ مسز گریس ہمیشہ سے نرم دل تھیں۔ دیگر طالبات ایک روایتی فاصلے سے ان سے کلام کرتی تھیں مگر ماہم نے فاصلے سمیٹ دیے تھے اور مسز گریس نے ایسا ہونے دیا تھا۔

"مسز! آپ کا گھر کہاں ہے؟" ماہم کے سوال سے ان کے دل و دماغ میں کئی یادیں آندھیوں کی طرح چلنے لگیں مگر سالوں کا تجربہ کام آیا اور چہرے پر کچھ ظاہر نہ

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے خوبصورت ناول

میرے خواب لوٹا دو

نگہت عبداللہ

قیمت -/400 روپے

منگوانے کا پتہ
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37، اردو بازار، کراچی
فون نمبر: 32735021

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

ہوا۔

"میرا گھر یہی ہے۔" انہوں نے آہستگی سے ماہم کا گال چھوا۔

"میرا بھی یہی گھر ہے تو کیا آپ کا بھی کوئی رشتہ دار نہیں؟"

مسز گریس نے اپنے بائیں ہاتھ کی چوتھی انگلی میں پہنی سنہری انگوٹھی کو گھمایا۔ یہ انگوٹھی ان کو دنیا ترک کرنے کے لیے پہنائی گئی تھی۔ یہ کہہ کر کہ اب ان کا واحد رشتہ یسوع مسیح سے ہے۔ وہاں زیادہ تر نن آئرلینڈ یا انڈیا سے آئی تھیں۔ دو سال بعد وہ اپنے ملک کا چکر لگاتی تھیں مگر دوری نے ان رشتوں سے تعلق بہت کمزور کر دیا تھا۔ ماہم نے مسز گریس کو سوچ میں گم دیکھا تو بھی وہ رنجیدہ ہیں۔ اس نے اپنے پنجوں پر کھڑے ہو کر ان کو گلے لگا لیا۔

"میں آپ کے ساتھ ہوں۔ ہم ایک دوسرے کی فیملی ہیں۔" مسز گریس تمام تعلقات اپنی مرضی سے قطع کر کے آئی تھیں اور اب ماہم ان کے گرد دنیاوی رشتوں کا جال بن رہی تھی۔

"ماہم! آپ اس شہر کو قریب سے دیکھنا چاہو گی؟" انہوں نے آہستگی سے ماہم کو الگ کیا۔

"وہاں جا کر؟" ماہم نے آنکھیں پھیلا کر تصدیق کی۔

"اسکول کھلنے سے پہلے نئے کپڑے، جوتے وغیرہ لے آؤ۔ شگفتہ اور ایاز آپ کو لے جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" ماہم خوشی سے اچھلنے لگی۔

"چلو ہاتھ منہ دھو لو اور لنچ کے بعد فہرست بنا لینا۔" مسز گریس کرسی سے اٹھ کر اندر کی طرف چل دیں۔

☼ ☼ ☼

نیلی وین چڑھائی اترتے ہوئے ہچکولے کھا رہی تھی۔ یہ گاڑی بورڈنگ کی ملکیت تھی اور ایاز اس کا آفیشل ڈرائیور اور شگفتہ کا خاوند تھا۔ ایاز گنگنا رہا تھا۔ ساتھ شگفتہ بیٹھی پیسے گن رہی تھی جو ماہم کے کپڑوں کے لیے ملے تھے۔

پچھلی سیٹ پر ماہم بند کھڑکی پہ چہرہ ٹکائے باہر دیکھ رہی تھی۔ ہر پانچ منٹ بعد منظر بدل رہا تھا۔ چکراتی لہراتی سڑک صرف دیکھنے میں ہی پرکشش تھی۔ ورنہ وہ سر چکراتا کہ معدے سے خوراک باہر آنے لگتی۔ ماہم نے پرس میں ضرورت کا سامان رکھا تھا۔ پانی کی بوتل، سیب اور کچھ پیسے جو ہر چھ ماہ بعد اس کو ملتے تھے۔ شہر شروع ہوا تو ماہم نے کھڑکی سے نظر ہٹالی اور ونڈ اسکرین سے دیکھنے لگی۔

ایاز نے ایک پوش علاقے کی مارکیٹ میں پہنچ کر وین روک دی۔ ماہم نے گاڑی سے اتر کر نظر اٹھا کر چاروں اور پھیلی ہوئی دکانوں کی قطار کو دیکھا۔

شگفتہ ایک دکان کی طرف چل دی۔ ماہم چند لمحوں کے لیے ونڈو میں سجے میں موجود پتلوں کے انداز میں ہاتھ اٹھائے ساکت کھڑی ہو گئی۔ یہ اس کے بے ضرر کھیل تھے جو اس نے تنہائی میں سیکھے تھے۔ شگفتہ نے چلا کر پکارا تو ماہم وزنی دروازہ دھکیل کر اندر کی طرف دوڑی۔

"اس بچی کے ناپ کے کپڑے چاہئیں۔" شگفتہ نے سیلز گرل کو بتایا۔

سیلز گرل نے جھک کر ماہم کا گال تھپتھپایا اور ہاتھ پکڑ کر ریک کے قریب لے گئی اور ایک کے بعد ایک فراک نکال کر دکھانے لگی۔

ماہم فراک لے کر اسٹور میں جاتی۔ پہن کر چیک کرتی پھر دوڑتے ہوئے واپس آجاتی۔ تمام شاپنگ اس نے اسی طرح اچھلتے کودتے کرلی۔ شگفتہ ہر دکان پر رسید سنبھال رہی تھی جو اس کو جمع کروانی تھی۔ تین گھنٹے بعد ماہم کی لسٹ سے تمام چیزیں کٹ چکی تھیں۔

"شاہ زیب اور گل رخ کے لیے بھی کچھ لے لیں۔ پھر واپس چلتے ہیں۔" شگفتہ نے اپنے بچوں کے نام لیے۔

"وہ تو روز باہر جاتے ہیں۔ وہ سب خود لا سکتے ہیں۔" ماہم نے کہا۔ مری کے زیادہ تر بچے اسکول کی چھٹیوں میں ٹورسٹ اسپاٹ پر جا کر مختلف نوعیت کی چھوٹی موٹی کمائیاں کرتے تھے۔ شاہ زیب بھی بلبلے بنانے والا

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

بلاتی پیچتا تھا اور اکثر کسی سیاح کی تصویر اتار کر اور دام بھی کما لیتا۔

"کوئی دوسرا چیز لائے تو اس کی خوشی اور ہوتی ہے۔ تحفہ دینے سے محبت کا احساس ہوتا ہے۔" شگفتہ نے ماہم کو سمجھایا۔ ماہم نے اچھے بچوں کی طرح سر ہلا دیا۔

اب وہ جس بازار میں گئے' وہاں رش زیادہ تھا۔ دکانوں کے دروازے تو شیشے کے ہی تھے مگر زیادہ تر کھلے ہوئے تھے۔ جن پر کپڑوں' جوتوں کی نمائش ہو رہی تھی۔ اے سی نہیں تھے۔ اکثر دکانوں میں کھڑکھڑ کرتے پنکھے چل رہے تھے۔ سیلز گرل نہیں تھی۔ بس ایک یا دو آدمی چیزیں نکال کر دکھاتے اور وہی رقم وصول کرتے۔ اس رش سے دور فاصلے پر ایک دکان تھی جہاں صرف دکان دار موجود تھا۔ اس دکان میں سکون اور تنہائی بالکل سسٹر گریس کی شخصیت جیسی تھی۔

شگفتہ کسی کپڑے کی کوالٹی پر بحث کر رہی تھی کہ معیار کے مطابق قیمت بھی ہلکی کرو۔ ماہم خاموشی سے اس دکان میں چلی گئی۔ وہ کاسمیٹکس شاپ تھی' جس میں رنگین اور خوشبودار بوتلیں سجی ہوئی تھیں۔

"مجھے اپنی سسٹر گریس کے لیے تحفہ چاہیے۔" ماہم نے دونوں بازو کاؤنٹر پر رکھ کر دکان دار سے کہا۔

دکان دار اپنا کام چھوڑ کر اس کے قریب آ گیا اور باری باری کئی چیزوں کے نام لیے' جو ماہم کو پسند نہیں آئے۔ وہ بچی سے تکمیل کی غرض سے نیل پالش لگا کر ٹیسٹ کراتا رہا۔ جب اس کی دس انگلیوں پر دس رنگوں کی نیل پالش لگ گئی تو اس نے ہنس کر ایک امپورٹڈ نیل پالش پسند کی۔

دکاندار نے قیمت بتائی تو ماہم نے پرس کھول کر نوٹ کاؤنٹر پر رکھ دیے۔ پرس سے نکلے نیلے نوٹ اس کے مزاج سے میل کھا رہے تھے۔ اس لیے دکاندار نے ایمانداری سے نفتی کرنے کے بعد بقیہ رقم واپس کر دی۔

"ماہم تم ادھر ہو' میں تو ڈر گئی تھی۔" شگفتہ ہانپتی ہوئی آئی اور بازو کھینچ کر ماہم کو باہر لے گئی۔

☼ ☼ ☼

اگلی صبح ابھی سورج کی روشنی مدھم ہی تھی۔ ماہم سسٹر گریس کے کمرے کی طرف بھاگی۔ ماہم چاہے جتنی جلدی بھی اٹھتی۔ سسٹر گریس پہلے سے اپنے کاموں میں مصروف ہوتیں۔

ماہم نے انہیں دیکھتے ہی تیزی سے سفر کا حال دہرایا پھر تحفہ بڑھا کر بولی۔

"اچھا ہے نا؟"

"بہت اچھا ہے۔" سسٹر گریس نے بغیر پکڑے ڈبے پر ہاتھ پھیرا۔

"آپ کو ناخن پر لگاتے ہیں۔" ماہم نے اپنی رنگین انگلیاں دکھائیں۔

"نیل پالش سنگھار کا حصہ ہے' جو میں دنیا کے ساتھ ترک کر چکی ہوں۔" ماہم کا چہرہ مرجھا گیا۔

"آپ میرے لیے تحفہ لائیں' میرے لیے کافی ہے۔ میرا سب سے بڑا تحفہ تو آپ ہو' جو میرے ساتھ رہتی ہو۔"

☼ ☼ ☼

ماحول میں جیسے سحر کا سحر تھا جو آدمی کو پرسکون کر رہا تھا۔ اکثر رات دیر تک جاگنے کی عادت کے باوجود وہ صبح جلد اٹھنے کا عادی تھا۔

جرمنی میں جب وہ تنہا ہر قسم کے پہرے اور بندھن سے آزاد تھا' تب بھی وہ صبح کی جاگنگ ضرور کرتا تھا اور اب پاکستان آ کر بھی اس نے یہ عادت قائم رکھی ہوئی تھی۔ اب تک وہ اپنے گھر کے قریبی پارک میں جایا کرتا تھا مگر آج اس نے شہر کے بڑے پارک کا رخ کیا تھا جس کی وجہ شہرت ہی جلد بیدار ہونے والوں کی ورزش تھی۔ واک مین کان سے لگا کر وہ ارد گرد سے بے خبر ہو کر جاگنگ کرنے لگا۔ کافی دیر بعد جب وہ پسینے سے شرابور ہو گیا تو سانس بحال کرنے کی غرض سے ایک بنچ پر بیٹھ گیا۔ کانوں سے واک مین نکالا تو کچھ دیر تیز میوزک کے اثر سے کان سائیں سائیں کرتے رہے۔ سماعت بحال ہوئی تو پہلی آواز جو اس نے سنی وہ کیمرے کے مخصوص کلک اور فلیش کی تھی۔ اس نے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

چونک کر دیکھا تو قریب ہی ایک لڑکی اپنے کیمرے سے پھولوں کی تصویریں لے رہی تھی۔ تمام ارد گرد سے لاتعلق ہو کر کبھی وہ گھٹنوں پر بیٹھتی تو کبھی بالکل زمین کے قریب آجاتی اور اپنے پسندیدہ زاویے سے تصویر اتارتی۔ آذی کو اس کے حلیے پر حیرت ہوئی۔ اس کا جدید کیمرا اس کے کسی اچھے گھرانے سے ہونے کا پتا دیتا تھا مگر اس کا حلیہ اس کے بالکل برعکس تھا۔ سنہرا "وہ ابھی سو کر اٹھی تھی۔ اس کے الجھے بال جیسے زبردستی ہیر بینڈ میں جکڑے ہوئے تھے۔ سلوٹ زدہ ڈھیلا کرتا اور پاجامہ۔ "یقیناً" شب خوابی کا لباس تھا۔ جس پر پھیکی رنگت کا دوپٹا اوڑھا ہوا تھا جو باقی لباس سے بالکل میل نہیں کھا رہا تھا۔ البتہ جوتے اس نے اپنی ضرورت کے عین مطابق پہنے تھے مضبوط اور مکمل بند۔ گویا باہر نکلنے سے پہلے صرف کیمرے اور جوتوں پر توجہ دی گئی تھی۔

آذی نے نظر ہٹا کر اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا جو ہلکے نم ہو چکے تھے۔ کلک اور فلیش کی آواز پر وہ ایک بار پھر چونکا۔ جو اب کافی نزدیک سے آئی تھی۔ اس نے دیکھا وہ لڑکی اب کافی نزدیک سے گھٹنوں کے بل بیٹھی اس کی تصویر لے رہی تھی۔ وہ اس مزاج کا نہیں تھا کہ اس کی اس حرکت پر شرماتا یا گھبراتا مگر ایک پرسکون لمحے کو خراب کرنے پر اس کو غصہ ضرور آیا تھا۔ اس لڑکی نے بغیر وقت ضائع کیے ایک اور تصویر لی۔ آذی نے چند بولنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ لڑکی نے اپنے چہرے کے سامنے سے کیمرا ہٹا لیا۔ اس کے چہرے پر نظر پڑنے کے بعد آذی نے اعتراض کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

"یہ آپ کا شوق ہے یا پیشہ؟" آذی نے بنچ سے ٹیک لگا کر پوچھا۔

"یہ میری عادت ہے۔" لڑکی نے ایک بار پھر کیمرا منہ کے آگے کر لیا اور بات جاری رکھی۔

"جب کسی شوق کو پیشہ بنانے کی جستجو ہو تو پہلے اس کو عادت بنانا پڑتا ہے۔ میں بھی اسی دور سے گزر رہی ہوں۔" وہ اب تھوڑا نزدیک آکر کہہ رہی تھی۔

"یوں صبح سویرے اکیلے ایک کیمرا تھام کر انجان لڑکوں کی تصویر اتارنا آپ کی عادت ہے؟" آذی کے لہجے میں شرارت بھی تھی اور طنز بھی۔

"یہ کیمرا بہت کام کی چیز ہے۔ انسان کو وہ دکھا دیتا ہے جو وہ خالی آنکھ سے نہیں دیکھ پاتا۔ آدمی کی جلد کی تہوں کے اندر تک کی حقیقت کھل کر واضح ہو جاتی ہے۔" لڑکی اب کیمرے کا فریم آذی کی کلائی پر جما رہی تھی۔

"اس کیمرے سے یہ پتا چل جاتا ہے کہ صبح سویرے اٹھ کر ترتیب سے بال سنوار کر آنے والا امیر لڑکا امپورٹڈ جاگرز اور مہنگا ٹریک سوٹ پہن کر اگر جاگنگ کرنے نکلا ہو تو یقیناً "اپنی زندگی کے اس مرحلے سے گزر رہا ہے جب اپنی شخصیت کے اظہار کے لیے اپنی ذات سے زیادہ لباس پر بھروسا کیا جاتا ہے۔" لڑکی نے آذی کی مہنگی گھڑی کی تصویر لے کر طنز اور شرارت سے کہا۔

آذی نے سر سے پاؤں تک لڑکی کے بے ڈھنگے حلیے کی طرف دیکھا۔

"کیمرے کی آنکھ نے جو دیکھا اس کے سمجھنے میں دیکھنے والے کی عقل کا بہت عمل دخل ہوتا ہے۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے۔ اس لڑکے کی شخصیت ہو ہی اتنی بھرپور کہ اچھا لباس اور سنورے بال اس کی روٹین ہو مخصوص تیاری نہیں۔" آذی نے فوراً" جواب دیا۔

"ایسے لوگوں سے میں مل چکی ہوں۔" اس کا چند منٹ میں بے تکلف ہونا خلاف توقع آذی کو برا نہیں لگا تھا۔

"حلیہ دیکھ کر لگتا نہیں شاید بہت دور کی واقفیت ہے۔" حلیے پر چوٹ کرنے کی باری اب آذی کی تھی۔

"میں بہت عقل مند ہوں۔ میرے لیے ایک ملاقات ہی شخصیت کو پڑھنے کے لیے کافی ہوتی ہے۔ جیسے میں نے کیمرے کی آنکھ سے آج یہ دیکھا کہ موصوف میں امیر ہونے کے باوجود دانش مندی کی کچھ کمی ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"یہ تجزیہ بہت جلد بازی ہے اور ایسی کیا بات ہے، جو آپ کو اتنا عقلمند بناتی ہے؟" نہ چاہ کر بھی وہ اس گفتگو میں الجھتا جا رہا تھا۔

"مجھے میرے فیصلے عقلمند بناتے ہیں۔ جیسے کہ میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ جاتے ہوئے جب آپ اپنی گاڑی کی چابی ہلا کر مجھ سے کہیں گے کہ آپ کو کہیں چھوڑ دوں تو میں فوراً "انکار" کر دوں گی۔"

"خوش فہمی ہے۔"

"اس لیے تو آپ میں دانش مندی کی کمی ہے۔" یہ کہہ کر لڑکی مسکرائی اور دو انگلیوں سے سلیوٹ نما الوداع کہہ کر گیٹ کی طرف پلٹ گئی۔ آذی وہیں بیٹھا حیرت سے اس کو جاتا دیکھتا رہا۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا تھا کہ کوئی لڑکی آذی کو خاموش کروا دے۔ البتہ لڑکیوں کی اس کو دیکھ کر زبان ضرور لڑکھڑا جاتی تھی۔

آذی یہ فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ وہ اس لڑکی سے متاثر ہوا تھا یا نہیں۔ مگر پہلی ملاقات میں اس نے کچھ تاثر ضرور چھوڑا تھا جو آذی کے لیے نیا تجربہ تھا۔

آذی نے بھی واپسی کی راہ لی۔ اس کی چمچماتی اسپورٹس کار اس وقت ملک کے صرف دو افراد کے پاس ہی تھی۔ کچھ دیر ڈرائیو کے بعد وہ پوش علاقے کے وسیع مگر قدرے پرانے طرز کے مکان میں داخل ہو رہا تھا۔ ملازم اپنے روزمرہ کے کاموں میں لگ گئے تھے۔ ڈرائیور گاڑیاں دھو رہے تھے۔ ایک ملازم کتوں کو باندھ رہا تھا اور قریب ایک ملازمہ لان کی کرسیوں کو جھاڑ کر میز پوش بدل رہی تھی۔ جس کا مطلب تھا کہ بیگم رونق جہاں ناشتا تناول فرما چکی ہیں۔ خوش گوار موسم کے باعث بیگم صاحبہ لان میں ناشتا کرتی تھیں اور ان کے ناشتے سے پہلے اور بعد کرسیوں کو اچھی طرح جھاڑ پونچھ کر چمکایا جاتا تھا اور ناشتا ختم ہونے سے پہلے کسی مرد ملازم کو وہاں آنے کی اجازت نہیں تھی۔

آذی لان سے گزرتا ہوا گھر میں داخل ہوا تو ایک دم زمانہ ہی بدل گیا۔ باہر سے پرانی وضع کا مکان اندر داخل ہوتے ہی موجودہ دور سے زیادہ جدید ہو گیا تھا۔ امپورٹڈ الیکٹرانک، مہنگا فرنیچر، جدید طرز کا روغن اور قیمتی، نوادراتی اشیا امارت کا پتا دیتے تھے۔

آذی نے میز پر موجود جگ سے فریش جوس گلاس میں ڈالا ہی تھا۔

"آپ کو بیگم صاحبہ نے بلایا ہے۔" نو عمر ملازمہ نے بے رخی سے کہا۔

آذی کو معلوم تھا کہ وہ اپنی آفس نما اسٹڈی میں ہوں گی۔ جو چند سال پہلے تک اس کے ابا کی بیٹھک ہوا کرتی تھی۔ کمرے کے دروازے پر پہنچ کر آذی نے اندر جھانکا اور حاجی امتیاز حسین کو بیٹھے دیکھ کر اس کو احساس ہوا کہ یہ ملاقات ماں کے ساتھ نہیں بلکہ بیگم رونق جہاں کے ساتھ ہے۔

حاجی صاحب اس کے ابا کی علالت کے دوران اور وفات کے بعد بھی باقاعدگی سے کاروباری امور کا حساب بیگم صاحبہ کو لا کر دکھاتے تھے۔ آذی نے اندر پہنچ کر دونوں کو سلام کیا اور رسمی جملوں کے تبادلے کے بعد کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"تمہیں پاکستان آئے ہوئے کافی وقت گزر گیا ہے بہتر ہے کہ اب دفتر جانا شروع کر دو۔" رونق جہاں اپنے مخصوص انداز میں بیٹھی تھیں۔ ان کی سیدھی تنی کمر ان کے مزاج کی طرح تھی جو تمکنت لیے کرسی پر بیٹھنے کے باوجود بھی کرسی کی پشت سے نہیں لگتی تھی۔

"میں آپ کو پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میں اپنا الگ کاروبار کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں اس کی اجازت نہیں دوں گی کم از کم ابھی نہیں۔ پہلے چند سال خاندانی کاروبار میں تجربہ حاصل کرو۔" اپنی بات واضح کرنے کے لیے ان کو آواز بلند نہیں کرنی پڑتی تھی، لہجے کی پختگی ان کی بات کو وزنی کر دیتی تھی۔

"مجھے ان شربتوں، جام، اچار، جوشاندوں، مصالحوں میں کوئی دلچسپی نہیں۔ میں اپنے مزاج کے مطابق کام کرنا چاہتا ہوں۔" آذی جملہ مکمل کر کے ایک لمحے کو ڈر سا گیا کہ کہیں اس کی ماں برہم نہ ہو جائیں۔

"تم جن چیزوں کا اس حقارت سے نام لے رہے ہو وہ اس ملک کی سب سے بڑی ہوم پروڈکٹس کمپنی

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

ہے۔ جس کو تمہاری پچھلی دو نسلوں نے بہت محنت سے پروان چڑھایا ہے۔ تم نے باہر پڑھنے کی خواہش ظاہر کی میں نے تمہیں نہیں روکا۔ تم نے ہر بار اپنی منوائی ہے۔ اب وقت ہے کہ تم میری خواہش کا احترام کرو۔"

"نہیں اب وقت ہے کہ آپ لبا کی خواہش کا احترام کریں۔" آوی نے اپنا سب سے اہم مہو آگے کیا۔

رونق جہاں کے تاثرات ایک دم بدل گئے۔ وہ ہمیشہ سے بلند حوصلہ اور ٹھوس کردار کی مالک رہی تھیں۔ شوہر کی زندگی میں بھی کاروبار اور گھریلو امور میں ان کی بادشاہت تھی مگر اپنے تمام فیصلے وہ پس پشت رہ کر منواتی تھیں۔ ان کی علالت کے بعد رونق جہاں کو براہ راست کاروباری امور دیکھنے پڑے۔ پانچ سال قبل ان کے شوہر کی وفات کے بعد سب کا خیال تھا کہ وہ تمام امور جوان بچوں کے حوالے کر کے پُرسکون بیوگی گزاریں گی مگر انہوں نے سب کو غلط ثابت کر دیا اور کاروبار پر اپنی گرفت مزید سخت کر لی۔ وہ آفس سے دور بیٹھ کر اس کو ایسے چلاتی تھیں کہ کوئی پتا بھی ان کی مرضی کے بغیر نہیں ہلتا تھا۔ ہر کاغذ ان کی اسٹڈی سے ہو کر گزرتا تھا۔

یہیں آوی اور ان کا اختلاف شروع ہوا تھا۔ آوی کو الگ کاروبار کی ضد بھی اسی لیے تھی کہ وہ اپنی ماں کے محبت اور رعب بھرے شکنجے سے آزاد ہونا چاہتا تھا۔

"ابا رضامند تھے کہ میں اپنا الگ کاروبار کروں۔ بقول ان کے "میں نے جو باغ بویا ہے اس کا ایک پودا کسی اور زمین کو سرشار کرے تو میں سمجھوں گا میں کامیاب ہو گیا۔"

آوی نے دو لمحے رک کر اپنی ماں کے تاثرات دیکھے اور جان گیا کہ وہ بات منوا چکا ہے۔ اس نے اٹھ کر سلام کیا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

رونق جہاں سرخ آنکھوں سے اس کو جاتے دیکھ رہی تھیں۔ وہ اس کی ترقی سے خائف نہیں تھیں۔ اس کے باغی وجود سے خوفزدہ تھیں۔ اس کی ذات میں ہمیشہ ایک بغاوت اور آزادی رہی تھی۔ وہ خود کو ہر ذمہ داری سے لاتعلق سمجھتا تھا۔ اپنی شرطوں پر زندگی گزارتا تھا اور جو بات اس کی مرضی سے ہٹ کر ہوتی اس کو بدل نہیں سکتا تھا تو چھوڑ دیتا تھا۔ کوئی خواہش، رشتہ یا شخص ایسا نہیں تھا جو اس کو کسی دوسرے کی خوشی کے بارے میں سوچنے پر مجبور کرے۔ یا شاید ایسا شخص آیا تھا مگر رونق جہاں بے خبر تھیں۔

اگلی صبح آوی کو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ وہ جاگنگ نہیں کر رہا، بھاگ رہا ہے۔ ان زنجیروں سے جو کبھی محبت، رشتہ یا ذمہ داری بن کر اس کے پاؤں سے بندھ جاتی ہیں۔ اس کو کبھی کسی چیز کے لیے محنت نہیں کرنی پڑی تھی۔ آسائشوں نے اس کو دوسروں کی نظر میں بے حس اور اپنی نظر میں عملی بنا دیا تھا۔ زندگی مختصر تھی اور وہ اسے اپنی ہی ذات کے لیے ناکافی سمجھتا تھا۔ دوسروں کی خواہشوں پر جینا گویا اس کو ضائع کرنا تھا۔ اس نے ان خیالات کو جھٹکنے کے لیے میوزک مزید تیز کر لیا اور ریتیلی زمین پر مزید تیزی سے دوڑنے لگا۔

اسی طرح دوڑتے ہوئے اس کی نگاہ کیمرے والی اس لڑکی پر پڑی۔ وہ آج دو بچوں کی تصاویر کھینچ رہی تھی۔ بچوں کے ساتھ گھل مل کر بچوں کی طرح باتیں کرتے ہوئے ان کو اپنے مطلوبہ انداز میں بٹھاتی اور تصویر اتار لیتی۔ آوی نے لمحہ بھر رفتار آہستہ کر کے اس کو دیکھا۔ آج اس نے ہلکے پیلے رنگ کی شلوار قمیص پہن رکھی تھی جو استری شدہ تھی۔ بال بھی سلجھے ہوئے تھے اور چہرہ بھی کھلا ہوا الگ رہا تھا۔ اسی لمحے اس لڑکی کی نگاہ اٹھی اور اس نے آوی کی نظر کا جواب مسکراہٹ سے دیا اور دوبارہ بچوں کے ساتھ مگن ہو گئی۔

آوی کو پہلی بار احساس ہوا کہ اس لڑکی کے نقش تیکھے تھے مگر رنگ سانولا تھا۔ چند لمحوں کے تجزیے کے بعد آوی نے اپنی رفتار پھر بڑھائی اور گراؤنڈ کا آخری چکر لگانے لگا۔ چکر مکمل کر کے وہ دوبارہ اس جگہ پر پہنچا تو بچے بیٹھے کھیل رہے تھے مگر وہ لڑکی موجود نہ تھی۔ آوی بھاگتے بھاگتے رک گیا اور نظر دوڑا کر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

پارک میں چاروں طرف دیکھا۔ کہیں کوئی زرد لباس نظر نہ آیا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے دل کے کسی کونے میں مایوسی کے سائے منڈلانے لگے۔ اس نے گاڑی کی چابی نکالی اور گہری سانسیں لیتے ہوئے پارکنگ لاٹ کی طرف چل دیا۔ گاڑی کے پاس پہنچنے تک اس کی سانس بحال ہو چکی تھی۔

"ہیلو" وہ لڑکی اس کی گاڑی سے ٹیک لگا کر کھڑی تھی۔

"اوہ آپ! ہائے۔" آدی کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔

"گویا آج کیمرے کی آنکھ سے جانچے جانے کا شرف میری گاڑی کو حاصل ہوا ہے۔" آدی نے شرارت سے کہا۔

"اتنی قابل نہیں ہوں کہ بے جان چیزوں میں جان ڈال سکوں۔ میں آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ آپ کی ایک امانت تھی میرے پاس۔" اس نے ہینڈ بیگ سے ایک خاکی رنگ کا غلاف نکال کر آدی کو تھمایا۔

آدی نے غلاف کھولا تو پچھلے دن کی تصاویر تھیں۔

"یہ تو آپ نے مشکل میں ڈال دیا۔ میں آپ کی فوٹو گرافی کی تعریف کروں گا تو کہیں آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں اپنی تعریف کر رہا ہوں۔" آدی اپنی ہی تصاویر دیکھ کر کافی متاثر ہوا تھا۔ تمام تصویریں بناوٹ سے پاک تھیں۔ چند ایک میں محو گفتگو کے انداز میں کھول رکھا تھا۔ جس کے باعث ان میں حقیقت کا گہرا تاثر تھا۔

"آپ کسی کی بھی تعریف کریں میرا جواب شکریہ ہی ہو گا۔ سبجیکٹ کا انتخاب میں نے ہی کیا تھا۔"

"میں کوئی لڑکی نہیں کہ آپ کو تصاویر لوٹانی پڑیں۔ آپ یہ رکھ سکتی ہیں۔" آدی نے تصاویر دوبارہ لفافے میں ڈال دیں۔

"میرے پاس نیگیٹو ز ہیں۔ آپ کو اس لیے دیں کہ ان پر آپ کا بھی حق ہے۔ میں چلتی ہوں۔" وہ لڑکی مڑ کر گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔

اس کے قدموں کے ساتھ ساتھ آدی کی بے چینی بڑھ رہی تھی۔

"سنیں! بات سنیں۔" آدی نے غیر ارادی طور پر اس کو روک لیا۔

"اینش" لڑکی نے مڑ کر آدی کو دیکھا۔ "میرا نام اینش ہے۔"

"آپ نے میری تصاویر لیں تو شکریہ کے طور پر میں آپ کے لیے کچھ کر سکتا ہوں۔"

"کرنے کو تو آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ اگر چاہیں تو" اینش نے کہا۔

"آپ فرمائیں کیا چاہتی ہیں؟" آدی نے مؤدب انداز میں پوچھا۔

"مجھ جیسی لڑکی آپ جیسے لڑکے سے اس وقت بھلا کیا چاہ سکتی ہے۔" اینش نے شرارت سے کہا۔ آدی نے مشکوک نظر اس پر ڈالی۔

"ناشتا۔" اینش نے معصومیت سے کہا۔

تھوڑی دیر بعد وہ آدی کی گاڑی میں بیٹھی تھی اور اسے راستہ سمجھا رہی تھی۔

"مجھے جب بھی موقع ملتا ہے۔ میں وہاں نان چنے کھانے ضرور جاتی ہوں۔" اینش نے بے مقصد مشہوری کی۔

"مجھے ناشتا ہلکا پھلکا ہی پسند ہے۔ جوس یا سلائس لے لیتا ہوں۔" آدی نے وضاحت کی۔

"شاید اس لیے کیوں کہ آپ نے پہلے وہاں کے نان چنے نہیں کھائے۔ غالباً" شہر کے سب سے پرانے نان چنے ہیں۔ روز روز نہ سہی مہینے میں ایک آدھ بار تو ضرور روایتی ناشتا کرنا چاہیے۔" اینش نے بے تکلف ہو کر کہا۔

"تبدیلی کو آزما لیتے ہیں۔"

"بس ادھر روک دیں۔"

آدی نے دیکھا۔ وہ شہر کی مشہور مارکیٹ تھی مگر زیادہ دکانیں ابھی بند ہی تھیں۔ جو تھوڑے بہت افراد موجود تھے ان میں زیادہ تر تعداد چھابڑی فروشوں کی تھی۔

"کہاں؟"

"وہ ٹھیلے والا۔" اینش نے اشارہ کیا اور گاڑی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

سے اتر گئی۔ آذی نے کر ختگی سے اسٹیرنگ وہیل پر ہاتھ مارا پھر اینش کو دیکھ کر احساس ہوا کہ وہ سنجیدہ ہے تو خود بھی اتر کر اس کے پاس چلا گیا۔

"تو یہ ہے آپ کے پسندیدہ ناشتے کی جگہ؟" آذی نے تمسخر اڑایا۔

"آپ پھر وہی کر رہے ہیں۔ ظاہری حلیے سے باطن کا اندازہ لگانا درست نہیں ہے۔" اینش نے آرڈر دے کر پھر سے کیمرا سنبھال لیا۔

"میرا مطلب ہے اگر یہ اتنا ہی مشہور اور معروف ہے تو اب تک اس نے دکان کیوں نہ کھول لی۔ یقیناً اس کا کاروبار بہتر نہیں چل رہا۔"

آذی نے ٹھیلے والے کو ہلٹنوں میں چنے 'سلاد' رائتہ اور اچار ڈالتے دیکھا۔

لاٹ صاحب! آپ کو میں سمجھاؤں۔ ان کو چکڑ چھولے کہتے ہیں۔ ان کی خاصیت یہ ہی ہے کہ ان کو ٹھنڈا کھایا جاتا ہے۔ اس لیے چولہے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ رہی بات ڈالنے کی تو اس کی ایک ہی ویلیو ہے۔" اینش نے پلیٹ آگے بڑھائی۔

"یہ صاف ستھرا تو ہے نا؟" آذی کا جملہ ٹھیلے والے نے سن لیا۔

"کیا بات کرتے ہو صاحب! بیس سال سے کام کر رہا ہوں۔" توی نے قدرے خفگی سے کہا۔

آذی کی بندر شخصیت کو چیلنج کا سامنا تھا۔ اس نے ایک نوالہ منہ میں رکھا اور ساتھ ہی کلک اور فلیش کی مخصوص آواز آئی۔

"یہ آپ کے پہلے نوالے کی یادگار تصویر۔" اینش نے ہنستے ہوئے کہا اور کیمرا گلے میں ڈال لیا۔

"اب افسوس ہو رہا ہے کہ اس کی دکان نہیں' ورنہ بیس سال بعد یہ تصویر فریم کرکے لگاتا کہ مشہور زمانہ بزنس مین یہاں سے ملن چنے کھاتے تھے۔" اینش خود بھی کھانے لگی۔

آذی کی بھی جھجک دو نوالوں کے بعد دور ہو گئی۔ یہ اس کی زندگی کا سب سے لذیذ ناشتا تو نہیں مگر منفرد ضرور تھا۔

"آپ چاہیں انکار کریں مگر انسان کا ظاہر وہی ہوتا ہے جو اس کا باطن ہو۔" آذی لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"بے شک لیکن ایک مدت کے بعد ایسا ہوتا ہے۔ ایسا قابل قبول صرف تب ہوتا ہے' جب باطن نے ظاہر کو تراشا ہو۔ مگر افسوس اکثر ایسا نہیں ہوتا۔ آسودہ گھرانے تمام تر توجہ اولاد کے ظاہر کو دینے لگتے ہیں۔ یہ پروا نہیں کرتے کہ اس کو سچ اور جھوٹ میں تمیز کرنا آتی ہے کہ نہیں' پر اس کو لباس پہننا ضرور سکھاتے ہیں' ملازموں کے ساتھ برتاؤ کرنا نہیں سکھاتے' پر رپورٹ کارڈ پر پورے مارکس چاہئیں۔ اس طرح ان کو یہی درس ملتا ہے کہ باطنی گندگی کو ظاہری خوبصورتی سے چھپالو۔"

"ایسا ہر بار ہو ضروری تو نہیں۔ یہ بھی ممکن ہے انسان کا باطن تمیزدار ہو اور ظاہر بھی خوش لباس ہو۔" آذی کو وہ اینش کا ذاتی فلسفہ لگا۔

"ہو سکتا ہے' بالکل ہو سکتا ہے۔ مگر پھر باطن پر بھروسا ہونا چاہیے۔ یعنی اگر کبھی پرانے کپڑے اور بے ترتیب حلیے میں بھی رہنا پڑے تو شرمندگی نہیں ہونی چاہیے۔" اینش اپنا آخری نوالہ کھا رہی تھی۔

"آف کورس۔" آذی کی پلیٹ بھی تقریباً" خالی ہو چکی تھی۔

"چلو پھر آزما لیتے ہیں۔" اینش نے آذی کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔

"یہ جاگرز اسپورٹڈ ہیں؟" اینش نے پوچھا۔

"ہاں جب جرمنی میں پڑھ رہا تھا' تب خریدے تھے۔"

"تو یہ جاگرز بڑے میاں کے جوتوں سے بدل لو۔" اس نے ٹھیلے والے کی طرف اشارہ کیا۔

"پاگل ہو گئی ہو کیا؟" آذی کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"کیوں تمہیں ڈر ہے کہ پشاوری چپل میں کوئی تمہاری عزت نہیں کرے گا؟" اینش نے چیلنج دینے کے انداز میں کہا۔

"ہرگز نہیں۔ مگر میں ایسی کوئی فضول حرکت نہیں کر سکتا۔" آذی زچ ہونے لگا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"میں صرف اپنا مدعا بیان کر رہی ہوں۔ تمہارا مقصد تو جلنا ہی ہے۔"

"تم نے بات کہی میں نے سن لی۔ ایک سرسری سی بات ہوئی گپ جانے دو۔ دھونس دے کر تبدیل کروانے کا کیا فائدہ؟ تم کوئی معلم ہو جو دوسروں کو باطن پر بھروسا کرنے کا عملہ درس دیتی پھرو۔" آوی کا لہجہ سخت ہو گیا۔

"صحیح کہہ رہے ہو۔" اینش نے سنجیدگی سے کہا اور ٹھیلے کے پیچھے چل دی۔

آوی کو لگا وہ خفا ہو گئی ہے۔ اینش پھرتی سے بڑھتی ہوئی ایک عورت کے پاس پہنچ گئی جو جرابیں 'پونیاں' کلپ بیچ رہی تھی۔ اس نے ایک کپڑے کے میلے بیگ میں کچھ رومال ڈال رکھے تھے۔ آوی نے وہیں کھڑے ہو کر دیکھا' اینش نے اپنا لیدر کا ڈیزائنر بیگ اس کو دے کر اس کا کپڑے کا میلا بیگ لے لیا اور وہ اس تبادلے پر مطمئن نظر آرہی تھی۔

"میرا فائدہ ہو گیا۔ اس میں میرا کیمرا نہیں آتا تھا۔" اینش نے واپس آکر خوشی سے کہا۔ آوی پھیکے سے انداز میں ہنس دیا۔ پھر اس نے خاموشی سے بڑے میاں کی چپل سے اپنے جوتے بدل لیے۔

کٹھمنڈو اینش نے مزید تصاویر لے لیں۔

"کیسا لگ رہا ہے؟" واپسی میں اینش نے شرارت سے پوچھا۔

"تمہاری خوشی کی وجہ سمجھنا چاہ رہا ہوں۔" آوی خفا نہیں تھا۔

"تمہیں تمہارا ہی ایک پوشیدہ روپ دکھایا ہے اس لیے خوش ہوں۔"

"پارک آگیا۔ تمہیں کہاں چھوڑوں؟" آوی نے رفتار آہستہ کر دی۔

"وہیں دو بلند ٹکڑ کے آگے میرا کالج ہے۔" اینش نے اشارہ کیا۔

"کالج؟ آج تو چھٹی ہے۔"

"میں ہاسٹل میں رہتی ہوں۔" اینش نے واضح کیا۔ آوی نے گاڑی روک دی اور اینش کیمرا سنبھال کر اتر گئی۔ پھر گاڑی کی کھڑکی سے منہ ڈال کر بولی۔

"شکریہ۔ ناشتے کا بھی اور میرا مدعا واضح کروانے کا بھی۔"

"کوئی مسئلہ نہیں۔ ویسے بھی یہ جاگرز تھے۔ شکر ہے تمہاری نظر میری گاڑی پر نہیں پڑی۔" آوی نے ہنس کر کہا۔

اینش سنجیدہ ہو گئی۔ "ادھر ہی رکو۔" اس نے ایمرجنسی میں کہا۔

"رکشے والے بھیا! ذرا سننا۔" اس نے قریب کھڑے رکشے والے کو آواز دی۔

آوی کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اس نے تو دیکھا نہ تاؤ فل اسپیڈ سے گاڑی دوڑاتا ہوا نکل گیا پیچھے اینش کھڑی ہنستی رہی۔

☼ ☼ ☼

بورڈنگ میں دن کا آغاز جلد ہو جاتا تھا۔ ہر کلاس کے لیے ایک کشادہ کمرا مخصوص تھا جس کو ڈورم کہتے تھے لمبی دیواروں اور بڑی بڑی کھڑکیوں سے ترچھی چھت باعث گھٹن نہیں رہی تھی۔ کمرے کی آرائش ایسی تھی جس کے باعث دوسروں کا ساتھ اور خلوت دونوں میسر تھے۔ کمرے کے دونوں طرف بستر قطاروں میں لگے ہوئے تھے۔ ہر بستر کے اوپر لکڑی کے ڈنڈوں کی مدد سے پردے نصب تھے۔ جیسے کسی اسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں ہوتے ہیں۔ جن کو بوقت ضرورت کھولا اور بند کیا جا سکتا ہے۔ ہر ڈورم میں ایک نن موجود رہتی تھی۔ ان کے بستر کی دونوں سمت لکڑی کی دیوار لگا کر مختصر سا کمرا بنا دیا گیا تھا۔ صبح چھ بجے میٹرن آہستگی سے کرسچن لڑکیوں کو جگاتی کیونکہ انہوں نے چرچ پہنچ کر عبادت میں حصہ لینا ہوتا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد ایک ہاتھ سے گھنٹی ہلاتے ہوئے سسٹر تمام بستروں کے گرد چکر لگانا شروع کر دیتی۔

گھنٹی کی آواز سن کر لڑکیاں جھٹ سے بستر سے باہر نکل آتیں۔ سائیڈ ٹیبل سے اسٹیل کا جگ اٹھاتیں اس میں باتھ روم سے پانی بھر لاتیں۔ سائیڈ ٹیبل پر ہی

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

اسٹیل کا بڑا سا پیالا یعنی بیسن موجود رہتا تھا۔ جس میں لڑکیاں پہلے منہ دھوتیں پھر دانت برش کرتیں۔ فارغ ہو کر وہ باتھ روم جاتیں اپنا جگ اور بیسن دھو کر کپڑے سے خشک کرکے دوبارہ اصل جگہ پر رکھ دیتیں۔ باتھ روم سلیقے سے استعمال کے باعث نہایت نفیس ہوتا۔ ایک طرف سات تختے لگے تھے اور دوسری طرف اتنا ہی لمبا بینچ تھا جو اوپر سے بنچ اور اندر سے جوتوں کی الماری تھی۔ اگلا مرحلہ شب خوابی کا لباس تبدیل کرنا تھا۔

"اندر نہ آنا۔" ماہم نے بستر کے گرد پردہ کھینچتے ہوئے آواز بلند کہا۔

"یہ کہنے کی ہرگز ضرورت نہیں۔ پردہ آگے ہونے کا یہی مطلب ہے کہ بغیر اجازت اندر آنا منع ہے۔" سسٹر مارتھا نے اس کی بدتمیزی پر ٹوکا۔

"سوری سسٹر!" ماہن نے معذرت کی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ ایک بے ضرر شرارت بن گئی جو دانستہ طور پر اکثر لڑکیاں کرتیں اور متوقع ڈانٹ سن کر کھسیانی ہنسی ہنستیں۔

لباس تبدیل کرکے پردے نفاست سے سمیٹ دیے جاتے۔ اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا کہ پردہ ذرا سا بھی ترچھا نہ ہو اور تمام چنٹیں سیدھی ہوں۔ اس کے بعد بستر ٹھیک کرنے کا تکنیکی مرحلہ آتا جس سے ابتدا میں ہر لڑکی جو جھتی تھی۔ بستر پر سادی چادر بچھا کر اس پر تکیہ رکھتے۔ پھر ایک اور چادر بچھا کر کمبل رکھا جاتا اور اس کے اوپر دوسرا کمبل بچھا دیا جاتا۔ پھر نچلی چادر کے کونے سے کمبل کو ہلکا سا ڈھک دیا جاتا تاکہ کمبل جگہ پر قائم رہے۔ چادر لٹک کر معیوب نہ لگے اس لیے احتیاط سے چاروں اطراف سے چادر میٹرس کے نیچے ڈال دی جاتی۔ آخر میں پن لگا کر بستر مکمل ہو جاتا۔ چھ بج کر پچاس منٹ پر وہ سب تیار ہو کر کیپٹن کے پیچھے قطار بناتیں اور ڈائننگ ہال کا رخ کرتیں۔ جونیئر اور سینئر اسکول کا مختلف ڈائننگ روم ہوتا تھا۔ ڈائننگ روم میں موجود الماری پر تالا لگا ہوتا تھا جو کیپٹن صرف پندرہ منٹ کے لیے کھولتی تھی۔

لڑکیاں اپنے مگ میں چینی، کافی دودھ ڈال کر انہیں خوب پھینٹتیں۔ یہ کافی بنانے کی ضرورت کے ساتھ ساتھ ان لڑکیوں کا مشغلہ بھی تھا۔ منمنو نے پرنسپل کو آتے دیکھ کر جلدی سے گھنٹی بجادی اور تمام لڑکیاں ادب سے خاموش ہو گئیں۔ سسٹر گریس اور ہیلی نن چرچ سے آئیں تو تمام لڑکیوں نے ادب سے سلام کیا۔ سسٹر گریس جواب دے کر بیٹھ گئیں تو پھر سے پیالوں میں چمچ چلنے لگے۔

ہر روز انڈے مختلف طرح سے بنائے جاتے۔ اکثر ساتھ شوربا بھی میسر ہوتا جبکہ دلیہ ناشتے کا لازمی جزو تھا۔ ناشتے کے بعد لڑکیاں فلیٹ پر اسمبلی کے انتظار میں ٹہلتی رہتیں۔

ایک بجے علم کے بوجھ سے لدی اور تھکی لڑکیاں پھر فلیٹ پر جمع ہوتیں اور کھانے کے لیے پھر ڈائننگ ہال کا رخ کرتیں۔ لنچ کا ہر روز نیا مینو ہوتا۔ ماہم کو پالک اور لوبھی سخت ناپسند تھی۔ فرنگی انداز میں تیار کیے لنچ میں آلو ایک لازمی جزو ہوتا تھا۔ کھانے پر لڑکیوں کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہوتا کہ اس میں مسالے کے نام پر صرف نمک اور کالی مرچ کا چھڑکاؤ ہوتا تھا۔ جس سے ہر کھانے کا ایک ہی ذائقہ ہو جاتا تھا۔ ان ننھے ذہنوں نے اس کا توڑ یہ نکالا کہ وہ کیچپ، بریانی مسالے اور چاٹ مسالے کے پیکٹ ساتھ رکھتیں اور ان کی مدد سے ذائقے کو کھانے کے قابل بناتیں۔

یہ بورڈنگ کی زندگی کا حسن تھا کہ اس کا ہر لمحہ فعال بنایا جاتا۔ کھانا ختم کرکے لڑکیاں کرسیوں پر ہی براجمان رہتیں۔ جب سسٹر گھنٹی بجاتی تو لڑکیاں شکریہ کہہ کر اٹھ جاتیں۔

گھنٹہ بھر پڑھائی کے بعد اسپورٹس یونیفارم پہن کر لڑکیاں گیمز میں حصہ لیتیں۔ اپنے اپنے ہاؤس کے مطابق گیمز ان کے لیے زندگی موت کا مسئلہ ہوتے۔ کسی جنگی سپاہی کی طرح ہر کوئی اپنے ہاؤس کو سربلند کرنا چاہتا۔ تھوڑے سے فارغ ٹائم کے بعد ساڑھے چھ بجے کھانا لگا دیا جاتا اور چاہے نیند آئے نہ آئے سات بجے سب بستر میں سونے کو لیٹ جاتے تھے۔

www.paksociety.com www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

اس کے بعد بات کرنا یا بستر سے نکلنا سخت منع تھا۔ نظم و ضبط کی خلاف ورزی کرنے والے کو سزا بھی دی جاتی تھی۔

"ماہم! آپ کو سسٹر گریس نے بلوایا ہے۔" سسٹر کی اطلاع پر ماہم حیران ہو گئی۔

پہلے پہل چھٹیوں کے اختتام پر ماہم اکثر وقت پا کر سسٹر گریس کے آفس میں گھس جاتی اور عادت کے مطابق باتوں کا پٹارہ کھول دیتی۔ اس کے علاوہ کہیں نظر آتیں تو قطار توڑ کر ان سے لپٹ جاتی۔ سسٹر گریس نے اس کو آہستگی سے سمجھایا کہ چھٹیوں کا رہن سہن مختلف ہوتا ہے۔ جو اسکول کے دنوں میں قابل قبول نہیں ہے۔ اس پر لازم ہے کہ استاد شاگرد والا رشتہ قائم رکھے۔ لیکن اس دن جب سسٹر کے خود بلوایا تو ماہم خوشی سے جھومتی ہوئی دوڑ کر ان کے پاس پہنچی۔

"ہیلو آپ کیسی ہیں۔ میرا بھی آپ سے ملنے کا بہت دل چاہ رہا تھا۔" ماہم کے قدم رکتے تو زبان نے رفتار پکڑلی۔

"ماہم! مجھے آپ کو ضروری بات بتانی ہے۔" سسٹر گریس نے کچھ دیر بعد اس کی باتوں کی ٹرین کو لگام دی۔

"بیٹا! زندگی میں کئی دور آتے ہیں۔ ہر دور ایک تبدیلی سے شروع ہو کر کسی دوسری تبدیلی پر ختم ہوتا ہے۔ ان تبدیلیوں سے سمجھوتا ضروری ہے۔ ان گرمیوں کی چھٹیوں میں میں یہاں نہیں ہوں گی۔ میری ٹرانسفر ہو گئی ہے۔" سسٹر گریس کی بات سمجھنے میں ماہم کو کئی لمحے لگ گئے۔

"پھر آپ میری بھی ٹرانسفر کروا دیں۔ میرا بھی کوئی گھر نہیں۔ ہم اسی طرح ساتھ رہیں گے۔"

"آپ کی ٹرانسفر نہیں ہو سکتی۔ آپ کو یہیں رہنا ہے۔" سسٹر گریس نے محبت سے اس کا گال چھوا۔

"آپ کیوں جا رہی ہیں۔ یہاں سب کچھ اتنا اچھا ہے۔ عائشہ کہہ رہی تھی کہ دوسرے شہروں میں گرمی اور شور ہوتا ہے۔ آپ کو تو شور بالکل پسند نہیں۔" وہ بے نام رشتہ ہی تو ماہم کی زندگی کا واحد حقیقی تھا۔

"اتنی کمزور نہ ہو کہ جینے کے لیے انسانوں کے ساتھ کی ضرورت پڑے۔ تمہیں بہت اوپر اٹھنا ہے۔ ہر رشتہ اپنے اندر تلاش کرنا ہے۔ خود کو سمجھنا ہے اپنی ذات کو پڑھنا ہے۔ جتنا تعلق اور رشتے میں خود کو جکڑو گی اتنا خود سے اور خدا سے دور ہو جاؤ گی۔"

سسٹر گریس چپ ہو کر تلقین کرنے لگیں کہ وہ نصیحت ماہم کو کر رہی ہیں یا اپنے آپ کو سمجھا رہی ہیں۔ اس لمحے پہلی بار سسٹر گریس کے چہرے پر کوئی مسکراہٹ نہیں تھی۔ رہبانیت کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے وہ ہمیشہ یہ سمجھ کر خود کو مطمئن کرلی تھیں کہ وہ اپنی خواہشات خدائے واحد سے تعلق جوڑنے کے لیے قربان کر رہی ہیں۔ اپنے ایثار پر ان کو کبھی شرمندگی نہیں ہوئی تھی لیکن اس وقت ماہم کے ننھے دل کو رد کرتے ہوئے ان کو اپنی سفاکی کا احساس ہوا تھا۔ انہوں نے گھبرا کر اپنے سر کو جھٹکا۔

نہیں وہ سفاکی نہیں تھی۔ فرض شناسی تھی۔ وہ ماہم کی محبت میں گمراہ نہیں ہو سکتی تھیں۔ وہ ماں نہیں تھیں۔ وہ استاد بھی نہیں تھیں سب سے پہلے وہ ایک نن تھیں اور انہوں نے انسانیت کی خدمت کا عہد کیا تھا۔ ماہم جیسے کئی ننھے وجود ان کی شفقت اور رہنمائی کے منتظر تھے۔ وہ اپنے لگاؤ کے لیے ان مستحق بچوں کو محروم نہیں کر سکتی تھیں۔

ان کے دل و دماغ میں جنگ ہو رہی تھی۔

"آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ آپ اتنی پیاری ہیں کہ ہر کوئی آپ سے محبت کرے گا۔ تنہائی سے ڈرنے کا مطلب اپنے وجود سے ڈرنا ہے۔ اس ڈر کو ختم کرنے کے لیے اپنے اندر قابلیت بھرو۔ ہنر ہو گا تو تم تنہا نہیں رہو گی۔ تم اپنی ذات اور خواہشات کو سمجھو گی تو کوئی تمہیں بے وقعت نہیں کر سکے گا۔" ان موٹی موٹی باتوں سے نہ جانے وہ کیا سمجھی بس سسٹر گریس سے لپٹ کر رونے لگی۔

"ماہم! میرے پاس آپ کے لیے تحفہ ہے۔" انہوں نے میز سے ست رنگی چھتری اٹھائی۔

"یہ جب آپ نے پینٹ کی تھی تو اس میں جلوہ بھر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

گیا تھا۔ یہ آپ اپنے پاس رکھیں اور جب اداس ہوں اس کو گھما کر خدا سے دعا مانگنے گا۔ دیکھیے گا چھڑی اپنا جادو ضرور دکھائے گی۔" وہ ماہم کو مایوس نہیں دیکھنا چاہتی تھیں اس لیے تعلق کا اختتام امید پر کررہی تھیں۔

"اب میں جادو کروں گی کہ ماہم ہمیشہ خوش رہے۔" وہ اکثر انہیں تنگ کرتی رہتی تھی۔ یہ چینٹ کی ہوئی چھڑی مسز کریس کو بہت پسند آئی تھی۔ اب وہ اسے لوٹا رہی تھیں۔ انہوں نے آہستگی سے چھڑی ہلائی اور دوسرے ہاتھ سے مضبوطی سے گلے میں پہنا کراسے تھام لیا۔

☼ ☼ ☼

اس نے ایک مرتبہ پھر اپنی قیمتی کی گھڑی میں وقت دیکھا۔ اسے انتظار کرتے ہوئے پینتیس منٹ ہوچکے تھے۔ آذی نے تیسری مرتبہ ہاسٹل کے گیٹ کی جانب قدم بڑھائے۔

"آپ نے مس انیش کو پیغام دیا؟" اس نے لمبی مونچھوں والے بندوق تھامے چوکیدار سے پوچھا۔

جواب میں چوکیدار نے صرف گردن موڑ کر آذی کو اوپر سے نیچے تک گھورا۔

آذی خفت سے دوبارہ اپنی گاڑی کے پاس کھڑا ہوگیا۔ ایک نوجوان لڑکے کو ملاقات کے لیے آتے دیکھ کر چوکیدار کا رویہ خاصا مشکوک ہوگیا تھا۔ آذی نے پانچ منٹ بعد پھر گھڑی دیکھی تو اس کا پارہ چڑھنے لگا۔ انیش نہ خود آئی تھی نہ کوئی پیغام بھیجا تھا۔

اس نے واپسی کے ارادے سے گاڑی کا دروازہ کھولا ہی تھا کہ آہنی گیٹ کھلنے کی آواز آئی۔ اس نے مڑ کر دیکھا تو انیش چوکیدار کو اپنا گیٹ پاس دکھا کر باہر آرہی تھی۔ اس نے خاکی ٹراوزر 'سبز قمیص اور سفید دوپٹا اوڑھ رکھا تھا۔ رنگ مختلف ہونے کے باوجود وہ آپس میں میل کھا رہے تھے۔ نفاست سے بندھی پونی ٹیل اس کے پتلے چہرے پہ مناسب لگ رہی تھی۔ آذی نے انیش کے کندھے کے اوپر سے ایک فخریہ نگاہ چوکیدار پر ڈالی اور ان تمام مشکوک نظروں کا جواب دیا جو پچھلے چالیس منٹ سے وہ آذی پر ڈال رہا تھا۔ انیش بے تاثر چہرے کے ساتھ اس کی طرف آرہی تھی۔ چار قدم کی دوری پر دو لمحوں کے لیے ان کی نظر ملی اور ساتھ ہی انیش نے دھوپ کا چشمہ آنکھوں پر لگایا اور منہ پھیر کر دوسرے رخ چل دی۔ آذی کے صورت حال سمجھنے سے پہلے ہی انیش قریب کھڑے رکشے میں بیٹھ کر جاچکی تھی۔

چوکیدار دوبارہ آذی کو گھورنے لگا۔ اس نے غصے میں آکر گاڑی رکشے کے پیچھے لگادی۔ "یہ لڑکی خود کو سمجھتی کیا ہے۔ کبھی ایک لمحے میں دوستی کرلیتی ہے اور کبھی یوں منہ پھیرلی ہے جیسے بالکل انجان ہو۔"

اس نے گاڑی ایک سپر اسٹور کی پارکنگ میں پارک کی۔ انیش اسٹور میں داخل ہوچکی تھی۔

"عجیب بدتمیزی ہے۔ میں چالیس منٹ باہر کھڑا چوکیدار کی ترش نظروں کا سامنا کرتا رہا اور تم منہ بنا کر رکشے میں نکل گئیں؟" آذی گروسری سیکشن میں پہنچ کر انیش پر برسا۔

"لڑکیوں کے ہاسٹل کے باہر کھڑا رہنا قابل تعریف عمل ہے؟"

انیش نے کالا چشمہ آنکھوں سے اتار کر سر پر لگایا اور ٹرالی دھکیلتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔

آذی نے بھی شرمندگی سے بچنے کے لیے ایک باسکٹ اٹھالی۔

"ایک تو میں وقت نکال کر تم سے ملنے آیا اور اس گینڈے جیسے چوکیدار کو برداشت کیا۔ ذرا تو قدر کرو۔"

"بے شک قدر دانی فنی ہے۔ میں اسی لیے دیر سے آئی تھی تاکہ چوکیدار وقت پاکر تمہیں گارڈ آف آنر پیش کردے۔" انیش نے ٹرالی میں صابن اور ٹوتھ پیسٹ ڈالتے ہوئے کہا۔

"واقعی اس نے مجھے ایسا سیلوٹ دیا ہے جس کا تجربہ مجھے پہلے کبھی نہیں ہوا۔" آذی نے بنا دیکھے باسکٹ میں صابن اور ٹوتھ پیسٹ ڈال لیے۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"جو حالت تمہاری باہر تھی' وہی میری اندر ہو رہی تھی۔ پہلی بار ایک لڑکا مجھ سے ملنے آیا تھا جس کو کمرے کا نمبر بھی معلوم نہیں تھا۔ اس لیے چوکیدار وارڈن کے پاس گیا اور وارڈن نے کمرے میں پیغام بھجوایا جس سے سارے ہاسٹل میں دھوم مچ گئی کہ انفش سے کوئی لڑکا ملنے آیا ہے۔" انفش ناراضی سے نظر بھی نہیں ملا رہی تھی اور چیزیں لیتے ہوئے یوں ہم کلام تھی جیسے شیلف سے باتیں کر رہی ہو۔

"تو میں اور کیا کرتا۔ تم دو ہفتے سے پارک نہیں آرہی تھیں۔" آذی بنا دیکھے باسکٹ میں چیزیں رکھتے ہوئے انفش کے ساتھ چل رہا تھا۔

"میں پارک ورزش کرنے تو نہیں جاتی کہ باقاعدگی سے جاؤں۔ میں تصویریں لینے جاتی تھی اور میری کوئی مجبوری نہیں کہ اپنے شوق کو ایک ہی جگہ تک محدود کرلوں۔ ویسے بھی میرے امتحان ہونے والے ہیں میں مصروف تھی۔"

"مجھے تمہارے امتحانوں کی مصروفیت کا علم نہیں تھا ورنہ یوں پریشان نہ کرتا۔"

"بات مصروفیت کی نہیں میری ساکھ کی ہے۔ تمہیں اندازہ بھی ہے ہاسٹل میں میرے بارے میں کس طرح کی باتیں ہو رہی ہوں گی۔"

آذی کو بالکل احساس نہیں تھا کہ انفش کے اندر بھی ایک روایتی لڑکی موجود ہے۔

"تمہیں کب سے فرق پڑنے لگا کہ لوگ تمہارے بارے میں کیا سوچتے ہیں؟"

"جب سے لوگوں نے یہ سوچنا شروع کردیا کہ دو ملاقاتوں کے بعد وہ مجھ پر اتنا حق رکھتے ہیں کہ سرعام میرا نام پکار کر مجھ سے ملنے کا اعلان کرسکیں۔"

انفش نے آذی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر رعب سے کہا اور آگے شیلف کے پاس چلی گئی۔

اس بار آذی اس کے پیچھے نہیں گیا۔ پہلے تو انفش بے خیالی میں شیلف پر پڑی چیزیں دیکھنے لگی۔ پھر خیال آیا تو دائیں بائیں دیکھا۔ آذی کہیں نہیں تھا۔ انفش دبے قدموں پچھلے شیلف کی طرف گئی جہاں ایک منٹ پہلے اس نے آذی سے آخری بات کی تھی وہ وہاں بھی نہیں تھا۔ انفش افسردہ ہوگئی۔ شاید وہ غصے میں زیادہ ہی بول گئی تھی۔ وہ خفا تھی مگر یہ نہیں چاہتی تھی کہ آذی چلا جائے۔ وہ تو خود اسے یاد کرتی تھی مگر امتحان کی وجہ سے نیچر نے صبح میں اضافی کلاسیں رکھ دی تھیں۔

انفش تیز تیز چل کر داخلی دروازے کی طرف گئی کہ شاید آذی وہیں کھڑا ہو مگر وہاں بھی اسے نہ پاکر انفش کا دل شاپنگ سے اچاٹ ہوگیا۔ آذی کا اتنا قصور نہیں تھا جتنا اس چوکیدار کا تھا۔ دراصل انفش اور چوکیدار کی پہلے بھی کافی ہوچکی تھی۔ انفش تصاویر اکثر نے صبح صبح ہاسٹل سے نکلتی تھی تو چوکیدار نے وارڈن کو شکایت کردی تھی۔ اس پر انفش کو ایک علیحدہ درخواست لکھ کر وارڈن کے دستخط کروانے پڑے۔ انفش کو چوکیدار کی مداخلت کبھی نہیں بھولی اور چوکیدار کا انفش سے شک دور نہیں ہوا۔ ان حالات میں آذی کے آنے سے چوکیدار کا پلڑا بھاری ہوگیا۔

بجھے دل اور اداس قدموں سے ٹرالی دھکیلتے ہوئے انفش کاؤنٹر پر پہنچی تو آذی دکان دار سے گفتگو کر رہا تھا۔

"مجھے کوئی جلدی نہیں' آپ تسلی سے بل بنائیں مگر باری کا خیال رکھیے گا۔" آذی شوخی سے انفش کا رستہ روکے کھڑا تھا۔

"مگر مجھے جلدی ہے۔ آپ ان کو جلدی فارغ کریں۔"

"بی بی جی! آپ کا بھی کردیتے ہیں۔ کوئی مسئلہ نہیں۔" دکان دار نے ایک لڑکے کو آواز دی کہ انفش کا بل بنادے۔ تاکہ دونوں کا ساتھ ساتھ ہوجائے۔

دکان دار نے فٹافٹ پیسے وصول کیے۔ آذی فوراً باہر نکل گیا۔

"رکو تو سہی ایک ضروری بات کرنی ہے۔" انفش نے باہر نکل کر آواز دی۔

"کیا؟" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"مجھے ہاسٹل تو چھوڑ دو۔" انفش نے اپنا شاپر بھی آذی کو تھمایا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"واپسی پر بہت ٹیک ناہی ہوگی؟" تری نے اس کا دوغلا پن جتایا۔

"جب پہلی ملاقات میں بے تکلفی 'دوسری میں دوستی اور تیسری میں لڑائی بیچ صلح ہو جائے تو ایسے تعلق پر چوکیدار کی پروا نہیں کرتے۔" ایش نے بیگ سے کیمرا نکالا اور دونوں ہاتھوں میں شاپر تھامے توری کی تصویریں کھینچنی شروع کر دیں۔

☼ ☼ ☼

سفید پتھری دیواروں سے چمکتا ہوا نیلا آسمان جھانکتا تھا۔ انگریزی طرز کے جھروکے' ترچھی چھت' بلند کھڑکیاں اور نیچی بیرونی دیواریں گھنے سرسبز درختوں سے لدے پہاڑوں کا منظر دکھاتے تھے۔ کہنے کو وہاں زندگی بہت رنگین تھی۔ انہی رنگینیوں میں ایک ننھا فرشتہ کھیل رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں سات رنگوں سے بنی چھتری تھی۔ کبھی ماہم مٹی کے گملے میں قسم قسم کے پتے اور گھاس دیکھ کر کھانا پکاتی تو یہ چھتری اس کی ڈولی بن جاتی۔ جس سے وہ بنا آگ کے چولہے پہ ہانڈی بھونتی۔ کبھی پہاڑ کی کوہان کو کشتی بنا کر اس پہ براجمان ہو جاتی اور چھتری کو چپو بنا کر نامانوس پانی چیرتے دھکیلتی رہتی۔ جب اس کی کشتی خیال کے دریا کے وسط میں پہنچتی تو اسی چھتری سے مچھلیاں پکڑ کر کشتی میں ڈھیر کرتی رہتی۔ اب وہ پری بن کھیل رہی تھی۔ سنا تو تھا کہ فرنگیوں کے دور میں یہ کسی حکومتی سربراہ کی گرمیوں کی آرام گاہ تھی مگر بعد میں عمارت کی تعمیر نو کر کے ایک مشنری اسکول بنا دیا گیا۔ زمانے' سیاست اور ضروریات کی بے شمار ردوبدل کے بعد اب یہ ایک بورڈنگ اسکول تھا جس کی انتظامیہ کی طرح طالبات میں بھی مسلم عیسائی امتزاج تھا۔ تمام طالبات اور بیشتر اساتذہ طویل چھٹیوں میں اپنے گھروں کو چلے جاتے تو سوائے ماہم کے۔ اس نے تنہائی سے دوستی کی تدبیریں سیکھ لی تھیں۔ اس کے ہاتھ سسٹر ادرین کا اسکارف لگا جو اوڑھنے پر اس کے پیروں تک لٹک گیا۔ اس نے چھتری پکڑ کر پری کی طرح جادو کرنا شروع کر دیا۔

اچھلتی کودتی ماہم کے سر سے اسکارف کھسکا اور پیروں میں لپٹ گیا۔ ماہم لڑکھڑنے لگی۔ خود کو سنبھالنے کے لیے اس نے چھتری سے جنگلا پکڑا۔ مٹھی کھلنے اور بند ہونے میں ماہم کے ہاتھ میں جنگلا آ گیا اور چھتری نکل کر پہاڑوں سے ٹکراتی پرنوہ پرنوہ ہوتی گہرائی میں گر گئی۔ سات رنگ ستر ٹکڑوں میں بکھر گئے۔ اس دن ماہم کا جادو ٹوٹ گیا اور وقت بدلنے لگا۔

☼ ☼ ☼

اس نے دو پونیاں بنائیں۔ بائیں بغل میں سنہرے بالوں والی گڑیا دبائی اور معمول کی طرح راہداری سے گزرنے لگی۔ کمروں' کلاسوں اور آفس کے سامنے سے گزرتے ہوئے بورڈنگ کے پچھلے دروازے تک پہنچی۔ اس کی منزل وہ زمین کی چھتوں والے مختصر گھر تھے' جہاں گیا شگفتہ اور چوکیدار منیر کی فیملی رہتی تھی۔ یہ حصہ بورڈنگ کی ملکیت تھا اور اس سے ملحقہ بھی تھا مگر درمیان میں گیٹ نصب تھا جس کو شگفتہ' ایاز اور منیر کے علاوہ کوئی پار نہیں کرتا تھا۔

"میں آ گئی۔" ماہم نے گھاس پر بیٹھے شاہ زیب' ماہ نور اور طاہر کو متوجہ کیا۔

"ماہم دیکھو! میرے پاس کیا۔" شاہ زیب نے ہاتھ میں موجود غلیل لہرائی۔

"میں اس سے نشانہ لیتا ہوں۔" شاہ زیب نے مہارت سے پتھر غلیل میں رکھا اور درخت کا نشانہ لیا۔ پتھر لمبے تڑنگے درخت کے پتوں میں لگا اور کھو گیا۔ پہلے دو دن شاہ زیب استاد بنا رہا پھر راجا اور گل ریز بھی غلیل لے آئے تو مقابلہ شروع ہو گیا۔ لڑکیاں پتھر کنکر اکٹھے کرتیں اور منتیں کرتیں مگر لڑکے دس بار کہنے پر ایک بار موقع دیتے۔

ماہم نے کلائی سے اپنی واٹر پروف گھڑی اتاری اور شاہ زیب کی غلیل سے بدل لی۔ اگلے روز ماہم گڑیا چھوڑ کر غلیل لیے پہنچی تو لڑکیاں تارا آپا کے اردگرد بیٹھی تھیں۔ تارا آپا گڑیا کے برتن بنا رہی تھیں۔

سب لڑکیوں نے گیلی مٹی سے اپنی اپنی پسند کے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

برتن بنانا شروع کر دیے۔ ماہم نے پینٹ استعمال کیے اور برتن خوب صورتی سے مکمل ہو گئے۔ اس روز جب ماہم واپس جا رہی تھی تو ہلکی ہلکی تھکاوٹ میں کچھ سیکھنے کی طمانیت بھی تھی۔ انسان مٹی سے بنا ہے اور مٹی میں ہی جاتا ہے اس نے بھی مٹی سے تعلق جوڑ لیا تھا۔ کھیل کے میدان میں پہنچ کر ماہم گھاس پر لیٹی اور سکون سے سو گئی۔ اس کے سکون کی حقیقی وجہ تین الفاظ تھے۔ ملنساری، جذبہ اور حوصلہ یہ تینوں خوبیاں اس میں موجود تھیں جو جلد چھننے والی تھیں۔

آسمان نے آہستہ آہستہ سورج کی بتی بجھا دی تاکہ اس کی نیند میں خلل نہ پڑے۔ خنکی نے زور پکڑا تو ماہم کی آنکھ کھل گئی۔ ڈر کے مارے وہ چیختے ہوئے اندر بھاگی۔ ڈورم کے قریب سسٹر مارتھا نظر آئیں۔ ماہم ان سے لپٹ گئی۔

سسٹر مارتھا نے اس کے بالوں میں پھنسی گھاس دیکھی۔ اس کے فراک پر پینٹ کے نشان تھے اور ناخن مٹی سے بھر چکے تھے۔

"کپڑے بدل کر ڈنر کے لیے آؤ۔" سسٹر مارتھا نے ماہم کو بھیج کر پہلی فرصت میں نئی پرنسپل سے بات کی۔ ماہم کے بدلے بدلے "گندے کپڑے اور ادب و آداب کی خلاف ورزی کے پیش نظر اس پر ان بچوں کے ساتھ کھیلنے پر پابندی لگا دی گئی۔ وہ سالوں کی تہذیب دو مہینوں میں گنوا دے" ایسا ناقابل قبول تھا ماہم اس پابندی کا مفہوم بھی نکال سکی کہ محل کی چھت تلے رہنے والے اور چھری کانٹے سے کھانے والے مختلف ہوتے ہیں۔ اس کی ملنساری فرق جھجک میں بدل گئی۔

☼ ☼ ☼

ایک تحقیق کے مطابق انسان کی توجہ کا دورانیہ صرف دو سیکنڈ ہوتا ہے وہ کسی بھی چیز پر توجہ مرکوز کرتا ہے تو ہر دو سیکنڈ بعد توجہ تبدیل ہو جاتی ہے۔ نظر اگر ایک ہی جگہ پر ٹکی رہے تو اس میں تفصیلات نظر آنے لگتی ہیں۔ اس نے چھٹیوں کے بے شمار سیکنڈ میں کئی چیزیں جانی تھیں اور اب وہ اسکول کی بڑی سی دیوار پر وہ

سارے جذبات ظاہر کر رہی تھی۔ مارکر، پینسلز اور دوسری چیزوں سے اس نے کئی تصاویر بنا ڈالیں۔

اسکول کھلنے کے قریب جب اسٹاف کا وہاں سے گزر ہوا تو ماہم کی شامت آ گئی۔ اگلے گھنٹے پرنسپل آفس کے سامنے تنہا کھڑی ماہم شرمندگی سے سوچتی رہی کہ اس سے غلطی کیا ہوئی۔ اس نے چند تصاویر تو بنائی تھیں جس سے بے رنگ دیوار کیسے چمکنے لگی تھی۔ اس سوال کا جواب سوچتے سوچتے اس کے اندر سے کچھ نیا کرنے کا سارا جذبہ نچڑ گیا۔

زوردار آواز کے ساتھ دروازہ کھلا۔ ڈری سہمی ماہم دروازے سے لگی کھڑی رہی تھی۔ اس نے شاید کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا تھا، اس لیے ننگے پاؤں دوڑ آئی تھی۔

"مجھے یہاں سونا ہے۔" ماہم نے کہا۔

کمرے میں کوفت کی ایک لہر دوڑ گئی۔

"نہیں۔ تم اپنے کمرے میں سوؤ گی اور جوتے پہن کر رکھا کرو۔" ثمینہ کے ہاتھ میں سلائیاں تھیں جن سے وہ سوئیٹر بن رہی تھیں۔

"میں اکیلے نہیں سوؤں گی۔" ماہم کی آنکھوں سے گرم قطرے سردی سے سرخ ہوتے گالوں پر بہنے لگے۔

"اچھا میرے پاس آؤ۔" میوزک ٹیچر زینب نے کہا۔

"نہیں۔ اس کو اس کے کمرے میں سلا کر آؤ۔" ثمینہ نے عہدے میں بڑے ہونے کا حق استعمال کیا۔

ٹیچرز بچوں سے ہفتہ پہلے واپس آ گئی تھیں تاکہ کورس پلاننگ کر سکیں۔

مختصر چھٹیوں میں اکثر کئی لڑکیاں ٹھہر جاتی تھیں۔ ان کو تفریح کرائی جاتی تھی اور ان کی ضروریات کا خاص خیال رکھا جاتا تھا مگر گرمیوں اور سردیوں کی طویل چھٹیوں میں سب اپنے اپنے گھروں کو ضرور جاتیں سوائے ماہم کے۔ اس بار کمپیوٹر لیب کی توسیع اور کچھ انتظامی امور جن ٹیچرز کے سپرد تھے انہیں ماہم کی ذمہ داری بھی اضافی مل گئی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"رشتے کو اتنا ہی قائم کرو، جتنا نبھایا جا سکے۔ آج ہم اس کو گھر والوں کی طرح سنبھالیں گے تو کیا ضمانت ہے کل بھی اس کو ایسے ہی افراد ملیں۔ وہ کل کرے اس سے بہتر ہے آج گر کر سنبھلنے کی تربیت دے دو۔ آٹھ سال کی ہے۔ حقیقی ماں باپ بھی ہوتے تو اب تک اس کا کمرا الگ کر چکے ہوتے۔" ثمینہ نے زیب کی واپسی پر اس کو سمجھایا۔

رات کے اندھیرے پہر میں ماہم ایک بار پھر عملے کے کمرے کا رخ کر رہی تھی۔ اس بار اس کی آنکھوں میں خوف نہیں تھا۔ پہلے اس میں تنہا رہنے کا حوصلہ تھا اور اب اپنا آپ ظاہر کرنے کی ہمت آگئی تھی۔ اس نے دروازہ کھول کر اندھیرے کمرے میں جھانکا۔ سب گہری نیند سو رہے تھے۔

صبح ثمینہ جوتے پہننے لگیں تو معلوم ہوا ان کی چپل سے اون بندھی ہوئی ہے۔ سبز اون وہی تھی جس سے پچھلی رات وہ سوئیٹر بن رہی تھیں۔ انہوں نے اون کا سرا پکڑا اور چل پڑیں۔ اون طویل دالان سے ہوتا لان تک جا رہا تھا۔ ان کی دنوں کی محنت لو مڑ کر گرد میں لپٹی ہوئی تھی۔ آخری سرا ایک چیتھڑے سے جڑا تھا اور لان کی نرم مٹی میں سلائیاں گڑی ہوئی تھیں اور وہ چیتھڑا کسی فتح کے جھنڈے کی طرح لہرا رہا تھا۔ اس روز بطور سزا ماہم کو گھنٹہ بھر سرد فرش پر بیٹھنا پڑا اور اگلے کئی روز تک یہ نہ چل سکا۔ کسی نے اس میں روح پھونک ڈال دیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"سر! آپ کے لیے انٹرنیشنل ٹریولنگ ایجنسی سے فون ہے۔" سیکریٹری نے فون پر آدی کو اطلاع دی۔

"اچھا ملا دو۔" چند لمحوں بعد فون پر ایک زنانہ آواز ابھری۔ "خوش خبری۔"

آدی نے مسکراتے ہوئے کرسی سے ٹیک لگا لی۔

"آپ کو منتخب کیا گیا ہے ہمارے بمپر پرائز کے لیے صرف تین آسان سوالات کے جواب دیجیے اور گھر بیٹھے حاصل کریں ہمارا بمپر پرائز۔" انشی کی کھلکھلاتی آواز پر آدی نے قہقہہ لگایا۔

"پہلا سوال کہ آپ اس ویک اینڈ کو کیا کر رہے ہیں۔ آپ کے آپشن ہیں کچھ نہیں۔ فارغ ہوں یا ہوگا بھی تو منسوخ کر دوں گا۔"

"کچھ نہیں۔"

"دوسرا سوال۔ کبھی آپ نے ایسا دن گزارا ہے جس میں دل بھر کر آوارہ گردی کی ہو۔ کھانا نہ کھایا ہو مگر چٹ پٹی ہلکی پھلکی لذیذ چیزوں سے پیٹ بھرا ہو۔"

"نہیں۔" آدی نے سوچ کر جواب دیا۔

"آپ کا جواب درست ہوا۔ تیسرا سوال اس بمپر پرائز کے درمیان حائل ہے۔ دل تھام کر بیٹھیں۔ سوال ہے کہ آپ کی سیکریٹری شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ؟" انشی نے یک دم لہجہ سخت کر لیا۔ آدی جواباً ہنس پڑا۔

"پتا نہیں۔"

"یہ جواب قریب ترین ہے۔"

"آپ جیتتے ہیں ایک خوب صورت دن ایک ذہین اور زندگی سے بھرپور لڑکی کے ساتھ گزارنے کا موقع تو جمعہ کی صبح گیارہ بجے رخت سفر باندھیں اور میرے انداز میں ایک دلچسپ دن گزار کر اس کو یادگار بنائیں۔"

"تو کے میں پک کر لوں گا۔" آدی نے ہنستے ہوئے فون بند کر دیا۔

دوسرے دن ٹھیک گیارہ بجے ایک فراٹے بھرتی موٹر بائیک ہاسٹل گیٹ کے سامنے رکی۔

"یہ آپ موٹر بائیک پر کیسے؟" پہلی بار آدی نے انشی کو حیران کیا۔

"تم نے ہی تو کہا تھا کہ تمہارے انداز سے دن گزارنا ہے۔" انشی خوش گوار حیرت سے بائیک پر بیٹھ گئی۔

"میں کچھ تحقیق کر کے آیا ہوں تو پہلے آپ کیا کھائیں گی؟ گول گپے، دہی بڑے یا شکرقندی؟" آدی کی یہ ہی ادا بھی انشی کو پسند آئی تھی۔

"پہلے ہم تصویریں لیں گے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"جو حکم۔" آوی نے بائیک اسٹارٹ کردی۔ چند گھنٹوں بعد وہ شہر کے قریب گھاس پر بیٹھے تھے۔

"بہت سالوں بعد میرا دن اتنا اچھا گزرا۔ شکریہ۔" اینش نے لیچا کھاتے ہوئے آوی کو پیش کیا۔

"دن تو میرا بھی بہت اچھا گزرا کئی سال بعد۔" آوی نے کئی پر زور دیا۔ "اس سے پہلے میں ابا کے ساتھ ایسے گھوما تھا ان ہی جگہوں پر یونہی لیچیوں سے الم غلم کھاتے ہوئے۔ تب بہت چھوٹا تھا۔" آوی سوچ میں گم ہو گیا۔

"تم اپنے ابا کو بہت یاد کرتے ہو؟" اینش نے پوچھا۔

"ہاں ابا زندگی سے بھرپور آدمی تھے۔ جوانی میں گھڑ سواری کیا کرتے تھے۔ انہوں نے کبھی کاروبار اور خاندان کے چکروں میں اپنی زندگی اور شوق نظرانداز نہیں کیے اور نہ ہی کبھی اپنے شوق کو ذاتی زندگی پر اثر انداز ہونے دیا۔ ان کو توازن رکھنا آتا تھا۔ وہ بیمار ہوئے تو امی نے ابا کی جگہ لینے کی کوشش شروع کردی۔ انہوں نے بزنس کی سوجھ بوجھ تو حاصل کرلی مگر ابا کی طرح زندگی جینے کا گر نہیں سیکھ سکیں۔" آوی رک گیا۔

"تم اس بات پر ان سے خفا ہو؟"

"نہیں میں خفا نہیں ہوں۔ شاید اس وقت کی یہی ضرورت تھی ورنہ کم عمر بچے کئی مشکلات سے دوچار ہو سکتے تھے۔ امی نے ایسا ہونے نہیں دیا۔ انہوں نے نہ صرف کاروبار سنبھالا بلکہ اس کو ترقی بھی دی۔ البتہ وہ ماں بننا بھول گئیں۔ محبت اور اصول پسندی کا ایک پنجرا سا بنا لیا اور اولاد کو قید رکھنے کی کوشش کی۔"

"مگر تم نے وہ پنجرہ توڑ ہی لیا۔" اینش نے ہنس کر ماحول بدلا۔ "تم نے الگ کاروبار شروع کرلیا۔ اپنے پیروں پر کھڑے ہو گئے اور آزادی حاصل کرلی مگر یہ کتنا بورنگ ہو گیا ہے۔"

"کیوں؟" آوی اینش کے انداز پر ہنس پڑا۔

"اب تو کسی لڑکی کو بھگانے کا مزا بھی نہیں آئے گا۔ اپنا کاروبار ہے۔ اچھا کماتے ہو۔ ایسے میں لیڈو بنجر ذلو میرج کا کیا مزا رہ جاتا ہے۔"

"میرج کا نہ سہی لو کا تو مزا ہے۔" آوی نے نظریں اینش کے چہرے پر گاڑ دیں۔

"بشرطیکہ لو اور ملی گی کو مکس نہ کر بیٹھیں۔" اینش نے نظریں چرائیں۔

"تم نے مجھ سے تین سوال پوچھے تھے۔ میرا صرف ایک سوال ہے۔" آوی نے سنجیدگی سے پوچھا مگر اینش کی نظر نہ اٹھ سکی۔ وہ کسی بھی سنجیدہ سوال کے لیے تیار نہیں تھی۔ رشتے کو نام دینے کے خیال سے ہی اسے چکر آیا تھا۔

"کیا تم ایک دن میرے انداز سے گزارو گی؟" آوی نے کہا۔ اینش کا سانس بحال ہوا۔

"کیوں نہیں۔ بس ایک شرط ہے۔ ہاسٹل چھوڑنے سے پہلے مجھے آئس کریم کھلاؤ گے۔" اینش نے بچوں سی فرمائش کی۔

☼ ☼ ☼

بیگم رونق جہاں میز پر موجود موٹی موٹی فائلوں کو الٹ پلٹ کر رہی تھیں۔ سامنے بیٹھے حاجی صاحب ہر فائل کے مطابق تفصیلات بتا رہے تھے اور رونق جہاں ایک الگ ڈائری میں ہدایات لکھ رہی تھیں۔ دونوں افراد کے سامنے چائے کی پیالیاں رکھی تھیں جو ٹھنڈی ہو رہی تھیں۔ بیگم صاحبہ مصروفیت کی وجہ سے چائے بھول بیٹھی تھیں اور حاجی صاحب گھبراہٹ کی وجہ سے۔ وہ جب بھی پیالی منہ تک لے کر جاتے تو کچھ یاد آجاتا، وہ الفاظ تولنے لگتے کہ کیسے بتائیں۔ اسی ناپ تول میں وہ بیگم صاحبہ کے چند سوال نظرانداز کر گئے۔

"حاجی صاحب! آپ کا دھیان کہاں ہے؟" بیگم صاحبہ نے ٹھوس لہجے میں پوچھا۔

"وہ بیگم صاحبہ! ایک بات بتانی تھی۔" حاجی صاحب نے ہونٹوں پر زبان پھیری۔

بیگم صاحبہ خاموش رہیں۔ وہ الفاظ بھی ضائع کرنے کی قائل نہیں تھیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"وہ آذی صاحب کے متعلق بات تھی۔" حاجی صاحب رونق جہاں کے مزاج سے خوف زدہ تھے۔

"مجھے انتظار پسند نہیں۔" رونق جہاں بھڑکیں۔

"وہ آذی بیٹا آج کل ایک لڑکی کے ساتھ گھوم رہے ہیں۔ کافی دوستی ہو گئی ہے۔ اکثر اکٹھے نظر آتے ہیں۔" بیگم صاحبہ نے سامنے موجود فائل زور سے بند کی جس کی آواز سے حاجی صاحب سہم گئے۔

"ہم سے تنخواہ لینے والا ہمارا ایک ملازم یہ جرأت کرتا ہے کہ ہمارے بیٹے کے متعلق ہمیں کچھ بھی کہہ سکتا ہے۔" بیگم صاحبہ کی گردن کے ساتھ ان کی آواز بھی مزید تن گئی۔

"آپ کو یہ حق حاصل ہے تو صرف اس لیے کہ آپ کی بات کبھی غلط نہیں ہوئی۔ یہ بات سچ ہے تو مجھے فکر مند کس بات پر ہونا چاہیے۔ اس کے لڑکی کے ساتھ پھرنے پر یا اس لڑکی کے ساتھ پھرنے پر۔"

جواب میں حاجی صاحب پھر لرز گئے اور ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگے مگر بیگم صاحبہ کی نظروں کی تاب نہ لا سکے اور بول پڑے۔

"دراصل۔۔۔ وہ لڑکی عیسائی ہے۔"

☼ ☼ ☼

پہلی چیز جو اینش کو دیکھتے ہی آذی نے نوٹ کی' وہ کیمرے کی غیر حاضری تھی۔ اس کے ہاتھ میں چھوٹا سا پرس تھا۔ بال کھلے ہوئے تھے اور لمبا دوپٹا اوڑھا ہوا تھا۔ یعنی وہ خود کیمرا چھوڑ کر آئی تھی۔ رہی سہی تصدیق اونچی ایڑی والی نازک سی سینڈل نے کر دی کہ آج وہ تصاویر لینے نہیں' صرف آذی سے ملنے آئی تھی۔

"کیا ارادہ ہے؟"

"کچھ سنجیدہ ہونے کا۔" آذی نے شرارت سے کہا اور تھیٹر ڈرامے کی دو ٹکٹس اینش کو پکڑا دیں۔

اینش اور آذی ڈرامے کے بعد ایک کتابوں کی شاپ پر آئے تھے۔

"بہت خوب مگر میں یہاں تمہیں کچھ اور دکھانے آیا ہوں۔" آذی نے کہا۔ اور اسے لے کر دکان کے وسط میں رکھے شیشے کی میز نما شیلف تک پہنچا جہاں خاص خاص کتابیں موجود تھیں۔

"اولین تصاویر۔" آذی نے ایک کتاب کی جانب اشارہ کیا۔ اینش واؤ کہتے ہوئے آگے بڑھی اور آہستگی سے اس کے چکنے صفحے پلٹنے لگی۔

"واؤ۔۔۔ اتنی اچھی کتاب مارکیٹ میں موجود ہے۔"

"میں جانتا تھا تمہیں پسند آئے گی۔ گفٹ کرنے سے پہلے تمہارے چہرے کے تاثرات دیکھنا چاہتا تھا۔" آذی نے خریدنے کی نیت سے کتاب اٹھائی۔

"نہیں بھئی۔ علم کا ذخیرہ کرنے کے لیے لائبریری موجود ہے۔ میں تو وقت گزاری کو پڑھتی ہوں۔ میرے لیے یہ ناول کافی ہے۔"

اینش اتنا مہنگا تحفہ لینا نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے آذی کے اصرار کے باوجود منع کر دیا اور پہلے پسند کیا ہوا ناول ہی لینے پر مصر رہی۔ جب بل ادا کرنے کی باری آئی تو اینش نے والٹ سے ممبر شپ کارڈ نکالا' جس پر دس فیصد رعایت ملتی تھی۔ اس روز ان دونوں نے ایک دوسرے کی پسند کو نئے زاویوں سے جانا تھا۔

لنچ کے لیے وہ ایک پرسکون ریسٹورنٹ میں آئے تھے۔ آذی کو ڈر تھا کہ اینش شاید تکلفات سے کھائے جانے والے کھانے پسند نہ کرے' مگر یہ ایک ضروری رسک تھا۔ اینش نے بنا مینو پڑھے آرڈر دیا۔ کھانا آیا تو آذی نے حسب عادت چھری کانٹا پکڑ لیا اور اینش نے ایک ادا سے چاپ اسٹکس اٹھائیں اور مہارت سے نوڈلز کھانے لگی۔ آذی کو اس کا ساتھ اسی لیے پسند تھا کہ وہ اسے چونکا دیتی تھی۔ ہر موقع پر اس کا تجزیہ غلط ثابت ہوتا تھا۔ اس وقت آذی کے ذہن میں یہ خیال دور دور تک نہ تھا کہ جب اینش کی چونکا دینے والی باتیں ختم ہو جائیں گی تب اس تعلق کا کیا مستقبل ہو گا۔

"مجھے کہنا پڑے گا کہ تم نے مجھے کافی سرپرائز کیا ہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ آج کا دن تمہارے لیے منفرد

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

ہوگا مگر ایسا لگ رہا ہے تم ان ساری چیزوں کا پہلے سے تجربہ رکھتی ہو۔" آدی نے ریسٹورنٹ سے نکل کر گاڑی میں اعتراف کیا۔

"یعنی میں ادب و آداب سے رہوں تو باعث حیرت ہے؟"

"نہیں ایسا بھی نہیں ہے مگر ایک ہی ہفتے پہلے ٹھیلوں سے وہی بھلے کھاتی بنت ہاتھ پر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر بلڈنگ کی تصاویر لینے والی لڑکی اگلے ہفتے ڈرامہ دیکھنے ایک ایکسکلوزیو تھیٹر جاتی ہے اور اس کو اندھیرے میں معلوم ہوتا ہے کہ اس کی سیٹ کون سی ہے کتاب خریدنے نکلتی ہے تو ممبر شپ کارڈ ہوتا ہے جو کہ صرف اس صورت میں ملتا ہے 'جب کارڈ ہولڈر باقاعدگی سے ہزاروں روپے کی خریداری کرتا ہو۔ ایک فائن ڈائن ریسٹورنٹ میں جاتی ہے۔ مینیو دیکھے بغیر آرڈر کرتی ہے اور چاپ اسٹک سے کھاتی ہے تو حیرت تو بجا ہے نا۔"

"گویا یہ دوسرے الفاظ میں مجھ پر دوہری زندگی جینے کا الزام ہے؟"

"نہیں مگر شکوہ ہے کہ اپنا یہ انداز پہلے کیوں نہیں دکھایا۔" اینش چند لمحے کو چپ رہی پھر بہت سوچ کر جواب دیا۔

"تو آج تمہارا یہ شکوہ بھی دور کردوں۔" اینش نے اس دوستی کو داؤ پر لگایا۔

☆ ☆ ☆

"یہ کہاں لے آئی ہو۔" آدی نے گاڑی ایک عالی شان گھر کے سامنے روک دی۔

"مجھے یہ فلم ڈیولپ کرنی ہے۔" اینش نے پرس سے کیمرے کی فلم نکالی۔

"یہاں۔ یہ تو کسی کا گھر ہے۔" آدی کو اس کی عقل پر شک ہوا۔

"یہ میرا گھر ہے۔" اینش گاڑی سے اتر گئی اور پرس سے چابی نکال کر اندر داخل ہوگئی۔

"اس شہر میں تمہارا گھر ہے تو ہاسٹل میں کیوں رہتی ہو۔" آدی کچھ دیر جھجکا پھر پیچھے ہولیا۔

اینش رازداری سے قدم بڑھا رہی تھی۔

"یہ تمہارا گھر ہے تو سامنے کے دروازے سے کیوں نہیں جارہیں۔"

"کیوں کہ میں نہیں چاہتی' میرا کسی سے سامنا ہو۔"

"میں باہر انتظار کرتا ہوں۔" اس کے ساتھ تنہا گھر میں جانا آدی کو نامناسب لگا۔

"ڈرپوک۔" اینش منہ چڑا کر آگے بڑھ گئی۔

آدی نے ادھر ادھر دیکھا۔ کوئی نظر نہیں آیا۔ باہر کسی نے دیکھا تو زیادہ مسئلہ ہو سکتا تھا' اس لیے آگے بڑھ گیا۔ داخل ہوتے ہی دائیں ہاتھ ایک دروازہ تھا جس پر ایک بڑا سا نو انٹری کا اسٹیکر لگا تھا۔ اینش نے ایک اور چابی سے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔ کمرے میں شدید گھٹن کا احساس تھا اور کہیں کوئی روشنی کا ذریعہ نہیں تھا۔ اینش نے ایک سرخ بلب روشن کیا اور قریب پڑی میز پر اپنا پرس اور دوپٹا رکھ کر بال باندھ لیے۔

آدی نے جائزہ لیا۔ کئی کیمیکلز کی بوتلیں' کچھ ٹرے اور کچھ مشینری موجود تھی۔

"یہ میرا ڈارک روم ہے۔ یہاں میں فلم دھوتی ہوں۔" اینش نے کہا۔

"ذاتی ڈارک روم ہونے سے یقین ہو گیا کہ یہ صرف تمہارا شوق نہیں بلکہ پیشن ہے۔" آدی نے ہلکی پھلکی گفتگو سے ماحول کی گھٹن دور کرنے کی کوشش کی۔

"معلوم ہے مجھے یہ شوق کب ہوا؟" اینش نے اوپر سے ریل کا ڈھکن کھولا۔

"جب میں گیارہ سال کی تھی۔ ممی نے کہا کہ وہ ملک سے باہر جارہی ہیں۔ کئی ہدایات' نصیحتوں کے ساتھ ایک فرمائش بھی کی کہ میں ہر موقع پر ان کو اپنی ایک اچھی سی تصویر بھیجوں۔ میں نے اس کو ایک مشغلہ سمجھ لیا اور پہلا کیمرا خریدا۔" اینش اب ریل کھول کر ٹکڑوں میں کاٹ رہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"شاید ہی اس کیمرے سے میں نے کوئی تصویر کھینچی ہو گی۔ البتہ میں نے اسے خوب استعمال کیا۔ ہر موقع پر کسی نہ کسی کو پکڑ کر اپنی تصویر کھنچواتی۔ میرے ملازم سہیل ماں سب تصاویر کھینچنے میں مشاق ہو گئے تھے۔ بدلے میں ممی بھی مجھے اپنی تصاویر بھیجتیں۔ کبھی کچن میں کبھی کام کرتے ہوئے اور زیادہ تر تفریح کرتے ہوئے۔ میرے ذہن میں کبھی یہ سوال نہیں آیا کہ ان کی تصویر کون لیتا ہے۔"

اینش اب مشین کی مدد سے نیگیٹو کا عکس ایک بڑے کاغذ پر اتار رہی تھی۔

آذی خاموشی سے اس کو سن رہا تھا۔

"پھر ممی کی تصویریں آنا کم ہو گئیں تو بھی میں اپنی تصاویر بھیجتی رہی۔ جب میں تیرہ سال کی ہوئی تو ممی نے مجھے بہت ساری تصویریں بھیجیں۔ لگتا تھا پوری ریل ہی پوسٹ کر دی ہو۔ ساتھ ایک مبارک باد کا خط تھا۔ میرا بھائی ہوا تھا کسی تصویر میں وہ اکیلی نہیں تھیں۔ ان کی گود میں ایک بچہ تھا جس نے میری جگہ لے لی تھی۔" اینش اب کیمیکل کی ٹرے میں تصویری کاغذ بھگو رہی تھی اور اس پر آہستہ آہستہ تصویر ابھر رہی تھی۔

"ڈیڈ سے طلاق انہوں نے جانے سے پہلے لے لی تھی۔ ان تصویروں کو دیکھ کر لگا جیسے اس دن میری اور ممی کی بھی علیحدگی ہو گئی ہو۔" مدھم روشنی نے اس کی آنکھوں کی نمی کو چھپا رکھا تھا۔

"اس کے بعد میں نے کبھی ممی کے لیے تصویر نہیں کھنچوائی اور غصے میں کیمرا توڑ ڈالا۔" دیوار پر ایک تار لگی ہوئی تھی جس پر بے شمار کلپ تھے اینش نے ایک کلپ کی مدد سے تصویر سوکھنے کے لیے لٹکا دی۔

"اور تمہارے ڈیڈ؟" آذی نے پوچھا۔

"ان سے تو ایک گھر میں رہتے ہوئے بھی تصویری رشتہ تھا۔ وہ پاکستان میں اقلیتوں کی سب سے بڑی این جی او چلاتے ہیں۔ تم نے ان کا نام بھی نہیں سنا ہو گا کیونکہ ان کی وارڈروب کی طرح ان کے ڈونر بھی امپورٹڈ ہیں۔ یہاں موجود ضرورت مند عیسائیوں کے آنسوؤں کی بیرون ملک تشہیر کر کے فارن کرنسی کماتے ہیں۔ اپنے اس جذبہ خدمت کی خود ہی قدر دانی کرتے ہوئے اس کرنسی کا بڑا حصہ اپنے اکاؤنٹ میں جمع کرواتے ہیں۔" اینش کے چہرے پر غصہ تھا۔

"یعنی ان سے تمہارا اصولی اختلاف ہے؟"

"ان سے میرا ہر درجے کا اختلاف ہے۔ اولاد کو نام اور پیسہ دینا کافی نہیں ہوتا۔ میں نے اپنا دوسرا کیمرا لیا اور ہر اس چیز کی تصویر لی جو میری زندگی میں نہیں تھی' اس طرح مجھے کیمرے سے محبت ہو گئی۔ ڈیڈ کے ساتھ اختلاف کو پس پشت ڈالنے کے لیے میں نے نئی راہ بدل لی اور ہاسٹل میں شفٹ ہو گئی۔ اب میں پچھلے چار سال سے اپنی پسند کی زندگی گزار رہی ہوں۔ ٹھیلے سے کھانا' بائیک پر بیٹھنا میرے لیے اس لیے پرلطف ہیں کیونکہ مجھے صرف چار سال اس پرلطف زندگی کے ملے ہیں ورنہ بڑے بڑے ریسٹورنٹ میں کھانا ایکسکلوزیو کلب کی اپر کلاس پارٹیز میں نے ساری عمر دیکھی ہیں۔" اینش نے تقریباً ساری ریل دھولی تھی۔ جس طرح تصویریں دھل کر واضح ہو رہی تھیں اسی طرح آذی کی نظر میں اینش کی زندگی واضح ہو گئی تھی۔

وہ اینش جوزف تھی۔ ایک بروکن فیملی کی ڈسٹربڈ لڑکی۔ جس نے زندگی میں اپنی راہ خود متعین کی تھی' جو آذی کی زندگی اور خاندان سے کہیں میل نہیں کھاتی تھی' مگر پھر بھی آذی کو اس سے محبت ہو گئی تھی۔

✡ ✡ ✡

چھٹیاں ختم ہوئیں اور بورڈنگ کی رونق بحال ہو گئی۔ ہم جماعتوں کی واپسی کے بعد ماہم بہت سکون سے رات گزارتی جبکہ دوسری لڑکیوں کی ابتدائی راتوں میں مدھم سسکیاں ڈورم میں سنی جاتیں۔ اسکول سے بے حد محبت بھی گھر سے جدائی کا غم کم کرنے میں وقت لیتی تھی۔ پھر جب روٹین میں آجاتے تو اداس ہونے کا وقت ہی نہیں ملتا تھا۔ سات بجے بتیاں گل کر کے

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

سب سونے کو لیٹے تو کئی سسکیاں بلند ہوئیں جو مدھم ہوتی ہوتی بجھ گئیں۔ ہادیہ نئی تھی اس لیے اس کی آواز آخر تک آتی رہی۔ بیڈ ٹائم کے بعد باتیں کرنا سختی سے منع تھا مگر وہ ماہم ہی کیا جو اصولوں کے آگے جھک جائے۔ پچھلے چند سالوں سے اپنی اصول توڑنے کی عادت کی وجہ سے اس نے انتظامیہ کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ آہستگی سے بستر سے نکل کر ماہم ہادیہ کے بستر میں گھس گئی۔ خوش قسمتی سے پر دا سرکنے کی آواز کسی نے نہیں سنی۔

"ابھی نئی ہو' آہستہ آہستہ عادت ہو جائے گی۔" ماہم نے سرگوشی کی۔

ہادیہ کی ماں کی چار سال پہلے وفات ہو گئی تھی۔ دو سال پہلے ہادیہ کے پاپا نے دوسری شادی کر لی تھی۔ اپر کلاس کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ان کے رشتے میں روایتی سوتیلا پن نہیں تھا بلکہ شوگر کوٹڈ کھچاؤ تھا۔ سال پہلے ہادیہ کا دوسرا بھائی پیدا ہوا تو اس کی ممی نے اپر کلاس سے تعلق کا ایک اور تقاضا پورا کیا اور ہادیہ اور اس کے بڑے بھائی کو بورڈنگ بھیج دیا۔

اسی رات ان دونوں کی خوب اچھی دوستی ہو گئی۔ ناشتے اور پڑھائی کے بعد وہ بالکونی میں کسی کتاب کے ساتھ بیٹھ جاتیں اور گیٹ سے آتے جاتے والدین کو دیکھتیں۔ اتوار کے روز والدین صبح دس بجے ملنے آتے اور چاہتے تو بچیوں کو غروب آفتاب تک ساتھ لے جا سکتے تھے۔ ماہم کو کسی کا انتظار نہیں ہوتا تھا پھر بھی وہ والدین کی آمدورفت کا منظر دیکھتی اور اپنی جلن میں خشک میووں کو چھلکوں سے آزاد کرتی رہتی۔

"شیریں! تم ادھر کیا کر رہی ہو۔ فون کال کا انتظار نہیں کرنا؟" ماہم نے اپنی ہم جماعت کو آواز دی۔

جن کے والدین دور شہروں میں مقیم تھے۔ وہ فون کے ارد گرد جمع ہو کر فون کا انتظار کرتیں۔ جس پر انہیں صرف پانچ منٹ بات کرنے کی اجازت تھی۔

"نہیں! میری کال نہیں آئے گی۔" شیریں قریب آ گئی۔ "پاپا الیکشن میں مصروف ہیں اور ممی دبئی گئی ہوئی ہیں۔"

"اوہ یعنی اس مہینے تم ان کو نہیں دیکھ سکو گی۔" ماہم نے اسے غلیل سے توڑی بادام کی گریاں پیش کیں۔

"ان کو دیکھنا کون سا مشکل کام ہے۔ کل کے اخبار میں ان کی کئی تصاویر اور بے شمار سیاسی بیانات ہوں گے۔" شیریں کے لہجے میں اس کے نام کے برعکس ناگواری تھی۔

"ورنہ آئیں تو سرخیاں لگتی ہیں۔"

"اور میرے والدین جب آجائیں تو سرخیاں لگ جاتی ہیں۔" سارہ نے پیچھے سے آتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ ہادیہ بھی تھی۔ سارہ کے والدین فلمی دنیا کا معروف طلاق یافتہ جوڑا تھا وہ جب اس سے ملنے آتے تو اسٹاف روم تک میں ہلچل مچ جاتی۔

"واؤ سلنگ شاٹ۔" ہادیہ نے غلیل کو دیکھ کر اس کا انگریزی نام لیا۔ "تمہیں چلانا آتی ہے؟"

"اس میں کیا مشکل ہے بس نشانہ لے کر کھینچو۔" ماہم نے بادام کھینچ کر چھوڑا۔ جو طاقت سے زمین پر لگا اور اس کا چھلکا ٹوٹ گیا۔

سب نے باری باری قسمت آزمائی کی۔ جب ماہم کی باری آئی تو نشانہ لینے کے لیے سب نے الگ الگ جگہیں تجویز کیں۔

"میرے پاس بہتر آئیڈیا ہے۔" ماہم نے شرارت سے کہا اور بادام چھوڑ کر موٹا اخروٹ پکڑ لیا۔ نیچے زینب ریحان اپنے والدین اور چھوٹے بھائی کے ساتھ جا رہی تھی۔ ماہم نے پوری طاقت سے اس کے سر کا نشانہ لیا جو اس کی کمر پر لگا اور وہ چیخ کر اچھلی۔ چاروں لڑکیاں بالکونی کی ریلنگ کے پیچھے چھپ گئیں۔

ماہم کو زینب ریحان جیسی لڑکیوں سے سخت نفرت تھی۔ وہ پڑھائی میں درمیانے درجے کی تھی مگر ایبد آولب کی وجہ سے ٹیچرز اس کو بے حد پسند کرتی تھیں جو نہ خود قانون توڑتی تھی اور نہ کسی اور کو توڑنے دیتی تھی اور سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ ان لڑکیوں میں سے تھی جس کے والدین اتوار کو باقاعدگی سے ملنے آتے تھے اور اگر نہ آسکیں تو لائن چاہے جتنی بھی مصروف ہو' فون ضرور کرتے تھے۔ جن کے لیے اتوار

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

کو دن بہت دیر سے بجتے اور سورج بہت جلد غروب ہو جاتا تھا جن کے دوسرے رشتہ دار بھی باقاعدگی سے خط اور کارڈ بھیجتے تھے جن کو لے کر وہ پورے کانونٹ میں خوشی سے اتراتی پھرتی تھیں۔ ان کے خاندان کے کئی افراد نے اس ادارے سے تعلیم زینب نے گیٹ پار کرتے ہوئے ماہم کو دیکھ لیا۔ اس کی نظر سے ماہم کو فتح کا مکمل احساس ہوا تھا۔

مسز ہیلن اپنے آفس کے باہر بے چینی سے ٹہل رہی تھیں۔

اسکول کی چھٹیاں ہوتیں تو والدین اساتذہ سے پروگریس رپورٹ لے کر بچوں کو ہمراہ لے جاتے، مگر اس روز کچھ مختلف تھا۔

"لڑکیوں نے سامان پیک کر لیا؟" مسز ہیلن نے ڈورمز میں رہنے والی سسٹرز سے پوچھا۔

"جی۔ سامان جانے کے لیے تیار ہے۔"

"سامان کی تلاشی لینی ہو گی۔ میرے آفس سے مونیکا! سمتھ کی دستخط شدہ ہاکی گیند غائب ہے۔" گیند اسکول کی ایک سابقہ طالبہ نے پروفیشنل ہاکی میں نام کمانے کے بعد بھیجی تھی جو شیشے کے بکس میں محفوظ رہتی تھی کی لپ وہاں یار کر کے تین پتیوں والا پھول بنا ہوا تھا جو چور کی نشانی تھی۔

"تمام بہت اچھے خاندانوں کی لڑکیاں ہیں وہ چوری کیسے کر سکتی ہیں۔" مسز مارتھا کو اپنی تربیت پر بھروسا تھا۔

"یہ ہی تو حیرت ہے لڑکیوں کو تو گھر جانے کا کس قدر انتظار ہوتا ہے اور۔" مسز ہیلن نے ذہن پر زور دیا۔ "ماہم کہاں ہے؟" وہ معاملے کی تہہ تک پہنچ گئی تھیں۔

ماہم بھی اپنا سامان ضرور پیک کر چکی تھی۔ چاہے چند گز دور جا کر دوسرے کمرے میں کھولنا کیوں نہ پڑے وہ سب ماہم کے کمرے تک گئیں۔

"ماہم! سامان کھولو۔"

ماہم جانتی تھی کہ اس تفتیش کا کیا مقصد ہے۔ اس لیے اس نے دیر نہیں لگائی اور جیب سے صرف وہ گیند نکال کر بڑھا دی۔ کمرے میں شدید تناؤ تھا اور ماہم زمین پر نظریں گاڑے کھڑی تھی۔

"بیٹا! آپ نے ایسا کیوں کیا؟" مسز ہیلن سزا دے کر اثر دیکھ چکی تھیں اس لیے پیار کی زبان آزمائی۔

پھر نہ ماہم نے آنسوؤں پر بند باندھا اور نہ اس نے اپنے الفاظ روکے اور تمام احساسات بتا دیے۔ کس طرح اس کو اکیلے رہنے سے خوف آتا ہے۔ اپنا خاندان نہ ہونا اس کے لیے دکھ کا باعث ہے۔ وہ گیند چرا کر اپنی سہیلیوں کو جانے سے روکنا چاہتی تھی۔

ماہم کے چپ ہونے تک سب اس کو تسلی دیتے رہے۔ کسی نے اس کی اس حرکت کی سزا نہ سنائی۔ دل کا غبار نکال کر ماہم باہر نکلی تو اس نے ایک نئی بات سیکھی کہ خلاف توقع عمل کرنے سے توجہ ملتی ہے۔

اس بات کو پلو سے باندھے ماہم گیٹ کے قریب گئی اسکول کی گھنٹی زور زور سے بجاتے ہوئے اونچی آواز میں گانا گانے لگی۔ گاڑیوں میں بیٹھے والدین نے ایک کڑی نگاہ ماہم پر ڈالی تو ماہم کے خیال کی تصدیق ہو گئی کہ خلاف توقع عمل کرنے سے درحقیقت توجہ ملتی ہے۔

☆ ☆ ☆

گھر کے باہر گاڑیوں کی ایک قطار تھی اور اندر لان کے پاس چند بیٹھے تھے۔ ڈرائنگ روم میں خواتین سپارے پکڑے اپنے اپنے انداز میں بیٹھی قرآن شریف پڑھ رہی تھیں۔ آذی سب چیزوں سے نظر بچا کر سیڑھیوں کی جانب لپکا۔

"آذی! بات سنو۔" بیگم رونق جہاں نے تیسری سیڑھی پر اس کو آواز دی۔

"جی۔" آذی نے کوفت سے کہا۔

"گھر میں قرآن خوانی ہے۔"

"دیکھ رہا ہوں۔"

"تم بھی وضو کر کے سپارہ پڑھ لو۔ اس مہینے تمہارے ابو کی برسی ہے۔ ان کی روح کو ثواب پہنچے گا۔"

"جی اچھا۔" آذی کی کوفت غائب ہو گئی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"اچھا ہے بیٹے نہ آؤ اپنے کمرے میں ہی پڑھ لو۔" رونق جہاں نے مسکراتے ہوئے کہا اور دوبارہ ڈرائنگ روم میں چلی گئیں۔

اس بات میں کوئی حکم تھا نہ کوئی دباؤ۔ اس لیے عمل کرنے کا دل بھی چاہ رہا تھا۔ توری نے نہا کر وضو کیا اور عرصے بعد قرآن پڑھا۔ محفل کے اختتام پر بیگم رونق جہاں توری کے کمرے میں آئیں۔

"آپ نے کیوں سیڑھیاں چڑھیں مجھے بلا لیا ہوتا۔" توری کو شرمندگی ہوئی۔

"وہ بھی بہت ذمہ داریاں ہیں مجھ پر۔ تمہارے ابا کے کئی ادھورے کام پایۂ تکمیل تک پہنچانے ہیں۔ اتنی جلدی ہمت نہیں چھوڑ سکتی۔" توری نے محسوس کیا کہ پچھلے دو دنوں سے گھر میں اس کے ابا کا ذکر زیادہ ہو رہا تھا۔

"میں تو بس تم سے تمہارے دفتر کا حال پوچھنے آئی تھی۔ کام جم گیا؟"

بیگم رونق جہاں نے بہت سکون سے توری سے اس کے کام کے متعلق سوالات کیے۔ کچھ مسئلوں پر مشوروں کا تبادلہ خیال ہوا اور پھر شب بخیر کہتے ہوئے چلی گئیں۔

صبح توری جاگنگ سے واپس آیا تو پچھلے دن کی محفل کے کئی اثرات موجود تھے۔ جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ بیگم صاحب اب تک لان میں بیٹھی اخبار پڑھ رہی تھیں۔ توری نے گھڑی دیکھی۔ اس وقت تو وہ ناشتا کر کے جا چکی ہوتی تھیں۔ شاید پچھلے روز کی تھکاوٹ کا اثر تھا جو آج تاخیر ہو گئی پہلے وہ نظر انداز کر کے گزرنے لگا مگر قریب پہنچ کر اس نے ارادہ بدل دیا۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام۔ بیٹھو بیٹا تھوڑا سانس لے لو۔ ورنہ بھاگتے بھاگتے عمر گزر جاتی ہے اور احساس بھی نہیں ہوتا۔" بیگم صاحب نے اخبار تہہ کیا اور ملازمہ کو توری کے لیے فریش جوس لانے اندر بھیج دیا۔

"تمہارے ابا کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ کیا معلوم انہوں نے زندگی میں کیا کچھ کرنے کا ارادہ کیا ہوا تھا؟ مگر بلاوا آ جائے تو کچھ نہیں ہوتا۔ سارے کام دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔" بیگم صاحب نے اخبار میز پر رکھا۔

"ویسے ابا جیسا شخص کبھی نہیں دیکھا۔" توری کو اماں کے ساتھ مل کر ابا کو یاد کرنے میں لطف آتا تھا۔

"تمہارے ابا جیسے ایک اور شخص تھے۔ صدیقی صاحب۔ تمہارے ابا ہمیشہ ان کے سلجھے مزاج اور فہم کی تعریف کرتے تھے۔"

"صدیقی صاحب وہ فلور ملز والے؟" توری نے تصدیق کی۔

"ہاں وہی۔ کل ان کی بیوی اور بیٹی بھی آئی تھیں۔ بہت پیاری بچی ہے۔ ایم اے کر رہی ہے۔ بالکل اپنے خاندان کی طرح سلیقہ بھی ہے اور فہم بھی۔ نوشین نام ہے۔" رونق جہاں مدعا پر آ گئیں۔

توری کے جسم میں کانٹے چبھنے لگے۔ یعنی یہ محبت سے گفتگو' ابا کا ذکر۔ یہ سب ایک دکھاوا تھا۔ وہ ماں نہیں بنی تھیں۔ بلکہ ایک ماہر بزنس وومن کی طرح ماحول ترتیب دے رہی تھیں۔ جس میں ان کا پروپوزل رد نہ ہو سکے۔

"میں نے شادی کے متعلق سوچا نہیں اور ایک گھریلو' سلیقہ شعار لڑکی سے شادی کا ہرگز کوئی ارادہ نہیں۔" توری کے لہجے میں کڑواہٹ تھی۔

"تو اب سوچ لو اور ارادہ بھی بنا لو کیوں کہ میں فیصلہ کر چکی ہوں کہ نوشین ہی اس گھر کی بہو بنے گی۔" رونق جہاں ضد میں بھی اس کی ماں تھیں۔

"میری زندگی کا فیصلہ میری مرضی سے ہو گا۔ آپ مجھے مجبور نہیں کر سکتیں۔" توری کا لہجہ بلند ہو گیا۔

"یہ اہم نہیں کہ فیصلہ تمہاری مرضی سے ہو یا میری مرضی سے۔ اہم یہ ہے کہ اس فیصلے میں تمہارے ابا کی مرضی شامل ہے۔" رونق جہاں نے توری کا حربہ اسی پر استعمال کیا۔

"تم اپنے ابا اور ان کی پسند کو اچھی طرح جانتے ہو۔ اپنی شریک حیات کا انتخاب کرتے ہوئے یہ سوچ لو کہ کس قسم کی لڑکی تمہارے ابا کی آئیڈیل بہو ثابت

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

ہو سکتی ہے۔ ایسی لڑکی جو اس گھر کو سنوار کر رکھے یا ایسی لڑکی جو ہمارے مذہب اور روایات سے ہی ناواقف ہو۔ تمہاری اپنے مرے ہوئے باپ کی خاطر یہ ذمہ داری ہے کہ ادب آداب کو خود سری اور بے ڈھنگے پن پر ترجیح دو۔" رونق جہاں کا تیر نشانے پر لگا تھا۔

"ابا کے لیے میری خوشی اہم ہوتی۔" آذی اپنی ماں کی معلومات جان کر مدھم لہجے میں بولا۔

"میرے لیے بھی تمہاری خوشی اہم ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ میں دور اندیش ہو کر دیکھ رہی ہوں کہ تمہاری دیرپا خوشی کس میں ہے اور کیا وقتی ابال لگی ہے۔ جس سے چند روز میں خود تمہارا سانس گھٹنے لگے گا۔ اگر تمہارے ابا ہوتے تو تمہیں بہتر طور پر قائل کر سکتے تھے۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ تم نے ہی کہا تھا ابا کا وجود نہ ہو کر بھی وہ ہم میں ہیں۔ ان کے فیصلے کا احترام ہم پر لازم ہے۔" رونق جہاں نے بات مکمل کی تو ان کی آنکھوں میں فتح کی چمک تھی۔

"میں نے صدیقی صاحب کو کہہ دیا ہے کہ اس جمعہ ہم ان کے گھر آئیں گے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں اگر تم منگنی سے پہلے اس سے ملنا چاہو۔"

"شاباش بیٹا! جوس پی لو۔" رونق جہاں گلاس آذی کو تھما کر اندر چلی گئیں۔ اس اہم کام کے لیے انہوں نے آدھا گھنٹہ مقرر کیا تھا اور اب چالیس منٹ ہو چکے تھے۔

☆ ☆ ☆

ایک ہاتھ میں فون پکڑے اور دوسری مٹھی میں ایک خط تھامے انیش بے چینی سے اپنے پاؤں کے پنجوں پر جھول رہی تھی۔

"اس فرائیڈے کو میں مصروف ہوں ۔۔۔ چاہ کر بھی نہیں مل سکتا۔" آذی نے فون کی دوسری طرف عذر پیش کیا۔

"ٹھیک ہے پھر ہفتہ یا اتوار کو کسی بھی دن آ سکو۔" انیش نے ظاہر نہیں کیا کہ اسے ضروری بات کرنی ہے۔

"ٹھیک ہے فرائیڈے کے بعد کسی دن چکر لگاتا ہوں۔" آذی کے لہجے میں جھجک اس کی شرمندگی کی علامت تھی۔

انیش نے فون بند کر کے دوبارہ خط پر لگے غیر ملکی ٹکٹ کو دیکھا۔ اس کے پاس خط کا جواب دینے کے لیے محدود وقت تھا اور وہ آذی سے بات کرنے کے بعد ہی فیصلہ کرنا چاہتی تھی کہ کیا جواب دے۔

آذی اگلے ہفتے بھی اس سے نہ مل سکا۔ جس کی کچھ وجہ مصروفیت تھی مگر زیادہ اہم وجہ رازداری تھی۔ وہ اپنے گھر میں چلنے والے معاملے کی بھنک فی الحال اس پر نہیں پڑنے دینا چاہتا تھا۔ اس لیے سامنا کرنے سے پہلو تہی کر رہا تھا۔

ایک ہفتے بعد انیش نے دوبارہ فون کیا تو آذی اس وقت آفس میں نہیں تھا۔ اس لیے بات نہ ہو سکی۔ فون رکھ کر انیش نے بیگ اٹھایا اور پی سی او کا رخ کیا' اس کو بیرون ملک فون کرنا تھا' جو ہاسٹل سے نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے خط کا جواب سوچ لیا تھا اور جواب لکھنے سے پہلے اس کو اپنی ممی سے بات کرنی تھی۔

☆ ☆ ☆

سورج کے طلوع اور غروب ہونے کے انتظار میں کتنی زندگیاں ابتدا سے اختتام کی مسافت طے کر لیتی ہیں۔ وہ پہاڑ بھی کئی ہستیوں کے عروج و زوال کے شاہد تھے۔ ان میں بسنے والی ایک اور زندگی بچپن سے جوانی کی مسافت طے کر چکی تھی۔ کبھی وہ ایک ننھا فرشتہ بن کر اس سنگدل زمین کو اپنے قدموں سے گدگداتی تھی۔ پھر بچپن کی جگہ العزین نے لے لی۔ اب نوجوانی کے ساتھ اس کے مزاج میں ایک نخرہ بھی آ گیا تھا۔

اس کے انداز کے ساتھ ساتھ اس کا حلیہ بھی دوسروں کو متوجہ کرتا تھا۔ بند جوتے اس لیے پہنتی تھی تاکہ قدم جما کر چل سکے۔ جینز کے پائنچے ادھیڑ کر دھاگے نکالے ہوئے تھے اور گھٹنوں کے اوپر رنگین مارکرز سے کئی انگریزی کی شوخ عبارتیں اور نقش و نگار

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

بنا رکھے تھے۔ قمیص مہذب انداز میں پوری آستینوں والی پہنتی تھی۔ بالوں کی ایک لٹ کو گلابی اور نیلے دھاگے میں لپیٹ کر ڈیزائن بنایا ہوا تھا' جو اس وقت فیشن تھا۔ ناخنوں پر کبھی گلابی تو کبھی سلور نیل پالش لگاتی تھی۔ اس بے ترتیب سنگھار کے باوجود اس کی شکل و صورت پر معصومیت تھی اور بول چال میں تمیز اور لحاظ تھا' جو اس کی اچھی تعلیم و تربیت کا عکاس تھا۔

بورڈنگ میں حسب روایت چھٹیاں ہوئیں تو خلاف توقع ماہم بھی رخت سفر باندھ کر تیار تھی۔ اس مختصر سفر کے لیے اس نے بے شمار تدبیریں کی تھیں۔ سب سے اہم اپنے گینگ کو منانا تھا۔

"سارہ! تم انکار کر کے اپنے ڈرپوک ہونے کا ثبوت نہ دو۔ تم تو اکیلے بیرون ملک کا سفر کر چکی ہو۔ ہم سب سے زیادہ تمہیں پبلک ڈیلنگ کا تجربہ ہے۔ تم انکار کرو گی تو میں سمجھوں گی تم ہمیں اپنے گھر مہمان بنانے کی روادار نہیں۔" سارہ کو اس نے دوستی کا واسطہ دے کر قائل کیا۔

شیریں اس آزاد و شاہانہ ماحول سے نکل کر اندرون سندھ اپنی روایتی حویلی میں جانے کے لیے زیادہ بے تاب نہیں تھی۔ اس کو ڈر تھا تو پکڑے جانے کا۔ ہادیہ کو قائل کرنا سب سے مشکل ثابت ہوا۔ ماہم نے اپنی بے چین چھٹیوں کی روداد سنائی اور صرف ایک ویک اینڈ مانگا تو دوستی نبھانے کو وہ بھی مان گئی۔ اگلا مرحلہ گھر والوں کو منانے کا تھا۔ سارہ نے روہانسی ہو کر ماں سے شکوہ کیا کہ جس دن اس کی چھٹیاں ہوں گی اسی دن وہ یورپ شوٹنگ پر جا رہی ہیں۔ گھر میں دو ہفتے تنہا رہنا اس کے ساتھ ناانصافی ہے۔ اس سے پہلے کہ اس کی لاڈلی والدہ حل تجویز کرتیں' سارہ نے خود ہی فرمائش ظاہر کی کہ وہ ویک اینڈ پر سہیلیوں کو بلانا چاہتی ہے۔ شیریں اور ہادیہ نے بھی کچی جھوٹی روداد سنا کر اجازت لے لی۔ ماہم کے لیے اجازت روایتی عمل نہیں تھا۔ اس کو پہلے درخواست دینی پڑی۔ پرنسپل نے سارہ کی والدہ سے فون کر کے تصدیق کی پھر جا کر اجازت دی۔ اب وہ گاڑی میں بیٹھے پنڈی کا رخ کر رہے تھے۔ یہ پہلا سفر تھا' جو ماہم محض تفریح کے لیے کر رہی تھی۔ وہ سارہ کے گھر ہلکا پھلکا ناشتا کر رہے تھے' جب سارہ کی مما معذرت کرتے ہوئے ایئرپورٹ کے لیے روانہ ہو گئیں۔ شیریں اور ہادیہ نے اپنے والدین کو فون کر کے اطلاع دی اور کہہ دیا کہ وہ بار بار ان کو بچوں کی طرح فون کر کے شرمندہ نہ کریں۔ سارہ کی مما جانے سے پہلے خرچے کے لیے رقم دے کر گئی تھیں۔ سارہ نے وہ لفافہ پکڑا اور ملازمین کو ضروری ہدایات دے کر اپنا راز دار بنا لیا۔

اپنا اپنا بیگ دوبارہ گاڑی میں رکھتے ہوئے چاروں نے اپنے اصلی سفر کا آغاز کیا۔ ان کا رخ بھوربن کے فور اسٹار ہوٹل کی طرف تھا۔ جہاں وہ فیملی کے ساتھ تو کئی بار جا چکی تھیں۔ اب تنہا جا کر زندگی کا نیا تجربہ کرنا چاہتی تھیں۔ دو گھنٹے بعد چار شوخ اور چنچل لڑکیوں کا ٹولہ ہوٹل پہنچا اور اپنے بے پروا قہقہوں سے رونق بکھیر دی۔

☼ ☼ ☼

"دریا کے قدرتی ماحول میں تیرنے والی مچھلی کو جب شیشے کے بے فیشی بکس میں ڈال دیا جائے تو اس کو بھی ایسا ہی محسوس ہوتا ہوگا' جیسے وہ محسوس کر رہا تھا۔" خضر سوئمنگ پول کے پاس بنچ پر بیٹھا بے تکی باتیں سوچ رہا تھا۔ اپر کلاس کے اس عالیشان ہوٹل میں وہ خود کو مس فٹ محسوس کر رہا تھا۔ مس فٹ رہنے کی اس کو عادت ہی ہو گئی تھی۔

سیالکوٹ میں وہ اپنے خاندان کے دوسرے لڑکوں کی نسبت پڑھائی میں بہت اچھا تھا۔ گلی کے کھیلوں میں وقت ضائع کرنے کے بجائے کتاب کو ترجیح دیتا تھا۔ اس لیے وہاں دوسروں سے الگ تھلگ نظر آتا تھا۔ میٹرک کے بعد لاہور آیا تو کالج میں وہ واحد لڑکا تھا جو پڑھائی کے بعد چھوٹی موٹی نوکریاں کرتا تھا۔ کیونکہ اس کے والد کی آمدن محدود تھی اور اس کے تین چھوٹے بہن بھائی بھی پڑھ رہے تھے۔ جب کام میں داخلہ لیا تو اردگرد کی دنیا ہی بدل گئی۔ اپر کلاس سے تعلق

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

رکھنے والے خاندانی رئیسوں میں اس جیسے وہ چار ہی تھے، جو اسکالر شپ پا کر اس مہنگے ادارے کا حصہ بنے تھے۔ لیکن تعلیمی اداروں میں دوستی خیالات سے بنتی ہے اس لیے خضر اور اس کے دوستوں نے طبقاتی فرق ہمیشہ نظر انداز کیا۔ سب کام کے پیپرز دے کر فارغ ہوئے تو عملی زندگی میں قدم رکھنے سے پہلے ایک یادگار تفریح تو ان کا حق تھا۔ خضر تو برسوں سے عملی زندگی کے جھمیلوں کو نبٹا رہا تھا۔ اس لیے اس تفریح پر سب سے زیادہ حق اس کا تھا۔ اس نے ہامی بھرلی کیونکہ اس سمیت کسی بھی لڑکے کو کمرے کا کرایہ نہیں دینا تھا۔ اس کے ایک دوست کے والد کی کمپنی نے کچھ ہفتے پہلے ایک بڑے درجے کی کانفرنس منعقد کروائی تھی جس پر ہوٹل والوں نے چند کمرے کمپلیمنٹری دیے تھے جن سے وہ فائدہ اٹھانے آئے تھے۔ خضر نے بیسویں بار اپنا بٹوا کھول کر دیکھا۔ بٹوے میں حسب ضرورت رقم موجود تھی۔ جو اس نے پارٹ ٹائم جاب کر کے جمع کی تھی۔ وہ محنت سے جوڑی ہوئی رقم ضائع نہیں کر رہا تھا بلکہ اپنے صبر کا پھل بٹور رہا تھا۔ اس لیے وہ تمام منفی خیالات کو جھٹک کر کھڑا ہو گیا۔ اب وہ کسی بھی چیز کو اپنی تفریح کے درمیان حائل نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔ اس نے بینچ سے اٹھ کر اپنی ٹانگیں اور بازو سیدھے کیے جو پانچ گھنٹوں کی مسافت سے اکڑ گئے تھے۔ اچانک ایک دبلی پتلی لڑکی اس سے آکر ٹکرائی اور وہ معذرت کرتا ہوا اس کے راستے سے ہٹ گیا۔ فرش کیپ پہنے لڑکی زمین کی طرف منہ کیے، جس تیزی سے آئی تھی اسی تیزی سے چلی گئی۔

"اوئے خضر! ادھر کیا کر رہا ہے۔" کسی دوست نے آواز دی۔ وہ سب شام کا پلان کر رہے تھے۔ خضر نے خنک ہوتے ہوئے موسم کے باعث ہاتھ جیب میں ڈالے تو خوشگوار موسم کے باعث بھی ماتھے پر پسینہ آگیا۔ اس کی جیب میں بٹوا نہیں تھا۔

"کیا ہوا یار؟" ایک دوست نے اس کی کندھا ہلایا۔

"میرا بٹوا نہیں ہے۔" خضر نے بے چینی سے ارد گرد دیکھا کہ شاید گر گیا ہو۔

"کوئی نہیں یار! فکر نہ کر ہم ہیں نا، پیسے کا کیا مسئلہ ہے۔ چھوڑ اسے۔ پریشان نہ ہو۔" اس کے دوستوں نے پندرہ منٹ کی لاحاصل تلاش کے بعد اس کو تسلی دی۔

خضر جانتا تھا کہ اس کے دوست بغیر کہے اس کی تمام ضرورت کا خیال رکھیں گے اور جتائیں گے بھی نہیں مگر اس بٹوے میں اپنی انا اور خودداری جو لایا تھا، وہ تو گم ہو گئی تھی۔

خضر نے غصے سے دانت پیستے ہوئے اس دبلی پتلی لڑکی کے بارے میں سوچا، جس کی ٹوپی کی وجہ سے وہ اس کی شکل نہیں دیکھ پایا تھا۔

☼ ☼ ☼

ماہم کو کلاس کے بیچ میں آفس پہنچنے کے لیے کہا گیا۔ اس نے غیر ارادی طور پر اپنی آنکھ کے اوپر چوٹ کے نشان پر انگلی پھیری۔ تین مہینے سے اس نے کوئی قابل ذکر شرارت نہیں کی تھی۔ پھر یہ دعوت نامہ کیوں ملا۔ وہ اسی کشمکش میں آفس پہنچی۔ کمرے میں بائیں طرف سر جھکائے ریکی کھڑی تھی۔ قریب صوفے پر سادہ لباس میں اس کے خالہ خالو بیٹھے تھے۔

"ماہم! ریکا اسکول سے جا رہی ہے۔ آپ کی اس سے دوستی ہے اس لیے جانے سے پہلے مل لیں۔" پرنسپل اپنی کرسی پر بیٹھی کہہ رہی تھیں۔

"کیوں ریکی! تم کیوں جا رہی ہو؟" ماہم نے روتی ہوئی ریکی کو گلے لگایا۔

"کیوں کہ یہ چور ہے۔ اس نے میرا لاکٹ چرایا تھا۔" کمرے کی دائیں جانب ایک جانی پہچانی آواز نے جواب دیا۔ ماہم نے مڑ کر دیکھا۔ زینب ریحان ایک ہاتھ میں اپنا قیمتی لاکٹ لیے غصے سے کہہ رہی تھی۔

ماہم کی آنکھوں میں بھی انگارے دہکنے لگے۔ زینب ریحان جیسی لڑکیاں جن کے پاس گھر، پیار اور تحفظ ہوتا ہے وہ ریکی جیسی لڑکی کا غم کیسے جان سکتی تھیں۔

"میڈم یہ کوئی غلط فہمی ہے۔ ریکی چور نہیں ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

زینب اس پر غلط الزام لگا رہی ہے۔" ماہم نے اس کی وکالت کی۔

"لاکٹ بیکی کے سامان سے ملا ہے اور ملتے ہی ہم نے اس کے گارجین کو بلوا لیا تاکہ فیصلہ سب کے سامنے ہو۔ ہمارے اسکول میں بہت اچھے خاندان کی لڑکیاں پڑھتی ہیں یہاں چوری کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس لیے ربیکا کو خارج کرنا واحد حل ہے۔"

ماہم نے غصے سے زینب کو گھورا۔ "یقیناً" اس نے جان بوجھ کر لاکٹ بیکی کے سامان میں رکھا ہوگا۔

"اس کا مطلب ہے۔ جنگ" ماہم کی نظریں چیخ چیخ کر کہہ رہی تھیں۔

یہ بات سب جانتے تھے کہ زینب اور ماہم کی ایک دوسرے سے نہیں بنتی۔ مگر بیکی کے جانے کے بعد ان کی نوک جھونک شدید ہو گئی تھی۔ بات کلاس میں مباحثے میں مختلف نظریہ ہونے سے کہیں آگے بڑھ گئی تھی۔ ماہم نے زینب کے ٹی شرٹ جس پر میڈیا کے کئی معروف لوگوں کے دستخط ہوئے تھے اور جسے زینب کسی متاع عزیز کی طرح سنبھال کر رکھتی تھی۔ ایک دن اسمبلی گراؤنڈ میں جھنڈے کی جگہ کھمبے پر لہرا رہی تھی۔ کئی لڑکیاں اور ٹیچرز تجسس سے اس کو دیکھ رہے تھے۔

"کس کی شرٹ ہے۔" ٹی شرٹ اتروا کر ٹیچر نے غصے سے پوچھا۔

"مس میری ہے۔" زینب نے خفت سے اقرار کیا۔

"یہ اسکول ہے۔ مشہور ہونے کا مقابلہ نہیں کہ اپنے روابط سر عام نشر کیے جائیں۔" ٹیچر نے غصے سے ٹی شرٹ زینب کو تھمائی۔ اوس میں دھلنے کے بعد اس کی سیاہی کافی پھیل گئی تھی۔ زینب نے روہانسی ہو کر اس میں ایک نیا اضافہ دیکھا۔ اس پر لال رنگ سے ایک تین پتوں والا پھول بنا ہوا تھا۔ بالکل ماہم کی آنکھ کی چوٹ جیسا۔ جو ماہم نے بطور آٹوگراف دیا تھا۔

زینب پیر پٹختی ہوئی اپنے ڈورم میں چلی گئی۔

اس کا بدلہ زینب نے پروجیکٹ ڈے پر انفارمیشن منسٹر کے سامنے ماہم کو شرمندہ کرا کے لے لیا۔ جب ان کے ساتھ اسکول کے بورڈ آف گورنرز اور قریبی چرچ کے بشپ بھی مدعو تھے۔

یہ سلسلہ طول پکڑ گیا۔ ماہم نے زینب کے سرف میں کھجلی والا پاؤڈر ملا دیا اور زینب نے اس کے ملک پاؤڈر میں جلاب۔ نتیجہ دونوں کا پیٹ۔ بعض کشا ہوا۔

نتیجہ۔ دن دن بعد دونوں پرنسپل آفس میں کھڑی تھیں۔ جرم ثابت ہو گیا تھا بس سزا سنانے کی دیر تھی۔ پرنسپل کے علاوہ وہاں زینب کے والدین بھی موجود تھے۔

"بچیوں کی آپس کی لڑائی سے اگر ہم پہلو تہی کرتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ہم حالات سے ناواقف ہیں بلکہ ہمارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بچیاں خود اپنے مسائل حل کرنا سیکھیں۔ مجھے اس بات سے کوئی سروکار نہیں کہ پہل کس نے کی۔ میری نظر میں دونوں کا قصور برابر ہے اور دونوں کو برابر کی سزا ملے گی۔" پرنسپل نے دوٹوک کہا۔

"بغیر اجازت بولنے کی معافی چاہتی ہوں۔" ماہم نے نظریں جھکا کر کہا۔ "جس طرح اس کمرے کے افراد میں توازن نہیں اسی طرح ہماری سزا یکساں کیسے ہو سکتی ہے؟ زینب آپ کی دی ہوئی سزا کاٹنے کی اور اپنے والدین کے ساتھ گھر چلی جائے گی جبکہ میں مقدور کی سزا کاٹوں گی اور چھٹیوں میں بھی یہیں رہوں گی۔"

ماہم نے چند لمحے خاموش ہو کر دوبارہ بات شروع کی۔

"انصاف تو تب ہو جب زینب بھی ان چھٹیوں میں گھر نہ جائے اور سبق سیکھے کہ بیکی جیسی لڑکیوں کی زندگی کتنی سخت ہوتی ہے۔" ماہم نے ادب سے کہا۔

کمرے میں مکمل سناٹا تھا اور زینب ہونق سی اپنے والدین کا منہ تک رہی تھی جنہوں نے ماہم کے مطالبے پر احتجاج نہیں کیا تھا۔ پرنسپل نے زینب کے والدین سے مشورہ کرنے کے لیے دونوں لڑکیوں کو باہر بھیج دیا۔ تھوڑی دیر بعد دونوں کو اندر بلا کر فیصلہ سنایا گیا۔

"بظاہر تم دونوں میں اختلاف رائے ہے اور

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

حقیقت میں تم ایک دوسرے کی زندگی کو سمجھنے سے قاصر ہو۔ انسان بعض اوقات کسی دوسرے کی آسودہ زندگی سے نالاں ہوتا ہے تو اکثر دوسرا اس انسان کی زندگی پر رشک کر رہا ہوتا ہے۔ تم دونوں کو ایک دوسرے کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ماہم! میں آپ کی بات سے قائل ہوں کہ آنے والی چھٹیاں آپ دونوں کو ساتھ گزارنی چاہئیں زینب کے والدین آئے ہوئے ہیں مگر زینب یہاں نہیں رکے گی آپ زینب کے ساتھ اس کے گھر جائیں گی۔" پرنسپل نے فیصلہ سنا دیا۔

کیا؟ نہیں! کیوں؟ کے اعتراض بلند ہونے لگے مگر پرنسپل نے ہاتھ اٹھا کر دونوں کو خاموش کرا دیا۔

"فیصلہ حتمی ہے۔"

زینب اپنے والدین کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گئی اور اس کے والدین اس کو فیصلے پر قائل کرنے لگے۔ ماہم نے بھی غصے سے سوجا ہوا منہ دروازے کی طرف بڑھایا تو پرنسپل نے روک دیا۔

"ماہم! ایسا ضروری نہیں کہ ہر انسان کی مجبوری اس کو برا انسان ہی بنائے۔ ربیکا آپ کی سہیلی تھی اس لیے آپ کے لیے اس کا نقص قبول کرنا مشکل ہے۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ اس نے لاکٹ چرایا تھا۔" پرنسپل نے ماہم کو سوچنے پر مجبور کیا۔

☆ ☆ ☆

"چند ہفتوں میں لگتا ہے دنیا ہی بدل گئی۔ تم کیمرے کے بغیر ہو۔ منظر بہت ادھورا سا لگ رہا ہے۔" آدی اینش کو دیکھ کر خوش تھا۔ اس لیے شوخی سے چھیڑ رہا تھا۔

"اس ملک کی بہت تصاویر کھینچ لیں۔ اب تو بیرون ملک جا کر رول ضائع کروں گی۔" اینش نے سادگی سے کہا۔

"کہیں باہر جا رہی ہو؟" آدی سینڈوچ کھاتے ہوئے رک گیا۔

"میرا امریکا کی بہت اچھی یونیورسٹی میں ایڈمیشن ہو گیا ہے۔ مجھے احساس ہے کہ یہ سفر مشکل ہو گا۔ مگر میں مشکلوں کی عادی ہو گئی ہوں۔" اینش نے رعایت لفظی کے تڑکے کے ساتھ کہا۔

"میں نے اتنے عرصے رابطہ نہیں کیا۔ اس بات کا غصہ نکال رہی ہو؟" آدی نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہمارے درمیان ایسا کوئی رشتہ نہیں کہ ناراض ہو کر سزا سنائی جائے ورنہ شکوہ تو میں بھی کر سکتی ہوں کہ میری ذاتی زندگی کی تفصیل جان کر تم نے رابطہ ختم کر دیا۔" اینش نے بھی دوٹوک کہا۔

"اوہ! تم یہ سمجھتی رہی ہو کہ تمہارے مذہب کو جاننے کے بعد میں پہلوتہی کرنے لگا۔ نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ مجھے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" آدی نے بے چین ہو کر وضاحت کی۔

"میں نے پہلی بار اپنا خول توڑ کر کسی کو اپنے وجود میں جھانکنے کی اجازت دی تھی۔ تمہارا ایک دم غائب ہو جانا اسی بات کا عکاس تھا؟" اینش اپنی عادت کے مطابق گلہ کر رہی تھی۔

"میں بہت مصروف تھا۔ گھر میں میری شادی کی بات چل رہی تھی۔ میں پہلے اس معاملے کو رفع دفع کرنا چاہ رہا تھا۔ تم سے پہلوتہی میری ناراضی نہیں۔ میری شرمندگی کے باعث تھی۔" آدی بھی خلاف عادت اپنے رویے کی وضاحت دے رہا تھا۔

"جب یونیورسٹی سے ایڈمیشن کا خط ملا تو میں نے تمہیں فون کیا۔ تم آفس میں نہیں تھے۔ میں نے بہت سوچا اور پھر مما کو کال کر کے اطلاع دی کہ میں ایڈمیشن لے رہی ہوں اور ان کے پاس آ رہی ہوں۔" اینش نے بتایا۔

"واپس کب آؤ گی؟"

"خانہ بدوش واپس نہیں آتے۔ آگے کہیں اور ٹھکانہ بنا لیتے ہیں اور بہتر بھی یہی ہے کہ تم میری واپسی کی چاہ نہ کرو اور اپنی زندگی میں آگے بڑھ جاؤ۔ درحقیقت ہم دونوں ہی ایک دوسرے کے بارے میں سنجیدہ نہیں تھے اور اس تعلق کو آج نہیں تو کل ختم ہونا ہی تھا۔" اینش نے سمجھایا۔

"یعنی ہماری کہانی کا یہی انجام ہونا تھا؟" آدی نے

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

بوجھل لہجے میں پوچھا۔
"تمہاری کوئی کہانی نہیں تھی۔ بس اتفاقات کی ایک لڑی تھی۔ دل بہلاتے ہوئے دل لگا لینا بے وقوفی ہوتی ہے۔"
"کچھ لوگ اسے محبت بھی کہتے ہیں۔"
انیش اپنے اطراف ایک دائرہ کھینچ کر آئی تھی جس سے وہ آگے نہیں بڑھنا چاہتی تھی۔
"ان باتوں کو چھوڑو۔ ممکن ہے یہ ہماری آخری ملاقات ہو۔ آج مجھے تمہاری گاڑی چلانی ہے۔ خدا معلوم مستقبل میں تم جیسا امیر لڑکا ملے نہ ملے۔"
انیش نے پہلے سا انداز کرنے کی ادھوری کوشش کی۔
آدی نے چابی بڑھائی اور انیش چابی لے کر ریسٹورنٹ سے باہر نکل گئی۔ آدی بھی بل ادا کر کے پیچھے آگیا۔
"مجھے فوٹو گرافی پڑھنی تھی مگر وہ فائن آرٹس کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں یا صحافت کے ساتھ تو پہلے میں صحافت پڑھوں گی پھر۔" انیش ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہی تیزی سے بولنے لگی۔
"تم جانتی ہو' تمہارا مسئلہ کیا ہے؟" آدی نے اس کی بات کاٹ دی۔ "تمہیں ابتدا میں کسی نے سمجھا نہیں۔ اس لیے تم نے اپنے آپ کو ایک خود ساختہ خول میں جکڑ لیا تاکہ آئندہ بھی کوئی تمہیں جان نہ سکے۔ تمہیں خوف ہے کہ اگر کوئی جان لے گا کہ تم بھی جذبات رکھتی ہو تو تمہیں روند کر چلا جائے گا۔"
ٹھہری ہوئی گاڑی میں چند لمحوں کا سکوت آیا۔
"تمہاری زندگی میں کسی نے قدر نہیں کی تو یہ تمہاری خامی نہیں ان کا نقصان ہے۔ تم تعلقات سے بے گانہ رہ کر خانہ بدوش سی زندگی گزارنے کی خواہاں ہو۔ مگر در حقیقت تم جس راہ سے بھی گزرتی ہو لوگوں کے دل میں گھر کر لیتی ہو اور یہی تمہارا مقام ہے۔"
آدی نے گھما پھرا کر اپنے ہی دل کا حال بتایا۔
"تم پہلے شخص نہیں ہو جس نے میرا تجزیہ کر کے مجھے سمجھنے کا دعوا کیا۔" انیش نے مٹھی میں مضبوطی سے گاڑی کی چابی پکڑ رکھی تھی اور خلاف عادت نظر جھکا رکھی تھی۔
"میں کوئی دعوا نہیں کر رہا۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ جب میں نے تم سے رابطہ نہیں کیا تو تم رات کو بے چین رہتی تھیں۔ جب سالوں کی ضد کے آگے گھٹنے ٹیک کر اپنی ماں کو فون کیا تو واپس گھر تم خوب روئی ہو گی۔ آج جب میں نے اتنے دنوں کے بعد رابطہ کیا تو چاہتے ہوئے بھی تم غصہ نہیں کر سکیں اور میرا پسندیدہ رنگ پہن کر میرے سامنے آگئیں۔ کئی مدت بعد تمہارے وجود کا خول ٹوٹا ہے اور اس بار کوئی تمہارے دل میں گھر کر گیا ہے۔ اپنی لمبی چوڑی باتوں سے تم یہ ظاہر کرنا چاہتی ہو کہ تمہیں میری ممکنہ منگنی اور اپنے جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مگر جتنا وقت تمہیں گاڑی اسٹارٹ کرنے میں لگ رہا ہے' اس سے صاف ظاہر ہے تم بھی چاہتی ہو کہ میں تمہیں روک لوں۔" آدی کی نظر اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھی۔
انیش کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور چابی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ یہ اس کا گھبرانے کا انداز تھا۔
"ایسی باتیں نہ کرو۔ یہ ہمیں مشکل میں ڈال دیں گی۔" انیش نے لاچاری سے کہا۔
"اگر ہم اس وقت جدا ہو گئے تو کیا ساری عمر مشکل میں نہیں رہیں گے؟"
"تمہارے پاس دوسرا کون سا راستہ ہے؟ اگر میں باہر جانے کا ارادہ ترک بھی کر دوں تو کیا ہم شادی کر لیں گے؟ ہمیشہ ساتھ رہیں گے؟ ایسا اتنی آسانی سے ممکن نہیں۔ مجھے اپنے خاندان کی پروا نہیں مگر تمہاری فیملی کبھی بھی یہ شادی نہیں ہونے دے گی۔ مذہب' روایات' بے باکی۔۔۔ کس کس چیز کی وضاحت کرتی پھروں گی میں۔" انیش قسمت پر برہم تھی۔
"میں جانتا ہوں سب آسان نہیں۔ ممکن ہے ہمیں انہیں منانے میں بہت وقت لگ جائے۔ مگر مجھ میں اسٹینڈ لینے کا حوصلہ ہے۔" آدی نے اسے یقین دلایا۔
"کچھ عرصے بعد وہ تمہاری ضد کے آگے گھٹنے ٹیک

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مُکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مُکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مُتعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

SCANNED BY DIGESTPK

بھی دیں تو ان کے دلوں میں جگہ بناتے بناتے مجھے ساری عمر لگ جائے گی۔"

"تمہیں میرے دل میں جگہ ملے گی کیا یہ کافی نہیں ہے؟"

"تمہارے دل میں تو میرے لیے جگہ ابھی بھی ہے۔ ہم ابھی فیصلہ کرتے ہیں۔ اسی وقت کورٹ میرج کرو گے؟" اینش کے لہجے میں چیلنج تھا۔ جیسے ایک جھٹکے میں اس کے تمام دعووں کو آزمانا چاہتی ہو۔ جواب میں توی کچھ بول نہ سکا۔

"دیکھا۔ یہ اس قدر آسان نہیں۔" اینش نے جتایا۔

"میں تمہیں تمہارا ہر جائز حق دینا چاہتا ہوں۔"

"اپنی زندگی کو آگے بڑھانا میرا جائز حق ہے۔ مجھے ایک نامخت وعدے کی نذر کرکے تم میرا یہ حق سلب کررہے ہو۔"

"میں تمہیں کیسے جانے دوں۔ پچھلے مہینے کی دوری میں ایک بات میں نے سمجھی ہے کہ تمہارے بغیر زندگی کیلنڈر پر درج تاریخوں سے زیادہ کچھ نہیں۔ مجھے لوحور امت کرو۔"

"پھر مجھے اپنالو۔" اینش آر یا پار ہونا چاہتی تھی۔

"کورٹ بند ہونے میں چالیس منٹ ہیں۔ اگر ان چالیس منٹ میں ہم کورٹ پہنچ گئے تو ابھی شادی کرلیں گے۔ ورنہ یہ ہماری آخری ملاقات ہوگی۔" اینش نے کسی جواب کا انتظار نہیں کیا۔ چابی اٹھا کر گاڑی اسٹارٹ کی اور فل اسپیڈ میں بھگانے لگی۔

توی کے لیے یہ تعلق اس تیز رفتار گاڑی کی طرح تھا جس کو سمجھنے کا موقع نہیں ملا اور جب ملا تو گویا گاڑی چھوٹنے والی تھی۔ وہ اس طرح چند منٹوں میں شادی نہیں کرنا چاہتا تھا مگر وہ اینش کو جانے بھی نہیں دے سکتا تھا۔ وہ سخت اضطراب کا شکار تھا۔ گاڑی لڑکھڑانے لگی تو توی نے اپنے ہاتھ سے اسٹیرنگ وہیل کی سمت درست کی۔ دوبارہ اینش کا ہاتھ نہیں لڑکھڑایا اور وہ حوصلے سے گاڑی دوڑاتی رہی۔ دونوں کے دل کا ایک حصہ خواہش مند اور دوسرا خوفزدہ تھا۔

دونوں نے اپنا فیصلہ قسمت کے سپرد کردیا تھا۔

☆ ☆ ☆

"ڈیر گینگ! سزا یافتہ قیدی کا سلام۔ اس کشادہ اور پر آسائش جیل میں تین اور حصہ دار ہیں۔ ان میں اول نمبر ایک بلیو ٹوتھ ڈیڈ ہیں۔ جو بورڈنگ سے گھر تک کان میں بلیو ٹوتھ لگا کر ظاہر کرتے رہے کہ پاکستان کی تجارت ان ہی کے کندھوں پر ہے۔ دوم ایک لان ڈیزائنر ماما ہیں۔ جن کو لان پر نٹس زبانی یاد ہوتے ہیں۔ جن کا دورزی اسپیڈ ڈائل پر ہوتا ہے اور عام خواتین کی طرح انہیں ماسٹر صاحب نہیں بلکہ اس کا نام لینے کو ترجیح دیتی ہیں۔ سوم ایک تلی فون بھائی ہے جو ویڈیو گیم انٹرنیٹ پر وقت ضائع کرتا ہے اور فاسٹ فوڈ کا مل کے کھاتا ہے۔"

ماہم نے زینب کی فیملی کا نقشہ بڑھا چڑھا کر پیش کیا۔ وہ باقاعدگی سے اپنی سہیلیوں کو ای میل کرکے اپنے شب و روز سے آگاہ رکھتی تھی۔

چھٹی کے دن وہ سب لوگ مل کر لنچ کرتے تھے۔ پہلے روز ماہم میز پر پہنچی تو زینب نے روکھے پن سے ملازمہ کو آواز دے کر تصدیق کی کہ "کسی" نے کھانے میں ملاوٹ تو نہیں کی؟ پھر اپنے والدین کے ٹوکنے پر اس نے ذو معنی طعنے دینا چھوڑ دیے۔ مگر وہ اپنا سارا دن اپنے کاموں میں مگن رہ کر گزارتی تھی اور ماہم سے زیادہ بات نہیں کرتی تھی۔ زینب کی ماما مہمان نواز خاتون تھیں۔ وہ ماہم کو اپنے بچوں سے زیادہ توجہ دیتیں اور کوشش میں لگی رہتیں کہ ماہم زیادہ وقت گیسٹ روم سے باہر گزارے مگر ماہم کا مختصر تجربہ اس بات کا شاہد تھا کہ کسی کی بھی توجہ دیرپا نہیں ہوتی اس لیے وہ خوبصورتی سے اپنی راہ الگ ہی رکھتی۔

اسے آئے ہوئے تقریباً" ہفتہ ہوچکا تھا زینب باقاعدگی سے اپنی کزن کے گھر جارہی تھی جس کی عنقریب شادی تھی۔ کھانے کے بعد زینب تیار ہونے اٹھی تو فوزیہ نے قریب جاکر آہستگی سے اسے ماہم کو ساتھ لے جانے کو کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"مما! آپ جانتی ہیں نا وہ کتنی شرارتی ہے۔ کوئی تماشا کردے گی۔ میں اس کو شادی پر لے جاؤں گی۔ ابھی نہیں۔ میری چھٹیاں تو خراب نہ کریں۔" زینب نے ضد کے انداز میں انکار کیا۔ فوزیہ کی تمام احتیاط کے باوجود ماہم نے یہ مکالمہ سن لیا اور منہ بسورتی میز سے اٹھ گئی۔ وہ کون سا اس کی کزنز سے ملنے کے لیے مررہی تھی۔ فوزیہ آنٹی نے اسے بھی جانے سے منع کردیا۔ وہ تلملاتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

"یاہو۔ میں پھر جیت گیا۔" لاؤنج میں دانیال تیز آواز میں ویڈیو گیم لگا کر بیٹھا تھا۔

"ایسا ہی ہوگا اگر مشین سے مقابلہ کروگے۔" ماہم نے گزرتے ہوئے تبصرہ کیا۔

"میرا ریکارڈ بہت اچھا ہے۔ زینب سے ہمیشہ جیتتا ہوں۔" دانیال نے جتایا۔

"زینب کو ہرانا کیا مشکل ہے۔" ماہم نے بے خیالی میں چیلنج دے دیا اور دانیال نے خوشی سے قبول کرلیا۔

پھر دونوں مقابلہ بازی پر اتر آئے۔ دو تین کھیل کے بعد ماہم کی گرفت بھی مضبوط ہوگئی اور گھنٹہ بھر میں دونوں گیم پر تبصرہ کرتے ہوئے اتنے مگن ہوگئے کہ اس بات سے بے نیاز ہوگئے کہ کون زیادہ جیتا کون زیادہ ہارا۔

"مان گئے ماہم آپا! آپ ایک مضبوط لڑکی ہیں۔" ایک گیم ہارنے کے بعد دانیال نے اعتراف کیا۔

"میں آپ کو آپا کہہ سکتا ہوں نا۔ زینب تو نہیں کہنے دیتی، کہتی ہے وہ قیانوسی ہے۔" دانیال نے ماہم کے یک دم خاموش ہونے پر پوچھا۔ جواب میں ماہم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"زینب تم نے آج پھر بال اسٹریٹ کرلیے۔ کتنے روکھے ہوگئے ہیں۔ روز روز آئرن کرنا صحیح نہیں ہے۔" ایک گھنٹے بعد زینب کمرے سے نکلی تو فوزیہ کا دھیان زینب کے بالوں کی طرف گیا۔

"ماہم آپ کے بال بھی کتنے خراب ہورہے۔ چلو پہلے آپ کے تیل لگادوں۔" فوزیہ نے بغیر اجازت ماہم کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ "اف آپ کو کٹوانے کی بھی ضرورت ہے دو مونہے ہورہے ہیں۔" فوزیہ کے تبصرے پر ماہم اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میرے بال ہیں میں جیسے مرضی رکھوں۔" ماہم برا مان کر کمرے میں چلی گئی۔

"دیکھا ماما! یہ کتنی بدتمیز ہے۔ آپ ایسے ہی اس کو منہ لگاتی ہیں۔ میرے تیل لگادیں۔ بورڈنگ کا کھانا کھا کر حشر ہوگیا ہے۔ ظاہر ہے جو اندر جائے گا وہی باہر نکلے گا۔" زینب نے کہا۔

"یہی میرا کہنا ہے۔" فوزیہ نے آہستگی سے مالش شروع کردی۔ "اتنے سالوں سے ماہم کے اندر جو کچھ گیا ہے وہی باہر آرہا ہے۔" فوزیہ کے الفاظ اور مالش سے زینب کا ذہن ٹھنڈا ہونے لگا۔ ندامت نے اسے گھیر لیا۔

کچھ دیر بعد زینب نے گیسٹ روم پر دستک دی۔ ماہم منہ پھلائے بیٹھی تھی۔

"میں معذرت کرنے آئی تھی ہمیں تم سے زیادہ ہی کرخت ہوگئی تھی۔" ماہم کے لیے یہ الفاظ غیر متوقع تھے۔

"مجھے لگا تھا کہ تم یہاں آکر مجھے اور میری فیملی کو خوب ستاؤگی، مگر تم تو خاموش ہوگئی ہو۔" زینب چند لمحوں کے وقفے کے بعد بولی۔

"میں ہمیشہ سے جانتی تھی کہ میری زندگی میں کمی ہے۔ بہت بڑی کمی مگر یہاں آکر میرا ذہن بار بار اس کمی کی وجوہات کریدتا ہے، میرے والدین مرچکے ہیں مگر وہ کبھی نہ کبھی تو تھے۔" ماہم کے دل میں سالوں کا غبار بھرا ہوا تھا۔ زینب حوصلے سے اس کو سنتی رہی اور ماہم اپنی سوچوں کو لفظوں میں ڈھالتی رہی۔

"تمہیں تبدیلی کی ضرورت ہے۔" زینب نے مشورہ دیا۔

"کس سے بڑی تبدیلی؟" ماہم نے پوچھا۔

"یہ ماحول کی تبدیلی ہے، اب ذات کی تبدیلی کا وقت ہے۔ کل ہم شاپنگ پر چلیں گے۔ مجھے بھی شادی کے لیے کپڑے بنوانے ہیں۔ تم بھی جینز اور شرٹ کے علاوہ کچھ لینا۔ دیکھنا بہت مزا آئے گا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

اگلے روز زینب کی بات سچ ثابت ہو گئی ماہم کو پہلے ایسا کوئی تجربہ نہیں ہوا تھا۔ فوزیہ آنٹی کا تجربہ اور زینب کے مشورے سے ماہم کی وارڈروب میں کئی روایتی کپڑے شامل ہو گئے۔ پھر پارلر میں مختلف قسم کے تجربوں سے ماہم کا پالا پڑا تو وہ چکرا کر رہ گئی۔ جب آئینہ دیکھا تو لگا جیسے طوفانی بارش کے بعد منظر نکھر گیا ہو۔ اب شیشے میں ایک باوقار 'سنجیدہ لڑکی نظر آئی تھی' جس کے بالوں اور ناخنوں پر کوئی مصنوعی آرائش نہیں تھی۔ شلوار قمیص اور دوپٹا ایسا تھا جس پر لکھا نہیں جاسکتا تھا۔ چہرے پر اب بھی پہلے جیسا بھولپن تھا۔

واپسی پر ریحان انکل نے بھی اسے سراہا۔ فوزیہ دونوں کی دوستی میں اپنی کامیابی دیکھ رہی تھیں۔

"ڈیڈ! میں سوچ رہی ہوں ڈیزائنر بن جاؤں۔ مجھ میں آرٹسٹک سینس ہے۔ یہ کام میرے لیے بہترین ہے۔" زینب نے کہا۔

"ماہم! آپ پڑھائی میں بہت اچھی ہو۔ آپ نے کیا کرنا ہے؟" ریحان نے شفقت سے پوچھا۔

"میں میڈیکل فیلڈ میں ہی جانا چاہتی ہوں۔ ڈینٹسٹ بننے کا ارادہ ہے۔ کوشش کروں گی کہ میرٹ پر ایڈمیشن ہو جائے ورنہ میں افورڈ نہیں کر سکتی۔"

"آپ کی یہاں فیس کون دیتا ہے؟"

"ہمارا مشنری اسکول ہے۔ ان کے اسکالر شپ پروگرام ہیں' میں ہمیشہ سے اسکول کے فنڈز پر پڑھتی رہی ہوں۔" ماہم کو وضاحت میں عار محسوس نہیں ہوا۔

"آپ کا مذہب؟" ریحان نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"میں مسلمان ہوں۔ بچپن سے ہی چھٹیوں میں قرآن اور نماز سیکھنے استانی کے پاس جایا کرتی تھی۔" ماہم کو اپنے مذہب پر سوال اچھا نہیں لگا۔ جواب میں ریحان صاحب نے اپنی عینک کے فریم کے اوپر سے ماہم پر ایک کڑی نگاہ ڈالی جیسے تعین کر رہے ہوں کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے یا ناواقف ہے۔ پھر آہستگی سے بولے۔

"اسکول فنڈز پر اسکالر شپ صرف عیسائیوں کو ملتی ہے مسلمانوں کو نہیں۔"

"مجھے ہمیشہ سے ملتی رہی ہے۔" ماہم نے ہنس کر غلط فہمی دور کرنا چاہی۔

"نہیں بیٹا! میں نے زینب کے داخلے سے پہلے تمام معلومات لی تھیں۔ اسکول بورڈ کسی غیر عیسائی کو اسکالر شپ نہیں دیتا۔" ریحان کو معلوم ہو گیا تھا کہ ماہم کے داخلے کے پیچھے کوئی بہت بڑی سفارش اور اس سے بھی بڑی امداد تھی' جس کے باعث اسکول نے ایک ایسی بچی کو لے لیا تھا جس کا پیچھے کوئی گھر خاندان نہ تھا۔

"مطلب؟" ماہم کا ذہن سن ہو گیا تھا اور وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ باقی تینوں نے بھی کھانے سے ہاتھ روک لیا تھا۔

"ڈیڈ کا مطلب ہے کہ اگر آپ عیسائی نہیں ہو تو آپ اسکالر شپ پر نہیں پڑھ رہیں۔ کوئی ہے جو اتنے سالوں سے آپ کی فیس بھرتا رہا ہے۔" دانیال نے اپنے تئیں گتھی سلجھائی۔

"شٹ اپ دانیال!" زینب نے ماہم کا اڑتا ہوا رنگ دیکھ کر ڈانٹا۔

☼ ☼ ☼

آفس کے ویٹنگ ایریا میں بیٹھی وہ اپنے بے ترتیب خیالوں کو یکجا کر رہی تھی۔ اس کے سامنے دائیں جانب استقبالیہ پر بھاری جسم والی لڑکی بیٹھی فون ریسیو کر رہی تھی اور بائیں جانب دوہرے شیشے والا داخلی دروازہ تھا جو ایک جانب سے آئینہ نظر آتا تھا اور دوسری جانب سے شیشہ تھا۔ اس کے خیالات اس کے اندر کبھی غصہ' کبھی تجسس تو کبھی تاسف جگا رہے تھے۔ انتظار کرتے ہوئے بیس منٹ ہوئے تو اس نے ملنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ جب اس کو ایک فالتو پرزے کی طرح الگ کر دیا گیا تھا تو اس کی انا کو بھی بے معنی رشتوں کا تعاقب گوارا نہیں تھا اسی لیے داخلی دروازہ کھلا اور ماہم کو آئینے میں اپنا عکس نظر آیا اور وہ دوبارہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کرسی میں دھنس گئی۔ یہاں سوال رشتوں کا نہیں ' بلکہ شناخت کا تھا۔ آئینے میں نظر آنے والا عکس نامکمل تھا اور وہ کسی دوسرے کی نہیں ' اپنی خاطر صرف یہ جاننا چاہتی تھی کہ اب تک کون پس پردہ اس کی معاشی مدد کر رہا تھا۔

پہلے تو یہ انکشاف اس کے لیے ناقابل یقین تھا کہ کوئی شخص اس کی مالی مدد کر رہا ہے۔ پھر یقین آیا تو غصے نے اس کے اعصاب کو جکڑ لیا اور اس نے تہیہ کیا کہ وہ اس شخص سے کوئی رابطہ نہیں کرے گی۔ فائنل امتحان کے بعد اس کا ٹھوس ارادہ ڈھیلا پڑ گیا۔ اس نے اسکول ریکارڈ سے معلوم کیا تو کوئی نام پا کوئی پتا اس کے ہاتھ نہ لگا۔ صرف ایک بینک اکاؤنٹ نمبر تھا جس سے ماہم کی فیس ادا ہوتی تھی پھر کسی نے ماہم کے نام سے اکاؤنٹ کھلوا کر اس میں اتنی رقم جمع کروادی تھی کہ وہ بورڈنگ سے نکل کر آگے کہیں داخلہ لے سکے۔ ماہم سمجھتی رہی تھی کہ یہ اکاؤنٹ اسکول بورڈ نے اپنی آسانی کے لیے کھلوایا ہے' جس کو ماہم خود چلا سکے۔

زینب اب اس کی بہترین سہیلی تھی جاتے ہوئے انہیں صرف اچھی باتیں یاد تھیں' جبکہ ماہم کے لیے وہاں سے جانے کا خیال ہی سوہان روح تھا۔ پہلے وہ خود کو قیدی سمجھ کر وہاں رہتی تھی مگر پھر احساس ہوا وہ در و دیوار تو اس کے محافظ ہیں' جنہوں نے دنیا کی ٹھوکروں سے اسے بچائے رکھا ہر رشتے سے بڑھ کر اس کو سہارا دیا تھا' اسے ایسا بنایا کہ معاشرے میں سر اٹھا کر چل سکے۔ جس دن اس نے رخت سفر باندھا۔ آسمان سیاہ ہو گیا اور خوب برسا جیسے اس کو روکنا چاہتے ہوں مگر اس کو جانا تھا' سو وہ نہ رکی۔

پچھلی رات وہ چمڑے کے اس بٹوے کو تھام کر بیٹھی تھی جو اس نے ہوٹل میں ایک لڑکے کی جیب سے نکالا تھا۔ اس بٹوے میں جو رقم تھی وہ اس نے خرچ کرلی تھی اب اس میں ایک اسٹوڈنٹ کارڈ تھا اور ایک جنرل اسٹور کی رسید۔ اس کو خود میں اور اس بٹوے میں کوئی فرق نظر نہیں آیا۔ وہ بھی اپنے اصل سے بچھڑ گیا تھا اور ماہم بھی۔ فرق صرف یہ تھا کہ ماہم جان دار تھی اس لیے ماہم آج اس آفس میں بیٹھی تھی۔

"آپ اندر جا سکتی ہیں۔" استقبالیہ پر بیٹھی لڑکی نے ماہم کو مخاطب کیا۔

"جی کہیے کیا کام ہے؟" سوٹ تو پہنے والے افسر نے ادب سے پوچھا۔

"مجھے اس بینک اکاؤنٹ کے بارے میں معلومات چاہئیں۔" ماہم نے ایک کاغذ پر لکھا نمبر افسر کے سامنے رکھا۔

"بینک سے معلوم ہوا ہے کہ یہ اکاؤنٹ اس کمپنی کے نام تھا' جو تین سال پہلے بند ہو گیا تھا۔ اس اکاؤنٹ سے پچھلے کئی سالوں سے میری فیس ادا ہوتی رہی ہے اور بند ہونے سے قبل ایک بھاری رقم میرے اکاؤنٹ منتقل کی گئی تھی۔" ماہم نے اسکول سے حاصل کیے ہوئے کاغذ افسر کو دکھائے۔

"دراصل مالکوں کے اخراجات اور ان کے بچوں کی فیس تو کمپنی اکاؤنٹ سے ہی ادا ہوتی ہے۔ یہ جو اکاؤنٹ ہے اس سے سینئر اسٹاف کو جو مراعات ملتی ہیں ان کی ادائی ہوتی تھی جیسے میڈیکل وغیرہ۔" افسر نے وضاحت کی۔

"میں صرف اس شخص کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں' جس کو مراعات کی مد میں یہ رقم ادا ہوئی۔" ماہم نے کہا۔

"اکاؤنٹ تو بند ہو چکا ہے' مگر ہمارے پاس ریکارڈ موجود رہتا ہے۔ آپ اکاؤنٹس ڈپارٹمنٹ میں چلی جائیں۔ میں جونیئر اکاؤنٹنٹ کو کہہ دیتا ہوں آپ کی مدد کرے۔"

ماہم نے میز پر موجود کاغذ سمیٹے اور افسر کی بتائی ہوئی سمت چل پڑی۔ اس کی دل کی دھڑکن بے چین ہو گئی تھی جیسے الٹی گنتی گن رہی ہو۔ ڈپارٹمنٹ میں جونیئر اکاؤنٹنٹ کی میز پر پہنچ کر یک دم اس کی دھڑکن رک گئی۔ ماہم کو لگا جیسے بٹوے میں موجود اسٹوڈنٹ کارڈ کی تصویر کو اس نے اس قدر سر پر سوار کر لیا ہے کہ میز کے پیچھے بیٹھا نوجوان لڑکا ہو بہو اسی شکل کا لگ رہا ہے۔

"مظفر جاوید؟" ماہم نے لڑکھڑاتی زبان سے تصدیق

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

چلائی۔

"نہیں میں ہی خضر ہوں' بیٹھیں۔" اس کو افسر کا فون موصول ہو چکا تھا۔

ماہم اب تک بے ڈھنگے انداز میں اس کی صورت گھور رہی تھی۔

"اکاؤنٹ نمبر دیجیے۔" خضر مہذب انداز میں مخاطب ہوا۔ ماہم نے تمام کاغذات کی فائل اس کی طرف بڑھا دی۔

"صرف اکاؤنٹ نمبر۔" خضر نے آہستگی سے ایک کاغذ الگ کیا اور معذرت کرتے ہوئے اٹھ گیا۔

تو گویا وہ گمشدہ چیزوں کے ملنے کا دن تھا۔ شرارت میں کی ہوئی اس حرکت پر ماہم کو شدید شرمندگی ہو رہی تھی۔ انتظار کے ان لمحات میں کبھی اسٹوڈنٹ کارڈ پر موجود اس لڑکے کا نام' تاریخ پیدائش اس کے گرد گھومنے لگتے تو کبھی بورڈنگ اسکول میں لکھے اپنے لوھورے کوائف اس کا منہ چڑانے لگتے۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے۔" خضر آیا تو اس کی پیلی پڑتی رنگت دیکھ کر گھبرا گیا۔ ہاتھ میں موجود فائل اس نے میز پر رکھی اور ڈسپنسر سے ایک گلاس پانی کا بھر لایا۔

"یہ لیں۔" ماہم گھونٹ گھونٹ کر کے پانی حلق میں اتارنے لگی۔

"اب آپ بہتر ہیں؟"

"جی میں ٹھیک ہوں۔" ماہم نے ایک بار پھر اپنے وجود کو اکٹھا کیا۔

خضر نے فائل کھولی۔ اس میں چار سے پانچ صفحات پر مشتمل کئی ہواؤچرز تھے۔ اس نے ایک واؤچر ماہم کے سامنے رکھا اور ایک نام پر انگلی پھیری۔

"یہ اس کمپنی کے شروع کے لوگوں میں سے تھے' جنہوں نے اس کو بڑھتے ہوئے دیکھا۔ یہ فیس ان کے توسط سے ادا ہوتی تھی۔" خضر بتانے لگا۔ ماہم نے کئی بار اس انجان نام کو پڑھا مگر ذہن میں کوئی گھنٹی نہ بجی۔

"یہ اب کہاں ہیں؟" ماہم نے عجلت میں پوچھا۔

"تین سال پہلے اپنی ریٹائرمنٹ سے پہلے انہوں نے اس اکاؤنٹ سے آخری بار آپ کے اکاؤنٹ میں رقم جمع کروائی اور پھر اکاؤنٹ بند کروا دیا گیا۔" خضر نے ایک اور صفحے پر انگلی رکھی۔

"کیا میں ان سے مل سکتی ہوں؟" ماہم بے صبری ہو رہی تھی۔

"کمپنی ریکارڈ میں ہر واؤچر میں یہی درج ہے کہ وہ اپنی بیٹی کی فیس ادا کر رہے ہیں۔" خضر نے ڈرامائی انداز سے کہا۔ ماہم کی دھڑکن ایک بار پھر تیز ہو گئی اور خون کی گردش سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"ان سے ملنے کے لیے کیا کرنا ہو گا؟"

"دو سال پہلے ان کی ڈیتھ ہو چکی ہے۔"

ماہم ایک بار پھر بکھر گئی۔ اس نے چہرہ جھکا لیا جیسے واؤچر پڑھ رہی ہو مگر در حقیقت وہ اپنے آنسو چھپا رہی تھی۔ تو بھٹکنا ہی اس کا مقدر تھا۔ وہ نہ تو گریبان پکڑ کر اس شخص سے اپنا قصور پوچھ سکتی تھی اور نہ دامن تھام کر اپنا حق مانگ سکتی تھی۔ اس کی زندگی کی حقیقت مٹی تلے دفن ہو چکی تھی۔ اس کے ہاتھ میں بس کچھ رسیدیں تھیں' جو اس کے ہر حق کی نفی کرتی تھیں گویا پیسے سے رشتوں کا تاوان ادا ہو گیا ہو۔

خضر نے آہستگی سے ایک تہہ شدہ ٹشو پیپر اس کے ہاتھ پر رکھا' جہاں اس کے آنسو ٹپکے تھے۔ اس لمحے ماہم کو احساس ہوا کہ وہ کتنی کمزور دکھائی دے رہی ہے۔ اس نے دوپٹے کے پلو سے آنکھیں خشک کیں اور بنا نظریں ملائے شکریہ کہہ کر اٹھ گئی۔ کبھی دوبارہ نہ آنے کا ارادہ کر کے۔ مگر اگلے روز وہ وہاں پھر موجود تھی۔

☼ ☼ ☼

خضر تقریباً" دو سال سے اس آفس میں پارٹ ٹائم نوکری کر رہا تھا۔ پڑھائی کے ساتھ ساتھ تجربہ حاصل کرنا سود مند بھی تھا اور تکلیف دہ بھی مگر یہ سلسلہ جلد ختم ہونے والا تھا اس کا Lums میں ایڈمیشن ہو گیا تھا اور ایم بی اے کرنے کے لیے اسے اسٹوڈنٹ لون

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

مل گیا تھا۔ اس لیے اس کو نوکری کی زیادہ ضرورت نہیں رہی تھی۔ چوبیس سال کی عمر میں چالیس سال کا بنا سکے اس کی مجبوری تھی اور دل لگا کر توجہ سے پڑھنا اس کی خواہش۔ اس بار اس نے خواہش کو فوقیت دی تھی۔ وہ آفس لنچ ٹائم کے بعد پہنچا تھا اس لیے پھرتی سے کام میں لگ جاتا۔

وہ اپنی میز سے کافی دور کھڑا ایک سینئر افسر سے بات کر رہا تھا، جب اس نے دبے پاؤں ایک دبلی پتلی لڑکی کو اندر آتے دیکھا۔ لڑکی کی پشت اس کی طرف تھی اور وہ دبے پاؤں اندر آئی تھی۔ خضر کی میز کے قریب پہنچ کر وہ میز سے ٹکرائی۔ والٹ بٹوہ چھوڑ جانے زمین کی طرف منہ کیے وہ لڑکی جس تیزی سے آئی تھی، اسی تیزی سے چلی گئی۔ خضر یہ منظر دیکھتا ہوا میز کی طرف بڑھ رہا تھا اور جس انداز سے لڑکی گئی تھی۔ اس کو خضر کبھی بھولا ہی نہیں تھا۔ وہ دوڑ کر میز پر پہنچا مگر اس بار کچھ چوری نہیں ہوا تھا بلکہ وہاں خضر کا پرانا والٹ بمعہ رقم موجود تھا۔ خضر نے والٹ پکڑا اور اس لڑکی کے پیچھے دوڑا۔ وہ بیرونی گیٹ تک پہنچ گئی تھی۔

"ایکسکیوز می مس! محترمہ بات تو سنیں۔" خضر نے قریب پہنچ کر آواز لگائی۔

جواب میں وہ آہستگی سے مڑی۔

"ہیلو۔" ماہم نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

"آپ اسی طرح بغیر کچھ کہے جا رہی تھیں۔" خضر نے سوال دہرایا۔

"بٹوے میں رقم پوری موجود ہے۔ اس لیے کہنے کی ضرورت نہیں اور اگر آپ معذرت کی توقع کر رہے ہیں تو اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ آپ کی امانت آپ تک پہنچ گئی ہے۔" ماہم نے اکڑ سے کہا۔

"ان سالوں میں معیشت کتنی بدل چکی ہے" آپ کو اندازہ ہے۔ ڈالر کی قیمت تاریخی سطح پر آگئی ہے۔" خضر نے اس کے انداز کو دیکھ کر کہا۔

"تو واپس کر دیں۔ ناشکرے لوگوں کو گمشدہ چیز ملنی بھی نہیں چاہیے۔" ماہم نے استحقاق سے ہاتھ بڑھایا۔

"ناشکری نہیں کر رہا، حالات واضح کر رہا ہوں۔ ویسے میں ان لوگوں میں سے ہوں جو اسی بات پر خوش ہو جاتے ہیں کہ انہیں حقیقت کا علم تو ہو گیا، چاہے حقیقت ورد ناک ہی کیوں نہ ہو۔"

ماہم کو احساس ہوا کہ پچھلے روز خضر نے اسے بہت لاچار حالت میں روتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ کسی اجنبی کو خود پر ترس کھانے نہیں دے سکتی تھی۔ اس لیے پلٹ کر جانے لگی۔

"آپ پھر کل کی طرح بغیر کچھ کہے سنے چلی جائیں گی تو نقصان آپ کا ہوگا۔" خضر نے بلند آواز دے کر اس کو دوبارہ روکا۔

"میں نے کسی اجنبی کو حق نہیں دیا کہ میری زندگی کے نفع نقصان پر بحث کرے۔" ماہم غرائی۔

"میں وہ شخص ہوں جس کے بٹوے اور تصویر کو آپ نے اتنے عرصے سے سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔ میں آپ کے لیے اجنبی نہیں ہوں۔" خضر نے غصے کا جواب تحمل سے دیا۔ ماہم نے شرمندگی سے نظر چرالی۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ رقم خرچ کرنے کے باوجود ماہم نے بغیر مقصد بٹوا سنبھال کر رکھا تھا۔ یہ قدرت کا اتفاق تھا کہ وہ دوبارہ ملے اور ماہم نے رقم ڈال کر بٹوا واپس کر دیا۔

"ویسے میں آپ کو روک اس لیے رہا تھا کہ کل بھی آپ ادھوری بات سن کر چلی گئی تھیں۔ مجھے آپ کے والد کی وفات کا افسوس ہے مگر دنیا میں صرف والد کا رشتہ نہیں ہوتا۔" خضر نے کہا۔

"میں نے آفس ریکارڈ سے ان کا ایڈریس نکالا ہے۔ ان کی بیوی ابھی تک حیات ہیں۔"

ایک بار پھر آنسو ماہم کے گالوں سے ٹپکنے لگے۔ معلوم نہیں اس کی زندگی میں کتنے اتار چڑھاؤ باقی تھے۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔ آپ بیٹھ جائیں۔" خضر نے لان میں بنچ کی طرف اشارہ کیا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ خوش ہوں یا اداس۔ جن رشتوں نے مجھے خود سے الگ کر کے پھینک دیا تھا،

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

میں اب ان کے پاس ایک بار دوبارہ ٹھکرائے جانے کے لیے کیوں جاؤں؟" ماہم نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"حقیقت چاہے جتنی کڑوی ہو' اس کو جاننا بہتر ہوتا ہے تاکہ آپ زندگی کا وہ باب بند کرکے آگے بڑھ سکیں۔" خضر نے کہا۔

"میرا مشورہ تو یہی ہوگا کہ آپ صرف ایک بار ملاقات کرلیں اس سے جو احساس تشنگی ہے' وہ ختم ہوجائے گا اور مستقبل کی راہ متعین کرنا آسان ہوجائے گی۔" خضر نے کہا۔

"ایڈریس کیا ہے؟" ماہم نے بے چارگی سے پوچھا۔

"میں آپ کو لے چلوں؟" خضر کو اس روتی گھبرائی لڑکی کی فکر ہونے لگی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ اس کے ساتھ بائیک پر بیٹھی اس ایڈریس کی سمت جارہی تھی۔ چند کلومیٹر مسافت کے بعد بائیک ایک ایسے علاقے میں داخل ہورہی تھی جو پچیس برس پہلے تک لاہور کا پوش علاقہ تھا' مگر وقت گزرنے کے ساتھ اب قدرے نیچا اور پرانا لگنے لگا تھا۔ خضر کو گھر معلوم کرنے کے لیے ایک راہ گیر کی مدد لینی پڑی۔ راہ گیر نے سفید آہنی گیٹ کی طرف اشارہ کیا۔ ماہم اس جانے پہچانے گیٹ کو گھورنے لگی۔

"بہتر یہی ہے کہ میں باہر انتظار کروں۔ پہلے آپ کو اندر جانا چاہیے۔" خضر نے کہا۔

ماہم نے قدم بڑھایا تو سفید وین یاد آئی' جس میں وہ بورڈنگ آئی تھی۔ ماہم نے گھنٹی بجائی اور مڑکر خضر کو دیکھا' جس نے مٹھی لہراکر اسے مضبوط رہنے کو کہا۔

دروازے پر کھٹ پٹ ہوئی۔ کوئی اندر سے لاک کھول رہا تھا۔

گیٹ کھلا اور ایک نیلی شلوار قمیص میں ملبوس آدمی نمودار ہوا۔

"جی فرمائیے۔ کس سے ملنا ہے؟" اس نے پوچھا۔

ماہم گنگ سی اس کی شکل میں کوئی شناسائی ڈھونڈنے لگی۔ اس کے پاس الفاظ نہیں تھے۔

"میں۔۔۔ مجھے۔" اس کے ذہن اور زبان نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

اس شخص نے غور سے ماہم کو دیکھا۔ بایاں ہاتھ بڑھاکر دو انگلیوں سے اس کی آنکھوں کے نیچے تین پتیوں جیسے پھول والی چوٹ کے نشان کو چھوا۔

"بہنا؟" اس نے حیرت سے تصدیق چاہی۔

ماہم کچھ کہہ نہ سکی۔

"اماں! دیکھو کون آیا ہے۔ اماں۔۔۔ بہنا آئی ہے۔" وہ شخص دوڑ کر اندر کی طرف بڑھا اور والہانہ چیخنے لگا۔

ماہم بے یقینی سے یہ منظر دیکھ رہی تھی کہ بنا ایک لفظ کہے اس کو کیسے پہچان لیا گیا تھا اور اس کی آمد پر خوشی کا ایسا عالم تھا کہ اسے یقین نہ آیا۔

"اماں' آؤ تو۔۔۔ سچ میں بہنا آئی ہے۔" وہ شخص دوبارہ ماہم کی طرف آیا اور اسے ہاتھ سے پکڑ کر اندر لے آیا۔ گھر کشادہ مگر پرانے طرز کا تھا۔ صحن میں سبز جنگلے کے ساتھ ایک تخت تھا۔ دائیں طرف باورچی خانہ تھا جہاں سے ڈوئی تھامے اس شخص کی بیوی نمودار ہوئی۔ جس منظر کو ماہم یتیم خانہ سمجھتی تھی وہ درحقیقت گھر تھا۔

"ماہم۔۔۔ کیا سچ میں ماہم آگئی ہے۔" سامنے کمرے سے ایک ضعیف خاتون کی آواز آئی اور اگلے ہی لمحے وہ دیوار کا سہارا لیتے صحن میں آگئیں۔ ماہم کو دیکھ کر ان خاتون کی آنکھیں بھر آئیں۔ ماہم کے ہاتھ پکڑ کر الٹ پلٹ کرکے دیکھا۔ جیسے پہچان رہی ہوں اور ماہم کو سینے سے لگالیا۔

"میری بچی تو کہاں تھی۔" دونوں لپٹ کر زاروقطار رونے لگیں۔ باورچی خانے کے دروازے میں کھڑی عورت سب سے زیادہ ہکا بکا تھی۔ چھ سال کی شادی میں اس نے کبھی اس لڑکی کو نہیں دیکھا تھا' جس کو اس کا شوہر بہنا کہہ رہا تھا اور جس کے آتے ہی گھٹنوں کی تکلیف میں مبتلا اس کی ساس جو باتھ روم بھی سوٹی پکڑ کر جاتی تھیں' تقریباً دوڑتے ہوئے ننگے پاؤں ہی باہر آگئی تھیں۔

کون تھی یہ لڑکی' جس نے آنے کے بعد ایک لفظ

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

بھی نہیں کہا تھا اور اب ایسے رو رہی تھی جیسے صدیوں سے بچھڑے رشتوں کو پالیا ہو۔

☼ ☼ ☼

کیسٹ پلیئر پر نازیہ حسن کے گانے بج رہے تھے۔ موسیقی کی آواز میں جب فرنیچر گھسیٹنے کی آواز کی آمیزش ہونی شروع ہوئی تو آوی کی نیند کا زور ٹوٹنے لگا۔ اس نے کروٹ بدل کر پلنگ کے ساتھ والے حصے پر ہاتھ پھیرا۔ سلوٹ زدہ بستر خالی تھا۔ اس نے بمشکل آنکھیں کھولیں۔ پردوں سے سلیٹی مائل روشنی آنا شروع ہو گئی تھی۔ اس نے کمرے کا دروازہ کھول کر لاؤنج میں جھانکا۔

"اتنی صبح صبح کیوں جاگ گئیں؟" آوی نے نیند سے بند ہوتی آنکھوں سے دیکھا۔ دو ہفتوں سے اسٹور لگنے والا مکان اب گھر لگنے لگا تھا۔ فرنیچر پر سے پلاسٹک اتار کر کشن رکھ دیے تھے۔ دیواروں پر تصاویر تھیں۔ الیکٹرونکس کا سامان جگہ پر رکھا جا چکا تھا۔ ایک کونے میں اب تک خالی ڈبے، شاپر اور گتے ڈھیر کی صورت پڑے تھے۔

"تم نے یہ سب اکیلے کیوں سیٹ کیا۔ میرے اٹھنے کا انتظار کرتیں نا۔"

"دراصل میں سو ہی نہیں سکی۔ گھر ترتیب دینے کی بہت ایکسائٹمنٹ تھی۔ دیکھو سب کچھ کتنا چمک رہا ہے۔" انیش نے خوشی سے اشارہ کیا۔

آوی کو اس وقت صرف اس چمک سے غرض تھی جو انیش کے چہرے پر تھی۔

"مجھے ہمیشہ سے ڈیکوریشن میں دلچسپی رہی تھی مگر آج تک کبھی آزمایا نہیں تھا۔ بناوٹی زندگی کی آرائش بے سود ہوتی ہے مگر اب میرا اپنا گھر ہے میں سارے ارمان پورے کروں گی۔"

وہ ایک ایک کر کے ہر کونے کی سجاوٹ کر رہی تھی۔ وہ زندگی میں بہت عرصے بعد خوش تھی اور آوی کو فخر تھا کہ وہ اس کی خوشی کا باعث ہے۔

اسے کوئی ملال نہیں تھا جب کورٹ میرج کے بعد

وہ گاڑی کی طرف بڑھ رہے تھے تو دونوں بے حد خاموش تھے۔ سست رفتار قدموں سے چلتے ہوئے وہ اس "آنا" فانا" آئی تبدیلی کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ یک دم انیش کے قدم رک گئے۔ آوی کا دل وسوسوں میں گھر گیا۔ یقیناً" اب وہ اس فیصلے پر نادم ہوگی اور اسے ایک غلط فہمی سمجھ کر بھول جانے کو کہے گی۔ آوی نے آہستگی سے پیچھے مڑ کر دیکھا تو انیش جھک کر اپنے جوتوں کے تسمے باندھ رہی تھی۔ آوی نے سکون کا سانس لیا اور اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کو اٹھنے میں مدد دی۔ دونوں ایک مرتبہ پھر خاموشی سے سفر طے کرنے لگے مگر اس بار دونوں نے ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔

"ایک بات کہوں؟" آخر انیش نے خاموشی توڑنے میں پہل کی۔

"کہو۔"

"مجھے بھنے ہوئے چنے کھانے ہیں گلی کے ساتھ۔" انیش نے قریب کھڑی ریڑھی کی طرف اشارہ کیا اور یک دم اس کی شوخی واپس آگئی۔

"آج اتنے خاص دن پر تمہارے پاس کیمرا نہیں ہے۔" آوی نے کاغذ کی کون پکڑتے ہوئے کہا۔

"کچھ منظر دل پر نقش کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔" انیش نے گاڑی کے بونٹ سے ٹیک لگائی۔

"جب کسی یادگار دن کو بار بار جینے کی خواہش ہو تو تصویر اٹھا لینی چاہیے۔ اداس وقتوں میں کام آتی ہے۔" آوی کہتا ہوا قریبی دکانوں کی طرف چلا گیا اور کچھ دیر بعد ایک فوٹو گرافر لے کر آیا۔ جس نے پولرائڈ کیمرے سے دونوں کی تصویر اتاری۔ دونوں کی شکل پر لوبیا جتا جوڑے والا نور تھا۔ آوی نے تصویر اپنے والٹ میں رکھ لی۔

"اب مجھے گھر چھوڑ دو۔" انیش نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا۔

"گھر ہم مل کر بنائیں گے مگر مجھے تھوڑا وقت درکار ہے۔" آوی نے کہا۔

"ساری عمر مکانوں میں رہنے کے بعد مجھے گھر کی

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

تمنا رہے گی۔"
اینش نے مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

☼ ☼ ☼

"سیٹھ قیصر شاہ کی بہو ایک غیرمذہب آوارہ لڑکی" آذی کے انکشاف پر بیگم رونق جہاں پہلے سکتے میں آگئیں۔

"وجاہت علی خان کے نواسے کی بیوی سیٹھ قیصر شاہ کی بہو۔ وہ نہیں ہو سکتی۔" رونق جہاں اس زور سے دھاڑیں کہ ان کی آواز کی گرج کوٹھی کے کونے کونے تک پہنچ گئی۔ جس خاتون کی نظر اٹھنے کا سانس روک دیتی تھی' ان کی دھاڑ سے گھر کے تمام افراد کا خون خشک ہو گیا۔ آذی بہت ہمت کر کے ان کے سامنے آیا تھا۔ اس کو ان کے اسی ردعمل کی توقع تھی۔ وہ یہ خبر آہستہ آہستہ ان تک پہنچانا چاہتا تھا' مگر کورٹ میرج کر کے جب وہ گھر پہنچا تو اس کی منگنی کی تاریخ رکھی جا چکی تھی اور تیاریاں زور پکڑ گئی تھیں۔ اس لیے وہ انتظار نہیں کر سکا۔

"تم نے ہماری نسلوں کو داغ دار کر دیا۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ اس کی اس گھر میں کبھی کوئی جگہ نہیں بن سکتی۔ جو غلطی تم نے کی ہے اسے ہم سدھاریں گے۔ حاجی صاحب سے فوراً" طلاق کے پیپرز بنوا میں' جب تک یہ تو ہین ہمارے سامنے رہے گی ہمیں چین نہیں آئے گا۔" رونق جہاں نے کونے میں کھڑے لرزتے ہوئے حاجی صاحب کو حکم دیا۔

"میں اسے طلاق نہیں دوں گا۔" آذی کشتیاں جلا کر آیا تھا۔

"اس سے تعلق رکھنا ہے تو یہ گھر جائیداد سب سے ہاتھ دھونا پڑے گا' میں تم سے قیصر شاہ کا نام تک چھین لوں گی۔ تمہیں عاق کر دوں گی۔" غصے سے ان کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

"کاش! ممتا کا واسطہ دیا ہوتا' مگر افسوس آپ کو صرف ڈیل ہی کرنی آتی ہے۔ نہیں چاہیے آپ کی دولت۔" آذی غصے سے اٹھا اور کرسی کو ٹھوکر مار کر باہر کی طرف بڑھا۔ اس کا بھائی دوڑتا ہوا آیا اور کندھے سے پکڑ کر اس کو روکنے کی کوشش کی۔ کوئی وہ سراحل نکالنے کی تجویز دی' مگر رونق جہاں نے روک دیا۔

"آج کے بعد اس گھر کا کوئی بھی فرد اس سے رابطہ نہیں رکھے گا۔ ہرگز نہیں۔"

آذی غصے سے دروازہ بند کرتا ہوا گھر سے نکل گیا۔

اینش کی طرف بھی منظر زیادہ مختلف نہیں تھا۔ فرق اتنا تھا کہ اس کے والد کو اینش کی طرح مذہب میں دلچسپی ہی نہیں تھی اور اینش کو بھی نافرمانی کی عادت ہو چکی تھی۔

"تم سے اور توقع ہی کیا تھی۔ آخر تمہاری رگوں میں اس غلیظ عورت کا خون جو ہے۔ وہ بھی مجھ سے تعلق توڑ کر کسی اور سے شادی کرنے کے لیے چلی گئی تھی۔ تمہاری صورت ہی نہیں فطرت بھی اس جیسی نکلی۔ اگر تم یہ گھر چھوڑ کر گئیں تو قسم کھاتا ہوں تمہارا انجام بھی اس جیسا ہی ہو گا۔ وہ وہاں نوکری کرتی ہے اور دو کمروں کے اپارٹمنٹ میں زندگی بسر کر رہی ہے۔ جب یہ امیرزادہ چند دنوں کی عیاشی کے بعد تمہیں چھوڑ دے گا تو تم بھی جوتیاں چٹخاتی پھرو گی۔ تمہارے باپ کی این جی او پر چلنے والے چیریٹی اسکولوں میں تمہاری اولاد تعلیم حاصل کرنے کو ترسے گی۔" نفرت اور گالیوں سے بھرے ہوئے یہ الفاظ خلاف توقع اینش کی آنکھوں میں آنسو لے آئے۔

وہ اپنا مختصر سا بیگ اٹھا کر گھر سے باہر سڑک پر بیٹھ کر آذی کا انتظار کرنے لگی۔ کچھ دیر بعد آذی آیا تو اینش کو پتا لگ گیا کہ وہ بھی اس کے لیے سب چھوڑ آیا ہے۔

شادی کے ابتدائی دنوں میں دونوں کے کئی خدشات دور ہو گئے۔ اینش کو لگتا تھا کہ وہ پیار کرنے کے قابل نہیں' مگر آذی کی محبت اسے ہر پل احساس دلاتی تھی کہ وہ کس قدر خاص ہے۔ آذی نے زندگی کو ہمیشہ آسائشوں سے مزین دیکھا تھا۔ ایک چھوٹے سے بغیر فرنیچر کے گھر میں سادگی سے رہنا کس قدر خوشگوار ہو سکتا ہے' یہ اینش کے ساتھ رہ کر اسے معلوم ہوا۔ چند ہفتے کسی پکنک کے انداز میں گزرے۔ وہ دن ایسے تھے کہ کئی لوگ اپنی تمام زندگیاں دے کر حاصل کرنا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

چاہیے۔ پھر فرنیچر آیا، جس کو ایمش نے ترتیب دینے میں لگی تھی۔ اس کو خوش دیکھ کر توی کو اپنے فیصلے پر ناز ہو رہا تھا۔

"چلو بس بہت کام کرلیا۔ اب تھوڑا آرام کرلو۔" توی نے بڑھ کر ایمش کا ہاتھ تھاما اور آہستگی سے اس پر موجود گرد جھاڑی۔

"نہیں۔ ابھی ڈیکوریشن پیس سیٹ کرنے ہیں۔ میں نے اپنی کچھ تصاویر فریم کروائی ہیں، وہ لگانی ہیں۔"

"ہم بھی نہیں۔" توی نے لاڈ سے کہا اور ایمش کو کمرے کے اندر کھینچ کر دروازہ بند کرلیا۔

☼ ☼ ☼

آفس ٹیبل پر انگلیوں سے غائبانہ پیانو بجاتے ہوئے توی دل میں کوئی گانا گنگنا رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے نرول ایجنٹ ہو کر گیا تھا۔ اپنی سالگرہ کا تحفہ پاکر وہ خوش ہو رہا تھا۔ انٹرکام کی گھنٹی بجی اور سیکریٹری نے ایک نئے ملاقاتی کی آمد کی اطلاع دی۔ توی کی تھرکتی انگلیاں رک گئیں۔

"بھیج دو۔" اس نے سنجیدہ انداز میں کہا۔

اگلے ہی لمحے اس کا بھائی کمرے میں داخل ہوا۔ دونوں کے درمیان واضح کھچاؤ تھا، مگر توی نے اٹھ کر استقبال کیا۔

"کیسے ہو؟" اس نے نشست سنبھالتے ہی پوچھا۔

"یہ سوال آپ کو چھ مہینے بعد یاد آیا؟" توی شکوہ کرنے سے نہیں چوکا۔

"اتنے کڑوے مت بنو۔ تمہاری حرکت پر ہمارا غصہ بجا تھا۔"

"سزا سنانے کے بعد غصہ جائز نہیں۔ ویسے آپ کا یہاں آنا آپ کو بھی سزا دلوا سکتا ہے یا ملاقاتیوں کو ملنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔" توی آنے کی وجہ پوچھ رہا تھا۔

"گھر میں شادی ہے۔" اس کے بھائی نے دعوت نامہ نکال کر میز پر رکھا۔ توی نے جگمگاتا کارڈ پکڑ کر اس پر اپنے بھائی کا نام اور تین دن بعد کی تاریخ پڑھی۔ اجنبیوں کی طرح دعوت نامہ وصول کرنا بے حد تکلیف دہ تھا۔

"تم بات کی ابتدا میں میرے پاس آتے تو میں ضرور کوئی راستہ بناتا۔ مصالحت کی کئی راہیں نکل سکتی تھیں، مگر تم نے مجھ پر بھروسا نہیں کیا۔ اب یہ انا کا مسئلہ بھی ہے اور عزت کا سوال بھی۔ امی کی شرط وہی ہے جو پہلے تھی۔"

"میں اسے کسی قیمت پر نہیں چھوڑوں گا۔" توی کا لہجہ گستاخ ہو گیا۔

"اور اس کی خاطر سب کچھ چھوڑ بیٹھے ہو، کیا یہ قیمت بڑی نہیں؟"

"وہ میری خوشی ہے۔ کاش! آپ لوگ سمجھتے۔"

توی کا سارا جذبہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔ آج اس کے لیے خاص دن تھا۔ اس کی سالگرہ تھی اور وہ ایمش کے ساتھ مل کر لطف اندوز ہونا چاہتا تھا، مگر بھائی کی آمد نے اس پر یہ حقیقت آشکار کردی کہ وہ پتھر کا نہیں ہے۔ اسے گھر اور گھر والوں کی یاد ستاتی ہے۔ ان کی جدائی نے اس کے دل میں کہیں ایک کمی پیدا کردی تھی جو ایمش کی بھرپور محبت چاہ کر بھی پر نہیں کرسکتی تھی۔ جب وہ گھر پہنچا تو ایمش گھر پر موجود نہیں تھی۔ جو ایک غیر معمولی بات تھی۔ زیادہ تر توی گھر آتا تو ایمش باہر گئی ہوتی تھی۔ کبھی تصاویر لینے، کبھی گھر کی آرائش کے کسی نئے مرحلے کو طے کرنے اور کبھی یتیم بچوں کی این جی اوز کے کام سے، جس سے وہ کچھ عرصے سے منسلک تھی۔ پھر کچھ دیر بعد گردمیں اٹی گھر آتی تو لدی دیکھتے توی کو دیکھ کر کہتی کہ بیگم جب تھکی ہوئی باہر سے آئے تو میاں کو تیار ہو کر بیٹھنا چاہیے۔ توی اس کو پنجرے میں قید کرنے کے لیے نہیں لایا تھا اور اسے یہی بات سب سے زیادہ پسند تھی کہ اس نے شادی کے بعد اپنا آپ نہیں بدلا تھا۔ پھر دونوں مل کر کھانا تیار کرتے اور سارے دن کی مصروفیات بیان کرتے۔

مگر آج کھانا بھی پہلے سے تیار تھا اور ایمش نے خلاف عادت شلوار قمیص پہن کر ہلکا پھلکا میک اپ کیا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ہوا تھا۔

"ہیپی برتھ ڈے۔" اینش نے جگمگاتے ہوئے چہرے سے کہا۔

"صرف سادہ سی برتھ ڈے وش۔۔۔ میرا تحفہ کہاں ہے؟" آوی اپنے بوجھل مزاج کا اثر اس خوشگوار رات پر نہیں پڑنے دینا چاہتا تھا۔

"تحفہ بھی ہے اور کیک بھی۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر ٹیبل کے پاس لے آئی جہاں کئی موم بتیوں میں گھرا چاکلیٹ کیک رکھا تھا۔ دونوں نے مل کر کیک کاٹا۔

"میرے پاس بھی تمہارے لیے تحفہ ہے۔" آوی نے بیگ سے دو ایئر ٹکٹ نکالیں۔ "میری زندگی کو خاص بنانے کا شکریہ۔ یہ یورپ کے ٹور کے دو ٹکٹس ہیں۔"

"اگلے مہینے؟" اینش نے ٹکٹ کھول کر تاریخ پڑھی۔

"وہاں تم جی بھر کے تصاویر کھینچنا۔ دنیا ایکسپلور کرنا اور میں تمہیں دیکھ کر ریلیکس کروں گا۔" آوی اینش کے چہرے پر متوقع خوشی نہ دیکھ کر حیران ہوا۔ اینش کچھ لمحے خاموشی سے کھڑی رہی پھر قریب پڑی میڈیکل رپورٹ آوی کو تھمائی۔

"یہ میری طرف سے آپ کے لیے تحفہ۔۔۔ گڈ نیوز ہے۔" اینش نے اس کے کندھے پر سر ٹکا کر مسکراتے ہوئے کہا۔ آوی نے رپورٹ کھول کر ایک نظر پڑھی پھر میز پر موجود موم بتیوں کے قریب لے جا کر اسے آگ لگا دی۔ اینش نے خوف زدہ ہو کر خود کو آوی سے دور کیا جیسے آگ اس کے وجود کو لگی ہو۔

"ابھی اس سب کا وقت نہیں ہے۔ ابھی ہمارے انجوائے کرنے کے دن ہیں۔ دنیا دیکھنی ہے۔ تمہارے اتنے خواب ہیں۔ ان سب چکروں میں پڑ گئے تو چھوٹی سی عمر میں خوار ہو جائیں گے۔" آوی نے جلتا ہوا کاغذ زمین پر پھینکا۔ اینش حیران اس کی صورت تک رہی تھی۔

"اوہ کم آن! مجھے ایسے مت دیکھو۔ خود سوچو اس حالت میں تم سفر کیسے کرو گی۔ میں کب سے تمہارے لیے یہ ٹرپ پلان کر رہا تھا۔ تمہارا رویہ اتنا سرد ہو گا' مجھے ہرگز امید نہیں تھی۔"

"اپنی اولاد کی خبر سن کر آپ کا رویہ اتنا ظالمانہ ہو گا۔ مجھے بھی ایسی امید نہیں تھی۔" اینش کو دکھ پہنچا تھا۔

"میں تمہارے اندر کے فنکار کو دیکھتا ہوں۔ میں نے تم سے کبھی توقع نہیں کی کہ گھر بیٹھو' بچے پیدا کرو اور انہیں پالنے میں خود کو ضائع کرو۔" آوی نے نرم لہجے میں کہا۔

"مگر میں نے اس چیز کی خواہش کی ہے۔"

"کیوں روایتی لڑکیوں کی طرح جذباتی ہو رہی ہو' میں کب کہہ رہا ہوں کہ مجھے اولاد نہیں چاہیے' مگر ابھی نہیں۔"

"آپ تم روایتی مردوں کی طرح ہو رہے ہو صرف اپنا سوچنے والے۔"

"میں نے اپنے بارے میں سوچنا ہوتا تو اپنی ماں کی پسند کی لڑکی سے شادی کر کے زندگی گزار رہا ہوتا' مگر میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں نے تمہارا انتخاب کیا۔ ایک مختلف زندگی کا انتخاب کیا۔ اب تم چاہتی ہو کہ بندھنوں میں جکڑ کر وہی زندگی گزاروں' جس کو میں ٹھوکر مار کر آیا ہوں تو پھر میں نے کیوں اپنے خاندان کی ناراضی مول لی۔ ایسی زندگی تو وہاں بھی موجود تھی۔" سارے دن کی دبائی ہوئی تلخی سطح پر آ گئی۔

"میں بھی تمہارے لیے بہت کچھ ٹھکرا کر آئی ہوں۔" اینش کی آنکھوں میں پانی چھلکنے لگا۔

اس کے آنسو دیکھ کر آوی گھبرا گیا اور اپنا لہجہ نرم کر لیا۔

"میں صرف یہ کہنا چاہ رہا ہوں کہ تم نہیں جانتیں محبت کرنے والے رشتوں کو چھوڑنا کس قدر کرب کا باعث ہوتا ہے۔ میرے بھائی کی شادی ہے' جس میں میں شریک نہیں ہو سکتا۔ اب یہ ضد کر کے مجھے مزید دکھی نہ کرو۔" آوی نے اس کو کندھوں سے پکڑ کر سمجھایا۔

"میں ایک بروکن فیملی سے ہوں تو کیسے جان سکتی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ہوں اور تمہاری خواہش پوری کر کے شاید عمر بھر نہ جان سکوں۔ البتہ میں یہ ضرور جانتی ہوں کہ جب میاں بیوی کا رشتہ اپنے عروج پر پہنچتا ہے تو بیوی شوہر کے وجود کا حصہ اپنے اندر پا کر کس قدر خوش ہوتی ہے اور جب شوہر اس احساس کو رد کر دے تو اس کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل جاتی ہے۔" اینش نے آنسو پونچھے اور پیر پٹختے ہوئے باہر چلی گئی۔

آذی نے پگھلتی ہوئی موم بتیوں کو غصے میں فرش پر پھینکا اور سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اسے اپنے موقف پر شرمندگی نہیں تھی۔ افسوس صرف اس بات کا تھا کہ وہ بات سنبھال نہیں سکا۔ وہ اینش کو تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا۔

بہت دیر سر پکڑے وہ اوسان بحال کرتا رہا۔ پھر اٹھ کر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا کہ شاید وہ یہیں کہیں بیٹھی ہو مگر وہ کہیں نہیں تھی۔ آذی ایک بار پھر اندر آ گیا اور پانی کے ٹھنڈے گلاس سے دماغ ٹھنڈا کیا کہ وہ آئے گی تو اسے کس انداز میں قائل کرے گا اسے یقین تھا کہ وہ مان جائے گی۔ تمام الفاظ ترتیب دے کر وہ غیر ارادی طور پر انہیں ذہن میں دہرانے لگا۔ تین گھنٹے گزر گئے وہ نہیں آئی۔ آذی کو بے چینی ہونے لگی۔ اگلے دو گھنٹے اس نے اندر باہر آتے جاتے گزار دیے۔ وہ اس کی سرپھری طبیعت سے واقف تھا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں وہ خود کو نقصان نہ پہنچا دے۔

"اف خدایا! یہ کیا کر دیا۔" آذی نے ڈوبتے دل کے ساتھ سوچا اس کی رشتوں کی بے اعتباری کو ختم کر کے ایک بار پھر تلخی کا تحفہ دے دیا۔ وہ سوچنے لگا کہ وہ آئے گی تو اس سے معافی مانگے گا۔ اس کا نظریہ سنے گا مگر وہ کہاں گئی ہو گی۔ گاڑی کی چابی پکڑ کر باہر کی طرف لپکا تو اینش ہاتھ میں ایک چھوٹا سا شاپنگ بیگ لیے کھڑی تھی۔ وہ دروازے سے ہٹ گیا۔ اینش اندر آئی اور شاپنگ بیگ میز پر رکھ کر کیک کھانے لگی۔ اسے یقیناً بہت بھوک لگی تھی، جو منٹوں میں ایک بڑا سا ٹکڑا چٹ کر گئی۔ آذی نے کیک کا ایک اور ٹکڑا کاٹ کر اس کی طرف بڑھایا اس نے وہ بھی کھا لیا۔ پھر اینش نے شاپنگ بیگ سے ایک اجلا سفید رنگ کا بچگانہ سوٹ نکالا اور دھیرے سے آذی کے ہاتھ میں تھما دیا۔ آذی کے مضبوط ہاتھوں میں وہ سوٹ بے حد چھوٹا لگ رہا تھا۔

"جو چیز اتنی چھوٹی سی ہو وہ خوار کر سکتی ہے اور نہ ہی رکاوٹ بنتی ہے۔" اینش نے آہستگی سے کہا۔

"میرے ماں باپ میں محبت نہیں تھی۔ اولاد ان کے لیے بوجھ تھی۔ ہماری محبت اتنی کمزور نہیں ہے۔" آذی نے جواب میں اس کا ہاتھ تھام لیا۔ اس نے جو کچھ کہنا تھا سب بھول گیا۔

"بس مجھے تم چاہیے ہو۔ آئندہ کبھی مجھے یوں چھوڑ کر نہ جانا۔" اس نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر عہد لیا۔

"نہیں جاؤں گی، کبھی نہیں جاؤں گی۔ وعدہ کرتی ہوں۔" اینش نے کہا۔

مگر وہ اپنا وعدہ وفا نہیں کر سکی اور اسے چھوڑ گئی۔ چند مہینوں بعد وہ ایک ننھی سی بچی کو جنم دے کر چلی گئی۔ آذی نے اسے بہت منایا۔ وہ نہیں مانی۔ آذی رو رو کر اپنی محبت کا واسطہ دیتا رہا مگر اس نے جنبش نہیں کی۔

غم سے نڈھال آذی آپریشن تھیٹر اور نیو بورن نرسری کے درمیان کاریڈور میں بیٹھا آگے کی راہ تلاش کر رہا تھا۔ وہ اس بچی کے پاس نہیں جانا چاہتا تھا، جو اینش کے جانے کی وجہ بنی تھی۔ بہت دیر سوچنے کے بعد اس نے ایک فون ملایا۔

"امی۔۔۔ میں آذی بول رہا ہوں۔"

☼ ☼ ☼

بیگم رونق جہاں نے جب بچی کو گود میں اٹھایا تو وہ خوشی سے سرشار ہو گئیں۔ وہ بچی ان کے لیے ایک ٹرافی کی مانند تھی، جو اس شاندار جیت پر انہیں ملی تھی۔ آذی کی ضد ہار گئی تھی اور ان کی انا سرخرو ہوئی تھی۔ ان کے لیے وہ بچی اس بات کی نشانی تھی کہ رونق جہاں کو چیلنج کرنے والا منہ کے بل گر جاتا ہے۔ یہ سوچ کر ان کے کندھوں کے ساتھ ساتھ گردن بھی مزید اکڑ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

گئی۔

"حاجی صاحب! یہ آپ کے پاس میری امانت ہے' خیال رکھنا۔" رونق جہاں نے بچی گاڑی کی سیٹ پر رکھ دی اور گاڑی سے اتر گئیں۔ حاجی صاحب اسے اپنے گھر لے آئے۔ ان کی بیگم ریحانہ نے اس کی اپنی اولاد کی طرح پرورش کی۔ ماہم تین سال کی تھی۔ تخت پر بیٹھی کھلونوں سے کھیل رہی تھی۔ ریحانہ برآمدے میں کپڑے استری کرنے لگی۔ تھوڑی دیر میں ان کے دونوں بچے اودھم مچاتے آئے۔ دونوں نے نئے کھلونے لیے تھے۔ ناصر کے پاس گاڑی تھی اور صابر کے پاس بے بلیڈ تھا۔ جو تھا تو لٹو ہی بس ساتھ لیور لگا تھا۔ جس کی مدد سے ہوا میں چھوڑو تو فرش پر گر کر پھرتی سے چکرانے لگا تھا۔ ناصر محبت سے تخت پر گاڑی چلانے لگا۔ تاکہ ماہم بھی لطف اندوز ہو سکے۔ صابر کی بھی حس پھڑکی اور اس نے لیور کا رخ ماہم کی طرف کر کے لٹو آزاد کیا۔ لٹو فرش پر گرنے کے بجائے ماہم کی آنکھ پر گرا اور پھر تخت پر گر کر گھومنے لگا۔

ماہم نے تکلیف سے چیخنا شروع کر دیا۔ ریحانہ استری چھوڑ کر آئیں اور ماہم کو اٹھا لیا۔ آنکھ کے اوپر خون کا قطرہ موجود تھا۔ ماہم نے خوف سے آنکھیں بھینچ رکھی تھیں۔ تسلی ہوئی کہ آنکھ محفوظ ہے۔ صابر بے حد شرمندہ ہوا اور ماہم کو پیار کر کے معافی مانگی۔ ماہم کا زخم بھر گیا مگر آنکھ کے اوپر جلد پر نشان رہ گیا۔ جیسے تین پتیوں والا کوئی پھول ہو۔

بورڈنگ جانے کے بعد ماہم کو اکثر یہ منظر یاد آتا۔ اس کی چوتھی سالگرہ بڑے اہتمام سے منائی گئی۔ پڑوسیوں کے بچے کئی تحائف لائے اور ناصر اور صابر نے اپنی جیب خرچ جوڑ کر اسے ایک مہنگی گڑیا لے کر دی۔ ریحانہ نے کئی کپڑے لے کر دیے۔ مگر سب تحفوں پر بھاری وہ تحفہ تھا جو ماہم کی دادی نے بھجوایا تھا۔

"اس کا بورڈنگ اسکول میں داخلہ کروا دیا گیا۔"

اور یوں ماہم سفید وین میں بیٹھ کر بورڈنگ چلی گئی۔ جسے صابر اور ناصر صابن دانی کہہ رہے تھے۔

☼ ☼ ☼

اس کی بند پلکوں پر کسی کی پھونک کی سرسراہٹ ہوئی۔ وہ رات دیر سے سوئی تھی۔ اس لیے پلکیں بہت وزنی ہو رہی تھیں۔ اپنی ہتھیلیوں کی مدد سے آنکھیں مل کر اس نے دیکھا۔ ریحانہ اماں بنا آواز کچھ پڑھ کر پھونک رہی تھیں۔

"السلام علیکم۔" ماہم نے ان کی گود میں سر رکھ دیا۔

"جیتی رہو۔ منہ ہاتھ دھو لو میں بہو کو کہہ کر تمہارا ناشتا بنواتی ہوں۔" منہ ہاتھ دھو کر ماہم صحن میں تخت پر آ گئی۔ صبا نے گرم گرم انڈا پراٹھا اس کے سامنے رکھ دیا۔ ماہم نے ڈٹ کر ناشتا کیا پھر ریحانہ کے کمرے میں پہنچ گئی۔

"اماں! میرے باپ کا نام کیا ہے؟" ہمت کر کے ماہم نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی بیٹا! میں نے کبھی نہیں پوچھا۔ جب انسان وفاداری قبول کر لیتا ہے تو نہ چاہتے ہوئے بھی کتا بن جاتا ہے۔"

ماہم نے چونک کر اماں کو دیکھا۔ ان کے لہجے سے واضح تھا کہ ان کا مقصد تضحیک نہیں تھا۔ وہ تو جیسے ایک حقیقت بیان کر رہی تھیں۔

"اور دادی۔" ماہم کے الفاظ خود اس کے لیے اجنبی تھے۔

"وہ کافی برس پہلے فوت ہو گئی تھیں۔ ان کے بعد حاجی صاحب ہی ذمہ داری سے تمہارے اخراجات دیکھتے تھے۔"

"جب میں انجان تھی تو تنہائی کا دروبے حد تکلیف دہ تھا۔ اب جاننے کے بعد احساس ہو رہا ہے کہ اس انکشاف میں اس سے کہیں زیادہ اذیت ہے کہ میرے رشتے ہیں مگر انہوں نے مجھے ایک ٹیومر کی طرح خود سے الگ کر دیا۔"

"میری بچی! خود کو کیوں ملامت کرتی ہو۔ بدقسمت ہیں وہ لوگ جو تم جیسی پیاری بچی سے محروم ہو گئے۔" اماں نے تسلی دیتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ مگر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ماہم کی شکل پر واضح تھا کہ اس کی کنفیوژن میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔

"بیگم صاحبہ کے تین بیٹے ہیں۔ بڑے کا نام عدنان شاہ ہے۔ اس کی بیگم کا نام سلمیٰ ہے۔ اس کے چار بچے ہیں۔

"دوسرے بیٹے کا نام عادل شاہ ہے۔ اس کی بیگم عالیہ مشہور سوشل ورکر ہے۔ اکثر اخباروں میں تصاویر آتی ہیں۔ غریب عورتوں کے روزگار کے لیے کام کرتی ہے۔ اس کے بھی دو بچے ہیں۔ تیسرے کا نام عباد ہے۔ وہ بہت سلجھا ہوا اور عزت کرنے والا لڑکا تھا۔ ملک سے باہر جاتا تو حاجی صاحب کے لیے بھی تحفہ ضرور لاتا۔"

"وہ بھی شادی شدہ ہیں؟"

"ہاں بیٹا! اس کی بیگم نے بالکل بیگم صاحبہ کے انداز میں گھر سنبھالا ہوا ہے۔ سلیقہ، رعب اور انتظام تینوں ہی خوب پائے ہیں۔ اس کا نام نوشین ہے۔" اماں خاموش ہو گئیں۔

"ان کے گھر کا ایڈریس کیا ہے؟" ماہم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

☼ ☼ ☼

سیاہ آہنی گیٹ کے سامنے کھڑے ہو کر ماہم نے اپنا حوصلہ اس حویلی نما گھر سے زیادہ وسیع پایا۔ آج وہ اس گھر کی دیواریں لرزانے کے ارادے سے آئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں فائل تھی۔ جس میں اس کی تمام دستاویزیں تھیں۔ اس کی فیس سلپ، بینک اکاؤنٹ نمبر، اس کے تمام رزلٹ کارڈ، وہ ہر بات کے لیے تیار تھی۔ اس کے انکشاف کے بعد ممکن تھا، اسے دھکے دے کر نکال دیا جاتا مگر اسے پروا نہیں تھی۔ اس کے دل میں جو آگ لگی تھی، وہ اس کی چنگاری اس گھر میں بسنے والے رشتوں کو لگانا چاہتی تھی۔ وہ بے قصور ہو کر اکیلی کیوں جلے۔ اس نے گھنٹی بجائی تو ایک گارڈ نمودار ہوا۔

"مجھے گھر والوں سے ملنا ہے۔" ماہم نے آمد کا مقصد بتایا۔

"سیدھا جا کر بائیں جانب دروازہ ہے۔" گارڈ نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔

وہ لان سے گزر کر دروازے کے قریب پہنچی تو اس کی ساری ہمت حیرت میں بدل گئی۔ سامنے دو اور لڑکیاں ہاتھوں میں فائل تھامے بیٹھی تھیں۔ وہ دونوں گھبرائی ہوئی تھیں۔ ایک کے ساتھ اس کی ماں بھی تھی، جو بیگ میں سے پانی کی بوتل نکال کر بیٹی کو پلا رہی تھی اور حوصلہ کی تاکید کر رہی تھی۔ ماہم ایک خالی کرسی پر بیٹھ گئی۔ دروازے سے ایک ملازمہ نمودار ہوئی اور پہلی لڑکی کو آنے کا کہا۔ کچھ دیر بعد وہ لڑکی باہر نکلی اور دوسری چلی گئی۔ ماہم نے رات بھر یاد کیا اپنے الفاظ سبق کی طرح دہرائے تھے کہ اسے کیا کہنا ہے۔

"آپ آجائیں۔" ملازمہ نے اسے ادب سے مخاطب کیا۔ کیوں کہ اس کا حلیہ باقی دونوں سے کئی گنا بہتر تھا۔

"میرا نام ماہم نور ہے اور میں بیگم رونق جہاں اور قیصر شاہ کی پوتی ہوں۔" ماہم نے ذہن میں پہلا جملہ دہرایا، جو اسے کہنا تھا اور اجازت لیتے ہوئے کمرے میں داخل ہو گئی۔ سامنے صوفے پر ایک عورت غور سے اس کو دیکھ رہی تھی۔ ماہم نے جھٹکے سے فائل اس کے سامنے ٹیبل پر رکھی۔

"میرا نام ماہم نور ہے۔"

"بیٹھ جاؤ۔" خاتون نے اس کی بات کاٹ دی اور اپنے ہاتھ میں تھامی ڈائری میں ماہم کا نام درج کر لیا۔ ماہم نے پھر بولنے کی کوشش کی مگر وہ فائل دیکھنے لگی۔

"آپ نے مری سے پڑھا ہے؟" حیرت میں اس کے منہ سے انگریزی نکلی تھی۔

"کچھ کشادہ دل لوگوں کا احسان ہے، ورنہ قسمت یتیم خانے میں بھی لے جاتی تو میرا کیا اختیار تھا۔"

"آپ کی تعلیم کافی اچھی ہے۔ اتنے مہنگے اور مشہور اداروں میں پڑھتے ہوئے آپ کو جاب کی ضرورت کیسے پڑ گئی؟" خاتون نے فائل میں کاغذات دیکھ کر کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"جلب۔" ماہم نے دریافت کیا۔

"اور میں کوئی چند گھنٹوں کی ٹیوٹر کی تلاش میں نہیں ہوں۔ مجھے دن بھر کا ٹیچر چاہیے۔ جس سے بچے ٹیبل مینرز لینگویج اسکلز سیکھ سکیں۔ آپ کے گھر والے اجازت دے دیں گے؟"

"اپنا کوئی ہو تا تو ہاسٹل میں دھکے نہ کھا رہی ہوتی۔" ماہم نے انجانے میں نوکری کے لیے ہاں بھرلی تھی۔

"تو آپ ڈینٹسٹ بن رہی ہیں۔ ہاسٹل کی آپ کو ضرورت نہیں رہے گی۔ جہاں تک آپ کی پڑھائی کا تعلق ہے تو وہ اکوموڈیٹ ہو سکتی ہے۔ ہمارے بچے اتنے چھوٹے نہیں ہیں کہ چوبیس گھنٹے نگرانی کی جائے۔" خاتون نے فائل واپس کی۔

"میں یہاں اس لیے نہیں آئی۔ مجھے کسی اور گھر والے سے ملنا ہے۔"

"ابھی آپ کی تقرری نہیں ہوئی۔ نادرہ ٹرالی لے آؤ۔"

خاتون نے ملازمہ کو آواز دی جو لوازمات سے سجی ٹرالی لے آئی۔ ماہم کو خاطر تواضع کی ہرگز توقع نہیں تھی مگر کچھ بھی پلان کے مطابق نہیں ہو رہا تھا۔

"میرا نام نوشین ہے۔ میرے تین بچے ہیں۔ پکڑو۔" خاتون نے ٹرالی کی طرف اشارہ کیا۔

ماہم کو کھانے کی خواہش نہیں تھی مگر اسے گھر کے بارے میں مزید جاننے کا موقع مل رہا تھا اس لیے انکار نہیں کیا۔ ماہم نے پلیٹ نکال کر نوشین کی طرف بڑھائی اور چیزیں پیش کیں پھر اس نے خود پلیٹ لے کر بڑا کا ٹکڑا اٹھا لیا۔ اس سب کے دوران نوشین بغور ماہم کی حرکات دیکھ رہی تھی۔ اس سے ماہم کو اندازہ ہوا کہ اس خاطر کا مقصد تواضع ہرگز نہیں بلکہ یہ انٹرویو کی ایک کڑی ہے۔

"میری بڑی بیٹی ماہین پری کیمبرج میں ہے۔ ذہن کی کافی تیز ہے بلکہ کچھ زیادہ ہی تیز ہے۔ اس کا خیال رکھنا پڑتا ہے کہ اپنی قابلیت صحیح جگہ استعمال کرے۔ پھر بیٹا ہے موحد جو کلاس فائیو میں ہے اور ایک بیٹا معاذ ہے جو ابھی پہلی کلاس میں ہے۔"

ماہم نے بڑا ختم کرکے پلیٹ رکھنا چاہی۔

"آپ پیٹیز بھی لو نا۔" نوشین نے اشارہ کیا۔

ماہم کو پیٹیز کھانے میں ہمیشہ کوفت ہوتی تھی۔ پف پیسٹری کے بے شمار بھورے پلیٹ میں گرتے تھے۔ مگر نوشین نے عقل مندی سے ساتھ چھری بھی رکھوائی تھی۔ کیوں کہ اکثر مہمان آدھا لینے کی خواہش ظاہر کرتے ہیں۔ ماہم نے چھری سے پیٹیز آدھا کیا پھر اس آدھے کے بھی دو ٹکڑے کرلیے تاکہ پلیٹ میں توڑتے وقت آواز نہ ہو پھر وہ دو ٹکڑے اپنی پلیٹ میں ڈال کر آرام سے بیٹھ گئی نوشین کی مسکراہٹ سے اندازہ ہو رہا تھا کہ ماہم نے ٹیسٹ پاس کرلیا ہے۔

"میرے علاوہ وہ عالیہ بھابھی کے بچے بھی آپ کی ذمہ داری ہوں گے۔" اس طرح ماہم اپنا بوریا بستر لے کر اسی گھر میں آگئی۔ جہاں رہائش اس کا حق تھا مگر ماہم کو احساس تھا کہ وہ بھی ایک وقتی پڑاؤ ہے۔ اس گردش کرتی دنیا میں شاید ہی اس کا کوئی مستقل ٹھکانہ ہو۔

"جو گاڑی صبح انعم کو کالج چھوڑتی ہے وہی تمہیں کالج لے جائے گی۔ واپسی کے اوقات صبح ہی ایک دوسرے سے طے کرلیا کرنا مگر دھیان رہے تمہاری پڑھائی تمہارے کام میں حائل نہ ہو۔ بچوں کے کمرے گھر کے اسی حصے میں ہیں۔ گھر کے باقی افراد کی ذاتیات کا خیال کرنا اپنی روٹین کو بچوں کی روٹین کے ساتھ ملالو تاکہ ٹیبل مینرز زبان اور انداز کی بھی تربیت دے سکو۔ اس گھر میں سہولیات کی کمی نہیں اور گھر والوں کے دل میں وسعت بھی ہے مگر مجھے نتائج چاہئیں۔ خاص طور پر عالیہ بھابھی کے بیٹے سفیان کے معاملے میں۔ وہ ہمیشہ سے ہی کم گو ہے۔ اس کے لیے پہلے تین ٹیوٹرز رکھے جاچکے ہیں مگر وہ ان سے بھی بات نہیں کرتا تھا۔" نوشین نے دس منٹ مسلسل بولنے کے بعد سانس لیا اور موضوع بدلا۔

"کچن میں جاکر لنچ کرلو پھر کمرا ترتیب دے کر بچوں سے شام کو مل لینا۔"

"جی میڈم۔" ماہم تیر کی طرح سیدھی کھڑی تھی۔

"تم مجھے آنٹی کہہ سکتی ہو۔" نوشین پہلی بار

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

مسکرائی۔

✡ ✡ ✡

پہلے دن ماہم پر واضح کر دیا گیا تھا کہ گھر کے کون سے حصے گھر کے افراد کے ذاتی استعمال کے ہیں 'جہاں اس کا داخلہ قبول نہیں 'پھر بھی حسب عادت ماہم نظر بچا کر پورے گھر کا معائنہ کر چکی تھی۔ دوسرے کی ذاتیات میں مداخلت نہ کرنے کا اس نے اب تک خاص خیال رکھا تھا۔ جس روز اس سے مداخلت سرزد ہوئی تھی اس روز اسے حدود کے اندر خود بلوایا گیا تھا۔

ڈنر کے بعد اسے عالیہ نے اپنے کمرے میں بلوایا تھا۔ ملاقات کی وجہ بچوں کے اسکول میں ہونے والی پیرنٹس ٹیچر میٹنگ تھی 'جس میں ماہم نہیں جاسکتی تھی۔ وضاحت دینے کی ضرورت نہیں پڑی۔ ادھ کھلے دروازے سے عالیہ نظر آرہی تھی جو صوفے پر سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"آپ کو وہاں جانا چاہیے تھا۔" محتاط لہجے میں شکوہ کیا گیا تھا۔

"میں مصروف تھا۔" عادل کی سرد آواز ماہم کے کانوں میں پڑی۔

"مہینے بعد دو گھنٹے نکالنا اس قدر مشکل نہیں ہوتا۔" عالیہ کا شکوہ برقرار تھا۔

"تم جو چلی گئی تھیں۔" دوسری طرف سرد مہری میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔

"آپ ان کے باپ ہیں' آپ کا فرض بنتا ہے کہ آپ بھی جائیں۔" شکوہ بڑھ رہا تھا اور احتیاط کم ہوتی جارہی تھی۔

"اپنے فرائض مجھے معلوم ہیں۔ ملک کے بہترین اسکول میں پڑھ رہے ہیں۔ آسائشیں ان کے ہاتھوں کا میل ہے۔ فرائض کی فہرست نہ کھلواؤ' ورنہ حقوق کی لسٹ بھی کھل جائے گی۔" لہجے کی سردی اچانک آگ میں تبدیل ہونے لگی تھی۔

"میں آپ کو الزام نہیں دے رہی۔ مگر بچوں کو ہم دونوں کی ضرورت ہے۔ وہ بڑے ہو رہے ہیں۔ ان کی عادتیں کیا ہیں۔ دوست کون ہیں۔ آپ کو سب معلوم ہونا چاہیے۔" اب لہجے میں بے بسی آچکی تھی۔

"روزانہ پانچ گھنٹے کی نیند سو کر سب کی ذمہ داری اٹھانے کے بعد بھی ایسا لگتا ہے زندگی گروی رکھ دی ہو اور اس سب محنت کے بعد انسان یہی سننا چاہتا ہے کہ وہ کتنا لاپروا اور ناکارہ ہے۔" عالیہ بیگم نے سر پکڑ لیا۔

"میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ ہم ایک فیملی کی طرح رہیں۔ اپنی مصروفیت میں بچوں کا نقصان نہ کر بیٹھیں' ہم ایک کمرے میں ساتھ بھی بیٹھے ہوں تو سرنیم کے سوا کچھ یکساں نہیں لگتا۔"

"پچھلے پانچ منٹ میں تم میری کوئی پچاس برائیاں گنوا چکی ہو۔ اس سے تم نے خود ثابت کر دیا کہ میرے ساتھ وقت گزارنے سے بچوں پر کوئی مثبت اثر نہیں پڑے گا۔" آواز دروازے کے نزدیک آرہی تھی۔

عادل نے بات ایسے گھمائی کہ عالیہ بھی سٹپٹا گئیں۔ ان کی ہر بحث ایسے ہی بھنور میں پھنس کر رہ جاتی تھی۔

"میں مڈل کلاس ہاؤس وائف کی طرح بحث نہیں کرنا چاہتی۔ آئی ایم سوری۔ آپ جاننا چاہیں گے ٹیچرز نے کیا رپورٹ دی؟"

"میں تم پر بھروسا کرتا ہوں کہ تم سب سنبھال لوگی۔ تمہیں اس بات پر خوش ہونا چاہیے کہ میں تمہارے فیصلوں پر اعتراض نہیں کرتا اور نہ ہی مداخلت کرتا ہوں۔"

جملہ مکمل کرتے کرتے عادل دروازے کے سامنے آگیا اور ماہم پر نظر پڑی۔ ماہم گھبرا کر دو قدم پیچھے ہوئی۔ عادل کی غصیلی نظر سے ماہم کو خفت اور شرمندگی کا احساس ہوا تھا۔ عالیہ جلدی سے کمرے سے باہر آئی اور احتیاط سے دروازہ بند کر دیا۔

"آپ نے خود بلایا تھا۔" ماہم نے فوراً صفائی پیش کی۔

"ہاں۔ میں نے بلایا تھا۔" شرمندگی عالیہ کو بھی ہوئی تھی۔ اس نے خشک آنکھوں کو ہی رگڑ کر اوسان بحال کیے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"ہاں دراصل آج میٹنگ تھی بچوں کے اسکول میں' ٹیچرز سے ملاقات ہوئی۔" عالیہ اٹک کر کہہ رہی تھی۔

"رزلٹ پہلے سے بہتر ہے۔ سفیان کے ہوم ورک اور ٹیسٹ میں بہتری ہے مگر ٹیچرز کو شکایت ہے کہ وہ گم صم رہتا ہے' کوشش کرو گھر میں بولنے کی گفتگو کرنے کی پریکٹس کراؤ۔"

"جی بہتر۔ میں کوئی موضوع دے دیا کروں گی کہ کم از کم دس جملے بولے وغیرہ۔"

"ہاں ٹھیک رہے گا' ہمیں تھوڑی سی بہتری پر خوش ہونے میں وقت ضائع کرنے کے بجائے آگے بڑھنے کی کوشش کرنی پڑے گی۔"

"میں سمجھ رہی ہوں۔" ماہم کا ذہن اب تک پچھلی گفتگو دہرا رہا تھا۔ اگر اس کی کوئی ہم عمر ہوتی تو وہ آگے بڑھ کر غم بانٹتی' تسلی دیتی' مگر مسز عادل کے سلسلے میں وہ ہمت نہیں کر سکی اور یس میڈم کہہ کر پلٹ گئی۔

ماہم کے دل پر ماضی کی یادوں کی دستک ہونے لگی تھی۔ وہ تو تمہاری تھی' اس لیے جنگل کی گھاس کی طرح خود بڑھی تھی۔ اس گھر کے بچے ماہم کو خود جیسے لگے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی ٹھنڈک کی ایک لہر اس نے اپنے اندر اترتے محسوس کی۔

☼ ☼ ☼

خضر لائبریری میں کتابوں میں گھرا بیٹھا تھا۔ دور گلاس ڈور کے پار ماہم زور زور سے ہاتھ ہلا رہی تھی۔ خضر کی کرسی ترچھی تھی اس لیے توجہ نہ گئی۔ ماہم ہمت کر کے لائبریری کے اندر داخل ہوئی۔

"کارڈ دکھائیں۔" چوڑے چہرے والی لائبریرین نے کہا۔

"کارڈ تو نہیں ہے۔" ماہم نے معصوم شکل بنائی۔

"کارڈ کے بغیر نہیں جا سکتیں۔" عورت نے بے زاری سے کہا۔

خضر فاصلے پر بیٹھا تھا' اس لیے آواز دینا مناسب نہ تھا۔ ماہم افسردہ ہو کر دروازے کی طرف پلٹی۔ آہستگی سے بیگ سے موبائل نکالا اور باقی بیگ زمین کی طرف پلٹ دیا۔ میڈیکل کی موٹی موٹی کتابیں دھڑ دھڑ کی آواز کے ساتھ ایک کے بعد ایک فرش پر گریں اور پرسکون فضا میں ہل چل مچ گئی۔ ہر شخص نے مڑ کر تقاضا کیا۔

"کتنا شور کیوں کر رہی ہیں۔ باہر جائیں۔" عورت غصیلے انداز میں چلائی۔ ماہم بے فکری سے کتابیں اٹھانے لگی تو خضر اس کی مدد کو آ پہنچا۔

"موبائل کیوں آف تھا۔ میں کب سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔" اس سے پہلے خضر تماشا بنانے پر اعتراض کرتا' ماہم نے گلہ کر ڈالا۔

"تم نے مجھے پھر بھی ڈھونڈ نکالا۔ زہے نصیب۔" خضر کی شرارت ہر ملاقات کے ساتھ بڑھتی جا رہی تھی۔ ماہم نے نظر چرا کر فوراً" بات بدلی۔

"یہ لائبریرین غیر شادی شدہ ہونے کے باعث اتنی جلی بھنی رہتی ہے یا ازدواجی زندگی کے مصائب نے خونخوار بنا دیا ہے؟"

"میں خواتین کے بارے میں زیادہ معلومات رکھنے کا عادی نہیں' تم اپنی سناؤ۔"

"بغاوت کچلنا شروع کر دی ہے۔ جلد ہی فتح کے جھنڈے گاڑوں گی۔" وہ بات کرتے کرتے ایک بنچ پر بیٹھ گئے۔ جو درخت کے تنے کو درمیان سے آدھا کاٹ کر بنایا گیا تھا۔ ارد گرد کئی اسٹوڈنٹ گروپ بنا کر بیٹھے تھے۔ بے فکری کا یہ عالم دیکھ کر ماہم چند لمحے خیالوں میں کھو گئی۔

"کس سوچ میں پڑ گئی ہو۔" خضر نے اس کے خیالوں کا تسلسل توڑنے کے لیے چٹکی بجائی۔

"کچھ خاص نہیں۔ بس ایک بے چینی ساتھ نہیں چھوڑتی۔" خضر ہمیشہ خاموش ہو کر پوری توجہ سے اس بات سنتا تھا۔

"میں سمجھتی تھی' اس گھر میں جا کر مجھے میرے سوالوں کے جواب مل جائیں گے' لیکن جتنی کنفیوز میں ہوئی ہوں' اس سے مجھے خوف آتا ہے۔ بنا سوچے سمجھے میں قدم اٹھا چکی تو احساس ہوا کہ میں کسی منزل کی طالب نہیں ہوں۔" ماہم اپنی زبان سے ادا ہوئے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

الفاظ کا مطلب خود بھی نہیں سمجھ پا رہی تھی۔ اس نے سوالیہ نظروں سے خضر کو دیکھا جیسے اسے یقین ہو کہ وہ اسے سمجھا سکتا ہے۔

"جو چیز یک طرفہ محبت سے زیادہ تکلیف دہ ہے وہ یک طرفہ نفرت ہے۔ محبت کے غم میں کم از کم لذت تو ہوتی ہے۔ نفرت تو اس سے بھی محروم رکھتی ہے۔" خضر نے دبے لفظوں میں سمجھایا۔

"میرے نزدیک سب سے تکلیف دہ ادھوری معلومات ہے۔ یہ چبھتے سوالوں کی جلن دوگنی کر دیتی ہے۔"

"جو جانتی ہو وہ جان کر بے سکون ہو رہی ہو۔ اس بات کی کیا یقین دہانی ہے کہ مکمل حقائق جان کر تمہیں سکون مل جائے گا؟"

"ایسا لگتا ہے میں کچھ بھی نہیں جانتی۔ سانپ سیڑھی کے کھیل میں ہر دو قدم بعد ڈس لی جاتی ہوں اور پھر سے ابتدا پر آکھڑی ہوتی ہوں۔" ماہم کا انداز غصیلا ہو تا جا رہا تھا۔

"ایسا نہیں ہے سب سے بڑی حقیقت تم جانتی ہو۔"

"کیا۔" ماہم نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"یہ کہ تم ان بچوں کی ٹیچر ہو۔ استاد شاگرد کا یہ مقدس رشتہ کسی بدلے کی بھینٹ نہیں چڑھنا چاہیے۔" خضر نے نرم لہجے میں سمجھایا۔

"تم جانتے ہو میں نے یہ جاب اس نیت سے نہیں کی۔" ماہم کی ضد ڈھیل پڑ گئی۔

"لیکن بچے یہ نہیں جانتے۔ انہوں نے تم میں ہمیشہ اپنی ٹیچر ہی دیکھی ہے۔ اب اس تعلق کو رسوا مت کرو۔ سب کچھ بھول کر ایک بار صرف اس رشتے پر توجہ دو۔ ایک اچھی استاد بنو۔"

"تم اتنے اچھے کیسے ہو؟" ماہم کی نظر میں ستائش کے علاوہ کئی گہرے جذبات تھے۔

"اچھے لوگوں کی صحبت میں رہتا ہوں۔" خضر کو آنکھیں پڑھنا خوب آتا تھا۔ چند لمحوں کے لیے ماہم نے نظریں ہٹالیں اور گھاس کو دیکھنے لگی مگر خضر کی نظر اسی پر قائم تھی۔ وہ صحیح تو کہہ رہا تھا مگر کیا ماہم کے پاس اتنا ظرف تھا۔

"تم بہت قابل ہو تم آگے کیا کرنا چاہتے ہو۔" ماہم اس کی زندگی میں دلچسپی لینے لگی تھی۔

"میں بس اپنی تعلیم کا حق ادا کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے ادھورا جواب دیا۔

"کامیابی بس دو قدم ہی دور ہے۔ ایک قدم یونیورسٹی سے بڑی سی ڈگری لے کر نکلو دوسرا ایک شاندار ایئر کنڈیشنڈ آفس میں ہوگا۔" خضر نے غور سے ماہم کو دیکھا اور تعین کیا کہ اسے اپنے خواب کا حصہ دار بنانا چاہیے یا نہیں۔

"کچھ غلط کہا؟" ماہم نے اس کی نظر کی تحریر پڑھی۔

"میں ایک ایسا ادارہ بنانا چاہتا ہوں جہاں ہنر بھی ایک مضمون کی طرح پڑھایا جائے۔ اس کی باقاعدہ کلاس ہو اور بچوں کی بنائی اشیا فروخت کر کے بچوں کی فیس کا خرچہ اور ان کا جیب خرچ بھی نکل آئے۔" خضر کی بات پر ماہم کے چہرے پر رونق آگئی۔

"میں نے پیسے اور پڑھائی میں بہت خواری دیکھی ہے۔ دونوں چیزیں یکجا کر کے ایک ہی چھت کے نیچے مہیا کرنا میرا خواب بن گیا ہے۔" خضر کے ارادے کی پختگی لہجے میں نمایاں تھی۔

"چمکتی گاڑی، باوردی ملازم اور ٹھنڈا آفس بہت جاذبیت رکھتے ہیں۔ کہیں تمہیں تمہارا مقصد بھلانے پر مجبور نہ کر دیں۔"

"حقیقی رشتے بھی بہت جاذبیت رکھتے ہیں۔ کہیں وہ مل جانے کے بعد تمہیں مجبور نہ کر دیں کہ مجھے بھلا دو۔" بے خیالی میں خضر کے منہ سے خدشہ نکلا۔

☼ ☼ ☼

اسکول سے واپسی پر وہ بچوں کو لے کر آئس کریم پارلر رک گئی۔ ہر بچے نے اپنی پسند کی آئس کریم کون میں ڈلوائی اور کھانے لگے۔ ذیشان نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جدا بنانے کی روایت قائم رکھی اور ایک ٹیڑھا سا آرڈر دیا جس کی تیاری میں وقت درکار تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"آج آپ نے اسکول میں کچھ بولا؟" ماہم نے سفیان سے پوچھا۔

"میرے پیٹ میں ایک بکسا ہے، جب بھی میں بولنا چاہتا ہوں وہ بکسا زور زور سے ہلتا ہے اور سارے لفظ اس میں پھنس جاتے ہیں۔" سفیان نے معصومیت سے صفائی دی۔

"معاذ میرے یونیفارم پر آئس کریم نہ گراؤ۔" ذیشان نے ڈانٹا۔

"غلطی ہو گئی۔" معاذ نے معذرت کی۔

غلطی سیکھنے کے عمل کا لازمی جزو ہے، جو غلطی سے گھبراتا ہے وہ کبھی سیکھ نہیں پاتا۔ سفیان کا مسئلہ بھی ایسا ہی تھا۔ شکست کے ڈر سے کھیل سے ہی منہ موڑ لینا سب سے بڑی شکست تھی۔

"تو کیا ہوا۔ یہ لو میں نے بھی گرا دی۔" ماہم نے اپنے دامن پر آئس کریم کا چھینٹا گرا کر ایک نئے کھیل کا آغاز کر دیا۔ وہ سفیان کو سکھانا چاہتی تھی کہ ہر وقت اپنی کڑی جانچ نہیں کرنی چاہیے۔ گندا ہونا یا غلط ہونا زندگی کا حصہ ہے۔ اس کھیل میں ساروں کے ہی کپڑے مختلف آئس کریموں سے رنگین ہو گئے ہنستے مسکراتے وہ گھر پہنچے تو نوشین دیر ہونے پر بے چین لاؤنج میں ٹہل رہی تھی۔ وہ پچھلے تین ہفتوں سے اپنے شوہر کے ساتھ دوسرے شہر گئی ہوئی تھی۔

اچانک پہنچ کر ماہم کو ایک کمزور لمحے میں پکڑا تھا۔

"نادرہ فوراً ادھر آؤ۔" مالکن کی آواز پر نادرہ دوڑتی ہوئی آئی۔

"بچوں کے کپڑے بدلواؤ اور فوراً دھو دو کہیں داغ نہ پکے ہو جائیں۔" وہ حکم نادرہ کو دے رہی تھی مگر اپنی شعلہ بار نظریں ماہم پر مرکوز کر رکھی تھیں۔ ماہم شرمندگی سے گڑی جا رہی تھی۔

"دراصل یہ سفیان کے علاج کے لیے اہم تھا۔" اس نے ہمت کر کے کہہ ہی ڈالا۔

"علاج؟ وہ شرمیلا ہے مگر خدانخواستہ بیمار نہیں ہے۔ یہ کس قسم کا طریقہ ہے۔"

"بیماری جسم کی نہیں ذہن کی بھی ہوتی ہے۔ تھکاوٹ جسم کو ہو سکتی ہے تو ذہن بھی اس کے زیر اثر آ سکتا ہے۔ سفیان ذہنی بیماری کا شکار ہے۔" ماہم اپنی عمر سے بڑا کام کرنے جا رہی تھی۔

"بیٹھو اور تفصیل سے بتاؤ۔"

"اس بیماری کو منتخب گونگا پن کہتے ہیں۔ بعض بچے کچھ جگہوں پر بالکل نارمل انداز میں کھیلتے اور بولتے ہیں جیسے گھر، مگر کچھ جگہوں پر لاکھ کوشش کے باوجود بول نہیں پاتے جیسے اسکول۔ یہ اسکول کے ابتدائی سالوں میں واضح ہو جاتی ہے مگر سفیان کو ہمیشہ ذیشان کا ساتھ میسر رہا، اس لیے اس کی اوٹ میں یہ بیماری پوشیدہ رہ گئی۔" ماہم اس پر تفصیل سے تحقیق کر چکی تھی۔

"یہ شدید دباؤ کے باعث ہوتا ہے۔ خوش قسمتی سے دماغ کا نقص نہیں اس لیے علاج ایک طرح سے ذہنی ایکسرسائز کا مجموعہ ہوتا ہے۔" ماہم نے عالیہ کو پریشان دیکھ کر مزید وضاحت کی۔

"اسے سائیکاٹرسٹ کو دکھاتے ہیں۔" عالیہ نے کہا۔

☼ ☼ ☼

"یہ غیر معمولی بیماری ہے اس لیے اکثر اس کو شرم، بے چینی یا ڈھٹائی بھی سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے کم از کم پورا ایک مہینہ اس کی علامات جاری رہنے پر ہی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔" ڈاکٹر کے سر پر آدھے بال اور آنکھوں پر دگنا چشمہ موجود تھا۔

"اس کی وجہ کیا ہے؟" عالیہ نے سوال کیا جبکہ ماہم ساتھ والی کرسی پر خاموشی سے بیٹھی تھی۔

"تحقیقات بہت واضح نہیں ہیں۔ کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ اکثر مائیں اوور پروٹیکٹو ہوتی ہیں جس سے بچے کی شخصیت کی مناسب نشوونما نہیں ہو پاتی اور وہ ماں پر ضرورت سے زیادہ منحصر ہونے لگتا ہے۔"

"ہمارے معاملے میں ایسا نہیں۔ میں ایک ورکنگ وومن ہوں۔" عالیہ نے اس الزام سے خود کو بری کروایا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"بعض اوقات والدین میں سے کوئی اینزائٹی کا شکار ہوتا ہے۔ تب بھی بچے میں اثرات منتقل ہو جاتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ دماغ کا جو حصہ انسان کو خطرے سے آگاہ کرتا ہے وہ زیادہ پرجوش ہوتا ہے۔ اس لیے ہر خطرے کو نمایاں کرکے دکھاتا ہے۔ اس سے بچہ فائٹ اور فلائٹ کا شکار ہو جاتا ہے اور وہ لڑنے پر دوڑنے کو ترجیح دیتا ہے۔ آپ کے بچے کو بولنے میں کوئی دشواری ہے؟" عالیہ ذہن پر زور دینے لگی۔

"R نہیں بول پاتا" اس کی جگہ L بولتا ہے' لیکن یہ بھی کبھار ہوتا ہے۔" ماہم نے اس بار پھر سبقت لی۔

"یعنی اگر وہ بولنا چاہے بھی تو زبان کی یہ کمزوری اس کو شرمندہ کروا دیتی ہے۔ اس لیے وہ یکسر بولنا ترک کر دیتا ہے۔ ہو سکتا ہے اسکول میں دوسرے بچے اس کا مذاق بھی اڑاتے ہوں۔" ڈاکٹر کی بات پر دونوں خواتین نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ایک بار بیماری کی تصدیق ہو جائے تو فوراً" علاج کی طرف بڑھنا چاہیے۔ آخری سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ کیا بچپن میں سفیان نے پیچیدہ حالات دیکھے ہیں۔ کوئی معمولی صدمہ بھی چھوٹے بچے کے ذہن پر بڑا اثر چھوڑ جاتا ہے۔" ڈاکٹر کے ساتھ ماہم بھی منتظر نظروں سے عالیہ کو دیکھنے لگی۔

عالیہ نے اپنی گود میں رکھے اپنے دونوں ہاتھوں کو سختی سے بھینچا۔

"جاننا اس لیے بھی ضروری ہے کیوں کہ یقیناً" وہ خوف اب بھی اس کے اندر موجود ہے۔" ڈاکٹر کا پیشہ ہی خاموشی جانچتا تھا۔

"میرے شوہر اور مجھ میں کوئی قابل ذکر ذہنی ہم آہنگی نہیں تھی مگر ابتدا میں زندگی خوش گوار تھی۔ ہمارے رشتے میں واضح اختلافات سفیان کی پیدائش پر شروع ہو گئے۔ سفیان نے بچپن میں ہی ماں باپ کی تلخ کلامی دیکھی ہے۔"

"کیا تلخی کی وجہ سفیان خود تھا؟" ڈاکٹر نے کاغذ پر اہم نکات لکھے۔

"جی نہیں۔ میرے شوہر چاہتے تھے کہ میں کام کروں۔ ان کو گھر میں رہنے والی عورتیں پسند نہیں ہیں۔ میں نے کام شروع کیا' لیکن دوسرے بچے کی وجہ سے اسے روکنا پڑا۔ میرے شوہر کی اور میری اکثر تکرار ہوتی تھی۔ تب تک سفیان بولنے لگا تھا' میں نے سفیان کو تلقین کی تھی کہ وہ گھر کے کی باتیں باہر نہ کرے۔"

ڈاکٹر نے ہاتھ ہلا کر مزید بولنے سے منع کر دیا۔ اس کو اپنے سوال کا جواب مل گیا تھا۔ یعنی یہ ماں کی تاکید تھی' جو اس بچے نے نادانستہ اپنی فطرت میں شامل کر لی تھی۔

کیس اسٹڈی مکمل کرکے ڈاکٹر نے سفیان کا تفصیلی معائنہ کیا۔

* * *

خضر لاہور واپس گیا تو ماہم سے ملنے فوراً" چلا آیا تھا۔ وہ سیالکوٹ سے ایک تحفہ لایا تھا' اس لیے ماہم سے ملنے میں تاخیر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ گارڈ نے اسے لان میں بٹھایا اور اندر اطلاع دی۔ خضر کرسیوں کے گرد ٹہلنے لگا۔ تالیوں کا شور بلند ہوا تو خضر نے کھڑکی کے ادھ کھلے پردے سے کیک کٹنے کا محدود منظر دیکھا۔ عدنان شاہ کی شادی کی سالگرہ پر سفیان کے کلاس میں نظم سنانے کو یہ سیلیبریٹ کیا جا رہا تھا۔ جس کا کریڈٹ بلا جھجک سب نے ماہم کو دے دیا تھا۔ ماہم کو سب سے پہلے کیک کھلایا گیا پھر ہاتھوں نے اپنی اپنی پلیٹیں تھامیں۔ عدنان صاحب نے بڑھ کر سہارا دیا تو خضر کو لگا جیسے ماہم نے اپنی پہچان پالی ہو۔ ماہم کی دنیا مکمل ہو گئی تھی۔ اسے اب کسی خضر راہ کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ خضر نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

"ماہم بی بی! آپ سے کوئی ملنے آیا ہے۔" نادرہ نے اطلاع دی۔ ماہم خود وہاں سے جانا چاہتی تھی' اس لیے فوراً" باہر نکلی مگر وہاں کوئی موجود نہ تھا۔ لان خالی تھی۔ ماہم اندھیرے کو ٹٹول کر اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ بستر پر بیٹھے شخص کو دیکھ کر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ایک لمحے کے لیے ماہم کو کوفت ہوئی۔ کچھ دیر پہلے عالیہ ماہم کا شکریہ کرکے اشکبار ہوگئی تھی۔ لب ان کے میاں رونے کو تیار تھے۔ اپنے سے دوگنی عمر کے لوگوں کی دلجوئی کرکے وہ تھک گئی تھی۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹا کر اپنے آنے کی اطلاع دی۔

عادل قیصر شاہ نے چونک کر سر اٹھایا اور اسے دیکھتے ہوئے میکانکی انداز میں کھڑا ہوگیا۔ ماہم نے کوفت سے دو قدم اندر بڑھائے اور عادل شاہ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ اسے عادل شاہ کے اس طرح مسلسل دیکھنے سے کوفت ہو رہی تھی۔

"کوئی کام تھا آپ کو؟" ناچار ماہم کو ہی کہنا پڑا۔

"ہاں۔ وہ۔" عادل شاہ تھوڑا سا آگے بڑھا تو اس کے الفاظ کے ساتھ اس کے قدم بھی لڑکھڑا گئے۔

"ماہم۔ میں۔ تم۔" ماہم نے واضح طور پر اس کی آنکھیں بھیگتی دیکھیں اور پھر بالکل اچانک ہی عادل شاہ نے آگے بڑھ کر اسے سینے سے بھینچ لیا۔

"میری بچی۔ میری ماہم۔ میری اینش۔"

اور ماہم جو اس اچانک افتاد پر بوکھلا گئی تھی۔ عادل کی بات سن کر ایک لمحے کو جیسے ساکت سی ہوگئی۔ اس نے جھٹکے سے عادل شاہ کو پیچھے دھکیلا۔ برستی آنکھیں لرزتے ہونٹ۔ وقت نے آدمی کو کافی باوقار اور رعب دار بنا دیا تھا۔ آنکھوں کے گرد ہلکی ہلکی سلوٹیں اور سر میں اکا دکا سفید بال اس کے چہرے کی جاذبیت کو مزید بڑھا رہے تھے۔ ماہم کے اندر ایک طوفان برپا ہوگیا۔ اس نے ڈریسنگ ٹیبل پر موجود ہر چیز فرش پر دے ماری۔ پرفیوم کی بوتلیں فرش پر گر کر کرچی کرچی ہوئیں تو ذہن کو چکرا دینے والی تیز خوشبوئیں پورے کمرے میں پھیل گئیں۔ وہ شیلف سے موٹی موٹی کتابیں زمین پر پٹخنے لگی۔ اس کے پاؤں میں کانچ چبھ رہے تھے۔

"بیٹا۔ خود کو تکلیف مت دو۔ تم۔ تم میری اذیت کا اندازہ نہیں لگا سکتیں۔"

"تو کیا آپ میری مشکلات کا اندازہ لگا سکتے ہیں؟"

جواباً وہ زور سے چیخی۔

"مجھے بتایا گیا تھا کہ تمہیں۔ کہ تم مر گئی تھیں۔ تمہاری کنڈیشن اچھی نہیں تھی۔ تم زندہ نہیں رہ سکیں۔" عادل نے اس کے ہاتھ پکڑ لیے۔ "میرا قصور صرف اتنا ہے کہ میں نے آنکھ بند کرکے اپنی ماں پر یقین کرلیا۔ شاید وہ جانتی تھیں کہ تمہاری موجودگی میں میں دوسری شادی کرکے تم پر سوتیلی ماں مسلط نہیں کروں گا۔"

"کاش۔ مر ہی گئی ہوتی۔" وہ ڈھیلی پڑ گئی۔ اس کی سانسیں ناہموار ہو رہی تھیں۔

"ایسا نہ کہو۔ اب ایسا نہ کہو پلیز۔" عادل نے تڑپ کر کہا۔ ماہم نے زخمی نظروں سے اسے دیکھا۔

"غلط ہوا۔ بہت غلط ہوا مگر سوچو۔ اس طرح تم کتنی مشکلات سے بچ گئیں۔ یہاں رہتیں تو پل پل اپنے وجود کی وضاحت کرنی پڑتی۔"

"وہ ایک ایک پل میں نے اپنے وجود کو تلاش کرنے میں' اپنی پہچان کے تعاقب میں گزارا ہے۔ وقت تو پھر بھی مجھ پر مہربان نہیں رہا۔" وہ سسک اٹھی۔

"تم نے اپنی پہچان خود بنائی ہے۔ میرے زیر سایہ شاید یہ اتنی نہ نکھر پاتی۔" عادل رو پڑا۔ ماہم شکستہ نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔ عادل کو اس کی نظروں میں اپنے لیے کوئی گنجائش کوئی رحم نہیں نظر آرہا تھا۔

"ایک بار میری بات سن لو۔" عادل نے التجائیہ کہا۔

"اب ایسا کیا کہہ سکتے ہیں آپ جو میری محرومیوں کا ازالہ کردے۔" ماہم نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"تمہاری ماں کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں۔"

"ماں؟" ماہم کو ایک اور اجنبی احساس نے گھیر لیا۔

☼ ☼ ☼

عادل نے آہستگی سے اینش کے چہرے سے بال ہٹائے۔ اینش گہری نیند سو رہی تھی۔

"صبح کی روشنی میں فوٹو گرافی اچھی ہوتی ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

عادل نے انفش کی کہی بات دہرائی۔

"تو تم پکڑو کیمرا اور تصویر کھینچو اس تاریخی دن کی' جب پہلی بار تم مجھ سے پہلے بیدار ہو گئے۔" انفش نے کروٹ بدل کر بند آنکھوں سے جواب دیا۔

"چلو اٹھو۔ آج صبح صبح ڈرائیو پر نکلتے ہیں۔ پہلے کی طرح سارا دن باہر گزاریں گے۔"

"آج نہیں۔ جی بوجھل ہو رہا ہے۔" انفش نے سستی سے کہا۔

وہ اکثر چھٹی والے دن بنا پلان کے نکل کھڑے ہوتے تھے۔ ان کا بس ایک اصول تھا کہ انکار نہیں کرنا۔ پھر جب بھکاری پیسے مانگتا تو دینے پڑتے اور کوئی پوسٹر کسی فلم کی تشہیر کرتے ہوئے دیکھنے کو کہتا تو وہ بھی دیکھتے۔ پورا دن سیر سپاٹے کرتے تھے۔ مگر اب انفش کی ایڈونچر کی حس بھی اس کی طرح بے وقت اور بستر وقت آ دھمکتی رہتی تھی۔

"ابھی بچے کی کیا جلدی تھی۔" عادل نے کوفت سے کہا۔

"ہاں ابھی تو تمہارے کھیلنے کودنے کے دن تھے۔" انفش نے چادر منہ پر ڈال لی۔ عادل نے رخ بدل کر اخبار اٹھا لیا۔

عادل نے انفش کی ضد کے آگے ہتھیار ڈال دیے تھے مگر وہ دل سے قائل نہیں ہوا تھا اور بچے کا فیصلہ جلد بازی سمجھتا تھا۔ اس نے بحث پر مزید وقت ضائع نہیں کیا۔ جس طرح انفش کی حالت تھی' اسے پورا یقین تھا کہ وہ اپنا فیصلہ بدل دے گی۔ چند ہفتوں میں انفش کی طبیعت بہتر ہونے لگی تو وہ پھر سے پہلے والے معمولات پر آ گئی۔ کیمرا لے کر نکل کھڑے ہوتا اور شام ڈھلے گھر واپس آتا۔

"آدی! ہمارے بچے کا مذہب کیا ہو گا؟" انفش نے ایک شام سنجیدگی سے پوچھا۔

"ان فکروں میں مت پڑو۔ ابھی وقت نہیں ہے۔" عادل نے خود بھی یہ بات نہیں سوچی تھی۔ وہ انفش کی تجسس کی عادت سے واقف تھا۔ اس

پیارے بچوں کے لئے

قصص الانبیاء

تمام انبیاء علیہ السلام کے بارے میں مشتمل
ایک ایسی خوبصورت کتاب جو آپ
اپنے بچوں کو پڑھانا چاہتے ہیں۔

ہر کتاب کے ساتھ حضرت محمد ﷺ
کا شجرہ مفت حاصل کریں۔

قیمت -/300 روپے

بذریعہ ڈاک منگوانے پر ڈاک خرچ -/50 روپے

بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37 اردو بازار، کراچی۔ فون 32216361

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

نے ایک دوبار انیش کو کسی مذہبی کتاب کا مطالعہ کرتے بھی دیکھا۔ یقیناً" اس نے کوئی راہ سوچ لی تھی' جو دوبارہ یہ بحث نہیں چھیڑی۔

چند مہینے گزر گئے تو واپسی کی کوئی راہ نہ رہی اور عادل نے بھی آنے والی تبدیلی کو قبول کرلیا تھا۔

اور اس دن۔۔۔ عادل ٹی وی دیکھتے ہوئے صوفے پر الٹا سو گیا تھا۔ انیش کیمرا لے آئی اور تصویر اتارنے لگی۔

"یہ میرے بالوں کی اتنی خوبصورت تصویر کیا کرنی ہے؟" عادل نے جھلا کر پوچھا۔

"بچے کا روم سیٹ کروں گی تو ایک دیوار آپ کی ہر طرح کی تصویروں سے بھروں گی تاکہ جب آپ آفس جائیں تو وہ اداس نہ ہو۔" انیش ان دنوں چہکنے لگی تھی۔

"دوسری دیوار پر اگر تم اپنی تصویر لگانے کا سوچ رہی ہو تو میرا خیال ہے ایک ہی تصویر بہت ہوگی۔" عادل نے اس کے موٹاپے پر چوٹ کی۔

"میں اس سے دور کب جاؤں گی' سائے کی طرح چمٹی رہوں گی۔ سامنے کی دیوار پر جہاں سورج کی روشنی پڑتی ہے' وہاں میں طلوع آفتاب کی تصویر لگاؤں گی تاکہ صبح کی پہلی روشنی کے ساتھ یہ لگے جیسے سورج کمرے میں طلوع ہو رہا ہے۔" انیش نے اپنا پلان بتایا۔

اور اگلی صبح اس نے سورج سے ریس لگائی تھی اور اس سے پہلے جاگنے میں کامیاب ہوگئی تھی۔ وہ نائٹ سوٹ میں ہی چھت پر چلی گئی تھی' ٹرائی پوڈ سیٹ کرکے وہ سورج کے طلوع ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ سورج کی پہلی جھلک سے پہلے ہی انیش نے تصاویر اتارنا شروع کردی تھیں۔ ایک پرفیکٹ تصویر کے انتظار میں اس نے کئی رول صرف کرلیے۔ جب وہ اپنی کارکردگی سے مطمئن ہوگئی تو گنگناتے ہوئے کیمرا اور ٹرائی پوڈ سمیٹنے لگی۔ قسمت کو اس کی خوشی پر اعتراض نہیں تھا مگر وہ ایک گستاخی کر بیٹھی تھی اس نے سورج

کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ لیا۔ اس نے ایک قدم پیچھے کیا تو ٹرائی پوڈ سے ٹکرا کر نیچے لڑھکنے لگی۔ ایک ذرا سی غلطی کی سزا میں وہ چھت سے زمین پر پٹخ دی گئی تھی۔

اسپتال پہنچنے تک بہت خون ضائع ہوچکا تھا۔ فوراً" آپریشن کرکے بچی کو زندہ نکال لیا گیا تھا مگر پری میچور ہونے کی وجہ سے انکیوبیٹر میں رکھا گیا تھا۔ انیش کی حالت سنبھلنے کا انتظار ہو رہا تھا تاکہ اس کی ضروری سرجری ہوسکے۔ ڈاکٹر پریشان حال آدمی کے پاس آتے اور مشکل الفاظ میں پیچیدہ ممکنات بیان کرتے رہتے۔ وہ یونہی بے حال نرسری اور آئی سی یو کے درمیان ٹہلتا رہا' مگر دونوں میں ہی قدم رکھنے کی ہمت نہیں کرپایا۔

اگلے روز انیش کی سرجری ہو رہی تھی تو عادل باہر بیٹھا اپنے باپ کو یاد کر رہا تھا۔ وہ اس کے لیے دوستوں سے بڑھ کر اور بہترین استاد تھے۔ وہ اکثر لمبی چھٹیوں پر جاتے۔ عادل بھی نوجوانی میں اکثر ان کے ساتھ جانے لگا تھا۔ وہ ان کے ساتھ جب یورپ کے ٹور پر تھا' تب ان کی موت ہوئی تھی۔ انجان شہر' انجان زبان نے عادل کے ہاتھ پاؤں پھلا دیے تھے۔ آج بھی وہ اسی طرح بوکھلایا ہوا تھا۔

"آئی ایم سوری۔ وہ دوران سرجری ہی چل بسیں۔" ڈاکٹر نے کچھ جانی پہچانی بات کی تھی۔

"مجھے رشتے کیوں راس نہیں آتے۔" عادل نے اپنے دل سے سوال کیا۔ جس سے محبت کا رشتہ قائم کرتا ہوں۔ وہ چند قدموں بعد ہی کیوں منہ موڑ جاتا ہے۔ اس نے باپ کے جنازے کو کندھا دیا تھا تو تکلیف سے تڑپ کر سوچا تھا اب دل نہیں لگائے گا مگر پھر ہار بیٹھا۔ اب وہ کہاں سے انیش کو مٹی میں دفنانے کی ہمت لاتا۔ وہ خود کو قصوروار سمجھنے لگا۔ حنت ملامت کرنے لگا جیسے اس میں کوئی خاص نقص ہو۔ جس کو چھوتا ہے مٹی کردیتا ہے۔ وہ اسپتال میں تھا اور کسی کے پاس اس کے مرض کا علاج نہیں تھا۔

وہ انیش کے پاس گیا تو موت نے اس کا سانولا چہرہ

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

سفید کردیا تھا۔ عادل کو اسے بے سدھ اور سرد دیکھنے کی عادت نہیں تھی۔ اس نے اس سے باتیں شروع کردیں۔ وعدے یاد دلائے' اکسایا کہ کاش وہ بول پڑے۔ مگر ایسا کچھ نہ ہوا تو وہ خود بھی ٹوٹ گیا۔ وہ بچی کو اینش کی موت کا قصور وار نہیں سمجھتا تھا۔ مگر اس میں اپنا دل تیسری بار داؤ پر لگانے کی ہمت نہ تھی۔ اس کو لگا کہ وہ بچی سے دور ہی رہے تو بہتر ہے۔ وہ اپنی نحوست سے اس ننھے وجود کو بچانا چاہتا تھا۔ اس نے ماہم کو دور سے دیکھا تو نرسوں میں جکڑی بلکتی ہوئی نحیف سی ماہم سے اسے خوف آیا تھا۔ وہ خود کو اس قابل نہیں سمجھتا تھا کہ ایک نیا رشتہ جوڑ سکے اس لیے پلٹ آیا۔ بچی کی ذمہ داری اپنی ماں کو دے کر وہ کچھ سالوں کے لیے باہر چلا گیا۔ پھر رونق جہاں کے انتقال کے بعد واپس آیا۔ چھوٹے بھائی کے بھی بچے ہو چکے تھے۔ جس کی شادی رونق جہاں نے آوی کے گھر چھوڑنے کے بعد نوشین سے کردی تھی۔ اسی کا کارڈ اسے اپنی سالگرہ کے دن موصول ہوا تھا۔

عالیہ کا انتخاب نوشین نے کیا تھا۔ وہ بہت امیر نہیں تھی مگر کھاتے پیتے گھر کی پڑھی لکھی اور سلجھی ہوئی لڑکی تھی۔ ابتدا میں عادل مطمئن تھا مگر جلد ہی عالیہ کے ساتھ نے اسے بے چین کردیا۔ وہ عالیہ میں اینش تلاش کرتا رہتا تھا۔ اس نے عالیہ کو گھریلو عادات پر ٹوکنا شروع کردیا۔ نتیجتاً" عالیہ نے گھر سے باہر قدم نکال لیے۔ پھر وہ اینش تو نہ بن سکی مگر عالیہ بھی نہیں رہی اور دونوں کے رشتے میں مزید کھچاؤ آنے لگا۔

اس دن اسکول کی میٹنگ سے آکر بہت عرصے بعد دونوں میں تکرار ہوئی۔ عادل جان چھڑانے کے انداز میں بات گھما رہا تھا تو اسے احساس ہوا کمرے کا دروازہ کھلا رہ گیا تھا۔ اس نے بڑھ کر دروازہ بند کرنا چاہا تو کھڑے کھڑے ہی جم گیا۔ باہر بوکھلائی ہوئی اینش کھڑی تھی۔ اینش کی صورت ویسے ہی اس کی آنکھوں کے سامنے گزرتی رہتی تھی مگر اتنی واضح بھی نہ تھی۔ عادل نے غور کیا' وہ اینش سے کچھ مختلف تھی۔ اس کا جسم اینش جیسا بے حد دبلا نہیں تھا اور اس کا رنگ سفید تھا۔ اس وقت عالیہ نے بڑھ کر دروازہ بند کرلیا اور عادل سکتے کی حالت میں کھڑا رہ گیا۔ ماہم۔۔۔ اینش کا ہی دوسرا روپ تھی۔ ماہم کو دیکھ کر اینش کی یاد شدت پکڑنے لگی تھی اور وہ دھیرے دھیرے اپنی خول سے نکلنے لگا۔ فرق اتنا تھا کہ ماہم کی موجودگی سے اب اینش کی یاد کی چبھن ختم ہو رہی تھی۔ اب وہ اسے ایک تروتازہ ہوا کے جھونکے کی مانند یاد آتی۔ اس کا خیال سلگا دینے والی آگ سے بدل کر ایک روشنی پھیلانے والے چراغ کا روپ اختیار کر گئی تھی۔ اس لیے عالیہ اور بچوں کا ساتھ بھی بھلا لگنے لگا تھا۔ اس رشتے کی مضبوطی کو ابھی دیر نہیں ہوئی تھی اس نے بچوں کو آئس کریم کھلانے کی ہامی بھری اور راستے میں جب حاجی صاحب کے گھر ماہم کو ڈراپ کیا تو سب حقیقت آشکار ہو گئی۔

شرمندگی نے اسے ہر طرف سے گھیر لیا۔ وہ یہ کیا کر بیٹھا تھا۔ چند فون کالز کیں' ریکارڈ چیک کیا' ماہم کے سرٹیفکیٹ دیکھے تو چند گھنٹوں میں ثابت ہو گیا کہ ماہم اس کا خون ہے۔ اینش کا خیال اسے شرمندہ کرنے لگا تھا۔ وہ اس کی امانت کی حفاظت نہ کرسکا تھا اور دوسروں کے سپرد کردیا تھا۔ اس کا وقتی کتھارسس نے اپنا

خواتین ڈائجسٹ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

آپ تبدیل کر کے کیا۔ وہ گھر میں وقت دینے لگا تھا۔ سفیان کی حالت میں سدھار لانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ عالیہ کو دل سے سپورٹ کر رہا تھا کہ اپنی این جی او کی مصروفیات ترک کر کے گھر کی طرف توجہ دے۔ ساتھ ساتھ وہ ہمت جمع کر رہا تھا کہ ماہم کو حقیقت بتا سکے۔ اس نے عدنان بھائی سے بات کرلی تھی۔ وہ ماہم کو تحفظ دیں گے۔ اس گھر میں اسے بیٹی جیسی رحمت بن کر آنا تھا۔ اب وہاں اس گھر کی عزت بن کر رہے گی نعمان کی بیوی کی حیثیت سے۔

☼ ☼ ☼

"میں جانتی تھی کہ آپ کی ایک پہلی بیوی بھی تھی اور نہ چاہتے ہوئے بھی میں نے اس کے وجود کو ہمیشہ اپنے درمیان محسوس کیا ہے۔ مجھے اس پر ایک ہی سبقت حاصل تھی کہ میں آپ کے بچوں کی ماں ہوں مگر وہ اس میں بھی مجھ سے بازی لے گئی۔" عالیہ نے چہرہ اپنے ہاتھوں میں چھپالیا۔

عادل آہستگی سے اس کے پاس آبیٹھا اور اس کے کندھے پر بازو رکھ دیا۔ عالیہ نے اپنا سر عادل کے کندھے پر ٹکادیا۔ پہلے کبھی عادل نے اسے یوں تسلی نہیں دی تھی۔ عالیہ کے خدشے سمٹنے لگے۔ اس نے آنسو پونچھ کر دیکھا تو احساس ہوا کہ عادل کی گردن معمول سے زیادہ جھکی ہوئی تھی۔

"وہ آپ کو معاف کردے گی۔ ہم اسے مل کر منائیں گے۔" عالیہ نے اس کے دل کا حال پڑھا۔

"تم میرا ساتھ دو گی؟" عادل نے پہلی بار اس سے اس کا ساتھ مانگا تھا۔ وہ خوشی سے سرشار کیسے نہ ہوتی۔

☼ ☼ ☼

صبح اٹھی تو گھر میں طوفان کے بعد کی خاموشی تھی۔ رات جب ماہم پر انکشاف ہو رہے تھے تو باہر باقی گھر والوں پر بھی حیرت انگیز معلومات کی بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ سب نے اپنے اپنے ذہن کے مطابق معاملے کو کچھ نہ کچھ سمجھ لیا تھا۔ عدنان، شاہد اور سلمٰی بیگم تو تمام حقیقت سے بہت پہلے سے واقف تھے۔ اب تک مصلحت کی بنا پر خاموش تھے۔ باقی گھر والوں نے بھی ماہم کی حقیقت کو قبول کرلیا تھا۔ سب نے اپنے انداز میں ماہم کو احساس دلایا کہ وہ خوش ہیں کہ ماہم اس گھر کا حقیقی فرد ہے۔ ناشتے کے بعد عدنان نے اسے اپنے آفس اسٹڈی میں بلایا جو رونق جہاں سے انہیں وراثت میں ملا تھا۔ گھر کا سربراہ ہونے کے ناتے ان کا فرض تھا کہ اس تبدیلی کو قبول کریں اور ماہم کو سہارا دے کر اس کی منزل تک لے جائیں۔

"ہماری تربیت میں شامل ہی نہیں تھا کہ اماں سے بحث کی جائے اور سوال پوچھنے کے حق سے ہم خود دستبردار ہوگئے۔ مجھے یہ ہی بتایا گیا تھا کہ اس حادثے میں بچی بھی نہیں بچ سکی مگر میری لاعلمی اس گناہ کی صفائی نہیں، جس میں میرا بھی قصور ہے۔" ماہم نے خاموشی سے سر جھکا کر ان کی معذرت سنی۔

"اگر بڑے خطا کر کے خود کو چھوٹا ثابت کردیں تو چھوٹوں کو چاہیے کہ بڑاپن دکھا کر انہیں معاف کردیں۔ تم تو اپنا رشتہ ظاہر ہونے سے پہلے ہی اس گھر کا فرد بن چکی ہو۔ اب میری التجا ہے کہ خود کو کبھی اجنبی نہ سمجھنا۔ تمہارا حق اور ہمارے فرائض ابھی بہت زیادہ ہیں۔ ہمیں غیر سمجھ کر تکلیف نہ دینا۔" انہوں نے شفقت سے اس کا سر سہلایا اور اسے باقاعدہ اس گھر کا فرد تسلیم کیا۔

ماہم سر ہلا کر ہلکا سا مسکرائی اور لاؤنج کی طرف چل دی۔ ایک بوجھل پن اب بھی اس کے ساتھ تھا۔ مسافت کی تھکن اتنی زیادہ تھی کہ منزل پانے کی راحت ابھی تک محسوس نہیں کرپائی تھی۔

"بی بی جی! آپ کا خط آیا ہے۔" نادرہ نے ایک بیرنگ لفافہ ماہم کو تھمایا جس پر اس کے نام کے سوا کچھ درج نہیں تھا۔ گویا لکھنے والا خود دروازے پر چھوڑ گیا تھا۔ اس نے خط کھولا۔

"ماہم!

پچھلی ملاقات کے بعد میں روز یہی سوچتا تھا کہ اب ملوں گی تو کن الفاظ میں تمہیں اپنے جذبات کے بارے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

میں بتاؤں گا۔ میری تڑپ اتنی بڑھی کہ پچھلی رات ہر مصلحت اور لحاظ بھلا کر تم سے ملنے چلا آیا۔ تمہیں دیکھا تو بچپن میں سنی شہزادیوں کی کہانی سچ لگنے لگی۔ تم محلوں کی شہزادی لگتی تھیں جو کچھ عرصے کے لیے بھٹک گئی تھیں۔ تمہیں تمہاری منزل پر دیکھ کر میں دل سے بہت خوش اور مطمئن ہوں۔ اپنے احساسات کو لفظوں میں ڈھال کر تمہیں مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتا۔

میرا ساتھ دینا بہت دشوار ہوگا۔ تم میرے ارادوں سے واقف ہو اور یہ بھی جانتی ہو کہ اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے مجھے اپنی راہ سے پل پل کانٹے چننے ہوں گے۔ میں تمہارے ساتھ کی خواہش کرکے تمہیں منزل پالینے کے بعد پھر سے سفر کی اذیت سے دوچار نہیں کرنا چاہتا۔ اس لیے خود ہی تمہاری راہ سے ہٹ رہا ہوں۔ جب بھی کبھی راستے میں اندھیرا محسوس ہو تو اس خضر کو یاد کرلینا' جو کبھی زندگی کی مسافت میں دو قدم تمہارے ساتھ چلا تھا۔

دعاگو خضر"

ماہم مزید بوجھل ہوگئی۔ عالیہ اور عادل ماہم کے پاس آئے۔ عالیہ تو آتے ہی اس سے لپٹ گئی۔ وہ ماہم کو ناپسند کیسے کرسکتی تھی۔ جس نے چند دن میں اس کی سانسوں سے الجھی زندگی سنواری تھی۔ اس کے لیے تو اعزاز تھا کہ سوتیلی ہی سہی وہ ماہم کی ماں تو ہے۔

"ہم دونوں قدم بڑھائیں گے تو رفتہ رفتہ اپنے بیچ کی یہ دوریاں پار کرلیں گے۔" عادل نے تحفظ بھرا ہاتھ ماہم کے کندھے پر رکھا۔

"میری کوشش ہوگی کہ تمہارے ہر ایک قدم کے جواب میں میں دس قدم دوڑ کر تم تک پہنچوں۔ ہماری زندگیوں نے میرے فیصلے کی بدولت کیا کچھ کھویا ہے۔ ہم یہ تب تک نہیں جان سکیں گے' جب تک دل سے اس رشتے کے ہر تقاضے کو نہیں نبھائیں گے۔ پھر بھی تمہیں اختیار ہے' چاہے تو مجھے سزا سنادو۔"

"میرا ہر فیصلہ اب تک میرے ہاتھ میں تھا مگر اب میں آپ کو ایک اختیار دینا چاہتی ہوں۔" ماہم نے کہا۔

"کیا؟"

☼ ☼ ☼

خضر کیمپس کے ایک ویران سے حصے میں لونچی نیچی زمین پر بیٹھا تھا' جب ماہم اسے ڈھونڈتے ہوئے پہنچی۔ خضر اسے دیکھ کر کھڑا ہوگیا۔ قدم بڑھاتے ہوئے ماہم کو ٹھوکر لگی۔ اسے گرنے سے بچانے کے لیے خضر نے بڑھ کر اسے تھام لیا۔ ماہم خضر کے کالر کا سہارا لے کر سنبھل گئی اور وہیں زمین پر بیٹھ گئی۔

"سب کو حقیقت پتا لگ گئی؟" خضر نے ماہم کے چہرے سے اندازہ لگایا۔ ماہم نے اثبات میں سر ہلایا اور عادل شاہ کے انکشافات کا خلاصہ کیا۔

"پر ابھی وقت لگے گا۔" ماہم نے گم صم انداز میں کہا۔

"تم نے اپنے فادر کو معاف کردیا؟" خضر نے ٹیڑھا سوال کیا۔

"معاف؟" ماہم نے اپنے اندر ٹٹولا۔ "سب کچھ ایسے ہی ہونا تھا اور ایسے ہی ہونا چاہیے تھا۔ میں زندگی سے چاہ کر بھی شکوہ نہیں کرپارہی۔ کس بات کا گلہ کروں۔ سسٹر کریس' بسنت بہار تھا جیسے مخلص لوگوں کو جاننے کا یا شیریں' نادیہ' زینب جیسی سہیلیوں کا؟" ماہم کی آنکھوں کے سامنے کئی چہرے آئے۔

"مشکلات تھیں۔ بہت زیادہ تھیں۔ مگر وہ کس کی زندگی میں نہیں ہوتیں۔ اگر میں اسی گھر میں رہ کر پرورش پاتی تو ہر لمحے اپنے وجود کو منوانے کی جنگ ہوتی' پھر بھی شاید ہی اتنی خود اعتماد ہوتی۔ قسمت نے مجھے رہ جدوجہد لے کر ایسے وقت میں اس گھر بھیجا' جب اس کے مکین مجھے اپنانے کی آرزو میں کچھ بھی کرنے کو تیار ہیں۔"

خضر نے مسکرا کر ماہم کو دیکھا' جو چند مہینوں میں کتنی بدل گئی تھی۔ اب اکھڑ تھا نہ ہی ضد ان کی جگہ سلجھاؤ اور شکر گزاری آگئی تھی۔

"اب بولنے کی باری تمہاری ہے۔" ماہم نے کہا۔

"کیا کہوں؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"وہی جو خط میں نہیں لکھا تھا۔" ماہم نے ہمت کر کے کہا۔

"نہ لکھنے کی وجہ درج تھی۔" خضر نے نظریں چرالیں۔

"میں محلوں کی شہزادی نہیں ہوں خضر! میں پھول کے پاس مٹی میں مسکن بنانا چاہتی ہوں۔" ماہم نے کہا۔

"خواہش تو ہے کہ تمہارے لیے محل کھڑا کر سکوں' مگر میں جانتا ہوں مجھ سے یہ نہیں ہو گا۔ سکت رکھتا بھی تو میں ایک محل پر سو اسکولوں کو ترجیح دوں گا۔ میں تعلیم کا مقروض ہوں مجھے اس کا حق ادا کرنے سے نہ روکو۔" خضر جانتا تھا' وہ ماہم کی بات رد نہیں کر پائے گا۔

"مجھے تمہارے ارادے کی بہت قدر ہے۔ میں اس میں تمہارا ساتھ دینا چاہتی ہوں۔"

"اتنے سال سفر کر کے تم نے اب جا کر ایک مستقل ٹھکانہ پایا ہے۔ میرا ساتھ تمہیں پھر سے بھٹکا کر سفر میں مبتلا کر دے گا۔ چھوٹے چھوٹے گاؤں میں سہولیات سے عاری زندگی گزار کر ہی وہاں وسائل کی بنیاد رکھنا ممکن ہو گا۔ جذباتی ہو کر فیصلہ مت کرو۔"

ماہم تڑپ اٹھی۔

"مجھے مستقل ٹھکانہ نہیں چاہیے۔ سچ ہے جو بوجھل پن میں محسوس کر رہی ہوں وہ اسی بات کی ہی نشاندہی کر رہا ہے کہ میری زندگی میں کمی کسی مستقل ٹھکانے کی نہیں تھی۔ وہ ایک مستقل ہم سفر کی تھی۔ جو دکھ سکھ میں میرے ہم راہ رہے۔ جس کو پریشانی میں آواز دے سکوں اور سکھ میں خوشیاں بانٹ سکوں۔ سفر کی تو ویسے بھی مجھے عادت ہو گئی ہے۔ لگتا ہے ٹھہر گئی تو ختم ہو جاؤں گی۔ ہر انسان جب تک زندہ ہے۔ سفر میں مبتلا رہتا ہے۔ اکثر اونچائی کی سمت سفر کرتے ہیں۔ جس میں تھکاوٹ زیادہ ہوتی ہے اور منہ کے بل گرنے کا خطرہ رہتا ہے۔ میں سامنے کی طرف سفر کو ترجیح دیتی ہوں' جس میں اپنا راستہ بناتے ہوئے دوسروں کے لیے بھی راہیں کھول سکوں۔ ہم ساتھ مل کر خدمت خلق میں اپنی ایسی چھاپ چھوڑیں گے جس کی بازگشت رہتی دنیا تک سنائی دے گی۔"

خضر نے فخر سے اس معصوم لڑکی کو دیکھا جو غالباً اس کے سالوں کے صبر کا انعام تھی۔

"اب تم کہو' جو کہنا تھا۔" ماہم نے ایک بار پھر تقاضا کیا۔

"میں نے امی سے تمہارا ذکر کیا تھا۔"

"پھر۔" ماہم مڑ سی گئی۔

"انہوں نے تمہارے لیے تحفہ بھیجا تھا۔" خضر نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ جیب ایک بار پھر خالی تھی۔ وہ گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا۔

"میرے پاس ہے۔" ماہم نے اپنی مٹھی کھولی۔ اس کی ہتھیلی پر انگوٹھی پڑی تھی' جو اس نے سہارا لے کر اٹھتے ہوئے اس کی فرنٹ پاکٹ سے نکال لی تھی۔

"یہ امی کی سب سے پسندیدہ انگوٹھی ہے' جو ان کی نانی نے ان کو دی تھی۔"

ماہم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کیا وہ اتنی خوش قسمت ہو سکتی تھی۔ سالوں پہلے ایک باپ نے اسے بنا دیکھے ٹھکرا دیا تھا اور آج ایک ماں نے صرف اس کا نام سن کر اپنی سب سے قیمتی چیز اس کے حوالے کر دی تھی۔

"یہ میں اپنے گھر والوں کے سامنے پہنوں گی۔ میں نے بھی پاپا کو تمہارے بارے میں بتا دیا ہے۔" ماہم کے منہ سے لفظ پاپا نکلنا خوش آئند تھا۔ خضر نے انگوٹھی لانا" دوبارہ پکڑ لی۔

"ویسے بھی تمہارا ایک ناردرن ایریاز کا ٹرپ مجھ پر ادھار ہے۔" ماہم نے مسکرا کر کہا۔

"وہاں جا کر تمہیں بتاؤں گا۔ جو میں نے خط میں لکھنے سے معذرت کر لی تھی۔" خضر نے شرارت سے کہا اور دونوں ساتھ چلنے لگے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

نیلگوں آسمان پر بادل دھنکی ہوئی روئی کی طرح جابجا بکھرے تھے۔ ان سے ملنے کے لیے دور دور سے سیاہی مائل بادلوں کے قافلے امڈے چلے آرہے تھے۔ حمزہ جیسے ہی ملتان ایرپورٹ کی عمارت سے باہر نکلا' مست ہوا کے خوش گوار جھونکے نے آگے بڑھ کر استقبال کیا سفر کی ساری کلفت دور ہو گئی۔

وہ جو ملتان آتے ہوئے یہاں کی گرمی سے دل ہی دل میں خائف تھا' بادلوں کی چھاؤں تلے اٹھکھیلیاں کرتے پھول پودوں کو دیکھ کر یوں پرسکون ہو گیا' جیسے اب سدا یہی موسم ٹھہرا رہے گا۔ ٹیکسی والے کو منزل کا پتا بتا کر وہ اطمینان سے

اور نہ ہی بعد میں ملتان کا چکر لگا سکا تھا۔

دادو سے جب بھی بات ہوتی' وہ ملتان آنے کے لیے اصرار کرتیں اور وہ انہیں لاہور بلانے کے لیے۔ ابھی پچھلے ہفتے ہی اس کے اصرار کے جواب میں انہوں نے کہا تھا۔

"بیٹا! اب ان بوڑھی ہڈیوں میں اتنا دم نہیں کہ سفر کر سکیں' اب تو بس اوپر والے کے بلاوے کا انتظار ہے۔ ایسا کر تو آجا' تجھے دیکھ کر میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔" دادو کے جواب نے اس کے دل کو جیسے مٹھی میں لے لیا تھا۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ اڑ کر

رمشہ خالد خان

محبتوں میں انا کی بات نہیں چلتی

پچھلی سیٹ پر جم گیا۔

بہت عرصے بعد وہ یہاں آیا تھا۔ اسے اچھی طرح یاد تھا آخری بار وہ دادا جی کی وفات پر آیا تھا' پھر اپنے جھمیلوں میں ایسا الجھا کر فرصت نایاب ہو گئی۔ ہاں مما پاپا ہر سال باقاعدگی سے یہاں آیا کرتے تھے۔ اس کے صدہا اصرار پر دادو بھی ہفتے دو ہفتے لاہور گزار جاتی تھیں۔ مگر پچھلے تین سال اس نے ہائر اسٹڈیز کے سلسلے میں ملک سے باہر گزارے تھے۔

پاکستان واپس آنے پر دادو پورا مہینہ اس کے ساتھ گزار کر گئی تھیں۔ وہ تو اسے بھی ساتھ لے جانا چاہتی تھیں تاکہ وہ بھی کچھ وقت ددھیال میں گزارے مگر اسے فوراً "جاب مل گئی تھی۔ مصروفیت اتنی زیادہ ہوگی کہ وہ چاہنے کے باوجود بھی نہ ان کے ساتھ جا سکا تھا

ان کے پاس پہنچ جائے۔

اتفاقاً" انہی دنوں اس کی کمپنی نے اسلام آباد اور ملتان میں دو پروجیکٹ شروع کیے تھے۔ ان میں سے ایک پروجیکٹ اسے جوائن کرنا تھا۔ اس کی رائے لی گئی تو اس نے بلاتامل ملتان والے پروجیکٹ میں شمولیت کی خواہش ظاہر کر دی۔ یوں ایک ہفتے بعد ہی وہ ملتان میں تھا پورے چھ ماہ کے لیے۔ آتے ہوئے مما نے بڑی عجیب ذمہ داری اس کے کندھوں پر ڈال دی تھی۔ کل رات ہی تو وہ سونے سے پہلے اس کے کمرے میں آئی تھیں۔

"حمزہ! میں اور تمہارے پاپا آج کل سنجیدگی سے تمہاری شادی کا سوچ رہے ہیں' اگر تمہیں کوئی لڑکی پسند ہے تو بتاؤ۔" انہوں نے آتے ہی بہت سنجیدگی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com
www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

سے پوچھا تھا۔

"مما! جہاں تک میری پسند کا سوال ہے تو مسئلہ یہ ہے کہ مجھے ایک نہیں دو دو لڑکیاں پسند ہیں۔" اس نے بھی ان ہی کی طرح بہت سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کون ہیں وہ دونوں۔" تیکھے تیوروں سے دریافت کیا گیا۔ "ایمان علی اور ایما واٹسن" حنو نے انتہائی معصومیت سے جواب دیا۔

"انتہائی بھونڈا مذاق ہے۔" اس کی شرارت پر وہ اسے مسکراہٹ دبائے گھورنے لگیں۔

"اوہو مما! آپ پہلے بھی مجھ سے کئی بار پوچھ چکی ہیں اور میں آپ کو بتا چکا ہوں مجھے کوئی لڑکی پسند نہیں، پھر یہ بار بار پوچھنے کا مقصد؟" وہ ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔

"بیٹا! ہم نہیں چاہتے تمہارے ساتھ کوئی زبردستی ہو۔ شادی زندگی بھر کا بندھن ہے۔ اس بندھن کی پائیداری کے لیے تمہاری خوشی اور رضامندی کا شامل ہونا بے حد ضروری ہے۔" وہ پیار سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگیں۔

"لو۔۔۔ اصل بات تو میں کرنا ہی بھول گئی جس کے لیے آئی تھی۔ اگر تم کہیں باہر انٹرسٹڈ نہیں ہو تو میری اور تمہارے پاپا کی خواہش ہے کہ تمہاری شادی خاندان میں ہی ہو۔ تمہارے ننھیال میں تو کوئی لڑکی تمہارے جوڑ کی نہیں۔ مگر ددھیال میں تمہارے تایا کی بیٹی فلک، چھوٹے چچا کی اورش اور پھپھو کی مہک ہیں اور۔"

"یعنی آپ اپنے اکلوتے بیٹے کی تین تین شادیاں کرنا چاہتی ہیں تاکہ اپنے ارمان پورے کرسکیں۔ فنٹاسٹک۔۔۔ پھر تو مجھے ایما واٹسن کے لیے بھی اپنے نرم گرم جذبات بچا کر رکھنے چاہئیں آخر کو چار شادیوں کی اجازت ہے۔" وہ ان کی بات کاٹ کر شوخی سے بولا۔ انہوں نے بھی اس کا کان پکڑنے میں دیر نہیں کی۔

"اتنی ہمت تو تمہارے باپ نے بھی نہیں کی۔"

"کہتے ہیں ماں باپ کے ادھورے کام بیٹے کو پورے کرنے پڑتے ہیں۔" وہ بے ساختہ بولا اور وہ ہنس دیں۔

"خدارا اب میرا کان تو چھوڑ دیں! ورنہ ایک کان والے لڑکے سے چار تو کیا ایک لڑکی بھی شادی کرنا پسند نہیں کرے گی۔" اس کی دہائی دینے پر وہ اس کے سر پر چپت لگا کر مسکراتے ہوئے چلی گئیں مگر تینوں میں سے ایک کے انتخاب کی "بھاری" ذمہ داری اس پر ڈال گئی تھیں۔

✡ ✡ ✡

ٹیکسی "عظمت منزل" کے سامنے جھٹکے سے رکی تو وہ سوچوں کو جھٹک کر طویل سانس خارج کرتا سیاہ بیگ کندھے پر ڈال کر باہر نکلا۔ ہلکی ہلکی بارش شروع ہو چکی تھی۔ ملتان کے مضافات میں جدید طرز کے مکانوں کے درمیان قدیم طرز تعمیر کی یہ حویلی بڑی شان اور وقار سے کھڑی تھی۔ منقش لکڑی کا بھاری دروازہ نیم وا تھا۔ "دستک دوں یا اندر جاؤں؟" لمحہ بھر کی کشمکش کے بعد اس کے پاؤں خود بخود ہی آگے بڑھ گئے۔

ڈیوڑھی سے گزر کر وہ سرخ اینٹوں والے دھلے نکھرے صحن میں داخل ہوا جس کے دائیں بائیں اور سامنے نیم دائرے کی صورت میں برآمدہ تھا۔ جس میں ڈھیروں کمروں کے دروازے کھلتے تھے۔ ستون اور دیواریں بیلوں سے ڈھکی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں ڈھیروں سکون اتر آیا، اس گھر کی جو تصویر اس کے تصور میں بنی تھی، سامنے ہو بہو وہی منظر تھا۔ بس کلر اسکیم تبدیل ہو چکی تھی۔

پورے گھر میں خاموشی کا راج تھا۔ وہ سرپرائز دینے کے چکر میں اطلاع دے کر بھی نہیں آیا تھا۔ ادھر ادھر گردن گھما گھما کر کسی ذی روح کو تلاشتے ہوئے اس کی نظریں بیر کے درخت تلے رکھے دادو کے تخت پر سے ہوتیں پرنالے سے گرتے پانی کا پیچھا کرتے اوپر کو اٹھیں اور ٹھٹک گئیں۔

ٹیرس پر سبز سوٹ میں ملبوس بال کھولے تک سک

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

سے تیار دونوں ہاتھ ہوا میں پھیلائے سر اٹھائے ہولے ہولے گھومتی وہ جو کوئی بھی تھی' اس خوب صورت موسم کا حصہ لگ رہی تھی۔ حمزہ دلچسپی سے اسے دیکھے گیا۔

یہ نہیں تھا کہ وہ کوئی چھچھورا یا نظرباز قسم کا لڑکا تھا۔ جس نے آج تک کوئی لڑکی نہیں دیکھی تھی۔ مگر یہ بھی سچ تھا کہ اتنی بے خودی سے اپنا آپ بھلائے چہرے پر بچوں کی سی خوشی سجائے نک سک سے تیار ہو کر بارش میں نہاتی لڑکی پہلی بار دیکھی تھی۔

اسے بھی شاید نظروں کی گرمی خود پر محسوس ہوئی تھی۔ جو اس نے جھٹکے سے آنکھیں کھول دیں۔ گھر کے آنگن میں ایک اجنبی کو یوں محویت سے اپنی جانب تکتے پا کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں اور پھر اگلے ہی پل ان آنکھوں میں ہراس پھیل گیا۔ وہ جو اس کی پل پل بدلتی کیفیت سے محظوظ ہو رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ اسے مخاطب کرتا' وہ بھاگتے ہوئے وہاں سے غائب ہو گئی۔

☆ ☆ ☆

ہانپتی کانپتی جو اس بانتہ سی پچھلی سیڑھیاں اتر کر وہ پائیں باغ میں پہنچی جہاں ساری پارٹی چبوترے پر بڑی سی رنگین چھتری تلے پکوڑوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے خوش گپیوں میں مصروف تھی۔

"آہستہ آہستہ کتنی آہستہ! پکوڑوں کے پاؤں نہیں ہوتے' جو وہ بھاگ جائیں گے۔" اسے دوڑ کر آتے دیکھ کر سروش نے ہانک لگائی۔

"تمہارے ہوتے پکوڑوں کی مجال جو وہ تمہارے پیٹ کے سوا کہیں اور جا سکیں۔" فلک جو اس کے پوری پلیٹ قبضے میں کیے بیٹھنے پر تپی ہوئی تھی' ہنک کر بولی۔

"دانے دانے پر کھانے والے کا نام لکھا ہوتا ہے۔ میرے نوالے گننے کی ضرورت نہیں۔" اپنی پلیٹ خالی کر کے سروش نے فلک کی پلیٹ سے پکوڑا اڑایا تو فلک کے ساتھ ساتھ زرش کو بھی پتنگے لگ گئے۔ کیونکہ دونوں ایک ہی پلیٹ شیئر کر رہی تھیں۔ اس سے پہلے کہ تیسری جنگ عظیم شروع ہوتی' مہک کے ہوائیاں اڑتے چہرے اور پھولی سانسوں نے سب کو متوجہ کر لیا۔

"کیا ہوا مہک؟" اسے پاس بٹھا کر پانی پلاتے ہوئے ملیحہ آپی نے تشویش سے پوچھا۔

"کہیں کسی بھوت کو تو نہیں دیکھ آئیں۔" سروش نے لقمہ دیا۔

"اللہ معاف کرے' وہ اس طرف صحن میں۔۔۔ وہاں دروازے کے قریب۔۔۔ وہ ادھر۔۔۔ اللہ وہ۔۔۔" پھولی سانسوں کے ساتھ وہ بتانا شروع ہوئی تو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا کہے۔

"اللہ واقعی تمہیں معاف کرے۔ اب کچھ آگے بھی بولو۔" اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے ایقان بھائی نے شرارت سے کہا تو سب کے ہونٹوں پر دبی دبی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اللہ معاف کرے۔" مہک کا تکیہ کلام تھا' جس کی وجہ سے اکثر اس کا ریکارڈ لگتا تھا۔

"گھر میں دن دہاڑے ڈاکو گھس آیا ہے۔" حالانکہ آنے والے کی شکل بھی وہ ٹھیک سے نہیں دیکھ سکی تھی کیونکہ اس نے بلیک پی کیپ اور آنکھوں پر بڑے شیشوں والے سیاہ گاگلز چڑھا رکھے تھے۔ "اور ہاں اس کے کندھے پہ بھی کچھ کالا کالا سا لدا تھا۔ ضرور بندوق ہی ہوگی۔" اور بندوق کے ساتھ بغیر اجازت دیدہ دلیری سے گھر میں گھسنے والا ڈاکو ہی ہوا نا' ابھی کل ہی تو اس نے اخبار میں پڑھا تھا کہ پڑھے لکھے نوجوانوں کی اکثریت بے روزگاری کی وجہ سے ڈاکے ڈالتی پھر رہی ہے۔ بس وہ بھی کوئی پڑھا لکھا اسٹائلش ڈاکو ہی ہوگا۔ مہک نے خود کو دلیل دے کر یقین دلاتے ہوئے سب کے سروں پر دھماکا کیا۔

"کیا! ۔۔۔ ڈاکو؟" حیرت اور خوف سے ملی جلی آوازیں ابھریں۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"اللہ معاف کرے۔ بندوق لیے سروش کی بائیک کے قریب کھڑا تھا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"

"میری بائیک۔" سروش نے تو دیکھا نہ تاؤ۔ اپنی راج دلاری کا نام سنتے ہی دوڑ پڑا۔ چاروناچار فیضان بھائی کو بھی اس کے پیچھے جانا پڑا۔ ورنہ تو وہ سنجیدگی سے پولیس کو فون کرنے کا سوچ رہے تھے۔ ابھی ہفتہ بھر پہلے ہی تو پڑوس میں چوری ہوئی تھی۔ وہ سب بھی اٹھ کر ان کے پیچھے ہولیں۔

دبے قدموں راہ داری سے گزر کر حالات کا جائزہ لینے کے لیے سب نے ستون کے پیچھے سے اوپر نیچے سر نکال کر جھانکا تجزیہ کیا۔ برآمدے میں تو سارے بڑوں کی محفل جمی تھی اور ان کے درمیان سیاہ جینز اور نیلی شرٹ پہنے شخص کو دیکھ کر سب ہی چونکے اور آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں۔

"تو بچو! دیکھو تو میرا حمزہ آیا ہے۔" دادو بار بار اسے چومتی خوشی سے نہال ہوئی جارہی تھیں۔ مہک کے سوا سب ہی پُرجوش انداز میں آگے بڑھ کر حمزہ سے ملنے لگے۔ سروش اور فیضان بھائی کے ساتھ اس کی ویسے بھی بہت دوستی تھی۔ موبائل اور انٹرنیٹ پر رابطہ بھی رہتا تھا۔

ستون کے پیچھے چھپی مہک کو رہ رہ کر خود پر غصہ آرہا تھا۔ کاش اتنی لمبی چھوڑنے سے پہلے کم از کم آنے والے کو ایک نظر غور سے دیکھ تو لیتی۔ بے شک حمزہ لمبے عرصے سے یہاں نہیں آیا تھا مگر اس کی تازہ ترین تصویریں نانو کے پاس موجود رہتی تھیں۔ حواس باختہ ہوئے بغیر غور سے اگر وہ اسے دیکھتی تو ضرور پہچان جاتی، مگر پی کیپ اور گاگلز کی وجہ سے وہ دھوکا کھا گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ پیچھے سے واپس کھسک جاتی، سروش بدتمیز اسے ہاتھ سے پکڑ کر سب کے درمیان گھسیٹ لایا۔

"یہ تو بتاؤ یہ کیا تھا ناڈاکو۔" سروش کے شرارت سے پوچھنے پر اسے خجل ہوتے دیکھ کر ساری پارٹی کو بات سمجھنے میں دیر نہ لگی۔ ملیحہ بھابھی سر پر ہاتھ مار کر رہ گئیں۔

"ڈاکو...؟" حمزہ نے سوالیہ نظروں سے شرمندہ شرمندہ کھڑی اس لڑکی کو دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔ مہک نے جلدی سے سلام جھاڑ کر چائے بنانے کے بہانے بھاگنے میں دیر نہ کی۔ سروش مرچ مسالا لگا کر مزے مزے سے اس کی حواس باختگی کی داستان سب کو سنا کر محظوظ کرنے لگا اور وہ اندر چائے کے پانی کے ساتھ خود بھی کھولتی رہی۔

☼ ☼ ☼

رات بارہ بجے حمزہ سونے لیٹا تو تھکن نام کو نہیں تھی۔ حالانکہ وہ جب سے آیا تھا۔ تب سے سب کے درمیان بیٹھا رہا تھا۔ سب کی محبتوں اور خاص کر دادو کے والہانہ انداز محبت نے اسے سرشار کرنے کے ساتھ ساتھ جی بھر کر شرمندہ بھی کیا تھا۔ ایک اس کے آنے سے انہیں اتنی خوشی ہوئی تھی۔ وہ اب تک اپنی مصروفیات کو سر پر سوار نہ کرتا تو یہ خوشی انہیں ہر مہینے دے سکتا تھا۔ بہرحال وہ اپنے یہاں آنے کے فیصلے سے بہت خوش تھا۔ آنکھیں موند کر وہ بھری پری "نعمت منزل" کے ہر فرد کے بارے میں "فردا" "فردا" سوچنے لگا۔

یہ چھوٹی سی حویلی اس کے دادا نعمت اللہ نے اپنی حق حلال کی کمائی سے بہت محبت سے اپنی اولادوں کے لیے بنوائی تھی۔ ان کے بعد یہاں کی علامتی سربراہ دادو تھیں۔

اس کے دادو کی چار اولادیں تھیں۔ بڑے تایا جن کے دو بیٹے عدنان اور فیضان اور ایک بیٹی فلک تھی۔ پھر اس کے ابا تھے، جو پنجاب یونیورسٹی میں پروفیسر تھے اور مستقل لاہور میں رہائش پذیر تھے۔ وہ ان کی اکلوتی اولاد تھا۔ ان کے بعد صبیحہ پھپھو تھیں ان کی دو بیٹیاں ملیحہ اور مہک تھیں۔ وہ اوپر والے پورشن میں رہائش اختیار کیے ہوئے تھیں۔ پھر آخر میں چھوٹے چچا تھے جن کے دو بیٹے سروش اور زرش تھے۔ کزنز میں سب

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

سے بڑے عدنان بھائی سوبر سے تھے۔ لیے دیے رہتے تھے۔ ان کی بیگم فضیلہ بھابھی بھی ان ہی کی ہم مزاج تھیں' جبکہ ذیشان بھائی جو عدنان بھائی سے بمشکل دو سال چھوٹے تھے' انتہائی زندہ دل اور چنچل طبیعت کے مالک تھے۔ سروش بھی ان ہی کا پرتو تھا۔ اس لیے دونوں کی گاڑھی چھنتی تھی۔ حمزہ ان کی کمپنی میں لمحہ بھر کو بھی بور نہیں ہوا تھا۔

ذیشان بھائی کی بیوی بلینہ آپی بھی ملنسار سی تھیں۔ فلک اور زرش سے وہ کافی عرصے بعد ملا تھا۔ مگر وہ بھی اس سے جلد بے تکلف ہو گئی تھیں۔ دونوں کافی زندہ دل تھیں۔ جبکہ مہک... جھجکی جھجکی شرمندہ سی پچھلے کالج والی لڑکی کے بارے میں وہ کوئی رائے قائم نہیں کرسکا تھا۔ کیونکہ شام کے بعد سے وہ اس کے سامنے ہی نہیں آئی تھی۔ رات کے کھانے پر بھی سب اکٹھے تھے سوائے اس کے۔

"ڈاکو... تو کیا میں شکل سے واقعی ڈاکو لگتا ہوں۔" اچانک یاد آنے پر وہ بیڈ سے اتر کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ پانچ منٹ تک ہر زاویے سے گھور گھور کر خود کو دیکھتے ہوئے ڈاکوؤں والی کوئی بات نظر نہ آئی تو اپنی احمقانہ حرکت پر ہنس کر دوبارہ بیڈ پر دراز ہو گیا اور ہر خیال جھٹک کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔

☆ ☆ ☆

کچن سے آتی طرح طرح کی خوشبوئیں پورے گھر میں رقصاں تھیں۔ آج سالوں بعد دلاور نے از خود کچن کو رونق بخشی تھی۔ اپنے لاڈلے پوتے کے لیے اپنے ہاتھوں سے ناشتا بنانے کے لیے ورنہ جب سے پیڑھی والے باورچی خانے کی جگہ امریکن اسٹائل کچن نے لی تھی' وہ تو گویا یہاں کا راستہ ہی بھول گئی تھیں۔

"ارے کوئی میرے حمزہ کی بھی خبر لائے' اٹھا یا نہیں؟" حلوہ بھونتے ہوئے انہیں خیال آیا۔

"اماں! وہ تو فجر کا اٹھ گیا تھا۔ اپنے تایا کے ساتھ نماز کے لیے گیا تھا۔ وہ تو واپس آگئے۔ حمزہ سیر کے لیے چلا گیا۔" تائی نے پراٹھا بیلتے ہوئے مصروف سے انداز میں اطلاع دی۔

"بھائی جان کو اسے اکیلے نہیں جانے دینا چاہیے تھا۔ اگر راستہ بھول گیا تو؟" ملک شیک کے لیے آم کاٹتی پھپھو کو تشویش نے آگھیرا۔

"ارے آپا! وہ بچہ تھوڑی ہے۔ اگر راستہ بھول بھی گیا تو کسی سے پوچھ لے گا۔" چھوٹی چچی نے ہنستے ہوئے تسلی دی۔

اور حمزہ جس کے لیے سب فکر مند ہو رہے تھے۔ نہر کنارے بیٹھا پانی کی سطح پر سورج کی اولین کرنوں کی جھلملاہٹ دیکھ رہا تھا۔ خودرو گھاس میں کھلے جنگلی گلاب کے پھول' صبح کی مانند ہوا نہر کے دوسری طرف تاحد نگاہ آم کے باغات' فضا میں پھیلی آموں کی مہک اور کوئل کی وقفے وقفے سے گونجتی کوک اسے بے خود کیے دے رہی تھی۔ وہ فطرت کا رسیا تھا۔ مگر لاہور جیسے ہنگامہ پرور شہر میں ایسے مناظر خواب تھے۔ اس کی تلاش میں نکلا سروش آدھا گھنٹہ خوار ہونے کے بعد اسے ڈھونڈتا وہاں پہنچا تو اس کی محویت دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"کہاں ہیں؟" اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر سامنے غور سے دیکھتے ہوئے سروش نے پوچھا۔

"کون؟"

"وہی ڈاکو صاحب' جنہیں اتنی محویت سے بیٹھے تکتے ہوئے گھر آنے کا ہوش ہی نہیں رہا تمہیں۔" وہ جل کر بولا تو حمزہ ہنس پڑا۔

جب وہ دونوں گھر پہنچے تو گول کمرے میں سب ناشتے پر اس کے منتظر تھے۔ یوں تو عام طور پر سب ناشتا اپنے اپنے پورشنز میں کرتے تھے۔ مگر آج چونکہ حمزہ کا پہلا دن تھا۔ اس لیے دلاور کی ہدایت کے پیش نظر سب اکٹھے ہوئے تھے۔

"آؤ آؤ حمزہ میاں! آج تو بڑا انتظار کرایا۔" چھوٹے چچا نے ہانک لگائی۔ اسے بے ساختہ شرمندگی نے آ گھیرا۔ اس لیے شاور لینے کی شدید خواہش کو پس پشت

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

ڈال کر ہاتھ دھو کر دسترخوان پر آبیٹھا۔

حلوہ پوری، آلو اور قیمے کے سنہری پراٹھے، نان چنے، پھولے، میٹھی اور نمکین لسی، ملک شیک، فرنچ ٹوسٹ اور نجانے کیا کیا۔ ناشتا انتہائی مزے دار اور پر تکلف تھا۔ اوپر سے سب کا تکلف نہ برتنے کا اصرار، دادو نے تو حقیقتاً "کھلا کھلا کر مار ڈالا۔ وہ اس کے احتجاج پر جیسے ہی ہاتھ روکنے لگتیں فیضان بھائی یا سروش میں سے کوئی چلا اٹھتا۔

"دادو! حمزہ تو تکلف کر رہا ہے، ورنہ اس کی شکل دیکھیں صاف لگ رہا ہے اس کی بھوک ابھی باقی ہے۔" اور دادو ان کی شرارت سمجھے بغیر اس کی خالی پلیٹ لبالب بھر دیتیں۔ آخر خدا خدا کرکے اس کی جان چھوٹی۔ اٹھنے سے پہلے سب سے نظر بچا کر وہ اپنے قریب بیٹھے سروش کو چٹکی کاٹنا نہیں بھولا تھا۔

جواباً "اسے مکا کھا کر سروش بھی اٹھ گیا۔

ایک ہی دن میں ان کی برسوں پرانی بے تکلفی لوٹ آئی تھی۔ کھڑ کھڑ کی آواز پر اس نے گردن موڑ کر دیکھا۔ تیز تیز سیڑھیاں اترتی مسک اسے سامنے دیکھ کر ٹھٹک کر رک گئی۔ وہ کل سے اس سے چھپتی پھر رہی تھی۔ رات کھانے پر اور اب صبح ناشتے پر بھی نہیں آئی تھی۔ اسے نروس دیکھ کر حمزہ نے دلستانہ مسکراہٹ چہرے پر سجالی۔ جواباً "زہر بھری سی مسکراہٹ اس کی طرف اچھالتی وہ یوں تیزی سے کچن کی طرف بڑھ گئی جیسے ایک منٹ بھی مزید رکی تو حمزہ اس سے حساب لینے کھڑا ہو جائے گا۔ حمزہ کندھے اچکا کر مسکراتے ہوئے پاس پڑے اخبار پر جھک گیا۔

☼ ☼ ☼

ملیحہ تائی کھیر کا پیالہ تھامے اوپر اپنی امی کے پورشن میں آئیں تو انہیں سر تھامے دیکھ کر پریشان ہو گئیں۔

"کیا ہوا امی! آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟"

"اس لڑکی کے ہوتے میری طبیعت ٹھیک رہ سکتی ہے بھلا۔ اسی سے پوچھو کیا ہوا ہے۔" وہ ندامت سے سر جھکائے بیٹھی مسک کی طرف اشارہ کرکے بولیں۔

"آپی! آگر امی بریانی دم پر رکھ کر نیچے چلی گئیں اور وہ جل گئی تو اس میں میرا کیا قصور؟" آپی کی سوالیہ نظروں کے جواب میں وہ رو دینے سے منمنائی۔

"ہاں بی بی! قصور میرا ہی تھا جو تمہیں بریانی کا خیال رکھنے کا کہہ کر گئی تھی۔ تمہیں اپنی کتابوں سے فرصت ملے تب نا۔ زرش اور فلک بھی تو ہیں تمہاری ہی ہم عمر ہیں۔ مگر کبھی دیکھا ہے اتنا لاپروا انہیں؟" امی کو اس کی بات سنتے ہی پتنگے لگ گئے۔ وہ اس کی لاپروا طبیعت سے نالاں رہتی تھیں۔

شادی سے پہلے ملیحہ نے ساری ذمہ داری اپنے سر لے رکھی تھی۔ اس کی شادی کے بعد مسک کی باری آئی تو اس نے حقیقتاً "انہیں مایوس کیا تھا۔

اسے تو صرف ایک ہی شوق تھا مطالعہ کرنا، اپنی کتابوں سے لے کر انسائیکلوپیڈیا تک مجال ہے جو گھر میں موجود ردی کا کاغذ بھی اس کی نظروں سے پڑھے بغیر گزر جائے۔ یوں تو جو کام اس کے ذمے لگاتیں مارے باندھے کر لیتی تھی، مگر جب کوئی کتاب ہاتھ میں ہوتی تو اسے مکمل کیے بغیر اٹھنا ناممکنات میں سے تھا۔ اس وقت بھی وہ صدیق سالک کی "پریشر ککر" میں کھوئی تھی۔ جب انہوں نے اسے بریانی کا خیال رکھنے کا کہا تھا۔ وہ مطالعے میں منہمک رہی۔ نتیجتاً "بریانی جل جانے پر وہ پچھلے پندرہ منٹ سے اپنی بے عزتی برداشت کر رہی تھی۔

"سمجھ میں نہیں آتا کیا بنے گا اس لڑکی کا۔ نہ سر پر باپ کا سایہ، نہ کوئی گن۔ تمہاری تو قسمت اچھی تھی جو گھر میں کھپ گئیں۔ اس کے بارے میں تو سوچ سوچ کر میری نیندیں اڑ جاتی ہیں۔" امی کو ملیحہ کے آگے دکھڑے روتے دیکھ کر اس نے موقع غنیمت جانا اور کتاب اٹھا کر چپکے سے پائیں باغ کی طرف نکل آئی۔

"اللہ معاف کرے یہ امی بھی نا۔" طویل سانس خارج کرتے ہوئے وہ جھولے پر بیٹھ گئی۔ مگر نجانے کیوں کتاب کے الفاظ آنکھوں میں چبھنے لگے اور ذہن

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

کٹورے پانی سے بھرتے چلے گئے وہ سوچنے لگی۔

"کیا باپ کا سایہ سر پر ہونا ضروری ہے۔ اتنا بڑا آسمان سائے کو کافی نہیں؟"

وہ صرف سات سال کی تھی جب اس کے ابو انہیں نانو کے ہاں چھوڑ کر ان کا بہتر مستقبل خریدنے امریکا گئے تھے۔ ان کی خوشیاں کیا لاتے وہ تو خود ہی مایا نگری میں ایسے کھوئے کہ پلٹنا بھول گئے۔

اسے یاد تھا وہ جب تک ابو جی کے سینے پر سر رکھ کر نہ سوتی اسے نیند نہیں آتی تھی۔ امی لاکھ منع کرتیں ' بیٹی کی عادتیں خراب مت کریں' مگر وہ ہمیشہ ہنس کر ٹال جاتے۔

جب وہ چلے گئے تو اسے ساری ساری رات نیند نہیں آتی تھی۔ امی کے ڈانٹنے پر تکیہ منہ پر رکھے سسکتی رہتی تھی۔ ایسے میں ملیحہ جو سمجھ دار تھی اسے مزے مزے کی کہانیاں سنا کر بہلانے کی کوشش کرتی اور وہ کہانی سننے میں اتنی منہمک ہو جاتی کہ پتا بھی نہ چلتا اور وہ سو جاتی' ہاں۔۔۔ مگر جب بھی خواب میں کالا دیو' نیلم پری کے بجائے اسے اٹھانے آجاتا وہ "ابو جی" کہہ کر چلا اٹھتی' مگر حفاظت کو ان کی مضبوط چھاتی نہ پا کر ٹوٹ جاتی تھی۔

پھر یوں ہوا کہ اس نے لفظوں سے دوستی کرلی۔ اکیلے رہ کر جینے کا قرینہ سیکھ لیا۔ اچھی کتابیں اس کے لیے ٹرینکولائزر کا کام کرتی تھیں' جن میں گم ہو کر وہ ارد گرد کی ساری مشکلات' ساری پریشانیاں بھول جاتی تھی' سب کے درمیان رہتے ہوئے بھی اس نے اپنی الگ خیالی دنیا بسا رکھی تھی۔ جہاں وہ سب کچھ تھا جس کی وہ خواہاں تھی۔

مگر امی اس کی لاپروائی کی وجہ سے اس سے نالاں رہتی تھیں۔ ان کی جلی کٹی وہ ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیتی تھی' مگر جب بھی وہ سر پر باپ کا سایہ نہ ہونے کی بات کرتیں' تو ان کی یہ بات نیزے کی انی کی طرح اس کے دل میں گڑ جاتی تھی۔ حالانکہ وہ اپنی دانست میں ابو جی کو بھلا چکی تھی مگر جب بھی وہ اس

ہوتی ان کے ساتھ بتائے ہوئے پل پل کی یاد نہ چاہتے ہوئے بھی بادلوں کی مانند امڈی چلی آتی اور زمین دل پر برسنے لگتی تھی۔

☼ ☼ ☼

ایک ہفتے کی چھٹی کے بعد آج حمزہ کا آفس میں پہلا دن تھا۔ گھر آیا تو تھکان اس قدر غالب تھی کہ کھانا کھائے بغیر سو گیا۔ دادو اسے بلانے آئیں' مگر وہ اتنی گہری نیند سویا تھا کہ اٹھانے کو ان کا جی نہیں چاہا۔ اس لیے اس کے قریب بیٹھ کر پیار بھری نظروں سے تکتی ہی دیر وہ اسے دیکھے گئیں۔ کھلتا گندمی رنگ' بھرے بھرے ہونٹ۔ اٹھی ہوئی ناک' روشن پیشانی وہ بالکل اپنے دادا پر گیا تھا۔ وہ اس کے بال سہلاتی رہیں۔ حمزہ ذرا کسمسایا تو اس کا ماتھا چوم کر چلی گئیں۔ تاکہ آرام سے اپنی نیند پوری کر سکے۔

وہ اٹھا تو شام کے سائے گہرے ہو چکے تھے۔ فریش ہو کر تولیے سے بال رگڑتا ہوا ٹیرس میں کھلنے والی کھڑکی میں آ کھڑا ہوا۔ آسمان نارنجی چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ سورج کی دم توڑتی کرنوں میں پرندوں کے غول کے غول واپسی کے سفر پر رواں تھے۔ سامنے کی دیوار کو ڈھکے بیلے پھولوں کی بیل اور اس پر پڑتی سورج کی الوداعی کرنیں' یوں لگ رہا تھا جیسے پورے ماحول میں اداسی رچ بس گئی ہو۔ وہ کھڑا اس اداسی کو نجانے کب تک اپنے اندر اتارتا رہتا کہ مما کا فون آ گیا۔ وہ اس کے بغیر اداس تھیں۔ حالانکہ ہائر اسٹڈیز کے لیے وہ ملک سے باہر بھی رہا تھا مگر مما اس کی دوری کی عادی نہیں ہو سکی تھیں۔

"پھر کیا سوچا حمزہ تم نے؟ کچھ عرصے تک رمضان المبارک شروع ہو جائیں گے' میرا اور تمہارے بابا کا عید ملتان میں کرنے کا ارادہ ہے۔ ہم چاہ رہے تھے کہ اس موقع پر کم از کم تمہاری منگنی ہی کر دی جائے۔" فوراً" فوراً" سب گھر والوں کی خیریت دریافت کرنے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کے بعد وہ مطلب کی بات پر آئیں۔ حمزہ گڑبڑا گیا۔ مما نے جو ذمہ داری آتے ہوئے اس کے سر ڈالی تھی یہاں آکر تو وہ یکسر بھول گیا تھا۔

"مما! ابھی میں کوئی فیصلہ نہیں کرسکا۔ بہت جلد کسی فیصلے پر پہنچ کر آپ کو آگاہ کروں گا۔" ان کی ڈانٹ سے بچنے کے لیے اس نے گول مول جواب دے کر بات بدل دی۔

ان سے بات کرنے کے بعد فون چارجنگ پر لگاتے ہوئے وہ مسلسل اسی بارے میں سوچے جارہا تھا۔ اس ایک ہفتے میں وہ زرش اور فلک سے کافی کھل مل گیا تھا۔ دونوں بہت اچھی لڑکیاں تھیں۔ سروش کے ساتھ مل کر وہ انہیں تنگ بھی خوب کرتا تھا۔ وہ اسے حمزہ بھائی کہتی تھیں۔ اس لیے انہیں کسی اور زاویے سے دیکھنے کی نوبت ہی نہیں آئی تھی اور اب چاہتے ہوئے بھی کسی اور نظر سے ان دونوں کے بارے میں سوچ نہیں پارہا تھا۔

رہ گئی مہک تو اس سے تو ابھی تک ڈھنگ سے بات بھی نہیں ہوپائی تھی، جب بھی سامنا ہوتا وہ یاوجہ ہی نروس ہوجاتی تھی۔ پہلے دن والی بات پر شاید ابھی تک شرمندہ تھی۔

ہمہ وقت کتاب یا اخبار ہاتھ میں لیے کبھی تایا جی سے سیاست پر بحث کرتی، کبھی چھوٹے چچا سے کوئی کتاب ڈسکس کرتی۔ بالوں کی لمبی چٹیا کمر پر ڈالے خود سے بے نیاز سی یہ مہک اس تک سک سے تیار مہک سے قطعاً "مختلف" تھی۔ جس سے وہ پہلے دن ملا تھا۔

"آنکھیں بند کیے، سر اٹھائے بوندوں سے کھیلتی لڑکی۔" بے ساختہ بارش میں بھیگا وہ منظر اس کی آنکھوں میں چمک اٹھا۔ میٹھی سی مسکراہٹ ہونٹوں کو چھو گئی۔ اسی پل اس کی نظر کھڑکی کے پار جھولے پر پڑی جسے مہک نے آباد کر رکھا تھا۔ اس نے بغور اسے دیکھا۔ نمکین پانی میں ڈوبی دو اداس جھیلیں، شام کا سارا درد جیسے اس کی آنکھوں میں سمٹ آیا ہو۔ حمزہ کو اپنا آپ ان میں ڈوبتا محسوس ہوا۔ کھڑکی میں کھڑے حمزہ کو اتنے انہماک سے اپنی طرف دیکھتے پاکر ناگواری کی ہلکی سی لہر مہک کے چہرے پر دوڑ گئی۔

"اف یہ ڈاکو... دیکھتا ایسے ہے جیسے اندر تک پڑھ لے گا۔" اس کی گہری آنکھیں اسے مضطرب کرنے لگیں تو وہ کتاب اٹھا کر اوپر چلی گئی۔ حمزہ کی نگاہوں نے آخر تک اس کا پیچھا کیا۔

"ہاں اس کے بارے میں سوچا جاسکتا ہے۔" دل نے بے ساختہ صدا دی۔

☼ ☼ ☼

رمضان المبارک کا چاند دیکھنے کے لیے ساری پارٹی سوائے فیضان و علیمہ کے ٹیرس پر قبضہ جمائے کھڑی تھی۔ سروش حمزہ کو بھی گھسیٹ لایا تھا۔ اب سب سر اٹھائے سرمئی آسمان پر نظریں گھمارہے تھے۔

"وہ رہا چاند۔" سب سے پہلے حمزہ کو نظر آیا۔

"کہاں۔ ہمیں بھی دکھاؤ۔" سب کی بے چین آوازیں ابھریں۔ حمزہ کی نشاندہی پر سروش، فلک اور پھر زرش کو بھی چاند نظر آگیا مگر مہک ابھی تک منہ بسور کر کھڑی تھی۔ چیزیں تلاش کرنے کے معاملے میں وہ ہمیشہ سے کمزور تھی۔ بقول امی اسے سامنے کا پہاڑ نظر نہیں آتا تھا۔ یہ تو پھر باریک سا ہلال تھا۔

"کہاں ہے۔ مجھے نظر نہیں آرہا۔" "وہ سامنے والی ٹنکی کے پیچھے، بیری کے درخت کی سب سے اونچی ٹہنی کے پاس۔" حمزہ نے قریب ہو کر بڑی تفصیل سے لوکیشن سمجھائی۔

"مل گیا۔" وہ خوشی سے اچھل کر تالی بجاتے ہوئے چہکی۔ حمزہ اسے دیکھتا رہ گیا۔ وہ ابھی تک اسے سمجھ نہیں پایا تھا۔ کبھی چھوٹی چھوٹی باتوں پر بچوں کی طرح خوش ہوتی، کبھی سو برس کی بڑی بڑی سیاسی بحثوں میں الجھی تو کبھی ارد گرد سے بے نیاز کتاب میں منہ دیے۔ مہک پر کبھی اسے چھوٹی بچی کا گمان ہوتا تھا اور کبھی دعا سے بوڑھی روح لگتی تھی۔

"آپ بھی دعا کیجیے۔" اس کی گہری نظروں کے حصار سے گھبرا کر وہ بولی اور چند قدم آگے بڑھ کر خود بھی

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

دعا کے لیے ہاتھ اٹھا لیے۔ سب نے انتہائی خشوع و خضوع سے دعا مانگی۔

سب سے لمبی دعا سروش کی تھی۔ پھپھو کے بلانے پر سب ان کے لاؤنج میں جا کر بیٹھ گئے۔ مسک چائے بنانے چلی گئی۔ فلک بھی اس کا ہاتھ بٹانے پیچھے چلی گئی' جبکہ زرش پھپھو سے اپنے عید کے کپڑوں کی کلر اسکیم ڈسکس کرنے لگی۔ سروش نے ٹی وی کا ریموٹ اٹھا لیا۔

حمزہ آج پہلی مرتبہ اوپر آیا تھا۔ ورنہ پھپھو سے تقریباً" روزانہ ہی نیچے ملاقات ہو جاتی تھی۔ وہ غیر ارادی طور پر اردگرد کا جائزہ لینے لگا۔ بڑا سا لاؤنج جو بیک وقت ڈائننگ اور ڈرائنگ روم کے طور پر بھی استعمال ہوتا تھا۔ ان ڈور پلانٹس اور خوب صورت وال ہینگنگز سے نفاست سے آراستہ تھا۔

سامنے والی دیوار میں نصب کتابوں سے کھچا کھچ بھری الماری لاؤنج کے وقار میں اضافہ کر رہی تھی۔

"آٹھ نو سو کتابیں تو ضرور ہوں گی۔" حمزہ نے سوچا۔

"کہاں کھو گئے بادشاہو!" ٹی وی سے بور ہو کر اس کی طرف منہ کر کے سروش نے پوچھا۔

"یار میں سوچ رہا تھا اتنی لمبی دعا میں آخر تم نے کیا مانگا۔" حمزہ شرارت سے مسکرایا۔

"لو! اپنی ننھی سی عقل کو تھکانے کی کیا ضرورت تھی۔ مجھ سے پوچھ لیا ہوتا' چاند دیکھ کر جو بھی دعا کی جائے قبول ہوتی ہے۔ اس لیے میں نے تو اللہ سائیں سے خوب فرمائشیں کیں۔" سروش فارم میں آتے ہوئے اپنی دعا کی تفصیل بتانے لگا' جسے سن کر حمزہ چکرا کر رہ گیا۔"

"شان دار سا بنگلہ۔ زیرو میٹر فراری' ملٹی نیشنل کمپنی میں بہترین جاب ورلڈ ٹور اور۔۔۔ اور۔۔۔" وہ پرشوق نظروں سے چائے لے کر آتی فلک کو دیکھ کر ٹھٹکا۔

"بس۔۔۔ بس۔۔۔ کافی ہے۔ ہمارا دماغ کھانے کی ضرورت نہیں۔" میز پر چائے کی ٹرے رکھتے ہوئے فلک نے حمزہ کے منہ کی بات چھین لی۔ جو سروش سے پوچھ کر پچھتا رہا تھا۔

"اونہوں۔۔۔ اچھے بچے جیلس نہیں ہوتے۔" سروش نے بڑے نرم لہجے میں گھرکا۔ کرارا سا جواب دینے کی صورت میں چائے سے محروم ہونے کا خطرہ تھا جو اسے منظور نہیں تھا۔

"حمزہ بھائی! اتنی ڈھیر ساری کتب دیکھ کر آپ کو حیرت نہیں ہوئی' ورنہ جو بھی پہلی بار دیکھتا ہے' حیران ضرور ہوتا ہے۔" پھپھو کے کام سے اندر جانے پر زرش بھی ان کے پاس آ بیٹھی۔

"بالکل بھی نہیں۔ میرے ممّا' پاپا دونوں ہی مطالعے کے شوقین ہیں۔ ان کی ذاتی لائبریری میں بلا مبالغہ تین' چار ہزار کتابیں ضرور ہوں گی۔" زرش کے بچکانہ سوال پر حمزہ مسکرایا۔

"واقعی۔۔۔" کباب لے کر آتی مسک نے حیرت سے پوری آنکھیں کھولیں۔ "اللہ معاف کرے اتنی زیادہ کتب جمع کرنے میں تو انہیں بہت عرصہ لگا ہو گا نا۔ میں بھی بچپن سے جمع کر رہی ہوں مگر میرے پاس صرف نو سو بکس ہیں۔ ساسوں اور ماں جی کی لائبریری میں کس زبان میں زیادہ بکس ہیں؟ کن رائٹرز کو وہ شوق سے پڑھتے ہیں؟" حمزہ اسے یوں پرجوش انداز میں سوال پر سوال پوچھتے دیکھ کر پھر سے حیران رہ گیا۔ کہاں تو سامنا ہوتے ہی گھبرانے لگتی تھی اور کہاں اب یوں ایک دم سے۔ یہ لڑکی قدم قدم پر حیران کر رہی تھی۔

حمزہ اگرچہ کتابوں کا شیدا نہیں تھا مگر ادبی ذوق کے حامل والدین کی محبت میں رہنے کی وجہ سے "ادب" کی الف' ب سے ضرور واقف تھا۔ اس لیے بور نہیں ہوا۔ ورنہ سروش تو گفتگو کے درمیان ہی کب کا بے زار ہو کر جا چکا تھا۔

کافی دیر بعد جب وہ نیچے جانے کے لیے اٹھا تو نہ صرف کتابوں سے متعلق مسک کی دیوانگی جان چکا تھا بلکہ اس سے کافی بے تکلف بھی ہو چکا تھا۔

"ممّا' پاپا سے گاڑھی چھننے کی محترمہ کی۔" شوخ سی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

مسکراہٹ چہرے پر سجائے یہ سوچتا وہ سیڑھیاں اتر گیا۔ اس کی پشت پر نظریں جمائے کھڑی مہک مسکراتے ہوئے اپنی گڈ بک میں اس کا نام درج کرنے لگی۔

☼ ☼ ☼

رمضان المبارک کے بابرکت دن پر لگا کر اڑتے جا رہے تھے۔ دوسرا عشرہ شروع ہو چکا تھا۔ اب تو سب کی روٹین بھی سیٹ ہو گئی تھی۔ ہاں مگر حمزہ کو جس دن سائٹ پر جانا ہوتا تھا' اس دن واپسی پر اس کی حالت خراب ہوتی تھی۔ عصر کی نماز پڑھ کر جو سوتا مغرب کی خبر لاتا تھا۔ دادو اس کے بے وقت سونے پر ہولتی رہتی تھیں اور اس کے آفس والوں کے خوب غائبانہ لتے لیتیں' جنہوں نے اسے کولہو کا بیل بنا چھوڑا تھا۔

زرش اور فلک نے صبح سے دادو کا پیچھا لیا ہوا تھا۔ انہیں عید کی شاپنگ کرنے بازار جانا تھا۔ مگر کوئی لے جانے پر تیار ہی نہیں تھا۔ ان کا گھر چونکہ ملتان کے مضافات میں تھا۔ بازار اور مارکیٹیں یہاں سے کافی دور تھیں۔ اس لیے اکیلے جانا بھی مشکل تھا۔

"دادو! آخری عشرہ شروع ہو چکا ہے۔ جوتے' چوڑیاں تو ایک طرف' ہم نے تو ابھی کپڑے بھی نہیں لیے' دوستوں کے لیے کارڈز اور گفٹس بھی لینے ہیں۔ ہماری بات تو کوئی سنتا ہی نہیں۔ پلیز آپ ہی کسی سے کہیں' ہمیں بازار لے جائے۔" ساری لڑکیاں دادو کو گھیرے ہوئے تھیں۔ فلک اور مہک تو باقاعدہ رونے لگی تھیں۔

"اچھا اچھا۔۔۔ افطار کے بعد تیار رہنا۔۔۔ میں کہتی ہوں کسی سے۔" وہ انہیں ٹالتی بمشکل ان کے گھیرے سے نکلیں۔

"دادو زندہ باد" سب ایک ساتھ چلائیں۔

وہ سب اسی شام افطار کے بعد سروش اور حمزہ کے ہمراہ آئے تھے "لیڈیز" کو شاپنگ پر لے جانے کا سنتے ہی فارغ بیٹھ کر ٹی وی دیکھتے عدنان بھائی کو ضروری کام یاد آگیا تھا جبکہ ٹھیک ٹھاک فیضان بھائی کے سر میں درد ہونے لگا تھا۔

سروش کو چونکہ بروقت کوئی بہانہ نہیں سوجھا تھا اس لیے اسے یہ سزا بھگتنی پڑی تھی واحد حمزہ تھا جسے لیڈیز کو شاپنگ کروانے کا تجربہ نہیں تھا اسی لیے وہ خوشی خوشی ساتھ چلا آیا۔ فضیلہ بھابھی اور ملیحہ تو فوراً "بے بیز کارنر" کی طرف چلی گئیں۔ زرش اور فلک کا ارادہ کپڑوں کی خریداری کے بعد میچنگ کے لیے اور اور پھرنے کا تھا۔

"پلیز تم لوگ میرے لیے کوئی سوٹ دیکھ لینا میں جب تک کتابیں خرید لوں' مگر ملیحہ آپی کو ہرگز مت بتانا کہ میں بک شاپ میں ہوں۔" اپنے پرس میں موجود آٹھ ہزار میں سے صرف ایک ہزار نکال کر ان کی طرف بڑھایا۔

"ارے اتنے میں تو اچھا سا سوٹ کجا شرٹ پیس بھی نہیں آئے گا۔"

"تو پھر رہنے دو' کوئی اچھی سی کتاب تو ضرور ہی آجائے گی' ویسے بھی میرے پاس دو تین ان سلے سوٹ پڑے ہیں' انہی میں سے کوئی بنوالوں گی عید پر۔"

حمزہ بک شاپ میں پہلے سے موجود کارڈز دیکھ رہا تھا' اسے آتے دیکھ کر مسکرایا۔ اسے یقین تھا مہک سیدھی یہیں ہی آئے گی' وہ چونکہ کارنر میں کھڑا تھا اس لیے مہک کی اس پر نظر نہیں پڑی جبکہ وہ کارڈز کی اوٹ سے اسے خوشی خوشی تتلی کی مانند ایک ریک سے دوسرے کے درمیان چکرا تا دیکھتا رہا۔

اپنے پسندیدہ مصنفین کی ڈھیر ساری کتب کاؤنٹر پر ڈھیر کرنے کے بعد بل بنوانے لگی۔ اتنے میں سفید چادر سلیقے سے لپیٹے ایک عورت دکان میں داخل ہوئی۔ اس کے ساتھ آٹھ سال کا بڑی بڑی آنکھوں والا کمزور سا بچہ بھی تھا' جو دیکھنے میں بیمار لگتا تھا۔ وہ ہولے سے سلام کر کے کاؤنٹر کے پاس نظریں جھکا کر کھڑی ہو گئی۔ اسے دیکھ کر دکاندار کے کیلکولیٹر پر چلتے ہاتھ رک گئے۔ اس نے دراز سے پیسے نکال کر عورت کی طرف بڑھائے شاید وہ اسے پہلے سے جانتا تھا اور بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"تھیلسیمیا بہت بری بیماری ہے۔ اللہ پاک اسے شفا دے۔" مہک کو سن کر بہت افسوس ہوا۔

اسی پل اس کی نظریں بچے کی خالی ویران آنکھوں سے ٹکرائیں۔

"سنیے!" جاتی ہوئی عورت کو روک کر اس نے پرس میں موجود تمام پونجی اسے تھمادی۔

"سوری انکل! ابھی میرے پاس یہ کتابیں خریدنے کے لیے پیسے نہیں۔ پھر کبھی آکر لے جاؤں گی۔" اس نے متانت سے پارلیش دکان دار سے معذرت کی۔

حمزہ کارڈ چہرے کے آگے سے ہٹا کر سینے پر ہاتھ باندھے اسے دیکھے گیا چھوٹے چھوٹے قدموں سے باہر جاتی مہک اسے اپنے دل میں اندر بہت اندر گہرائی میں اترتی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ ہر بار ایک نئے روپ میں اس کے سامنے آئی تھی مگر اس کا یہ روپ تو ہر روپ سے زیادہ خوب صورت تھا' کچھ سوچ کر وہ کاؤنٹر پر چلا آیا اور مہک کی چھوڑی ساری کتابیں پیک کرنے کا کہہ کر مما کو میسج کرنے لگا' جو اس کا فیصلہ جاننے کو بے قرار تھیں۔

☼ ☼ ☼

حمزہ کا فیصلہ جاننے کے بعد اس کی مما کا بس نہیں چل رہا تھا' اڑ کر ملتان پہنچ جائیں۔ عید تو ویسے بھی ادھر ہی کرنے کا ارادہ تھا اس لیے اگلی فلائٹ سے ہی وہ لوگ چلے آئے تھے۔ بیٹے اور بہو کو یوں اچانک سامنے پاکر دلدار نہال ہو گئی تھیں اور جب ان کے آنے کا مقصد پتا چلا تو خوشی دوبالا ہو گئی۔ آنکھیں تو صبیحہ بیگم کی بھی بھر آئی تھیں' پھر بڑوں کی میٹنگ میں یہی طے پایا کہ عید کے دن حمزہ اور مہک کی منگنی کر دی جائے جبکہ شادی کچھ عرصے بعد کرنے کا ارادہ تھا۔

دادو نے لگے ہاتھوں دونوں بیٹوں اور بہوؤں کی رضامندی سے سروش اور فلک کی زبانی نسبت بھی طے کر دی۔

اچھی طرح خود کو یقین دلانے کے بعد سروش نے جو اچھلنا کودنا شروع کیا تو حمزہ سے اسے سنبھالنا مشکل ہو گیا۔

☼ ☼ ☼

عید کا دن اپنی تمام رونقوں اور رعنائیوں کے ساتھ نعت منزل میں اترا تھا۔ دادو خوشی سے کھلی پڑ رہی تھیں' شیر خرما بھی اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا۔ اس عید پر ان کی تمام اولادیں ان کے ہمراہ تھیں۔ ایک ماں کے لیے اس سے بڑھ کر خوشی کی بات کیا ہو سکتی تھی۔

منگنی کا انتظام پائیں باغ میں کیا گیا تھا۔ حمزہ کی مما نے جھولے کو اپنے ہاتھوں سے سجایا۔ منگنی کا جوڑا اور انگوٹھی تو وہ لاہور سے ہی لے آئی تھیں۔ تقریب میں صرف قریبی رشتہ دار ہی مدعو تھے جو سر شام ہی آنا شروع ہو گئے تھے۔

حمزہ نے مہک کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے صبح سے لاکھ کوشش کی تھی مگر ناکام رہا تھا۔ وہ نیچے ہی نہیں اتری تھی۔

علیزہ اور فضیلہ بھابھی اسے تقریب کے لیے نیچے لائیں تو وہ پُرشوق نظروں سے اسے دیکھے گیا۔ اس نے ایمرالڈ گرین چوڑی دار فراک پہن رکھا تھا جو آگے سے گھٹنوں سے نیچے تھا اور پیچھے سے ٹخنوں کو چھو رہا تھا۔ کانوں میں دادو کے چاندی کے کٹورے والے جھمکے اور ماتھے پر گول ٹیکا سجا رکھا تھا' سفید موتیا کے پھولوں سے گندھی چوٹی آگے کندھے پر ڈال رکھی تھی۔ نفاست سے کیے گئے میک اپ کے ساتھ بلاشبہ پھولوں کی مہک لگ رہی تھی۔

اسے جھولے پر حمزہ کے برابر لاکر بٹھایا گیا۔

پھر جب دادو نے اسے تالیوں کی گونج میں حمزہ کے نام کی انگوٹھی پہنائی تو دل نے اک انگوٹھی کے عوض ساری دنیائیں پہلو میں بیٹھے حمزہ کے نام کر دیں۔

"منگنی مبارک ہو۔" سب سے نظر بچا کر حمزہ نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ اس کا جھکا سر مزید جھک گیا۔ آنکھوں میں خواب اور ہونٹوں پر مسکان اتر آئی تھی۔

☼ ☼ ☼

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

وہ ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں خود کو دیکھے جا رہی تھی۔ نیچے تقریب تقریباً اختتام پذیر ہو چکی تھی۔ سب مہمان جا چکے تھے' گھر کے لوگ ہی مل بیٹھ کر خوش گپیوں میں مصروف تھے' وہ چینج کیے بغیر پھولوں سے گندھی چوٹی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے آئینے میں سولہ سنگھار سے آراستہ اپنا روپ دیکھے جا رہی تھی' جو بہت اجنبی اجنبی سا لگ رہا تھا۔

"آج فضیلہ بھابھی ساڑھی میں کتنی پیاری لگ رہی تھیں ناں" اسے اچانک ان کا خیال آیا اور رو بھی وہ جھلکنے لگی۔ "انہیں کتنا شوق تھا پی ایچ ڈی کرنے کا' لیکچرار بننے کا۔ ایم ایس سی MSC گولڈ میڈلسٹ تھیں مگر کیا بنا شادی کے بعد ان کے خوابوں کا؟ اور ملیحہ آپی کتنی اچھی پینٹر تھیں' انہیں رنگوں سے کھیلنے کا کتنا اشتیاق تھا مگر شادی کے بعد اس نے ان کے ہاتھوں میں کبھی برش نہیں دیکھا تھا۔

کیا شادی کے لیے ہر لڑکی کو اپنا ہر شوق بابل کی دہلیز پر چھوڑ کر جانا ہوتا ہے؟ کیا مجھے بھی اپنی کتابوں کو بھولنا ہو گا؟" منفی خیالات اچانک حملہ آور ہوئے تو دل میں بے سکونی اترنا شروع ہو گئی۔

اس نے سر جھٹک کر ہر خیال دور پھینکا اور زیور اتارنے لگی۔ جھمکے اتارتے ہوئے اس کی نظر ڈریسنگ ٹیبل پر پڑی۔ وہاں بڑا سا گفٹ پیک رکھا تھا۔ وہ اسے لے کر بیڈ پر آ بیٹھی۔ اس پر کسی کا نام نہیں لکھا تھا۔ اس کے باوجود وہ جان گئی یہ کس نے بھیجا ہو گا۔ ہتھیلیوں میں بے اختیار پسینہ اتر آیا۔ ہاتھوں کی لرزش پر قابو پا کر اس نے گفٹ پیک کھولا تو مارے خوشی کے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ اندر ڈھیروں کتابیں رکھی تھیں۔ وہ ایک ایک کتاب اٹھا کر دیکھنے لگی۔ سب کی سب وہی تھیں جو وہ اس دن کاؤنٹر پر چھوڑ آئی تھی۔ حیرت نے آنکھوں کا احاطہ کر لیا۔ کچھ دیر پہلے دل میں گھر کرتی بے سکونی' روح میں اترتے سکون میں مدغم ہو کر اپنا وجود کھونے لگی۔

ڈبے کی تہہ میں اک کارڈ بھی رکھا تھا۔ اس نے جھجکتے ہوئے اٹھایا' کارڈ بے حد خوبصورت تھا۔ سفید بیک گراؤنڈ میں حسین سا نیوب روز اور اس کے ارد گرد بکھری ڈھیروں گلاب کی پتیاں' اندر صرف اتنا لکھا تھا۔

"Life is Beautiful but
less than you"

کسی کی زندگی میں اپنی اتنی اہمیت کے اس خوبصورت اظہار نے اسے روح تک سرشار کر ڈالا تھا۔ وہ کتنی ہی دیر لفظوں پر انگلیاں پھیر کر ان میں چھپی جذبوں کی خوبصورتی محسوس کرتی رہی۔ یہ اس کی زندگی میں پہلا موقع تھا' جب اس کے ارد گرد اتنی کتابیں بکھری تھیں اور وہ ان میں گم ہونے کے بجائے کہیں اور گم تھی۔ اگر زرش' فلک' ملیحہ آپی یا کوئی اور یہ دیکھ لیتا تو لازما" مارے حیرت کے بے ہوش ہو جاتا۔

☼ ☼ ☼

آج حمزہ کا ملتان میں آخری دن تھا۔ جس پروجیکٹ کے سلسلے میں وہ یہاں آیا تھا' وہ پایہ تکمیل تک پہنچ چکا تھا۔ شام کی فلائٹ سے اس کی واپسی تھی۔ وہ باہر صحن میں چلا آیا۔ دادو اپنے تخت پر اداس بیٹھی تھیں۔ دادو کے قدموں میں بیٹھ کر اس نے اپنا سر ان کی گود میں رکھ دیا۔

"آتے رہنا۔ ان بوڑھی آنکھوں کو ترسانا مت۔"

دادو نے اس کا ماتھا چوما اور پیار سے اس کے بال سہلانے لگیں۔ وہ ان کے بوڑھے ہاتھ اپنے ہتھیلیوں میں تھام کر بے اختیار چومنے لگا۔

"بہت یاد آئیں گی آپ کے یہ محبت بھرے لمس۔" اس نے تو دادو سے ساتھ چلنے پر بے حد اصرار کیا تھا مگر ان کا ایک ہی جواب تھا' اب تو تمہارے ولیمے پر ہی آؤں گی۔ دادو کے وظیفے کا وقت ہو رہا تھا۔ وہ ایک بار پھر اس کا ماتھا چومتی آبدیدہ سی اندر چلی گئیں۔ وہ تخت پر لیٹ کر خالی خالی نظروں سے نعمت منزل کے ہر گوشے کو الوداع کہتا رہا' پھر کچھ سوچ کر لاؤنج چلا آیا۔

منگنی کے بعد مہک اس کے سامنے نہیں آئی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

وہ بھی اوپر نہیں جاتا تھا مگر جانے سے پہلے آخری بار وہ اس سے ملنا چاہتا تھا۔ اور پھر مکمل سناٹا تھا۔ وہ مہک کو تلاش کرتا پچھلے زینے کی طرف آیا تو وہ ہاتھوں کے پیالے میں چہرہ چھپائے بیٹھی تھی۔ وہ آہستہ سے اس کے پاس سے دو قدم نیچے آبیٹھا۔ مہک یوں اچانک اسے دیکھ کر گڑبڑا گئی۔

"تم رو کیوں رہی ہو؟"

"نن نہیں تو میں کہاں رو رہی ہوں۔" اس نے نمناک آنکھوں سے جھٹلانا چاہا مگر آنسوؤں نے پلکوں کی باڑ توڑ کر بھرم فاش کر ڈالا۔

"وہ در اصل آنکھ میں کچھ چلا گیا تھا۔" وہ حمزہ کی اندر تک اترتی شفاف گہری آنکھوں سے گھبرا کر نظریں چرا گئی۔ اب کیوں کا جواب کیا دیتی۔ بے شک منگنی کے بعد سے اس کے سامنے نہیں جاتی تھی مگر یہ احساس کیا کم تھا کہ جن ہواؤں میں وہ سانس لیتی ہے وہ اس کی خوشبو سے بوجھل ہیں یا اسے چھو کر آتی ہیں۔

جب سے اس نے حمزہ کے جانے کا سنا تھا۔ آنکھیں یونہی چھلکنے کو بے تاب رہتی تھیں۔ سیڑھیوں کے پاس ہی ہار سنگھار کا پیڑ تھا۔ ہوا نے اسے چھیڑا تو ڈھیروں پھول دونوں پر برس گئے۔ بہت سے وعدے، بہت سے اقرار خاموشی کے طویل وقفے میں خاموشی کی زبانی ہی کر کے حمزہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"اب میں چلتا ہوں بہت جلد تمہیں لینے آؤں گا۔ میرا انتظار کروگی ناں؟" بڑی آس سے پوچھا۔ مہک نے بے اختیار اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس کا اداس سراپا دل میں اتار تا وہ آگے بڑھ گیا۔

"سنو!" جاتے جاتے پلٹا۔

بجا ہے دل کے قلعے کو فتح کر سکتے ہیں آنسو
مگر تیری آنکھوں میں یہ اشک مجھے اچھے نہیں لگتے

"آئندہ آنکھوں میں "کچھ" جانے مت دینا۔" مسکرا کر کہتے ہوئے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا چلا گیا۔ اس کے قدم گنتی مہک سوچ کر رہ گئی۔ "یہ شخص واقعی ڈاکو ہے۔ خالی ہاتھ آیا تھا اور اب میرا سب کچھ لوٹ کر لیے جا رہا ہے۔"

☆ ☆ ☆

دونوں گھروں میں شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں۔ حمزہ چونکہ اکلوتا تھا اس لیے اس کی مما کی خواہش تھی کہ وہ اس کی شادی میں اپنے سارے ارمان پورے کریں۔ دوسری طرف صبیحہ بیگم بھی یہی چاہتی تھیں کہ ان کی چھوٹی بیٹی کی شادی میں کوئی کسر باقی نہ رہے۔ چونکہ بھائیوں نے انہیں وراثت میں سے ان کا جائز شرعی حق دیا تھا اس لیے روپے پیسے کی کوئی تنگی نہیں تھی۔

مگر حمزہ نے جہیز نہ لینے کا شوشا چھوڑ کر انہیں پریشان کر دیا بلکہ اس نے تو یہ کہتے ہوئے شادی اور ولیمے کے لیے ہوٹل کی بکنگ کروانے سے بھی منع کر دیا تھا کہ جب اپنے اتنے بڑے اور خوبصورت گھر موجود ہیں تو پھر اس فضول خرچی کی کیا تک ہے۔

سب نے زور دیا تو اس نے صاف کہہ دیا اس طرح جو رقم بچ جائے اس سے کسی بے سہارا لڑکی کی شادی کروا دیجیے گا۔ چونکہ اس کی نیت صاف تھی اور جذبہ نیک تھا اسی لیے سب مان گئے تھے۔

پھر اللہ اللہ کر کے شادی کا دن بھی آپہنچا۔ مہک کی حالت صبح سے عجیب تھی۔ کبھی نئی رفاقتوں کی خوشی انگ انگ میں سرشاری بھر جاتی اور کبھی آشیانہ چھوڑنے کا غم رگ و پے میں سرایت کرنے لگتا تھا۔ اسی دھوپ چھاؤں سی کیفیت میں نکاح ہوا اور اسے حمزہ کے پہلو میں لا بٹھایا گیا۔

میرون لہنگے اور پیچ لانگ شرٹ میں روایتی دلہنوں کے تمام لوازمات سے آراستہ۔ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ بھوری آنکھوں نے گویا حسن میں چار چاند لگا دیے تھے۔ پیچ رنگ کی شیروانی میں حمزہ کی چھب بھی نرالی تھی۔

"بھئی دلہن پر روپ آتا تو سنا تھا مگر یہاں تو دلہن کے ساتھ ساتھ دولہا میاں پر بھی ٹوٹ کر روپ آیا ہے۔" کسی مہمان خاتون نے بھرپور قہقہے کے ساتھ تبصرہ کیا تو سب نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔ دونوں کی جوڑی چاند سورج کو شرما رہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

شادی کی رسموں کو سب نے خوب انجوائے کیا سارے لڑکے حمزہ جبکہ لڑکیاں مہک کی طرف ہوگئیں۔

یوں ہی ہنستے مسکراتے رخصتی کا وقت آپہنچا تھا۔ ہر آنکھ جس میں کچھ دیر پہلے خوشی کے ستارے چمک رہے تھے اب اداسی سے جھلملا رہی تھی۔ ابھی ملنے ملانے کا سلسلہ جاری تھا کہ ایک معجزہ رونما ہوگیا۔ صبح کا بھولا شام کے ڈھلتے سایوں میں واپس چلا آیا تھا۔

ابھی چند دن پہلے ہی مہک کے والد نے جو دلاور کے بھانجے تھے۔ انہوں نے فون کیا تھا۔ اپنے کیے پر بہت شرمندہ تھے۔ رو رو کر معافی مانگ رہے تھے۔ معاف کرنا آسان تو نہیں تھا، مگر بہت سے گلوں شکووں کے بعد دلاور نے انہیں معاف کرکے آنے کی اجازت دے دی۔

"شام کے سائے اگرچہ ڈھل رہے تھے، مگر تھی تو ابھی شام نا۔" یہی سوچ کر صبیحہ نے بھی انہیں معاف کردیا تھا، مگر ان کے آنے کو پھر بھی راز رکھا تھا۔ مبادا وہ ایک بار پھر اپنا ارادہ بدل ہی نہ دیں۔

وہ رخصتی کے وقت تک پہنچ ہی گئے تھے اور مہک جو سوچتی تھی کہ جب کبھی ان سے سامنا ہوا، وہ انہیں اسی طرح نظرانداز کرے گی، جس طرح انہوں نے ان کو کیا تھا۔ مگر انہیں اچانک سامنے پاکر وہ بغیر کوئی شکوہ کیے ان کی کھلی بانہوں میں جاسمائی اور اتنا روئی کہ ہر گلہ شکوہ آنسوؤں میں بہہ گیا۔ قرآن مجید اور دعاؤں کے سائے تلے جب وہ نعمت منزل سے وداع ہوئی تو اور بہت سی چیزوں کی طرح اپنی ذات کی محرومیاں بھی وہیں چھوڑ گئی۔

☆ ☆ ☆

شادی کے بعد زندگی اتنی خوب صورت ہوجائے گی۔ مہک نے سوچا بھی نہیں تھا۔ حمزہ نے نہ تو چاند تارے توڑ لانے کے وعدے کیے اور نہ ہی کسی دوسری دنیا کے خواب دکھائے تھے۔ بس سیدھے سیدھے اپنا دل جو وہ پہلے ہی اس کے نام کرچکا تھا۔ اسے پیش کردیا۔

ہنی مون کے لیے دونوں شمالی علاقہ جات گئے تھے۔ وہاں سے واپسی پر ملتان کا چکر لگایا تھا۔ جہاں دعوتیں بھگتاتے ہوئے وقت گزرنے کا پتا بھی نہیں چلا تھا۔ مہینے بعد جب دونوں واپس آئے تو ایک دوسرے کے اتنے قریب ہوچکے تھے، جیسے کئی سالوں سے ساتھ ساتھ ہوں۔

کمرے میں پرسکون تاریکی کا راج تھا۔ حمزہ تکیے میں منہ چھپائے گہری نیند سویا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی مہک نے بڑے پیار سے اسے جگانے کی کوشش کی تھی مگر ذرا سا کسمسانے کے بعد وہ پھر غافل ہوگیا تھا۔ اسے دس منٹ میں اٹھنے کا الٹی میٹم دیتی وہ ناشتا بنانے چلی گئی۔ حالانکہ خانساماں موجود تھا مگر اسے حمزہ کا ہر کام اپنے ہاتھوں سے کرنا اچھا لگتا تھا۔ ناشتے کی ٹرالی گھسیٹتے ہوئے وہ اندر آئی تو حمزہ ابھی تک خواب خرگوش کے مزے میں تھا۔ اسے نو بجے آفس جانا ہوتا تھا اور اب ساڑھے آٹھ بج رہے تھے۔

"اللہ معاف کرے، آپ ابھی تک سوئے ہیں، آفس نہیں جانا کیا؟" کمر پر ہاتھ رکھ کر وہ اسے گھور کر رہ گئی۔ پھر اچانک کچھ سوچ کر شرارت سے مسکرائی اور ٹائم پیس پر الارم سیٹ کرکے اس کے کان کے پاس رکھا اور کھڑکی کے پردے میں چھپ گئی۔ الارم کی چنگھاڑتی آواز اور سورج کی تیز شعاعوں نے بیک وقت حمزہ پر حملہ کیا اور وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

اس کی بدحواس شکل دیکھ کر مہک کے قہقہے چھوٹ گئے۔ اسے یوں خود پر ہنستا دیکھ کر حمزہ ایک جھٹکے سے بیڈ سے اتر کر مہک کی طرف بڑھا۔ اسے شاید غصہ آگیا تھا۔ اسے اپنی جانب بڑھتے دیکھ کر مہک مارے ڈر کے الٹے قدموں پیچھے ہٹتی دیوار سے جا لگی۔

ابھی کل ہی تو ممانے بتایا تھا کہ اول تو حمزہ کو غصہ آتا نہیں مگر آجائے تو سامنے والے کی خیر نہیں ہوتی۔ اس کا حلق خشک ہوگیا۔ حمزہ خطرناک تیوروں سے اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔ دونوں ہاتھ دیوار پر ٹکا کر اس کے فرار کا راستہ بھی معدوم کردیا۔ اس کا ہاتھ اپنی طرف

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جا سکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

SCANNED BY DIGESTPK

بڑھتا دیکھ کر مہک نے کبوتر کی طرح سختی سے آنکھیں بند کرلیں۔ حمزہ نے جنگلے سے اس کے پیچھے کھونٹی سے لٹکا تولیہ اتارا اور شرارت کی انگلی سے اس کی ناک کی پھننگ زور سے دبا کر قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ اب مہک کی شکل دیکھنے والی تھی۔

"کیا بہت خوف ناک ہوں میں؟" اس کی وحشت بھری آنکھوں میں معصومیت سے جھانکتے ہوئے پوچھا۔ مہک غصے سے اس کے پاؤں پر اپنا پاؤں پٹخ کر کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی۔

"اللہ معاف کرے۔ آج تو میری جان ہی نکال کر رکھ دی تھی۔" اس کا دل ابھی تک زور، زور سے دھڑک رہا تھا۔ حمزہ اپنی شرارت سے لطف اندوز ہوتا کچھ دیر گہری نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ روٹھی ہوئی اتنی پیاری لگ رہی تھی کہ منانے کا پروگرام کچھ دیر بعد پر اٹھا کر اس کی لمبی چوٹی کو جھٹکا دیتا شاور لینے چلا گیا۔ اس کی پیٹھ کو پیار سے مکا دکھاتے ہوئے مہک بے اختیار ہنس دی۔

☼ ☼ ☼

شادی کے شروع کا عرصہ تو یوں پلک جھپکتے گزرا تھا کہ پتا بھی نہیں چلا تھا۔ مگر اب جب سے نارمل روٹین شروع ہوئی تھی تو سب کے جانے کے بعد وہ گھر میں اکیلی بور ہو جاتی تھی۔ کرنے کو کوئی کام بھی نہیں تھا۔ مختلف کاموں کے لیے مختلف ملازمین تھے۔

حمزہ کے سارے کام بے شک وہ اپنے ہاتھوں سے کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ مگر وہ ہوتے ہی کتنے تھے۔ تھوڑی دیر میں ختم ہو جاتے۔ اس کے بعد سارا دن وہ ہوتی اور اس کی تنہائی۔ وہ اب اس روٹین سے شدید بور ہونے لگی تھی۔ بے مقصد چینل سرچنگ کرنے کے بعد کچھ سوچ کر حمزہ کا نمبر ملانے لگی۔

"کیا ہو رہا ہے ڈیئر مسز؟" سلام کے بعد حمزہ نے پوچھا۔

"آپ کا انتظار؟" وہ بے ساختہ بولی۔

"ابھی سے، ابھی تو بارہ بھی نہیں بجے۔" اسے حیرت ہوئی۔ مہک اب کیا بتاتی، وہ تو اس کے جاتے ہی آنے کا انتظار شروع کر دیتی تھی۔

"اللہ معاف کرے حمزہ! میں تو سارا دن اکیلے سخت بور ہو جاتی ہوں۔ بتائیں نا کیا کروں۔" وہ اپنا تکیہ کلام دہراتے بولی۔

"پڑھائی کا سلسلہ دوبارہ شروع کر دو۔" حمزہ نے حل پیش کیا۔

"ماسٹرز تو کر چکی، اب مزید کتنا پڑھوں۔" اس نے منہ بنا کر مشورہ رد کر دیا۔

"تو پھر کتابوں سے دوبارہ دوستی کر لو۔"

"کتابیں۔" اس نے زیر لب دہرایا۔ امی نے شادی کے بعد ہر وقت کتابوں میں منہ دیے رکھنے سے سختی سے منع کیا تھا۔ اس کے لاکھ منتیں کرنے کے باوجود اس کی کتابیں لاہور نہیں بھجوائی تھیں۔ مہک کو خود پر حیرت ہو رہی تھی۔ کیسے وہ اتنا عرصہ کتابوں کے بغیر زندہ رہی تھی۔

"مگر حمزہ! میری کتابیں تو ملتان ہی میں رہ گئیں۔ امی نے لانے ہی نہیں دیں۔" وہ بے چارگی سے گویا ہوئی۔

"اللہ معاف کرے ڈیئر مسز! کیا یہ ضروری ہے کہ تم صرف اپنی ذاتی کتابیں ہی پڑھو۔ پلیز پاپا کی لائبریری سے استفادہ کر لیا کرو۔" وہ اس کا تکیہ کلام دہراتا بولا تو وہ فون کو گھور کر رہ گئی۔ مگر چونکہ اس کا مشورہ پسند آیا تھا۔ اس لیے برا نہیں منایا۔

"اچھا مجھے سائٹ پر جانا ہے۔ پھر بات کریں گے۔ اللہ حافظ۔" وہ فون بند کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اسے حیرت ہو رہی تھی۔ اس نے ابھی تک لائبریری میں جھانکا کیوں نہیں۔

"اللہ معاف کرے اتنی خوب صورت لائبریری۔" جوں ہی وہ اندر داخل ہوئی اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ بڑے سے ہال نما کمرے کے تینوں اطراف میں دیوار گیر الماریاں نصب تھیں۔ چوتھی طرف آدھی دیوار گلاس کی تھی۔ جس سے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

خوب صورت لان کا بڑا بھرا منظر نظر آتا تھا۔ درمیان میں گلاس ٹاپ ٹیبل اور ریوالونگ چیئر رکھی تھی۔ کمپیوٹر سسٹم بھی تھا۔ ماموں یہیں پر بیٹھ کر مطالعہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے دوسرے کام بھی کرتے تھے۔

اسے سخت افسوس ہو رہا تھا' وہ یہاں پہلے کیوں نہیں آئی۔ انگریزی' اردو کے علاوہ فارسی زبان کا بھی وسیع خزانہ جمع تھا۔ سمجھ نہیں آرہا تھا کیا پڑھا جائے اور کیا نہیں۔ کافی سوچ بچار کے بعد اس نے محمد ولی رازی کی کتاب اٹھائی۔ حمزہ کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا تو چونک کر سیدھی ہوئی۔

"ارے یہ آج اتنی جلدی آگئے۔" مگر ساڑھے پانچ بجاتی گھڑی پر نظر پڑی تو انگشت بدنداں رہ گئی۔ وقت جو کاٹے نہیں کٹتا تھا۔ آج گویا پلک جھپکتے بیت گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

رفتہ رفتہ مہک کی پرانی روٹین لوٹ آئی تھی۔ کچھ دنوں پہلے جس بوریت کے گلے شکوے ہمہ وقت اس کی زبان پر مچلتے تھے' اب ان کا نام و نشان نہیں تھا۔ پہلے تو حمزہ کی موجودگی میں اس کا سارا وقت حمزہ کے لیے ہوتا تھا۔ مگر اب عموماً" وہ وقت بھی کتابوں کی نظر ہو جاتا تھا۔

"کون کہتا ہے شادی کے بعد لڑکیوں کے سارے شوق اپنی موت آپ مر جاتے ہیں۔" وہ کافی کا کپ لیے گلاس وال سے گلابی شام کا نظارہ کرتے اکثر طمانیت سے سوچتی تو خوب صورت مسکراہٹ چہرے کا احاطہ کرلیتی تھی۔

اس وقت بھی وہ کسی کتاب میں کھوئی تھی۔ جب سکینہ آپا کارڈلیس فون اسے تھما گئیں' دوسری طرف ملیحہ تھی۔

"ہاں بھئی کیا حال ہے۔ تنہائی کا کوئی حل نکالا یا پھر وہی صورت حال ہے۔" سلام دعا کے بعد اس نے پوچھا تو مہک جوش و خروش سے شروع ہو گئی۔

"اللہ معاف کرے آپی! میں تو کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ زندگی اتنی شان دار بھی ہو سکتی ہے۔ پتا ہے اب سارا دن میں ہوتی ہوں اور کتابیں' نہ کوئی روک ٹوک' نہ پابندی' آپ لوگوں نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔ شادی کے بعد یہ ہوتا ہے۔ شادی کے بعد وہ ہوتا ہے۔ یقین جانیے اس ڈر سے میں نے تین مہینوں تک کتابوں کو چھوا بھی نہیں' مگر اب ساری کسر نکال رہی ہوں۔"

دوسری طرف لائن پر خاموشی چھا گئی۔ ملیحہ اس کی مزاج آشنا تھی اور کتابوں سے متعلق اس کی دیوانگی کو کون نہیں جانتا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی' جب امی کی اتنی روک ٹوک کے باوجود مہک کا یہ حال تھا کہ کتاب ہاتھ سے جدا نہیں ہوتی تھی تو اب کھلی چھوٹ مل گئی ہوگی تو۔

"اگر تم ناراض نہ ہو تو ایک بات کہوں؟"

"آپی! ایسی باتیں کر رہی ہیں آپ؟ کیا اب آپ کو مجھ سے کچھ کہنے کے لیے اجازت کی ضرورت پڑے گی۔" وہ روٹھے انداز میں بولی۔

"مہک! ہر جذبہ' ہر کام' ہر شوق بھلا ہے کب تک اچھا لگتا ہے؟" "کب تک" مہک نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"جب تک وہ اعتدال کا پیراہن اوڑھے رہے تاکہ۔ تمہاری ساس' سسر' شوہر سب اچھے ہیں۔ انہیں تمہارے شوق پر کوئی اعتراض نہیں' مگر پھر بھی بہنا۔ سمجھ رہی ہو۔ نا میری بات۔ اچھا لگتا ہے پنکی اٹھ گئی ہے' میں بعد میں بات کرتی ہوں۔" وہ اسے تفصیل سے سمجھانے کا سوچے بیٹھی تھی' مگر پنکی کے رونے کی آواز سن کر عجلت میں فون بند کر دیا۔ مہک کچھ دیر فون ٹھوڑی تلے رکھے ان کی بات پر غور کرتی رہی' پھر سر جھٹک کر دوبارہ کتاب کھول لی۔

"آپی بھی نا خواہ مخواہ پریشان ہوتی رہتی ہیں۔" اسے اپنی زندگی کسی دلکش افسانے کی آخری سطور کی مانند لگتی تھی۔ "پھر وہ سب خوشی خوشی رہنے لگے۔" اور کہانی ختم۔ ایسا سوچتے ہوئے وہ دانستہ کہانی اور زندگی کا فرق

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

بھول جاتی تھی۔

✡ ✡ ✡

پورا کمرا تاریکی میں ڈوبا تھا۔ دبیز پردوں کی اوٹ سے چھن چھن کر آتی سورج کی کرنیں اندھیرے سے برسر پیکار تھیں۔ جہازی سائز کے بیڈ کے ایک طرف مہک' جبکہ دوسری طرف حمزہ تکیہ دبوچے محو خواب تھا۔ حمزہ نے کسمسا کر کروٹ بدلی تو نیم وا آنکھیں الارم پیس کے ریڈیم ڈائل سے ٹکرائیں۔ وہ ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا' پھر کرنٹ کھا کر اٹھ بیٹھا۔

اسے ٹھیک نو بجے آفس پہنچنا تھا اور اس وقت پونے نو ہو رہے تھے۔ صبح نماز کے لیے تو اس کی آنکھ خود بخود کھل جاتی تھی۔ مگر پھر جو سوتا تو اٹھنا مشکل ہو جاتا تھا۔

پہلے تو وہ الارم سیٹ کرتا تھا۔ مگر جب سے شادی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھ مہک کی کلائی میں کھنکتی چوڑیوں سے کھلتی تھی' مگر آج کل۔۔۔ وہ حسرت بھری نگاہ اپنی سوئی ہوئی نصف بہتر پر ڈالتا اٹھ کھڑا ہوا اور بھاگم بھاگ واش روم پہنچا۔ جلدی جلدی شاور لینے کے بعد ڈریسنگ روم میں آکر جو دیکھا تو کپڑے اور جوتے ندارد۔ شادی سے پہلے وہ اپنے ذاتی کام خود کر لیتا تھا۔ مگر اب جب وہ مکمل مہک پر انحصار کرنے لگا تھا تو وہ لاپروا ہوتی جا رہی تھی۔ یہ تو اب روز کا معمول بن چکا تھا۔

غصے کی تیز لہر سر سے نکل کر پیروں کو دوڑی' مگر دل کے مقام تک آتے آتے اپنی گرمی کھو کر جھنجلاہٹ میں بدل گئی۔ مہک اسے اپنا عادی بنا کر خود اب کتابوں میں گم ہو کر لاپروا ہو گئی تھی۔ رات دیر تک پڑھتی رہتی۔ اس لیے صبح آنکھ دیر سے کھلتی تھی۔ اس کے آنے جانے کا حساب رکھنا بالکل چھوڑ دیا تھا۔ بغیر ناشتے کے وہ جیسے تیسے تیار ہو کر نیچے پہنچا گاڑی کا دروازہ کھولا ہی تھا کہ نظر گملوں کے بیچ میں سب سے زیادہ کھلے خوب صورت سرخ گلاب پر پڑی' جو دور سے ہی نمایاں تھا۔ کچھ سوچ کر اس نے بریف کیس گاڑی میں رکھا اور گلاب توڑ کر کمرے میں چلا گیا۔

لمبے لمبے ڈگ بھرتا مہک کے پاس آکر رک گیا۔

ریشمی زلفوں کے ہالے میں اس کا معصوم چہرہ بھی گلاب کی مانند لگ رہا تھا۔ وہ مسحور ہو کر گہری نظروں سے دیکھے گیا۔ کچھ دیر پہلے والی جھنجلاہٹ پر اب پیار غالب تھا۔ ہاتھ میں پکڑے گلاب سے اس کا گال سہلایا۔ مہک کی آنکھیں لحہ بھر کو وا ہوئیں' اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتی' وہ سائیڈ ٹیبل پر رکھی کتاب پر پھول رکھ کر جتنی تیزی سے آیا تھا۔ اتنی تیزی سے واپس چلا گیا۔ اسے آفس سے دیر ہو رہی تھی۔

✡ ✡ ✡

حمزہ آفس کے گراؤنڈ فلور پر لفٹ کے انتظار میں کھڑا تھا کہ سر پر پڑنے والی چپت نے گڑبڑا دیا۔ وہ اس گستاخانہ حرکت پر چراغ پا ہوتا مڑا تو سامنے اپنے لنگوٹیے یار طلحہ کو پا کر حیران رہ گیا' جواب کینیڈا میں ہوتا تھا۔

"ابے تو کب آیا؟" مارے خوشی کے حمزہ نے اسے بھینچ کر رکھ دیا۔

"ارے یار! ہڈیاں توڑے گا کیا۔" اس کی آہنی گرفت سے گھبرا کر طلحہ چیخ اٹھا۔ وہ ہنستے ہوئے اسے اپنے کیبن میں لے آیا۔ باتوں باتوں میں وقت گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا۔

سونیا (اس کی بیوی) کی کال آئی تو وہ ٹائم دیکھتا اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے سونیا کو شاپنگ پہ لے جانا تھا اس لیے اجازت چاہی۔

"تو اپنی بھابھی سے تو ملا ہی نہیں' یہ بتا گھر کب آ رہا ہے۔" وہ اس کی شادی پر پاکستان نہیں آسکا تھا۔ حمزہ اسے پارکنگ تک چھوڑنے اس کے ساتھ چل پڑا۔

"جب تو کہے بس آج ذرا مصروف ہوں۔"

"تو بس پھر کل ڈنر تو میری طرف کرے گا۔" حمزہ نے فیصلہ سنایا۔

"جو حکم میرے یار کا' ہاں مگر کھانا بھابھی کے ہاتھ کا ہونا چاہیے۔" تابعداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے طلحہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

نے شرط بھی عائد کر دی۔

"ویسے بھابھی کو کھانا بنانا تو آتا ہے نا؟"

"ارے ایسا ویسا' جو ایک بار کھائے آئندہ کھانے سے توبہ کر لیتا ہے۔"

"واقعی۔۔۔" طلحہ گھبرا گیا۔ جبکہ حمزہ قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"ارے یار' گھبرا مت' مذاق کر رہا تھا۔ مہک اگرچہ کم پکاتی ہے' مگر اچھا پکاتی ہے۔"

"ہوں۔۔۔ میں بھی کہوں تیری توند کیوں نکل آئی ہے۔" وہ اس کے پیٹ میں مکا مار کر شرارت سے بولا۔ حمزہ نے گھبرا کر گردن نیچی کر کے اپنا۔ جائزہ لینے لگا۔ سب کچھ فٹ تھا۔ سکون کا سانس لیتے ہوئے اس نے مسکراہٹ دباتے طلحہ کو گھورا۔ اگلے ہی پل دونوں کا مشترکہ قہقہہ پارکنگ میں گونج اٹھا۔

گھر آتے ہی اس نے مہک کو کل کی دعوت کی اطلاع دی۔ مما' پاپا تو پرسوں ہی ایک ہفتے کے لیے ملتان گئے تھے ورنہ سارا انتظام مما سنبھال لیتیں۔

لتنے عرصے بعد طلحہ سے مل کر وہ بہت خوش تھا۔ رات گئے تک اسے اپنی اور طلحہ کی شرارتوں کے قصے سناتا رہا' مہک کبھی ہاتھ میں پکڑی "حماقتیں" کے لفظوں پر اور کبھی حمزہ کی باتوں پر دل کھول کر ہنستی رہی' مگر جب سونے لیٹی تو شفیق الرحمن کی "حماقتیں" اور حمزہ کی "شرارتیں" آپس میں گڈمڈ ہو چکی تھیں' پڑھا سنا اور سنا پڑھا لگ رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

خدا' خدا کر کے میٹنگ ختم ہوئی۔ وہ جس وقت پارکنگ میں پہنچا' سات بج چکے تھے۔ اس پر جھنجلاہٹ سوار ہونے لگی۔ گاڑی گھر کے کمپاؤنڈ میں روکی تو آٹھ بج رہے تھے۔ دیر ہو جانے پر اس کا غصے سے برا حال تھا۔ جھٹکے سے گاڑی کا دروازہ بند کر کے وہ لمبے لمبے سانس لے کر خود کو نارمل کرنے لگا۔ اگرچہ وہ بہت نرم مزاج تھا۔ اسے غصہ دیر سے آتا تھا مگر جب آتا تو بے حد شدید آتا تھا۔

پورے گھر میں سناٹے کا راج تھا۔ کہیں سے نہیں لگ رہا تھا کہ آج یہاں دعوت ہے۔ وہ نیم تاریک لاؤنج کو تعجب سے دیکھتا بیڈ روم میں چلا آیا۔ یہاں بھی تاریکی تھی۔ مہک کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔

وہ اسے آوازیں دیتا پیچھے چلا آیا۔ سکینہ آپا بھی دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔ یوں تو وہ سرشام چلی جاتی تھیں مگر آج اس نے مہک کو انہیں روکنے کی خصوصی ہدایت کی تھی۔ وہ کچن میں بھی دیکھ آیا۔ بھائیں بھائیں کرتے خالی کچن نے اس کا دماغ چکرا دیا۔ مہمان کچھ ہی دیر میں آنے والے تھے اور یہاں۔۔۔ غصہ پھر سے اس کے دماغ پر سوار ہونے لگا۔

لائبریری کے نیم وا دروازے سے روشنی کی لمبی لکیر دور تک پھیلی تھی۔ آہستہ سے دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا۔ سامنے ہی مہک اردگرد سے بے نیاز' بیزمرو کے حلیے میں ہاتھ میں کتاب پکڑے اتنی گم تھی کہ اس کی آمد کی خبر بھی نہیں ہوئی۔ غصہ کنٹرول کرتے کرتے حمزہ کا چہرہ ٹماٹر کی مانند سرخ ہو گیا۔ آنکھوں سے گویا چنگاریاں پھوٹنے لگی تھیں۔

"مہک۔۔۔" اپنی آنکھیں اس کے چہرے پر گاڑ کر تیز لہجے میں اسے پکارا۔ وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔

"ارے حمزہ! آپ کب آئے مجھے تو پتا بھی نہیں چلا۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ حمزہ کی آنکھیں دیکھ کر کچھ غیر معمولی پن کا احساس ہوا۔

"تمہیں ان کتابوں سے فرصت ملے تو تمہیں بھی کچھ پتا چلے اور یہ تم ابھی تک تیار کیوں نہیں ہوئیں' مہمان آتے ہی ہوں گے۔" سخت لہجے میں بات کرتا وہ بالکل اجنبی لگ رہا تھا۔

"کون سے مہما۔۔۔" باقی الفاظ اس کے منہ میں ہی رہ گئے۔ اسے یاد آیا کل رات ہی تو حمزہ نے طلحہ کی آمد کا بتایا تھا۔ صبح بھی دعوت کی یاددہانی کروائی تھی۔ مگر وہ "دمشق کے قید خانے میں" ایسی کھوئی کہ کچھ یاد ہی نہیں رہا۔ اس کی آنکھیں فوراً" وال کلاک کی طرف اٹھ گئیں' جہاں سوا آٹھ بج رہے تھے۔ پندرہ منٹ میں مہمان آنے والے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"یعنی ۔۔۔ یعنی تمہیں یاد ہی نہیں رہا۔" حمزہ کا دماغ گھوم گیا۔

"وہ ۔۔۔ وہ حمزہ دراصل میں یہ کتاب پڑھنے میں ۔۔۔" اس نے خجل ہو کر اپنی صفائی پیش کرنی چاہی' مگر آج حمزہ کچھ سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"بس ۔۔۔" وہ ہاتھ اٹھا کر دھاڑا۔ مہک سرتاپا لرز گئی۔ اس کے ہاتھ سے جھٹکے سے کتاب کھینچ کر دیوار پر دے ماری جو ڈیکوریشن مرر سے ٹکرا کر زمین بوس ہو گئی۔ شیشہ ٹوٹنے کی آواز میں مہک کی تیز ہوتی دھڑکنوں کی آواز دب گئی۔

"تم ایک نہایت نکمی' ست الوجود لور پاگل لڑکی ہو۔ تمہاری شادی مجھ سے نہیں ان کتابوں سے ہونی چاہیے تھی' جن کے سوا تمہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا۔" اس سے پہلے کہ وہ کچھ زیادہ کہہ جاتا یا کچھ غلط کر جاتا' بمشکل خود پر ضبط کرتے ہوئے اس کے لرزتے وجود کو کاؤچ پر دھکیل کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر چلا گیا' جبکہ مہک جس کی آنکھوں میں بے یقینی منجمد ہو گئی تھی۔ اپنے لرزتے وجود کے ساتھ کتنی دیر ساکت پڑی رہی۔

☼ ☼ ☼

حمزہ گلاس میں یخ پانی ڈالے' گھونٹ گھونٹ پیتا ٹیرس کی سیڑھیوں پر آبیٹھا جیسے جیسے پانی حلق سے اترتا جا رہا تھا اس کا دماغ بھی ٹھنڈا پڑتا جا رہا تھا۔ اب اسے یہ سوچ سوچ کر وحشت ہو رہی تھی وہ طلحہ کو کیا منہ دکھائے گا۔ اف کہاں جائے' کیا کرے؟ اتنے شارٹ نوٹس پر تو بازار سے کچھ لانا بھی مشکل تھا۔ گلاس میں موجود باقی ماندہ پانی ایک ہی گھونٹ میں حلق سے اتار کر اس نے جھنجلا کر گلاس زمین پر دے مارا۔ چھناکے کی آواز سناٹے میں ہلچل مچا گئی۔

وہ سر پکڑے بیٹھ گیا۔ چونکا تو تب جب سیل پر طلحہ کی کال آنے لگی۔ بے اختیار نظر گھڑی کی طرف اٹھ گئی' جہاں نو بج رہے تھے۔ "ہیلو" اس نے مرے مرے ہاتھوں سے کال ریسیو کی۔

"یار حمزہ! سو سوری' آج کا پروگرام تو کینسل سمجھو' ہم گھر سے نکل چکے تھے کہ سونیا کے بھائی کے ایکسیڈنٹ کی خبر ملی' ہم اسپتال چلے گئے۔ ابھی بھی وہیں ہیں تو پلیز بھابی سے معذرت کر لینا ہم پھر کسی دن چکر لگائیں گے۔" طلحہ بہت گھبرایا ہوا تھا۔ کچھ سنے بغیر جلدی جلدی اپنی بات ختم کر کے فون بند کر دیا۔

حمزہ کو بہت بڑا بوجھ سر سے سرکتا محسوس ہوا۔ طویل سانس خارج کر کے وہ پرسکون ہو گیا' مگر اگلے ہی پل خود کو سرزنش کر کے طلحہ کے سالے کے لیے دل ہی دل میں دعا کرنے لگا۔

وہ اب مہک کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ جوں ہی غصہ ٹھنڈا ہوا اسے افسوس ہونے لگا۔ اس نے آج تک مہک کے نخرے کسی محبوبہ کی طرح اٹھائے تھے۔ کبھی روایتی شوہر کی طرح پیش نہیں آیا تھا۔ اسے اب حیرت ہو رہی تھی۔ مہک جس پر وہ چاہنے کے باوجود غصہ نہیں کر پاتا تھا آج اسے لتاڑ کیسے کر گیا۔

"مجھے اسے منانا چاہیے۔" اس کی آنسوؤں سے لبریز آنکھیں بار بار ڈسٹرب کرنے لگیں تو دل نے مشورہ دیا۔

"نہیں۔ غلطی اس کی تھی۔ معافی تو اسے آکر مانگنی چاہیے۔" اس کے اندر کا روایتی مرد انگڑائی لے کر بیدار ہوا۔ اس کے اٹھتے قدم رک گئے۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی دوبارہ بیٹھ گیا۔

"میں آج تک مہک کی ہر غلطی' ہر کوتاہی' ہر لاپروائی نظر انداز کرتا آیا ہوں' مگر اب نہیں' اسے ہر صورت مجھ سے معافی مانگنی ہوگی۔" اس کے اندر پہلی بار بیدار ہوئے روایتی مرد نے فیصلہ سنایا اور دماغ کو بھی اپنا ہمنوا بنا لیا۔

دل کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی لاکھ کوشش کی' مگر دل کے تو کان ہی نہیں تھے۔ جو وہ کچھ سنتا' آخر تھک ہار کر اس نے دل کو انا کے گنبد میں قید کر کے ضد کا تالا لگا دیا اور دل بے چارہ روتا رہ گیا۔

☼ ☼ ☼

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

وہ سر ہاتھوں میں پکڑے بیٹھا تھا۔

"آپ کا سر درد ہے؟" اسے پریشان دیکھ کر وہ مضطرب ہو گئی۔ مگر حمزہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ پہلے کی طرح اس کا خیال رکھنے لگی تھی۔ اس کے لیے فکرمند ہوتی' مہک کے سارے انداز و اطوار پرانے جیسے ہو گئے تھے۔ جیسے وہ چاہتا تھا۔

اس رات کے بعد اس نے مہک کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھے تھے اور نہ ہی ہاتھ میں کتاب۔

اگلی صبح وہ ایک دم پہلے والی مہک بن کر اس کے سامنے آئی تھی۔ مہک اس کا پہلے سے بڑھ کر خیال رکھتی تھی۔ مگر کیا کیجیے کہ اس کا دل مطمئن ہی نہیں ہوتا تھا۔ اسے اس کا ہر انداز مصنوعی لگتا تھا۔ مہک کی محبت سے لبریز دل اس سے معافی مانگنا چاہتا تھا' جبکہ پیاسی انا مہک سے معافی منگوانا چاہتی تھی۔ محبت اور انا کی جنگ نے اسے بے حال کر رکھا تھا۔

"آپ کی چائے ٹھنڈی ہو گئی ہے اور لا دوں؟"

"ضرورت نہیں۔" دانستہ اس کی طرف دیکھنے سے گریز کرتا۔ وہ بے رخی سے کہہ کر واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

"میری خطا اتنی بڑی تو نہیں حمزہ کہ آپ معاف بھی نہ کر سکیں۔" وہ نم دیدہ اس کی پشت کو دیکھتی رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

حمزہ طویل سانس خارج کرتا بیڈ پر دراز ہو گیا۔ وہ بہت تھکا ہوا تھا۔ چائے کی شدید طلب ہو رہی تھی۔ جانتا تھا ابھی کچھ دیر میں مہک بن کہے چائے کی پیالی تھامے حاضر ہو گی۔

آج جب وہ سارا دن سائٹ پر گزار کر تھکا ہارا گھر واپس آیا تو ایک سرپرائز اس کا منتظر تھا۔ طلحہ اپنی مسز کے ہمراہ آیا ہوا تھا۔ اسے چند دنوں تک واپس کینیڈا جانا تھا۔ حمزہ سے تو تقریباً" روز ہی باہر ملاقات ہو جاتی تھی۔ پر آج وہ اور سونیا بطور خاص مہک سے ملنے آئے تھے۔

مہک نے انہیں بہت اصرار سے ڈنر پر روک لیا تھا

اور سکینہ آپا کو ساتھ ملا کر جھٹ پٹ شان دار سی دعوت کا انتظام بھی کر ڈالا تھا۔

کھانا بلاشبہ بہت لذیذ تھا۔ سب نے خوب داد دی۔ سوائے حمزہ کے سب کچھ ویسا ہو گیا تھا۔ جیسا وہ چاہ رہا تھا۔ پر اس دن نہ ہوا۔ آج ہوا تھا۔ وہ مضطرب ہو کر اٹھ بیٹھا۔ مگر چین کسی صورت نہیں آ رہا تھا۔

وہ ادھر ادھر دیکھ کر کوئی مصروفیت ڈھونڈنے لگا۔ در و دیوار سے ہوتی اس کی نظریں بیڈ کے عین سامنے لگی وال پینٹنگ پر رک گئیں۔ یہ ملیحہ نے آج ہی بھجوائی تھی۔ خوب صورت گلاب کی پتیوں کے بیچ چھوٹی سی نظم لکھی تھی۔

آؤ کہ ہم
اپنی اپنی رنجشوں کو بھلا دیں
دل سے کدورتوں کے غبار نکال دیں
اور نفرتیں
جو ہوئی ہیں غلط فہمیوں سے
انہیں مٹا دیں
اگر تم پہل نہیں کرتے تو چلو
ہم ہی قدم بڑھا دیں
کہ محبتوں میں
انا کی بات نہیں چلتی

ایک بار' دو بار' تین بار' چار بار وہ غیر ارادی طور پر اس نظم کو پڑھ گیا۔ "محبتوں میں انا کی بات نہیں چلتی۔" دماغ میں اس جملے کی تکرار نے اسے بے کل کر دیا' تازہ ہوا میں سانس لینے کے لیے وہ لان کی طرف چلا آیا۔ مگر کوریڈور کی سیڑھیوں پر بیٹھی مہک کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

حمزہ کی طرف اگرچہ اس کی پشت تھی' مگر وہ بے خودی سے اسے دیکھے گیا۔ وہ آہستہ آہستہ رو رہی تھی۔ آہستہ آہستہ اس کے آنسوؤں میں شدت آتی چلی گئی۔ پیچھے کھڑے حمزہ کو اس کا ہر آنسو اپنے دل پر گرتا محسوس ہو رہا تھا۔

حمزہ چپکے سے اس کے قریب آ بیٹھا۔ یوں اچانک اسے سامنے دیکھ کر وہ سٹپٹا گئی۔ کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا'

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

شاید سوری مگر حمزہ نے نفی میں سرہلاتے ہوئے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور دوسرے ہاتھ سے نرمی سے اس کے آنسو پونچھنے لگا۔

اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کیسے مہک کو منائے۔

آؤ میرے ساتھی ذرا سڑکوں پہ ٹہل لیں
سردی تو ہے بے شک، مگر انکار نہ کرنا

سردی سے ہولے ہولے ٹھٹھرتی مہک کو اپنی شال اوڑھاتے ہوئے اس نے بے ساختہ شعر پڑھا۔

اس کی اس اچانک کایا پلٹ پر مہک انگشت بدنداں رہ گئی۔ سرخ بجری کی روش پر ٹہلتے ہوئے خاموشی ان کے ساتھ ساتھ تھی۔ گیٹ تک پہنچ کر حمزہ کو خیال آیا وہ جہاں اسے لے جانا چاہ رہا تھا۔ ٹہلتے ٹہلتے وہاں تک پہنچنے میں کافی دیر ہو جائے گی۔ اسی لیے گاڑی نکال لایا۔ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے مہک جہاں اس کے مزاج کی تبدیلی پر حیران تھی۔ وہیں خوشی بھی بہت زیادہ تھی۔ جیسے تیسے سہی حمزہ کی ناراضی تو دور ہوئی۔

"اب میں کبھی آپ کو ناراض نہیں ہونے دوں گی۔" کن انکھیوں سے چوری چوری اسے دیکھتے اس نے دل ہی دل میں عزم کیا۔ اس کی چوری پکڑ کر حمزہ کھل کر مسکرایا۔ وہ جھینپ کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

نجانے مہک کو کیا ہوا اس کے کندھے سے سر ٹکا کر زاروقطار رونے لگی۔ حمزہ نے بھی نہیں روکا کہ وہ اپنا سارا غبار نکال کر ہلکی پھلکی ہو جائے۔

دیکھو مجھے ڈر لگتا ہے غصے سے تمہارے
تم مجھ سے خفا ہو بھی تو اظہار نہ کرنا

وہ بھیگی آواز میں بولی تو حمزہ نے جھٹ کان پکڑ لیے۔

وہ روتے روتے یک دم ہنس دی۔

"حمزہ یہ سب۔" اس نے پچھلی سیٹ پر رکھی بہت ساری نئی کتابوں کی طرف اشارہ کر کے کچھ کہنا چاہا مگر حمزہ نے روک دیا۔

"میری مہک کتابوں کے بغیر ادھوری ہے اور میں اپنی مہک کو قطعاً "ادھورا" نہیں دیکھ سکتا۔" پیار بھری گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے حمزہ نے انگشت شہادت سے اس کی ناک کی پھننگ دبائی، جب بھی اس پر پیار آتا تھا۔ وہ ایسا ہی کرتا تھا۔

"حمزہ! میں بھی جان گئی ہوں، میانہ روی بہترین چال ہے۔ ہر شوق اعتدال میں اچھا لگتا ہے۔ آئندہ کبھی میں آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔" اس کی محبتوں میں پور پور بھیگتی مہک نے اعتراف کیا۔

"محبتوں میں انا کی بات نہیں چلتی میں بھی سمجھ گیا ہوں۔" حمزہ نے بھی تسلیم کیا اور مسکراتی نظر مہک پر ڈال کر گاڑی گھر کے راستے پر ڈال دی۔ جہاں خوب صورت زندگی ان کی منتظر تھی۔

تھوڑی سی تکلیف اٹھا کر دونوں نے وہ سبق سیکھ لیے تھے، جو زندگی کا سفر سہل بنانے کے لیے ضروری تھے۔ اپنی اپنی جگہ دونوں ہی سرشار تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

عتیقہ محمد بیگ

شکریہ

"شکریہ بیٹی۔! تم اب تک تیار نہیں ہوئیں۔ وہ لوگ کافی دیر سے آکر بیٹھے ہوئے ہیں۔ مزید ان کو انتظار کرانا اچھا نہیں لگتا۔" کوثر نے کمرے میں آکر فکر مندی سے اپنی بیٹی کو جتلایا۔

وہ لپ اسٹک کے کئی شیڈ باری باری اپنے ہونٹوں پہ آزما رہی تھی اور لب اس کے ہونٹوں پہ عجیب بدنما سا سرخ رنگ ظاہر ہونے لگا جیسے اس نے کسی کا تازہ خون پی کر اگل دیا ہو۔ وہ ماں کی اچانک آمد پہ گھبرا سی گئی اور دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا کر باتھ روم کی طرف لپکی۔ کوثر اپنی بیٹی کی حرکت پر پریشان سی ہو گئیں۔

"اف یہ لڑکی بھی۔۔۔!"

وہ باتھ روم میں تیزی سے اپنے ہونٹوں کو پانی سے رگڑنے لگی۔ جیسے سچ میں اس نے کوئی انسانی خون پیا ہو اور وہ یہ راز چھپا رہی ہو۔ لپ اسٹک کے سرخ دھبے صاف کرتے ہوئے اس نے اپنے چہرے کا بغور جائزہ لیا کہ کیا وہ بدصورت ہے یا پھر ان تمام رشتہ دیکھنے والوں کی نظریں کمزور تھیں۔ جنہیں وہ پسند نہ آسکی۔ آئینے نے تردید کر دی۔ وہ ہر لحاظ سے ایک خوش شکل، خوش مزاج لڑکی تھی۔ پھر کمی کہاں رہ گئی؟ اس نے سوچتے سوچتے آئینے سے پوچھا جہاں سے جواب آنا ناممکن تھا۔

"شکریہ۔ جلدی باہر آؤ یا پھر میں اندر آؤں۔" کوثر نے اب کی بار خفگی سے کہا۔

"جی۔۔۔ جی۔۔۔ بس دو منٹ۔" اس نے کانپتے ہونٹوں سے جواب دیا۔ ماں کی آواز پر وہ سہم سی گئی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔

"یا اللہ۔ اس دفعہ میری مدد کرنا۔ میری بچی کا نصیب کھول دے۔" کوثر نے دھڑکتے دل سے اپنے رب کو پکارا اور مہمانوں کے پاس جاکر بیٹھنا مناسب سمجھا اور حنا کو کو جلد شکریہ کو لے آنے کی ہدایت دے کر چلی گئیں۔

شکریہ کے نصیب پر نہ جانے ایسا کون سا تالا لگ گیا تھا، جس کی چابی ابھی تک نہیں مل رہی تھی۔ شکریہ کی دو چھوٹی بہنیں نورین اور حرا کے رشتے اچانک آگئے اور اللہ کے کرم سے وہ اپنے گھر کی ہو گئیں۔ بس شکریہ نہ جانے کیوں پیچھے رہ گئی۔ جب کہ وہ اپنے گھر کی سب سے پیاری بیٹی تھی۔ شکریہ کا اصل نام حوریہ تھا مگر حوریہ سے "شکریہ" کا نام اس کے اچھے کاموں سے پڑ گیا۔ گھر کے ہر فرد کا کام وہ لبوں پہ مسکراہٹ بکھیرتے کر دیتی۔ اگر بھائی کی کوئی چیز گم ہوئی ہے تو اس نے چند منٹوں میں ڈھونڈ دی۔ بہن کی قمیص پر اس کی پسند کے مطابق کڑھائی کر دی۔ ماں کے ہر حکم پہ سر جھکا لیا۔ یہاں تک کہ محلے میں کسی پڑوسن کو پیسوں کی ضرورت پڑی تو شکریہ اپنی جیب خرچ سے اس کی مدد کر دیتی۔ اس کے اچھے کام کرنے پہ ہر کوئی اس کو شکریہ شکریہ ہی کہتا یوں شکریہ جیسا لفظ اس کی ذات سے چپک سا گیا اور اس کا اصل نام کھو گیا مگر شکریہ کے سارے اچھے کام وقت کے ساتھ ساتھ دھندلے ہونے لگے۔ جب اس کے بھائیوں اور بہنوں کی شادیاں ہو گئیں پھر شکریہ کا وجود ان سب کے لیے غیر ضروری سا ہو گیا۔ اس کی وجہ۔۔۔ وہ وقت پر اپنے گھر سے رخصت نہ ہو سکی۔ ہر کوئی شکریہ کو نصیحتیں کرتا۔ اپنی اسکن پہ توجہ دو۔ آج کل ان لڑکیوں کو زیادہ پسند کیا جاتا ہے جن کی اسکن اچھی اور فریش ہو۔ یا پھر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

کپڑے ماڈرن ہو تو انگلش فرفر بولو یا پھر معصوم بن کر رشتہ دیکھنے والوں کا چٹکی بجا کر دل جیت لو وہ سب کی باتوں پر سر ہلا دیتی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ اب خود بھی شادی سے لاپروا سی ہو گئی تھی۔ اس کا دل شادی کے لیے بجھ سا گیا۔

پھر شکریہ اپنے ہر آنے والے رشتے پر خود ہی انکار کرنے لگی۔ کوثر بی بی کی حالت پہ پریشان رہنے لگیں۔ شکریہ کو بہتیری نصیحتیں کرتی رہتیں مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اثر ہوا تو اس کی وجہ اس کی چھوٹی بہن حنا تھی۔

وہ رات اس کی آنسوؤں میں گزری۔ وہ سو رہی تھی جب اسے اچانک اپنے کمرے میں آہٹ سنائی دی۔ اس کی چھوٹی بہن حنا اس کا زیور نکال کر بیگ میں ڈال رہی تھی۔ شکریہ کے تو جیسے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے اس نے لائٹ آن کر دی۔ حنا یوں اچانک بہن کو سامنے دیکھ گھبرا سی گئی۔ شکریہ نے زور کا طمانچہ اسے دے مارا۔ وہ زمین پر جا گری اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس کا بیگ زمین پر گر گیا۔ زیور اور نقدی — جو اس نے اپنی ماں کی الماری سے نکالا تھا وہ بھی شکریہ کی آنکھوں کے سامنے تھا۔

"تم۔ تم یہ کیا کر رہی تھیں حنا؟" شکریہ نے زمین پر موجود چیزوں کو دیکھتے حیرانی سے پوچھا۔

"یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔" وہ روتے روتے غصے سے بولی۔

"میری وجہ سے؟" شکریہ کو اس کی بات پر جھٹکا سا لگا۔

"ہاں۔ آپ کی وجہ سے۔ آپ نے تو شادی نہ کرنے کی ضد لگا رکھی ہے۔ مگر اس میں میرا کیا قصور ہے۔ جو جواد کے کئی بار رشتہ بھیجنے پر بھی انہیں انتظار کرنے کے لیے کہہ دیا جاتا ہے۔ امی۔ ابا۔ بھائیوں کو صرف آپ کی زندگی کی فکر کھائے جا رہی ہے۔ میری کسی کو کوئی فکر نہیں ہے۔ آپ نے میرے لیے کوئی راستہ نہیں چھوڑا ہے۔" حنا نے رو رو کر اپنے دل کے اندر دبی باتیں اس کے منہ پر دے ماریں۔

وہ چپ چاپ اپنے بستر پر جا بیٹھی۔ شاید اس نے اپنا قصور مان لیا تھا۔ اسے اپنی چھوٹی بہن حنا کا سوچنا

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

چاہیے تھا۔ مگر ابھی بھی دیر نہیں ہوئی تھی۔۔۔ اس لیے اگلی صبح ہی اس نے ماں کو کہا کہ وہ شادی کے لیے تیار ہے۔

نورین اور حرا نے تو یہاں تک اسے کہہ دیا۔۔۔ کہ اب اسے کسی سے بھی آنکھیں بند کر کے شادی کر لینی چاہیے۔۔۔ جیسے شادی نہ ہو۔۔۔ قربانی ہونے لگی ہو۔ وہ دن رات اللہ سے صبر کی دعا مانگنے لگی۔۔۔ آخر یہ نصیب۔۔۔ آسمان پر جوڑے۔۔۔ یہ سب ڈھونگ ہے۔۔۔ یا پھر حقیقت!!۔۔۔ کیا وہ بھی دلہن کے روپ میں ہر لڑکی کی طرح اپنے گھر سے رخصت ہو گی۔۔۔ یا پھر اس کا جنازہ ہی اٹھایا جائے گا۔۔۔ وہ اللہ سے سوال پوچھتی۔ آنسو اس کے چہرے کو بھگوتے رہتے اور پھر اپنے نصیب پر رو لینے کے بعد جو سکون کی نیند اسے ملتی۔۔۔ اس کے اچھے دنوں میں بھی اسے نصیب نہیں ہوئی تھی۔

رشتہ دیکھنے والے آتے اور پھر یوں جاتے۔۔۔ جیسے وہ کبھی شکریہ کے گھر نہیں گئے۔ رشتے والی ماسی بھی پریشان سی ہو گئی کہ کسی نے تعویذ کر کے شکریہ کے لیے رشتے تو نہیں روک دیے۔ کوثر بیٹی کے نصیب پر چھپ چھپ کر روتی رہتیں۔ مگر حنا کا رویہ بالکل نہیں بدلا اس کا صرف ایک مقصد تھا کہ شکریہ جلد از جلد اس گھر سے چلی جائے اس دن وہ سالن بنانے کے بعد ماں کے کمرے تک پہنچی تھی۔ جب کوثر کی آواز پر اس کے قدم رک گئے۔

"بدتمیز۔۔۔ یہ کس لہجے میں ماں سے بات کر رہی ہو؟" کوثر نے غصے سے حنا کو دیکھا' جو اپنی ماں سے اپنی شادی کی بات کرنے آئی تھی۔

"شادی میرا حق ہے اور مجھے جواد سے ہی شادی کرنی ہے۔ اگر آپ نے میری شادی نہیں کی۔۔۔ تو۔۔۔ میں کوئی بھی انتہائی قدم اٹھاؤں گی۔"

کوثر نے حنا کی جرأت پر اسے زور کے طمانچے مارے۔ "تجھے میری۔۔۔ اپنے ابا کی عزت کا خیال نہیں آیا۔۔۔ کم ظرف۔۔۔ بھائیوں' بہنوں کی محبت بھول گئی۔ جو ایسا کہہ رہی ہے۔" کوثر نے روتے روتے اسے جھنجھوڑا۔ جس پر جواد کی محبت کا ایسا بھوت چڑھا ہوا تھا کہ وہ اپنی ماں کا رعب بھی بھول گئی۔

"آپ سب کو میری فکر ہے۔ آپ لوگوں کو آپی کی زندگی کی فکر ہے۔ اس کا دل نہ ٹوٹ جائے۔۔۔ اگر میری بھی شادی ہو گئی۔ تو نورین اور حرا کے وقت تو کسی نے بھی آپا کا نہ سوچا۔۔۔ پھر میری دفعہ کیوں۔۔۔ میری بھی شادی کر دیں۔۔۔ اب انہیں کوئی پسند نہیں کر رہا۔۔۔ کیا یہ سچ نہیں۔۔۔ آپ نہیں چاہتیں کہ جلد از جلد ان کا بوجھ آپ کے اور آپ کے بیٹوں کے کندھوں سے اتر جائے۔" حنا کی آواز اونچی ہونے لگی۔ شاید اسے بھی دکھ تھا کہ کیوں شکریہ کا نصیب ان سب میں ایسا تھا۔

کوثر بھی خاموش ہو گئیں۔ شکریہ کے بھی آنسو بہنے لگے۔ کاش اس کی ماں ایک بار تو کہہ دیتی۔۔۔ کہ "وہ بوجھ نہیں۔۔۔ وہ ان کی سب سے پیاری بیٹی ہے۔۔۔" مگر اس کے کان ترستے رہ گئے۔

حنا نے اپنی شادی کے حوالے سے دھمکی دے ڈالی کہ اگر اس سال کے آخر تک اس کی جواد سے شادی نہ ہوئی تو وہ کچھ بھی کر گزرے گی۔۔۔ اس ڈر سے شکریہ نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ماں اور بھائیوں سے خود بات کر کے بہت جلد حنا کو رخصت کروے گی۔

شکریہ نے حنا کو کئی بار مطمئن کیا مگر حنا کا رویہ بدل نہ سکا۔ شکریہ اس کی محبت کا وہ پتھر تھا' جسے پگھلانے کے لیے اگر تیزاب کا استعمال بھی اسے کرنا پڑتا تو وہ پیچھے نہ ہٹتی۔ محبت چیز ہی ایسی ہے جو اپنوں کو ہرا دیتی ہے۔ حنا اس کی وہ بہن تھی' جو اس پر اپنی جان تک لٹانے سے گریز نہیں کرتی تھی۔ آج وہی بہن اس کے مرنے کی دعائیں مانگتی نظر آئی۔ شکریہ کے پاس اپنا کوئی نہیں بچا تھا۔۔۔ اس کا کوئی تھا۔۔۔ تو صرف اللہ تھا۔۔۔

اللہ جس کو وہ اپنی ہر تکلیف پر پکارتی۔ تو وہ اسے نماز کی صورت میں سکون نواز تا۔۔۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

وہ حنا کے کئی بار آواز دینے پر بھی واش روم سے باہر نہ نکل سکی۔۔۔ اسے ڈر تھا کہ آج پھر لوگ اس کا دل توڑ جائیں گے۔

اس نے حنا کے لیے فیصلہ کر تو لیا تھا مگر وہ اپنے فیصلے پر قائم نہ رہ سکی۔ اس کے اندر کا ڈر اس پر حاوی ہو گیا تھا۔ وہ واش روم لاک کر کے روتے روتے اللہ کو پکارنے لگی کہ معاشرے نے اسے کیسے بوجھ سمجھ لیا۔ حتیٰ کہ اس کے والدین۔۔۔ اس کی پیاری بہنیں۔۔۔ بھائی اس کے نہ رہے۔۔۔ ظلم تھا اس کے ساتھ۔۔۔ اور اس ظلم کا احتجاج وہ اللہ کے سوا کسی اور سے کر بھی نہیں سکتی تھی۔۔۔ وہ بہت دیر تک واش روم میں روتی رہی۔۔۔ اور حنا دروازہ پیٹتی بلکان ہو کر رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

رات کا وقت تھا۔ وہ بستر پر لیٹی اپنی حرکت پر شرمندہ تھی کہ حنا غصے سے اس کے پاس آئی۔

"آپا۔۔۔ یہ۔۔۔ آپ نے اچھا نہیں کیا۔۔۔ وہ لوگ دوسرے شہر سے آپ کو دیکھنے کے لیے آئے تھے اور آپ نے ان کی بے عزتی کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ آخر آپ نے خود کو کیوں واش روم میں لاک کر لیا جبکہ آپ نے شادی کا فیصلہ کر لیا تھا۔" حنا نے لفظ چبا چبا کر وجہ پوچھی وہ خاموش نظریں جھکائے بیٹھی رہی۔ سچ میں اپنی اس حرکت پر وہ خود بھی بہت حیران تھی کہ وہ کیوں اب لوگوں سے ڈرنے لگی ہے۔

حنا بہن کی خاموشی پر تپ سی گئی اور۔۔۔ چیخ کر بولی۔

"مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ مجھے خوش دیکھنا ہی نہیں چاہتیں۔ آپ مجھ سے اور میری محبت سے جیلس ہیں۔" اس نے غصے سے بہن پر الزام لگایا۔

"نہیں۔۔۔ نہیں حنا ایسا کچھ نہیں۔۔۔ میں کیوں تمہیں خوش نہیں دیکھنا چاہتی۔ میں تو اس بات پر مطمئن ہوں کہ جو لڑ جیسا اچھا لڑکا تمہارا منتظر ہے۔ میں خود تمہاری شادی کے لیے ابا اور بھائیوں سے بات کرنے کا سوچ رہی تھی۔"

"بس آپا! رہنے دیں۔۔۔ اپنے جھوٹے وعدے۔۔۔ آپ کے پاس ایک اچھا موقع تو آیا تھا۔۔۔ پھر کیوں واش روم میں جا بیٹھی رہ گئیں۔" حنا نے تیکھی نظروں سے وجہ جاننے کی کوشش کی۔

"میں۔۔۔ میں۔۔۔ خود نہیں جانتی۔۔۔ کہ۔۔۔ کہ۔" اس سے بات مکمل نہ ہو سکی۔ اس کے چہرے کا رنگ پیلا پڑ گیا کہ کہیں اس کی چھوٹی بہن نہ جان لے کہ بار بار لوگوں کے انکار کرنے پر اس۔۔۔ کے دل میں ڈر بیٹھ گیا کہیں وہ ایک بار پھر نہ دھتکاری جائے۔

"آپا۔۔۔ کہیں آپ۔۔۔ کسی سے محبت تو نہیں کرتیں۔ یا پھر آپ کو محبت میں دھوکا ملا ہے۔" حنا نے سوچتے سوچتے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"نہیں۔۔۔ ایسا کچھ نہیں۔" وہ گھبرا سی گئی۔ اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

"ایسا نہیں ہے۔۔۔ تو پھر یہ آنسو کس بات پر؟" حنا نے مزید اسے تکلیف دی۔ وہ غصے سے پھٹ پڑی۔۔۔

"آنسو اس لیے۔۔۔ کہ مجھ سے سات سال چھوٹی میری بہن میں وہ تمیز نہ رہی جو برسوں پہلے اس میں موجود تھی۔"

حنا کا چہرہ لال ہو گیا۔ بہن کے آنسوؤں پر وہ چپ کر کے کمرے سے باہر نکل گئی اور کئی گھنٹوں تک سوچتی رہ گئی کہ قصور سچ میں شکریہ کا نہیں۔۔۔ قصور صرف اس کی قسمت کا ہے۔ جو وہ طعنوں کے لیے رہ گئی ہے۔

☼ ☼ ☼

ایک ہفتہ گزرا تھا کہ وہ لوگ پھر ان کے گھر آپہنچے۔۔۔ اب کی بار وہ شکریہ کو دیکھنے کے لیے نہیں۔۔۔ بلکہ منگنی کی رسم کرنے آئے تھے۔ کوثر کے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے کہ یہ کیسا معجزہ ہو گیا کہ اتنے اچھے گھرانے سے حوریہ کے لیے عزت سے رشتہ آگیا ہے۔

وہ خود یہ سن کر حیران تھی کہ ان لوگوں نے اس دن کی حرکت کے باوجود رشتہ جوڑنا چاہا۔ حنا کا رویہ۔۔۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

بھی بدل گیا۔ اور وہ شکریہ کے ساتھ شاپنگ میں مصروف ہو گئی۔ شکریہ کو یہ سب خواب جیسا لگ رہا تھا۔ اس کا دل اندر سے ڈرتا کہ کہیں کوئی اس سے یہ لو چھین نہ لے۔ اور ایک ماہ کے بعد شکریہ دلہن کے روپ میں فرید کی زندگی میں شامل ہو گئی۔

شادی کی پہلی رات وہ فرید کا انتظار بے صبری سے کر رہی تھی۔ وہ اس فرشتے کو دیکھنا چاہتی تھی کہ جس نے اسے اپنی زندگی میں شامل کر لیا تھا شادی پر سب اسے سمجھا رہے تھے۔ کہ فرید ایسا نیک شریف لڑکا قسمت سے ملتا ہے۔ اسے ہمیشہ فرید کا خیال رکھنا ہو گا۔ اس نے دل میں سوچ لیا تھا کہ وہ کبھی بھی فرید کا دل نہیں دکھائے گی۔ وفا شعار بیوی بن کر ہمیشہ اس کی خدمت کرے گی۔

اچانک دروازے پر آہٹ ہوئی۔ اس نے جھٹ سے اپنی نظریں جھکالیں۔ فرید شکریہ کو دیکھتے ہوئے اس کے پاس بیڈ پر آبیٹھا۔

شکریہ کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اس نے اس کا ہاتھ تھام لیا ہے مگر زبان ساتھ نہیں دے پا رہی تھی۔ اس سے پہلے شکریہ ہمت کرتی۔ فرید نے ایک قیمتی انگوٹھی اس کی انگلی میں پہنا دی۔ اور پھر وہ بولتا ہی چلا گیا۔

"حوریہ! تمہارا بہت شکریہ جو تم نے میرے رشتے کو قبول کر لیا۔ جب میرے گھر والوں کو تم نے انکار کر دیا تو میں سوچنے لگا کہ میں تمہیں کیسے بتاؤں کہ پچھلے پانچ سال سے میں تمہارے متعلق سوچ رہا تھا۔ تم جاننا چاہتی ہو۔ کہ میں تمہیں کیوں سوچتا تھا۔ تمہیں خالہ بتول یاد ہوں گی۔ جو تمہارے محلے میں پہلے رہتی تھیں۔" فرید نے پیار سے اس سے پوچھا۔

"خالہ بتول۔ جی۔ جی۔ خالہ بتول۔" اس نے یک دم سوچتے جواب دیا۔ اور فرید کو حیرانی سے دیکھنے لگی۔

"خالہ بتول میرے دوست رحیم کی امی ہیں۔ جو اس وقت کمیٹیاں ڈال کر اپنی اور دوسروں کی بچت کرواتی تھیں۔ تمہیں یاد ہوگا۔ تم نے اپنی کمیٹی کسی کو ضرورت پڑنے پر دے دی تھی۔ وہ میں ہوں۔ حوریہ! اس دن اگر تم میری مدد نہ کرتیں۔ تو شاید میری زندگی کا کوئی مقصد پورا نہ ہوتا اور نہ ہی میں لندن جاکر اپنے قدموں پر کھڑا ہو پاتا۔ یہ ساری دولت تمہاری اس چھوٹی سی مدد کی وجہ سے میرے پاس آئی ہے۔ میں نے خالہ بتول سے تمہاری بہت تعریفیں سنی تھیں۔ میرا دل چاہنے لگا کہ میں تمہیں دیکھوں۔ تم سے بات کروں۔ اور تمہیں سوچتے سوچتے کب مجھے تم سے محبت ہو گئی۔ میں نہیں جانتا۔ خالہ بتول اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ پھر رحیم کے ذریعے میں نے تمہارا حال دریافت کیا۔ اور یوں اللہ کے کرم سے تم میرے سامنے بیٹھی ہو۔

فرید نے پھر۔۔۔ اپنے کوٹ کی جیب سے ایک سرخ پھول نکال لیا اور پیار سے دیتے ہوئے اپنی محبت کا اعتراف کیا۔

"حوریہ! میں نے تمہیں بہت چاہا ہے اور اللہ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ تمہیں کبھی مجھ سے کوئی شکایت نہ ہو۔"

اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔ شکریہ کو اللہ نے اتنا پیارا تحفہ دے دیا تھا کہ شاید ہی اب وہ کوئی شکوہ کرتی۔ اس کے ہونٹوں پر یہ سوچ کر مسکراہٹ بکھر گئی کہ اس کا اللہ چاہتا ہے کہ شکریہ صرف اپنے اللہ کا شکر ادا کرتی رہے جیسا کہ فرید کا ہاتھ تھامتے ہوئے وہ اللہ کا شکر ادا کر رہی تھی کہ اس کی اندھیری راتوں کو روشن کرنے کا جو تحفہ اس نے دیا ہے۔ وہ اسے جان سے پیارا ہے۔ اور پیارا ہی رہے گا۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

SCANNED BY DIGESTPK

نبیلہ عزیز

ماورا مرتضیٰ 'عافیہ بیگم کی اکلوتی بیٹی ہے۔ فارہ کے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتی ہے۔ عافیہ بیگم اس کا اپنی سہیلیوں سے زیادہ ملنا جلنا پسند نہیں کرتیں۔ اس کے علاوہ بھی اس پر بہت ساری پابندیاں لگائی ہیں جبکہ ماورا خود اعتماد اور اچھی لڑکی ہے۔ عافیہ بیگم اکثر اس سے ناراض رہتی ہیں۔ البتہ بی گل اس کی حامی ہیں۔

فارہ اپنی ثمینہ خالہ کے بیٹے آفاق یزدانی سے منسوب ہے۔ دو سال پہلے یہ نسبت آفاق کی پسند سے ٹھہرائی گئی تھی مگر اب وہ فارہ سے قطعی لاتعلق ہے۔ فارہ کی والدہ منور نعیم اپنی بہن ثمینہ یزدانی سے ملنے کراچی جاتی ہیں۔ آفاق انہیں ایئر پورٹ لینے نہیں جاتا۔ مجبوراً "سماشا کو جانا پڑتا ہے۔ وہ آفاق کی بد تمیزی پر خفا ہو کر واپس چلی جاتی ہیں۔

حمزہ ثمینہ اور نیو کے بھائی رضا حیدر کے دو بچے ہیں۔ تیمور حیدر اور عزت حیدر۔ تیمور حیدر بزنس مین ہے اور بے حد شاندار پرسنالٹی کا مالک ہے۔ ولید رحمٰن اس کا بیسٹ فرینڈ ہے۔ اس سے حیثیت میں کم ہے مگر دونوں کے درمیان اسٹیٹس حائل نہیں ہے۔ نیو کے بیٹے سے فارہ کی بہن حمنہ بیاہی ہوئی ہے۔

عزت اپنی آنکھوں سے یونیورسٹی میں بم دھماکا ہوتے دیکھ کر اپنے حواس کھو دیتی ہے۔ ولید اسے دیکھ کر اس کی جانب لپکتا ہے اور اسے سنبھال کر تیمور کو فون کرتا ہے۔ تیمور اسے اسپتال لے جاتا ہے۔ عزت کے ساتھ یہ حادثاتی ملاقات ولید کو ایک خوشگوار حصار میں باندھ لیتی ہے۔ عزت بھی ولید کے بارے میں سوچنے لگتی ہے اور ڈھکے چھپے لفظوں میں ولید سے اپنی کیفیت کا اظہار بھی کردیتی ہے مگر ولید انجان بن جاتا ہے۔

آفاق فون کرکے فارہ سے شادی کرنے سے انکار کردیتا ہے۔ فارہ بہت روتی ہے۔ ثمینہ اور اشتیاق یزدانی کو علم ہوتا ہے تو انہیں سخت صدمہ ہوتا ہے۔ ثمینہ کی طبیعت بگڑنے لگتی ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

اشتیاق یزدانی آفاق سے حد درجے خفا ہو کر اس سے بات چیت بند کر دیتے ہیں۔ آفاق مجبور ہو کر شادی پر راضی ہو جاتا ہے۔ فارہ دل سے خوش نہیں ہو پاتی۔ عزت تیمور کے موبائل سے ولید کا نمبر لے کر اسے فون کرتی ہے مگر ولید اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا۔ رضا حیدر، تیمور کو فارہ کی شادی کے سلسلے میں فیصل آباد بھیجتے ہیں۔ فارہ اپنی مارکیٹ میں ماورا کو بصد اصرار مدعو کرتی ہے۔ ماورا، عافیہ بیگم کی ناراضی کے باوجود چلی جاتی ہے۔ وہاں تیمور اور ماورا کی ملاقات ہو جاتی ہے۔ عزت اپنے دل کی کیفیات ساشا سے بیان کرتی ہے۔ ماورا ای کو بتاتی ہے کہ وہ رضا حیدر کے بیٹے تیمور حیدر سے ملی ہے۔ ای گم صم بت بنی رہ جاتی ہیں۔

شادی میں تیمور حیدر، ماورا کے قریب آنے کی کافی کوشش کرتا ہے مگر ماورا کا سخت اور کھردرا رویہ ہر بار اسے ناکام کر دیتا۔ تیمور، ماورا سے رضا حیدر کو ملواتا ہے۔ رضا حیدر اسے دیکھ کر چونک جاتے ہیں مگر باوجود کوشش کے وہ سمجھ نہیں پاتے۔ فارہ کی ہی شادی میں عزت کی ملاقات قیام مرزا کے بیٹے مونس مرزا سے ہوتی ہے۔ وہ سخت بیزار ہوتی ہے جبکہ مونس خوب دلچسپی لیتا ہے۔

آفاق آدھی رات کو غائب ہو جاتا ہے۔ فارہ پریشان ہوتی ہے۔ وہ صبح آ کر بتاتا ہے کہ اس کے دوست کے ساتھ کوئی ایمرجنسی ہو گئی تھی۔ اس لیے اس کے آرام کا خیال کرتے ہوئے وہ بغیر بتائے چلا گیا تھا۔ مگر فارہ اس کی بات پہ یقین نہیں کرتی۔ تیمور فارہ کے ذریعے ماورا کو اپنے آفس میں ایک شاندار پیکج پر جاب کی پیشکش کرتا ہے جسے ماورا کافی حیل حجت کرنے کے بعد قبول کر لیتی ہے۔

۱۳

تیرہویں قسط

"یہ پاگل پن ہے عزت — سراسر پاگل پن اور میں اس کے حق میں بالکل بھی نہیں ہوں۔" ولید نے اپنے تاثرات بمشکل کنٹرول کرتے ہوئے اسے سمجھانے کی اک سعی کی۔

"یعنی کہ تم میرے حق میں نہیں ہو —؟" عزت اپنے جنون کی جنوں خیزی سے نکلی۔ ولید جواباً چپ ہو گیا۔

"بتاؤ ناں ولید — تم میرے حق میں ہو یا نہیں ہو —؟" اس کا جنون منہ زوری کا انتہا پہ تھا۔

"ولید — تم چپ کیوں ہو۔" وہ چیخ اٹھی۔

"کیونکہ یہ سوال فضول ہے —" ولید کی مختصری چپ ٹوٹی۔

"اچھا — پھر بھی تم جواب دو — تم میرے حق میں ہو یا نہیں ہو —" اس کے سوال اور نظروں کا مرکز ولید رحمان کا چہرہ تھا اور سوال کی شدت اور جواب کی طلب میں ہر گزرتے پل کے حساب سے اضافہ ہو رہا تھا۔

"عزت! میں یہ سب نہیں چاہتا۔" ولید نے بہلانے والا طریقہ اختیار کیا۔

"یعنی کہ تم مجھے نہیں چاہتے —" اس نے اس کی بات سے جواب اخذ کیا جو ولید کو تذبذب میں ڈال گیا۔

"عزت پلیز — کیوں الٹے سیدھے سوال کر رہی ہو —؟" ولید کے لہجے میں جھنجلاہٹ کا عنصر تھا۔

"کیونکہ تم الٹے سیدھے جواب دے رہے ہو — جبکہ میں ایک سیدھا سادہ جواب مانگ رہی ہوں۔ تم میرے حق میں ہو یا نہیں ہو؟ ہاں یا ناں بس ایک جواب۔" عزت کے مزاج میں اس کی پرانی ہٹ دھرمی کا رنگ عود کر آیا۔ اور ولید رحمان اپنے مزاج کی موج میں جا اترا —

"نہیں — میں تمہارے پاگل پن کے حق میں نہیں ہوں — ہرگز نہیں۔"

ولید کا سر نفی میں ہلا اور عزت کی پوری دنیا ہی نفی میں ہل گئی۔

اس کے چہرے پہ اک سرمئی سایہ سا لہرایا اور دل کے اندر اک طوفانی ابال سا اٹھا جسے وہ بڑی مشکل سے کر پڑی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ہمت سے دبا گئی۔

جنون جھاگ کی طرح بیٹھ گیا اور جسم ٹھنڈا یخ۔۔۔ برف کی مانند۔

اور زبان منہ میں ایسے ساکت ہو گئی تھی جیسے بے جان ہو اور وہ اسی۔۔۔ دل میں اٹھتے ابال۔۔۔ یخ جسم اور ساکت ہوتی زبان کے ساتھ اپنا بیگ کندھے پہ ڈالتے ہوئے اچانک اٹھ کھڑی ہوئی اور یونہی اس کے قدم ایک پل کے لیے غیر متوازن سے ہوئے مگر اس نے یکدم کرسی کی پشت پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کرسی کا سہارا لے لیا۔

"عزت۔۔۔! میری بات سنو۔۔۔" ولید اسے یوں اٹھتے دیکھ کر ٹھٹکا کیونکہ اسے عزت سے ایسے رد عمل کی توقع نہیں تھی کہ وہ یوں بغیر کچھ کہے اٹھ کھڑی ہوگی۔۔۔ اور چل دے گی۔

"عزت۔۔۔!" جب وہ اس کے پکارنے پر بھی نہ رکی تو ولید نے یکدم بے اختیار اس کی کلائی پکڑ لی اور عزت کے واپسی کے لیے اٹھتے قدم بھی یکدم رک گئے۔

"میرا ہاتھ چھوڑو۔۔۔" عزت کا لہجہ صدیوں کی اجنبیت لیے ہوئے تھا۔۔۔ اس نے اضطراری طور پر ہاتھ پکڑ لیا تھا گھبرا کر چھوڑ دیا۔

"تم میری بات سنو۔" ولید نے اپنی بات پہ زور دیا۔

"میں کچھ نہیں سننا چاہتی۔" عزت کا وہی لہجہ اور انداز تھا۔

"لیکن میں بات کرنا چاہتا ہوں۔۔۔" وہ بھی ایک ہی بات پہ اڑ چکا تھا۔

"میں نے کہا۔" اس کی ہٹ دھرمی عروج پر تھی۔

"میں اپنی بات کیے بغیر تمہیں جانے نہیں دوں گا۔" ولید نے اس رنگ میں بات کی جس رنگ میں عزت سننا چاہتی تھی۔۔۔ مگر اب نہیں۔۔۔ اب وقت گزر چکا تھا۔۔۔ چند ساعتیں قبل۔۔۔!

"تم مجھے نہیں روک سکتے ــــــ اس استحقاق کا وقت گزر گیا اب میری طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھو گے تو مجھے ناگوار گزرے گا۔۔۔ اتنا ناگوار کہ میرا جی چاہے گا کہ تمہارے دیکھنے کے بعد اپنا آپ ہی جلا ڈالوں۔۔۔"

عزت کی اتنی سنگین اور اتنی سفاک بات پہ ولید کو بے ساختہ جھرجھری سی آئی اور وہ لرز اٹھا۔۔۔

"مگر عزت۔۔۔!" اس نے پھر کچھ کہنا چاہا۔

"اب عزت نہیں۔۔۔ بے عزت کہو مجھے کیونکہ تمہاری نظروں میں خود کو اپنے مقام سے گرا کر اب ایسی ہی ہو گئی ہوں۔۔۔" وہ بولی مگر انتہائی زہرخند اور تلخ سے لہجے میں۔۔۔ جو ولید کو بھی کاٹ کے رکھ گیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہنے کی کوشش کرتا وہ یکدم پلٹی اور ریسٹورنٹ کی حدود سے ہی نکلتی چلی گئی تھی اور ولید بے بس و لاچار سا کھڑا رہ گیا تھا۔۔۔!

☼ ☼ ☼

اس کے گاڑی اسٹارٹ کرنے کی دیر تھی کہ اس کے آنسو بھی اسٹارٹ ہو گئے۔

ولید رحمان کا جواب اسے اپنے چہرے پہ اک زوردار تھپڑ کی طرح محسوس ہوا۔

جس کی تکلیف کی شدت اسے روح تک تڑپا گئی تھی اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

گاڑی روڈ پہ ڈالتے ہی اس کی آنکھیں دھندلا گئی کیونکہ زاروقطار بہتے آنسوؤں میں روانی بہت تھی۔۔۔ وہ اپنی پوری زندگی میں اس شدت سے اور ہچکیوں سے نہیں روئی تھی اور آج اگر روئی بھی تو ولید رحمان کی وجہ سے۔۔۔ اور عزت کو کچھ تکلیف اس چیز کی بھی تھی کہ وہ فطری طور پہ بہت ہی لاپروا اور آزاد خیال لڑکی تھی۔۔۔ اس نے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کبھی لڑکوں کے بارے میں سوچا ہی نہیں تھا' حالانکہ آج تک یونیورسٹی اور کالج میں رہتے ہوئے ہزاروں ہاتھ اس سے دوستی کے لیے اور پسندیدگی کے نام پہ آگے بڑھے' لیکن اس نے کبھی کسی کو لفٹ ہی نہیں کروائی نہ ہی اس چیز کا کوئی نوٹس لیا تھا۔

لیکن اب اچانک ولید رحمان کی چاہ میں مبتلا ہو کر وہ عزت ۔۔۔ عزت ہی نہیں رہی۔

خود اپنی ہی نظروں میں گر گئی تھی۔

کیونکہ وہ اس سے محبت اور محبت کے جنون میں اپنے مقام سے بہت نیچے آگئی تھی اور وہ سب اظہار کروالے جن کے بارے میں وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی۔

لیکن پھر بھی حاصل کیا ہوا ۔۔۔؟ نفی!

اور اب اس نفی کے بعد اس کے دل میں دکھ کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ اور یہی دکھ تمام راستے اسے رلاتے ہوئے گھر لایا۔ کیونکہ دکھ دینے والا خود ولید رحمان تھا' وہ اس کی محبت اور جذبات کی قدر نہیں کر سکا' بلکہ اس نے پروا ہی نہیں کی اور یہی چیز عزت کو مار گئی۔

لیکن گھر پہنچتے ہی وہ ایک بار پھر ٹھٹکی۔

ڈرائنگ روم میں مونس مرزا براجمان تھا۔

"عزت ۔۔۔!" رضا حیدر اسے دیکھ کر پکارے۔

مگر عزت کوئی بھی جواب دیے بغیر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی کیونکہ وہ ایسی حالت اور کیفیت میں ہی نہیں تھی کہ کسی کا اس وقت سامنا کر پاتی ۔۔۔ اس لیے نظروں سے اوجھل رہ کر بھرم ہی رکھ لیا جاتا تو بہتر تھا۔ رضا حیدر نہیں جانتے تھے کہ وہ کس حال میں ہے ۔۔۔؟

جبکہ مونس مرزا اس کی آنکھوں کی سرخی اک نظر میں ہی بھانپ گیا۔ جس کو محسوس کر کے اس سے وہاں بیٹھنا بھی محال ہو گیا اس لیے وہ بہت جلد رضا حیدر سے دعا سلام اور الوداعی کلمات ادا کرنے کے بعد وہاں سے رخصت ہو گیا ۔۔۔ مگر عزت حیدر کی بکھری بکھری سی حالت اس کے ذہن سے محو نہیں ہو سکی۔

شاید اس لیے کہ وہ ایسے تجربات سے بارہا گزر چکا تھا ۔۔۔ اسی لیے وہ عزت کی ایسی کیفیت اور ایسی حالت کو سیکنڈوں میں ہی سمجھ گیا' مگر اب اصل وجہ سمجھنا باقی تھی ۔۔۔!

☼ ☼ ☼

ماورا آج عافیہ بیگم اور بلی گل کو لے کر قبرستان گئی تھی۔

اور علی مرتضیٰ کی قبر پہ جا کے عافیہ بیگم نے اپنے پچیس سالوں کے تمام دکھ ایک ساتھ ہی رو دیے ۔۔۔ جن کو سمیٹتے سمیٹتے ماورا اور بلی گل ہلکان ہو گئی ۔۔۔

اور پھر واپسی میں بمشکل انہیں اپنے ساتھ لے کر گھر آئی۔

"امی ۔۔۔! یہ ٹیبلٹ کھالیں ۔۔۔ سر درد ٹھیک ہو جائے گا ۔۔۔" ماورا نے عشاء کی نماز کے بعد انہیں میڈیسن دی اور انہیں بیڈ پہ لٹانے کے بعد خود ان کے کمرے کا دروازہ بند کر کے باہر نکل آئی اور تھکے تھکے قدموں سے چلتی ہوئی ٹی وی لاؤنج کے صوفے پہ آ بیٹھی۔

چند لمحے یونہی صوفے کی پشت سے سر ٹکانے کے بعد اس نے اک گہری سانس کھینچی اور قریب ہی صوفے پہ رکھا ریموٹ اٹھا کر ٹی وی آن کر دیا ۔۔۔ کوئی ڈرامہ آرہا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"میں تم سے محبت کرتا ہوں کمل۔۔۔!" ہمیرو یقین دلا رہا تھا۔

"مگر مجھے تمہاری محبت کی کوئی ضرورت نہیں ہے سرور!" ہیروئن کی بے اعتباری اور بے رخی کمال کی تھی۔

"کمل۔۔۔ محبت سے منہ مت پھیرو۔۔۔ محبت کی ضرورت تو ہر انسان کو ہے۔۔۔ انسان ادھورا ہے محبت کے بغیر۔" ہیرو اپنے ڈائیلاگز آزما رہا تھا۔

"تمہاری محبت کے بغیر میں ادھوری ہوں تو ادھوری ہی ٹھیک ہوں۔" ہیروئین مان ہی نہیں رہی تھی۔

"آخر تم خفا کیوں ہو۔۔۔؟ تم اپنے دل کی بات کہو ناں۔۔۔ میں تمہاری ہر بات ماننے کو تیار ہوں۔۔۔ جو تم کہو گی میں وہی کروں گا۔۔۔ تمہاری ہر خواہش، چاہت پوری کروں گا۔۔۔ تم ایک بار کہو تو سہی۔"

وہ بار بار اصرار کر رہا تھا اور ماورا نے ناگواری اور جھنجلاہٹ سے بے اختیار ریموٹ کنٹرول ہی پرے پٹخ دیا۔

"ہونہہ محبت۔۔۔ نام نہاد محبت۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔

"ارے۔۔۔ اسے کو دھتکار رہی ہو۔۔۔ محبت کو؟" بی گل عشا کی نماز سے فارغ ہو کر تسبیح ہاتھ میں پکڑے اپنے کمرے میں جا رہی تھیں، جب ٹی وی لاؤنج سے سنائی دیتی ٹی وی کی آواز سن کر وہ بھی ادھر ہی آ گئیں کیونکہ انہیں یقین تھا کہ ٹی وی لاؤنج میں ماورا ہی ہو گی۔۔۔

"محبت کو نہیں۔۔۔ محبت کے ڈرامے کو دھتکار رہی ہوں۔۔۔ جو محبت کے نام پہ ہر دوسرے آدمی کا مشغلہ بن چکا ہے۔" ماورا کے لہجے میں اک عجیب سی چڑ تھی۔۔۔ اور وہ اسی چڑچڑے انداز میں ان کی طرف متوجہ ہوئی۔۔۔

"یہ ڈرامہ تو تم خود بھی کر رہی ہو۔۔۔" بی گل بڑی صاف گوئی سے کہتی بچھلی سائیڈ سے آ کر اس کے برابر ہی صوفے پہ بیٹھ گئیں۔۔۔

"آپ سے یہ کس نے کہہ دیا کہ میں۔۔۔ ایسے ڈرامے کر رہی ہوں؟" ماورا کو ان کی بات بہت بری طرح لگی۔

"کہنے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں۔" بی گل اطمینان سے کہہ رہی تھیں۔۔۔

"آپ نے دیکھا ہی تو نہیں ہے بی گل۔۔۔! دیکھ لیں تو جان جائیں کہ آپ کی ماورا کوئی ڈرامہ نہیں کرتی۔۔۔ جو بھی کرتی ہے۔۔۔ صاف سامنے کرتی ہے۔" اس نے تنک کے جواب دیا۔

"پھر بھی تیمور حیدر تم سے محبت کر رہا ہے؟" انہیں حیرانی ہوئی۔

"وہ مجھ سے محبت نہیں کر رہا۔۔۔ بلکہ اپنے آپ کو دھوکا دے رہا ہے۔ ایسا دھوکا جو آج کل ہر لڑکا لڑکی اپنے آپ کو دے رہے ہیں۔۔۔ جانتے بھی ہیں کہ اس معاشرے میں محبت کا وجود ناپید ہو چکا ہے پھر بھی محبت۔۔۔ محبت کی رٹ لگائے پھر رہے ہیں۔ محبت آپ کے ہزار طرح کے چونچلوں سے ظاہر نہیں ہوتی، بلکہ محبت تو انسان کے کسی ایک عمل یا کسی ایک کیفیت سے ہی ظاہر ہو جاتی ہے۔۔۔ اس کے لیے اپنے مقام، اپنے مرتبے اور اپنی انا کے تخت سے نیچے آنا اور لفظوں کے ہیر پھیر سے اظہار کرنا ضروری نہیں ہوتا۔۔۔ محبت نے محسوس ہونا ہو تو وہ کسی بھی عمل، کسی بھی کیفیت اور کسی بھی اظہار کے بغیر ہی محسوس ہو جاتی ہے۔۔۔ ہاں یہ شرط لازم ہے کہ محبت سچی ہو۔۔۔ کھوٹ کا تڑکا نہ ہو۔"

ماورا کا ہر چیز کے بارے میں اپنا ہی اک فلسفہ ہوتا تھا اور بی گل اس کے اس فلسفے پہ ہمیشہ ہی مسکرا دیتی تھیں کیونکہ کبھی کبھی ماورا کی باتیں سن کر انہیں یہی لگتا کہ ان کے سامنے بھی اک بی گل ہی بیٹھی ہے۔ کبھی بڑی معصوم اور کبھی بڑی جہاندیدہ۔۔۔!

"دیکھو میرا بچہ۔۔۔! تمہاری باتوں سے مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ تم تیمور حیدر کی محبت کو محسوس کر چکی ہو۔۔۔ اور محبت کو کبھی بھی محسوس نہ کرنے والا۔۔۔ جب اسے اپنے آس پاس محسوس کرنے لگتا ہے تو اسے اسی طرح

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

دھتکارنے کی کوشش کرتا ہے جیسے کہ تم کررہی ہو۔۔۔ محض اس ڈر سے کہ کہیں یہ تم سے عق نہ چمٹ جائے۔۔۔ حالانکہ تم نہیں جانتیں کہ دل کے جذبوں پر یہ کوششیں بے اثر ہوتی ہیں۔"

بی گل کا بھی اپنا ہی اک فلسفہ زندگی تھا۔لیکن ملورا اکثر ان کے فلسفے اور ہدایات سے اختلاف کرجاتی۔

"مجھے ایسا کوئی ڈر نہیں ہے بی گل۔۔۔ میں اس معاملے میں پوری طرح سے نڈر ہوں۔۔۔ کیونکہ مقابل رضا حیدر کا بیٹا ہے۔۔۔ ورنہ ہوتا۔۔۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید میں آپ کے اس فلسفے سے اتفاق کرہی لیتی۔۔۔ لیکن یہاں سچویشن کچھ اور ہے۔" اس نے سختی سے ان کی بات کی تردید کرتے ہوئے نفی میں سرہلایا۔

"یہاں سچویشن کچھ اور ہے یہ میں بھی جانتی ہوں۔۔۔ لیکن میرا مشاہدہ کہتا ہے کہ محبت اتنی طاقت ور شے ہے کہ بڑے بڑوں کو جھکا لیتی ہے۔"

بی گل اسے ممکنہ حالات اور جذبات سے پہلے ہی آگاہ کررہی تھیں۔۔۔ ملورا جھلا اٹھی۔

"میں تیمور حیدر نہیں ہوں بی گل۔۔۔ کہ اپنے مقام' مرتبے اور انا کے تخت سے نیچے آجاؤں۔"۔۔۔ اس نے تمسخرانہ کہا تھا۔

اور اس کے تمسخر پہ بی گل اس سے بھی زیادہ مسکرائیں۔

"ایک ملورا مرتضیٰ سے ملنے سے پہلے تیمور حیدر بھی ایسا تیمور حیدر نہیں تھا ملورا۔۔۔ اس کا بھی مقام تھا۔ مرتبہ تھا' انا تھی۔۔۔ مگر افسوس کہ محبت گلے پڑ گئی۔۔۔ اور اسے نیچے آنا پڑا۔"

بی گل کا کچھ پتا نہیں چل رہا تھا کہ وہ محبت کے حق میں بول رہی ہیں یا تیمور حیدر کے حق میں۔۔۔؟ "ہونہہ۔۔۔! تو وہ اتنا ہی کمزور تھا کہ محبت کے آگے چار دن بھی نہیں ڈٹ سکا۔۔۔ اور فوراً "ہتھیار ڈال دیے۔۔۔؟" اس کا طنز اور تمسخر ہنوز تھا مگر اس بار بی گل چند ثانیے یونہی اسے دیکھتی رہیں پھر ذرا توقف سے دوبارہ گویا ہوئیں۔

"کوئی کسی سلطنت کا بادشاہ ہو' یا بہت ہی امیر کبیر آدمی' کوئی کسی جنگل میں رہنے والا غریب ہو' یا در' در پھرنے والا فقیر۔ مرض چاہے کوئی بھی ہو انسان کو نڈھال کرہی دیتا ہے' اسے اپنے مقام' مرتبے اور انا کے تخت سے مجبوراً" نیچے آنا ہی پڑتا ہے اپنے حکیم کے لیے اور اپنے طبیب کے لیے۔۔۔ اور کچھ معالج تمہارے جیسے بھی ہوتے ہیں جو کسی کا علاج نہیں کرنا چاہتے۔۔۔ مگر مرض زدہ (مریض) کو منت سماجت بھی کرنا پڑجاتی ہے۔۔۔ جیسے کہ تیمور حیدر کو کرنا پڑرہی ہے۔۔۔" بی گل نے ۔۔۔۔۔۔ ذرا توقف لیا۔

"اس لیے تیمور حیدر کو الزام دینے والی تمہاری یہ منطق بالکل غلط ہے کہ وہ کمزور نکلا۔۔۔ ڈٹ نہیں سکا۔۔۔ ہتھیار کیوں ڈال دیے۔۔۔ مقام' مرتبے اور انا سے نیچے کیوں آیا۔۔۔؟ یہ کیوں کیا؟ وہ کیوں کیا۔۔۔؟ لیکن یہ وہ مقام ہے جہاں بڑے بڑوں کو سر جھکانا پڑتا ہے۔" بی گل کہتے ہوئے بالآخر اٹھ کھڑی ہوئیں اور ملورا ان کی باتیں سن کر جوں کی توں اپنی جگہ پہ بیٹھی رہ گئی۔

"سو جاؤ شاباش۔۔۔! بہت ٹائم ہو گیا ہے۔۔۔ صبح پھر تمہیں محبت کی نوکری پہ بھی جانا ہے۔" بی گل اس کا سر تھپک کر پلٹ گئیں۔

"آپ نے یہ ساری باتیں مجھے کیوں سنائیں بی گل۔۔۔؟" وہ ٹی وی لاؤنج سے نکل رہی تھیں جب ملورا کی حد درجہ سنجیدہ سی آواز پہ انہیں ٹھہرنا پڑا۔

"میں نے تمہیں محبت اور نفرت کی اونچ نیچ سمجھائی ہے۔۔۔ تاکہ تم سنبھل جاؤ۔۔۔ اور کوئی اور راستہ اختیار کرلو۔۔۔ کیونکہ ابھی تو شروعات ہے۔۔۔ ابھی بھی وقت ہے۔۔۔ یہ نہ ہو کہ پھر تمہیں وقت بھی نہ ملے۔" وہ نرمی سے بولیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"مگر یہ راستہ خود اس نے بچھایا ہے میرے سامنے۔" اس کا ہر الزام تیمور حیدر کے سر تھا۔
"وہ تو پلکیں بھی بچھائے گا۔ پھر کیا کرو گی؟" پی کل کا سوال برجستہ تھا۔
"وہی کروں گی جو میں کرنا چاہتی ہوں۔" اس کا لہجہ اٹل ہو رہا تھا۔
"محبت سے کھیل رہی ہے تو۔ اور محبت سے کھیلنا آگ سے کھیلنے کے برابر ہے۔" انہوں نے پھر سمجھایا

"جانتی ہوں۔!" وہی ہٹ دھرمی۔
"اللہ ہدایت دے تجھے۔ میری تو یہی دعا ہے۔" وہ کہہ کر باہر نکل گئیں اور وہ اور نے تلملا کر قریب پڑا ریموٹ انتہائی غصے سے اٹھا کر دور پھینک دیا۔
"میں کھیلوں گی اور ضرور کھیلوں گی۔ اور اب تو پوری طرح سے کھیلوں گی۔ تاکہ اسے بھی پتا چلے۔ اس کا معالج کون ہے۔؟"
وہ غصے سے بڑبڑاتی ہوئی اٹھ کر اپنے بیڈ روم میں آ گئی۔!

☼ ☼ ☼

رات کا ایک بجا تھا جب اس کے سیل فون پہ اک بے چین سی رنگ بجی۔ لیکن وہ نظر انداز کیے لاپروا سی پڑی رہی۔
مگر فون کرنے والے نے مستقل مزاجی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک بار' دو بار' تین بار' اور پھر کئی بار ہی کال کرنے کا سلسلہ جاری رکھا اور اس نے تنگ آ کر سیل فون آف کر کے پرے اچھال دیا۔
"ہونہہ۔! اب نہیں ولید رحمان۔ اب نہیں۔ وہ وقت گزر چکا اب۔" عزت نے دانت پیس کر تلملاتے ہوئے کہا اور کروٹ بدل کر لیٹ گئی۔
لیکن سیل فون آف کر دینے کے بعد بھی اسے ساری رات یہی احساس ہوتا رہا کہ وہ ساری رات ہی اس کا نمبر ٹرائی کرتا رہا۔ اور اسی احساس کے تحت وہ ٹھیک طرح سے سو بھی نہیں پائی اور صبح چھ بجے ہی اٹھ کر اپنے بیڈ روم سے باہر نکل آئی تھی۔
"عزت۔! کہاں جا رہی ہو بیٹا؟" رابعہ بیگم نماز پڑھ کے باہر نکلیں تو عزت کو گیٹ کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔
"جاگنگ کے لیے جا رہی ہوں بہت سستی ہو رہی ہے کچھ دنوں سے۔" اس نے ذرا کی ذرا پلٹ کر جواب دیا اور دوبارہ قدم گیٹ کی طرف بڑھا دیے۔
"تیمور بھی کچھ دیر پہلے ہی نکلا ہے۔" انہوں نے پیچھے سے آواز دی اور عزت سنی ان سنی کرتی گیٹ کراس کر کے روڈ پہ آ گئی۔
جاگنگ ایریا ان کے گھر سے زیادہ دور نہیں تھا اس لیے عزت اکثر پیدل ہی اس ایریا تک آ جاتی اور یہی حال تیمور کا بھی تھا۔ وہ بھی پیدل ہی آتا ورنہ بہت سے لوگ ایسے بھی تھے جو زیادہ دور سے آتے اور اپنی گاڑیوں یا بائیک پہ آتے تھے اور لڑکیاں تو اکثر سائیکل پہ آ جاتیں۔
"عزت۔!" وہ جاگنگ ٹریک پہ بھاگتے بھاگتے کافی دور آ نکلی تھی جب اسے پیچھے سے تیمور کی آواز سنائی دی۔ اور اس نے بمشکل رک کر پیچھے پلٹ کے دیکھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

"تمی بھائی۔۔۔؟" وہ بھی اتنے میں قریب آچکا تھا۔

"اتنا آگے کیوں جا رہی ہو۔۔۔؟ واپسی میں دیر ہو جائے گی۔۔۔؟" وہ قریب آکر رکا۔

"میں جتنا بھی آگے چلی جاؤں۔۔۔ مجھے واپسی میں دیر نہیں لگتی۔۔۔ فوراً پلٹ آتی ہوں۔" عزت کا لہجہ عجیب سا ہو گیا جسے تیمور اپنی بے دھیانی میں سمجھ نہیں سکا۔

"اچھا۔۔۔ یعنی کہ بہت فاسٹ ہو تم۔۔۔؟" تیمور مسکرایا۔

"ہاں۔۔۔ اور فاسٹ لوگ اکثر بہت پیچھے رہ جاتے ہیں۔" وہ بھی جواباً طنزیہ سا مسکرائی۔۔۔

"صبح صبح تمہاری ایسی عجیب و غریب اور الجھی الجھی سی باتیں میری سمجھ سے بالاتر ہیں، اس لیے پلیز کوئی اچھی سی بات کرو اور واپسی کی راہ لو۔" تیمور نے اسے خفگی سے گھورا۔۔۔

"صبح صبح میری باتیں تو الجھی الجھی سی ہیں لیکن خلاف معمول آپ کا موڈ بہت فریش نظر آ رہا ہے۔۔۔ اس فریش نیس کا ریزن۔۔۔؟" عزت نے اس کے ساتھ ساتھ واپسی کے لیے قدم بڑھائے۔۔۔

"انسان کی فریش نیس کا ریزن اس کے دل کی خوشی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟" تیمور بہت ریلیکس اور مطمئن نظر آ رہا تھا۔

"اور آپ کے دل کی خوشی کا نام۔۔۔؟" وہ دونوں بہن بھائی جاگنگ ٹریک پہ بہت آہستہ رفتار سے بھاگ رہے تھے۔

"ماورا مرتضیٰ۔۔۔!" تیمور کو بھلا چھپانے کی کیا ضرورت تھی۔

"ماورا مرتضیٰ۔۔۔ وہی جو فارہ کی۔۔۔" عزت چونکی۔

"ہاں۔۔۔ وہی۔۔۔" تیمور نے اس کی مشکل آسان کی۔

"کوئی بات چلی۔۔۔؟" عزت کو تجسس ہوا۔

"ہاہاہا۔۔۔!" تیمور اس کے سوال پہ قہقہہ لگا کر ہنسا اور عزت اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔۔۔

"بات نہیں چلی۔۔۔ وہ فیصل آباد سے چلی اور کراچی آ گئی۔" وہ خاصا لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"واٹ۔۔۔ کراچی۔۔۔ مگر کیسے۔۔۔؟ کب۔۔۔؟" عزت کی حیرانی اور تجسس بڑھ گیا۔

"بس کسی کو قریب لانے کے لیے یا کسی کے قریب جانے کے لیے دل میں لگن ہونی چاہیے۔۔۔ فاصلے خود بخود ہی سمٹ جاتے ہیں۔۔۔" تیمور کو اپنے کارنامے پہ فخر ہو رہا تھا۔۔۔

"لیکن بھائی کیسے۔۔۔؟" وہ جاننا چاہتی تھی۔

"وہ ہماری کمپنی کی ویزا آفس کی سیٹ پر آئی ہے۔۔۔ میں نے اسے آفر کی تھی۔" بالآخر اس نے بتا ہی دیا۔

"او اچھا۔۔۔! تو یہ سلسلہ ہے۔ ویسے ہے تو بہت خوب صورت۔۔۔ بہت اسٹرانگ سی لڑکی ہے۔" عزت کو اور اس سے ملاقات اچھی طرح یاد تھی۔

"بس یہی چیز تو ہے جو ہمیں لے ڈوبی۔" تیمور جانتا تھا کہ وہ کتنی اسٹرانگ ہے اسی لیے ذرا آہ بھر کے بولا۔

"یہ صرف پسندیدگی ہے یا محبت۔۔۔؟" عزت نے بھی وہی سوال کیا جس کا سامنا تیمور پہلے بھی کئی بار کر چکا تھا۔

"بات پسندیدگی سے ہی شروع ہوتی ہے لیکن پھر رفتہ رفتہ یہی پسندیدگی محبت اور طلب کی حدود سے بھی آگے نکل جاتی ہے اور میرے جیسے دل کے ہاتھوں مجبور ہو جانے والے لوگ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔" تیمور نے وضاحت ہی کچھ اس انداز میں دی تھی کہ عزت ساری سچویشن سمجھ گئی۔

"ہوں۔۔۔ تو یہ معاملہ ہے؟" وہ ذرا پرسوچ سے لہجے میں بولی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"ویسے اس کا رسپانس کیا ہے آپ کے اس معاملے کے حوالے سے۔۔۔؟" عزت کو ولید کا خیال آتے ہی ماورا کے رسپانس کا بھی خیال آگیا۔

"نہ بہت اچھا ہے۔۔۔ اور نہ ہی بہت برا۔۔۔" تیمور کو لگی لپٹی رکھنے کی عادت نہیں تھی۔

"کیوں۔۔۔؟ ایسا کیوں ہے؟ کیا کمی ہے آپ میں؟ اسے تو خوش ہونا چاہیے کہ تیمور حیدر اسے چاہتا ہے؟"

عزت آخر ایک بہن تھی فوراً" ہی دل میں بھائی کی محبت کا ابال اٹھا تھا۔

"وہ اتنی عام سی بھی نہیں ہے کہ اس چھوٹی سی بات پر ہی خوش ہو جائے۔" تیمور ہنسا۔

"بھائی۔۔۔!" عزت خفگی سے بولی تھی اور تیمور نے مسکراتے ہوئے ذرا ٹھہر کر عزت کے کندھے کے گرد اپنا بازو حمائل کرتے ہوئے اسے اپنے قریب کر لیا۔

"ارے ڈونٹ وری میری جان۔۔۔! سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔ فی الحال میرے لیے یہی بہت ہے کہ وہ میرے پاس جاب کر رہی ہے' میری دسترس میں اور میری نظروں کے سامنے ہے۔۔۔ ورنہ جب وہ فیصل آباد میں تھی تب بہت بے سکونی تھی میرا بس نہیں چلتا تھا کہ میں کیا کروں۔۔۔؟ مگر اب۔۔۔ اب سب کچھ ٹھیک ہے۔۔۔ رفتہ رفتہ سب سیٹ ہو جائے گا۔"

تیمور نے اسے تسلی دی تھی اور عزت چپ کی چپ رہ گئی۔

"تو کیا بھائی کو بھی ان کے دل نے ویسے ہی مجبور کیا۔۔۔ جیسے مجھے کیا۔۔۔ ولید رحمان میری ذات سے انکاری۔۔۔ اور ماورا مرتضیٰ ان کی ذات سے انکاری۔۔۔ اف اللہ یہ کیسی آزمائش ہے۔۔۔؟" عزت کا دل کانپ گیا اور اس نے بے ساختہ تیمور کی دلی خوشی کے لیے دعا کی۔

"عزت۔۔۔!" گھر کے قریب پہنچ کر اس نے عزت کو متوجہ کیا۔

"جی۔۔۔؟" وہ چونکی۔

"کہاں گم ہو گئی ہو۔۔۔؟"

"کہیں۔۔۔ کہیں بھی نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"کیا بات ہے۔ کچھ اپ سیٹ سی لگ رہی ہو۔۔۔؟ کوئی پرابلم تو نہیں ہے؟"

بالآخر تیمور کو محسوس ہو ہی گیا۔

"نو پرابلم۔ آئی ایم آل رائٹ۔ یو ڈونٹ وری۔۔۔" وہ آہستگی سے کہتی تیمور کے کندھے سے الگ ہو کر گیٹ کی طرف بڑھی۔

"عزت۔۔۔!" تیمور نے اسے پھر سے آواز دی۔

"ارے بھائی۔۔۔! آپ کیوں پریشان ہو رہے ہیں۔۔۔؟ میں رات میں جاگتی رہی ہوں اس لیے اب طبیعت کچھ ایسی ہو رہی ہے۔" وہ سستی سے بولی۔

"رات میں کیوں جاگتی رہی ہو۔۔۔؟" اس نے اگلا نکتہ اٹھایا۔

"ایک فرینڈ پریشان تھی اس کے ساتھ چیٹ ہوتی رہی۔۔۔" عزت نے النا سید عابلہ گھڑ کے اسے ٹالنے کی کوشش کی۔

"آر یو شیور۔۔۔ یہی بات ہے یا کچھ اور۔۔۔؟" وہ اسے سرتاپا گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"یس۔ شیور۔۔۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا اور تیمور اس کے سر ہلانے پہ چپ ہو گیا۔

"اوکے جاؤ۔ ناشتا کرو۔ اور یہ رات رات بھر جاگا نہ کرو صحت خراب ہوتی ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

اس نے جاتے جاتے اسے ہدایت دی اور عزت پلٹ کر اندر آ گئی اور اس کے پیچھے تیمور بھی آ گیا۔

✡ ✡ ✡

"مے آئی کم ان سر؟" دروازے پہ ہلکی سی دستک کے بعد ماورا مرتضیٰ کی آواز ابھری تھی اور اپنے لیپ ٹاپ پہ بزی تیمور حیدر اس کی آواز پہ چونک کر متوجہ ہوا۔

"یس کم ان۔!" وہ اجازت دے کر دوبارہ سے لیپ ٹاپ کی طرف مڑا۔ اور اپنی اک ضروری فائل کلوز کرنے لگا۔ اتنے میں ماورا اس کی ٹیبل کے قریب آ چکی تھی۔

"پلیز سٹ ڈاؤن۔!" تیمور نے اس کی طرف دیکھے بغیر اسے مقابل کرسی پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"تھینک یو۔!" ماورا فائل ٹیبل پہ رکھتے ہوئے خود کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

جبکہ تیمور اپنے کام میں مصروف تھا اور ماورا اسے بزی دیکھ کر کافی لاپروائی سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ اس کے آفس کی سیٹنگ۔ کلر کمبی نیشن۔ دیواروں پہ لگی پینٹنگز۔ چمکتا ہوا ماربل فرش۔ گلاس وال۔ کرسٹل ٹیبل۔ فائلز اور لیپ ٹاپ۔ اور لیپ ٹاپ کے کی بورڈ پر متحرک اس کے مضبوط ہاتھ اور ہاتھوں سے بڑھتے بڑھتے اس کی نظر تیمور حیدر کے خوب صورت اور وجیہہ چہرے پر جا ٹھہری تھی۔ وہ اپنے کام اور اپنے دھیان میں پورے انہماک سے مصروف تھا۔

اور اس کی اسی مصروفیت نے ماورا کو بھی آزاد کر ڈالا تھا۔ وہ گہری نظروں سے اس کا جائزہ لینے لگی۔ جو تیمور بھی محسوس کر گیا۔ جب ہی وہ اچانک اس کی سمت پلٹا اور ماورا اپنی محویت پہ گڑبڑا گئی۔

"ہاں مس ماورا مرتضیٰ۔ فرمایئے۔؟" تیمور اس کے گڑبڑانے پہ خاصا لطف اندوز ہوا مگر اپنی مسکراہٹ دبا گیا یہاں تک کہ لہجے کو بھی متبسم نہیں ہونے دیا۔

"آپ نے بلایا تھا غالباً۔" ماورا نے اسے یاد دلایا کہ وہ اس کے بلانے پہ آئی ہے۔

"او ہاں۔! وہ دراصل میں چاہ رہا تھا کہ آپ خود ایک بار فیکٹری کا وزٹ کریں۔ اور ورکرز کے ساتھ جو بھی ڈسکشن چاہتی ہیں وہ کریں۔ کیونکہ اس طرح فون پہ یا آن لائن سمجھانے سے کچھ نہیں ہو گا آپ ابھی نئی ہیں اس لیے اپنے ورکرز اور کولیگز سے ملنا بہت ضروری ہے آپ کے لیے۔"

تیمور مکمل طور پہ باس کے روپ میں تھا اور انداز کے ساتھ ساتھ لہجہ بھی ویسا ہی تھا۔ پروفیشنل۔!

"اوکے۔! لیکن دو گھنٹے بعد۔ کیونکہ فی الحال میری ٹیبل پہ بھی کام ادھورا پڑا ہے۔ مجھے آج ایک ڈیزائن کمپلیٹ کرنا تھا۔" ماورا نے دوٹوک انداز میں وقت مانگا۔

"ٹھیک ہے آپ کمپلیٹ کر لیں تب تک میں بھی فارغ ہو جاتا ہوں۔" تیمور نے اثبات میں سر ہلایا اور ماورا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یہ وہ فائل ہے۔ جس پہ کل کام کیا تھا۔" ماورا جاتے جاتے اسے چند سیمپل دے گئی جن کو دیکھتے ہوئے تیمور کو وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا تھا۔

"سر۔! گاڑی تیار ہے۔ اور مس ماورا بھی آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔" چپراسی کی آواز پہ تیمور بری طرح چونکا۔

"او مائی گاڈ۔ ڈیڑھ گھنٹہ گزر گیا؟" وہ گھڑی دیکھتے ہوئے تیزی سے فائل سمیٹ کر اٹھا اور اپنا موبائل اور دیگر چیزیں لے کر آفس سے باہر نکل آیا۔

اور جیسے ہی آفس بلڈنگ سے نکل کر نیچے آیا ماورا کو گاڑی کے پاس انتظار کرتے دیکھ کر قدم ٹھٹک سے گئے۔ وہ بےبی پنک کلر کے سوٹ میں ملبوس چہرے کے گرد اچھی طرح دوپٹے کا ہالہ بنائے بلیک گلاسز لگائے کھڑی تھی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

لیے اسے بے پناہ دلکش سی لگی تھی اور اس پہ اتفاق یہ کہ آفس سے باہر نکلتے ہوئے وہ خود بھی بلیک گلاسز پہن گیا۔

"سر پلیز!" ڈرائیور نے آگے بڑھ کے دروازہ کھولتے ہوئے اسے متوجہ کیا تھا۔

"آج مس سحرش نہیں آئیں؟" ملورا نے اس کے برابر گاڑی کی بیک سیٹ پہ بیٹھتے ہوئے جان بوجھ کر یہ ذکر چھیڑا تھا۔ تاکہ تھوڑی دیر پہلے والے احساس کا اثر زائل ہو جاتا۔

"ان کے فادر اسپتال میں ایڈمٹ ہیں اس لیے وہ تین دن کی چھٹی پہ ہیں۔" تیمور بھی سنبھل چکا تھا۔

"اور فاروقی صاحب۔؟" نیا سوال سوجھا۔

"وہ آل ریڈی فیکٹری میں ہی ہیں۔" تیمور سمجھ گیا تھا کہ وہ خاموشی کے اس تسلسل کو قائم نہیں ہونے دے رہی بار بار خود ہی خلل ڈالنے کی کوشش کر رہی ہے۔

"اور پھر۔؟" تیمور نے اگلا سوال خود ہی کر دیا اور ملورا ٹھٹک گئی کیونکہ وہ اس کے "اور پھر" کا مجسم سا مفہوم سمجھ گئی تھی۔

"میں ڈرائیونگ سیکھنا چاہتی ہوں۔" ملورا کب سے اسے کہنا چاہتی تھی مگر اسے موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔ یہ وہ اس سے بات کر پائی۔

"رئیلی۔؟" تیمور کو اچنبھا ہوا کہ وہ سیریس ہے یا یونہی بات سے بات نکالنے کی غرض سے کہہ رہی ہے۔

"ہوں۔! میں واقعی ڈرائیونگ سیکھنا چاہتی ہوں' کیونکہ یہ میرے گھر کی ضرورت ہے' کمپنی کی طرف سے گاڑی کی سہولت تو ہے مگر ایک ڈرائیور بلاوجہ میرے گھر کے باہر میرے انتظار میں کھڑا رہے مجھے یہ پسند نہیں ہے' ملازم بھی آخر انسان ہی ہوتے ہیں' اس لیے بہتر ہے کہ میں یہ کام خود سیکھ لوں اور سب کو آسانی بخش دوں۔ آپ کو بھی اور آپ کے ڈرائیور کو بھی۔" ملورا کو بات کرنے کے لیے ایک اچھا ٹاپک میسر آگیا تھا۔

"آپ کو میری یا میرے ڈرائیور کی فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ملازم آخر انسان ہی ہوتے ہیں اور انسان اپنے کام کے پیسے لیتے ہیں' ایک ڈرائیور اگر آپ کے گھر کے باہر آپ کے انتظار میں بلاوجہ کھڑا رہتا ہے تو یہ اس کا احسان نہیں ہے۔ بلکہ وہ اس کھڑے رہنے کا بھی معاوضہ لیتا ہے۔ اور یہ کھڑا رہنا ہی اس کا کام ہے۔" تیمور نے کہا تو وہ چند ثانیے کے لیے چپ سی ہو گئی تھی۔

"یعنی۔ مجھے ڈرائیونگ نہیں سیکھنی چاہیے۔؟" وہ جان بوجھ کر اس کی بات کو الٹے رخ پہ لے گئی تھی۔

"میں نے یہ تو نہیں کہا؟" تیمور ہنوز مسکرا رہا تھا۔

"دلائل تو کچھ ایسے ہی دے رہے ہیں؟" ماورا کا انداز سنجیدگی لیے ہوئے تھا۔

"میں نے سنا تھا کہ لڑکیاں دلائل سے قائل ہو جاتی ہیں اس لیے۔" وہ حظ اٹھا رہا تھا' کچھ لڑکیوں کے تجربے اور مشاہدے کی بنا پر سب کو ایک جیسا سمجھ لینا بہت بڑی بے وقوفی ہے' کیونکہ اکثر تجربات غلط ثابت ہو جاتے ہیں۔" ملورا کے لہجے میں استہزائیہ سا رنگ تھا۔

"آپ کے معاملے میں تو کچھ زیادہ ہی غلط ثابت ہو رہے ہیں۔" وہ جوابا" آہستگی سے بولا' مگر ملورا اس کی یہ خود کلامی با آسانی سن چکی تھی۔

"بہرحال جو میں نے بات کی وہ تو وہیں کی وہیں رہ گئی۔؟" ماورا نے پھر سے یاد دلایا۔

"اوکے۔! آپ ڈرائیونگ سیکھنا چاہتی ہیں تو ٹھیک ہے۔ میں آپ کا کسی اچھے ڈرائیونگ سینٹر میں ایڈمیشن کروا دوں گا آپ ایک دو دن میں جوائن کر لیجئے گا۔"

تیمور کو بھلا کیا پرابلم تھا اس نے فورا" ہامی بھر لی تھی۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"تھینک یو...!" اس نے بہت نپے تلے سے انداز میں اس کا شکریہ ادا کیا تھا۔

"یو ویلکم۔ مگر ایک بات بتائیں' جب آپ ڈرائیونگ سیکھ جائیں گی تو سب سے پہلے ڈرائیو پہ کس کو لے کر جائیں گی؟ اپنی کسی فرینڈ کو یا کسی فیملی ممبر کو...؟"

تیمور نے کافی دلچسپی سے پوچھا تھا اور گاڑی کی گلاس ونڈو سے باہر دیکھتی ماورا نے بڑے تحمل سے گردن موڑ کر تیمور حیدر کے چہرے کی سمت دیکھا اور ذرا توقف سے جواب سے نوازا۔

"آپ کو...!" انتہائی سکون سے کہا گیا یہ لفظ تیمور کو یکدم ٹھٹکا گیا تھا اس نے فوراً" ماورا کے چہرے کی طرف دیکھا تھا مگر اتفاق یہ تھا کہ دونوں ہی ایک دوسرے کی آنکھوں کے تیور نہیں بھانپ سکے تھے کیونکہ آنکھوں پہ گلاسز کا پردہ تھا۔

"مجھے...؟" تیمور کو پتا نہیں عجیب سا لگا تھا کہ یقین نہیں آیا۔ مگر پھر بھی دل میں ایک بگولہ سا خوشی سے بے خود ہو کر اٹھ آیا تھا۔

"ہاں آپ کو... کیونکہ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ آپ کے ساتھ اس طرح گاڑی کی بیک سیٹ پہ بیٹھ کر سفر کرنا اچھا لگتا ہے یا آگے فرنٹ سیٹ پہ بیٹھ کر...؟"

ماورا باتوں باتوں میں ہی کہیں سے کہیں پہنچ گئی تھی اور تیمور اپنے دل کو دل ہی دل میں سنبھل جانے کی تنبیہہ کرتا رہ گیا تھا۔

"یہ سفر تو ہم ابھی کر سکتے ہیں۔ اس ڈرائیونگ سیٹ پہ میں جا سکتا ہوں۔ اور آپ..."

"لیکن یہ میری کامیابی کا دن نہیں ہے۔ میری کامیابی کا دن وہ ہو گا' جب میں ڈرائیونگ سیکھوں گی۔ اور گاڑی کو ہواؤں پہ چھوڑ دوں گی۔ مگر آپ کو ساتھ لے کر کیونکہ میری ہر کامیابی میں اب آپ کا ہاتھ ہے۔ اور جس کام میں آپ کا ہاتھ میرے ساتھ ہے' اس کام میں آپ کا ساتھ بھی تو میرے ساتھ ہونا۔ چاہیے نا؟" ماورا سراسر اس کے ساتھ کھیل رہی تھی لیکن تیمور بچوں کی طرح اس کے دام میں آ گیا تھا۔

"سر...!" گاڑی فیکٹری کے پارکنگ ایریا میں رک چکی تھی اور ماورا نے اسے مخاطب کرتے ہوئے چونکا دیا تھا۔

"ہوں...! آیئے۔" وہ کہہ کر گاڑی سے اتر گیا اور پھر دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے فیکٹری کے اندر آ گئے جہاں فاروقی صاحب پہلے سے ہی ان کے انتظار میں کھڑے تھے۔

☼ ☼ ☼

"ولید... کیا بات ہے...؟ تم دو تین روز سے بہت پریشان سے نظر آ رہے ہو؟"

جیسے ہی وہ تیار ہونے کے بعد ناشتا کرنے کے لیے بیٹھا زبیدہ بیگم نے اپنی تشویش کا اظہار کر دیا۔ وہ پچھلے دو تین روز سے اسے نوٹ کر رہی تھیں۔

"نہیں ویسی کوئی بات نہیں ہے' بس ملکی حالات کی کشیدگی کے باعث ہر فیلڈ میں بہت سے کرائسس چل رہے ہیں اسی وجہ سے ہمارا ذہن بھی کچھ ایسا ہی کشیدہ ہو جاتا ہے۔" ولید نے بہت اچھے طریقے سے بات سمجھانے کی کوشش کی۔

"ملکی حالات کی کشیدگی کے باعث... یا ذاتی جذبات کی کشیدگی کے باعث؟" زبیدہ بیگم کا سوال بہت گہرا تھا' ولید ماں کی عمیق نظر پہ ایمان لے آیا تھا۔

"آپ سے یہ کس نے کہا؟" اس نے پھر بھی بچنا ہی چاہا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"تمہاری ان کھلی کتاب سی آنکھوں سے۔ روز پتا چلتا ہے کہ رات کو تارے گنتے ہو۔ سوتے نہیں ہو۔" زبیدہ بیگم اس کی کیفیت بیان کررہی تھیں۔

"جس کو ئی کے پاس کرنے کو کچھ نہیں ہوتا وہ رات کو تارے ہی گنتا ہے۔"

ولید ہلکی سی تلخی سے کہہ کر ناشتے کی طرف متوجہ ہوا تھا جبکہ زبیدہ بیگم کی الجھن اور تشویش میں اور اضافہ ہو گیا تھا۔

"کیوں۔۔۔؟ تمہارے پاس کچھ کرنے کو کیوں نہیں ہے۔ سارا دن بھر کام کرتے ہو بلکہ رات رات بھر کام میں بزی رہتے ہو تھک جاتے ہو پھر بھی تمہیں نیند نہیں آتی اور تم سوتے نہیں ہو۔"

"افف امی۔ آپ سے کس نے کہہ دیا کہ میں سوتا نہیں ہوں۔۔۔؟" ولید ان کی فکرمندی دور کرنے کی غرض سے موڈ بدل کر بولا۔

"تمہاری آنکھوں کی سرخی کہتی ہے کہ تم سوتے نہیں ہو۔" وہ بھی اپنی بات پہ بضد تھیں۔ "میری آنکھوں کی سرخی غلط کہتی ہے کیونکہ میں سوتا ہوں لیکن بس تھوڑی دیر۔ نیند پوری نہیں ہوتی اس لیے یہ کم بخت چغلی کردیتی ہیں۔" ولید نے اپنی آنکھوں کو کوسا۔

"دیکھو ولید! کوئی بات ہے تو صاف صاف بتاؤ۔ ماؤں سے چھپانا ٹھیک نہیں ہوتا۔" انہوں نے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

"ہونہہ۔ ماؤں کو بتانا بھی ٹھیک نہیں ہوتا۔ کیونکہ پھر رتجگوں کی یہی سرخی ماؤں کی آنکھوں کو گھیر لیتی ہے اور پھر ماؤں کی نیند پوری نہیں ہوتی۔" ولید بڑے سکون اور بڑے پیار سے کہتا چائے کا کپ واپس رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ولید۔ یہ پہیلیاں کیوں بجھوا رہے ہو تم۔۔۔؟ اور ناشتا بھی ٹھیک سے نہیں کیا تم نے۔" زبیدہ بیگم تڑپ ہی تو گئی تھیں۔ وہ صرف چائے پی کر ہی اٹھ گیا تھا۔

"بھوک نہیں ہے۔ رات کو کھانا کھاؤں گا گھر آکے۔ اور پھر تارے گنوں گا، لوگے۔۔۔؟"

وہ ان کو ٹالنے کے لیے اور بہلانے کے لیے کہتا ہوا ان کی پیشانی چوم کر ان کے ہاتھ کو تھپکتا ہوا اپنا بیگ لے کر تیزی سے گھر سے نکل گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"ولید رحمان کہاں ہے آج کل؟" یونیورسٹی کے گیٹ سے نکلتے ہوئے ساشا کو بے ساختہ ولید کا خیال آیا۔

"جان بخش دی اس کی۔۔۔" عزت کا انداز لاپروا سا تھا۔

"جان بخش دی اس کی؟ کیا مطلب۔۔۔؟" ساشا گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے چونکی۔

"مطلب۔۔۔ آزاد کردیا اسے۔" اس کی وہی اناؤں بھری لا پروائی عروج پہ تھی۔

"مگر کیوں عزت۔۔۔؟ اچانک یہ سب کیوں۔۔۔؟" ساشا گاڑی کا لاک کھولنا بھی بھول گئی۔ "کیونکہ وہ میرے ساتھ چلنا نہیں چاہتا تھا اور میں اسے زبردستی گھسیٹ رہی تھی۔"

"مگر عزت! وہ ایک اچھا آدمی تھا۔ ساشا پہلے ولید کی ذات سے اختلاف ہی کرتی آرہی تھی مگر جب سے اسے قارہ کی شادی میں دیکھا اسے بھی وہ بہت اچھا لگا تھا اور عزت کے ساتھ اس کی جوڑی پسند آئی تھی۔

"لیکن مجھے اتنا اچھا آدمی نہیں چاہیے جو اپنی ذات، اپنی چاہ اور اپنے دل کے لیے بھی کچھ نہ کرسکے۔" عزت نے غصے سے سر جھٹکا۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"کیا کرنا چاہیے تھا اسے۔۔۔؟" ساشا کو حیرت ہوئی۔

"مجھ سے اظہار کرنا چاہیے تھا' مجھے پروپوز کرنا چاہیے تھا اسے۔۔۔ میری محبت کی قدر کرنی چاہیے تھی اسے' مگر۔۔۔ مگر اس نے کچھ بھی نہیں کیا۔۔۔ وہ ڈرتا ہے دنیاداری اور جو دنیاداری سے ڈرتے ہیں وہ دل داری بھی نہیں کرپاتے۔" عزت نے ایک ایک لفظ چبا کر ادا کیا۔

وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھنے لگی تھی کہ اچانک ہی اسے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"عزت۔۔۔! آپ میرے ساتھ چلیں گی پلیز۔۔۔؟" عزت نے یکدم گردن موڑ کر دیکھا اور سامنے کھڑے مونس مرزا کو دیکھ کر اس کے دماغ کی گھومتی ہوئی سوئی ایکدم ہی ایک ہی نقطے پر رک گئی تھی۔

"بس زیادہ دیر نہیں۔۔۔ لنچ کے بعد آپ کو ڈراپ کردوں گا۔" مونس مرزا اس وقت کافی زیادہ شرافت کے لبادے میں کھڑا نظر آرہا تھا۔

جبکہ عزت کو اچھی طرح علم تھا کہ وہ اتنا بھی شریف نہیں ہے' اسی لیے وہ اسے انکار کرنے ہی والی تھی کہ اس کا سیل فون بج اٹھا اور جیسے ہی سیل فون پہ جگمگاتے ولید رحمان کے نمبر پہ نظر پڑی اس کے اعصاب تن گئے اور اس نے محض چند سیکنڈ سوچنے کے بعد ایک نظر ساشا کو دیکھا اور ایک نظر اپنے سیل فون کو۔ اور پھر دوسری نظر مونس مرزا پہ ڈالتے ہوئے وہ انہی قدموں پہ پلٹ گئی تھی۔۔۔ وہ بھی مونس مرزا کی سمت۔۔۔!

"اوکے ساشا! تم گھر جاؤ۔۔۔ تم سے بعد میں بات ہوگی۔" عزت بڑی لاپروائی سے کہتی مونس مرزا کے ساتھ چل دی تھی لیکن ساشا جن قدموں پہ کھڑی تھی انہی پہ جوں کی توں کھڑی رہ گئی۔ اور ان کی گاڑی زناٹے سے پاس سے گزر گئی تھی۔

"ہیلو مس ساشا!" کسی نے اسے پکارا تھا۔

"ہوں۔۔۔!" ساشا نے غائب دماغی سے ہوں کہا۔

"میں ولید۔۔۔ ولید رحمان۔۔۔!" اس نے اپنا تعارف کروایا اور ساشا یکدم کرنٹ کھا کے رہ گئی۔

"ولید رحمان۔۔۔؟" اس نے پلٹ کر ولید کی طرف دیکھا اور زیر لب کپکپا کے اس کا نام دہرایا تھا۔

"آپ۔۔۔ آپ یہاں۔۔۔؟" ساشا کو اپنے تاثرات کنٹرول کرنا مشکل ہو گیا تھا۔

"جی وہ دراصل مجھے عزت سے ملنا تھا۔ میں کافی دیر سے ان کے سیل پہ ٹرائی کررہا ہوں مگر کبھی کال ریسیو ہی نہیں ہوتی کبھی ملتی ہی نہیں۔" وہ بائیک سے نیچے اتر آیا تھا۔

"لیکن وہ تو چلی گئی۔" ساشا کو بتاتے ہوئے بہت عجیب سا محسوس ہوا۔

کیونکہ ولید رحمان کے چہرے پہ صاف لکھا تھا کہ اسے ڈھونڈتے ہوئے بڑی مشکلوں سے یہاں تک آیا ہے۔

"کہاں چلی گئی؟" ولید کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔

"مونس مرزا کے ساتھ۔۔۔" ساشا کے منہ سے نکلے ہوئے اس جملے نے ولید رحمان کو یکدم دھجیوں میں بکھیر کے رکھ دیا تھا اور اس کے پرخچے اڑ گئے تھے۔

"مونس مرزا کے ساتھ۔۔۔؟" اب کی بار اس نے زیر لب دہرایا تھا لیکن اسے اپنی یہ مدھم سی آواز بھی کسی گہرے پاتال میں سے آتی سنائی دی۔

اور اسے یوں لگا تھا کہ جیسے کچھ عرصہ پہلے یونیورسٹی کے اسی پارکنگ ایریا میں ہونے والا بم بلاسٹ آج ایک بار پھر بلاسٹ ہو گیا تھا اور اس کا نشانہ صرف ولید رحمان بنا تھا۔

اور اس کے دل و دماغ کئی حصوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔

شاید اس لیے بھی کہ عزت حیدر نے جہاں سے یہ سلسلہ شروع کیا تھا وہیں پہ یہ سلسلہ ختم کر گئی تھی۔۔۔ اور ولید

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

رحمان کے پاس اذیت کے سوا کچھ بھی نہیں رہ گیا تھا۔
ساشا خاموشی سے گاڑی لے کر چلی گئی اور وہ وہیں کھڑا دیکھتا رہ گیا۔

☼ ☼ ☼

ماورا اپنے کام میں مصروف تھی جب اس کے فون پہ بیل ہوئی۔ موبائل نکال کر دیکھا تو فارہ کا نمبر نظر آیا۔
"ہیلو!" اس نے ذرا دیر کے لیے کام کا سلسلہ ترک کرتے ہوئے کال ریسیو کرلی۔
"محترمہ ماورا مرتضیٰ زندہ ہیں کیا؟" فارہ جل کر بولی تھی۔
"اگر زندگی ہوتی تو آپ کو بھی اطلاع پہنچ گئی ہوتی۔" ماورا نے بھی بڑے مزے سے جواب دیا تھا۔
"لیکن اب میرا خیال ہے کہ میرے ہاتھوں گزر ہی جائے گی۔" فارہ نے دانت کچکچائے تھے۔
"وجہ؟" ماورا ساتھ ساتھ اپنا کام بھی کررہی تھی کیونکہ اسے تیمور کے آنے تک یہ کام ختم کرنا تھا۔
"وجہ تم مجھ سے پوچھ رہی ہو؟ ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے بندہ اس طرح غائب ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنا بھی نصیب نہ ہو؟ کیا اسی لیے دعائیں مانگی تھیں میں نے؟"
"اوکے یار اوکے۔ اگلی سنڈے ہے۔ کل ملتے ہیں۔" ماورا نے اسے تسلی دی۔
"آج کیوں نہیں؟" فارہ مصر ہوئی۔
"آج تھوڑی مصروفیت ہے۔ آفس کے بعد ڈرائیونگ سینٹر جانا ہے۔ آج میرا پہلا دن ہے۔"
"ارے واہ۔ تم ڈرائیونگ سیکھ رہی ہو؟" فارہ کو سن کر خوشی ہوئی تھی۔
"ہاں۔ ماورا ابھی اور بھی بہت کچھ سیکھ سکتا ہے۔" ماورا کا لہجہ بدلا۔
"اوکے۔ پھر ٹھیک ہے۔ تم سیکھو اور کل لازمی ملنا ہے۔" فارہ نے بات ہی بدل دی۔
"اوکے۔ اللہ حافظ۔" ماورا نے بھی فون رکھ دیا۔
اور جیسے ہی وہ ذرا سی سیدھی ہوئی فاروقی صاحب کے ساتھ اندر داخل ہوتے رضا حیدر کو دیکھ کر ٹھٹک گئی اور یہی حال رضا حیدر کا بھی ہوا وہ اسے دیکھ کر بری طرح چونکے اور ان کے چہرے کا رنگ متغیر سا ہو گیا۔
"السلام علیکم سر!" ماورا نے بڑے اعتماد سے پہل کی تھی۔
لیکن رضا حیدر کی طرف سے جواب ندارد۔
"سر! یہ ہماری نئی اکاؤنٹنٹ ہیں ماورا مرتضیٰ۔ فیصل آباد سے آئی ہیں۔"
فاروقی صاحب نے تعارف کروایا تھا جبکہ رضا حیدر لب بھینچے فقط سر ہلا کر واپس پلٹ گئے اور ان کا رخ اب تیمور حیدر کے کمرے کی طرف تھا۔
"تیمور!" ان کی آواز خاصی بلند تھی۔
وہ یک دم دروازہ کھول کر اندر آ گئے تھے جبکہ تیمور ان کی ایسی بلند آواز اور ایسے تیور دیکھ کر اپنی جگہ سے ایک دم کھڑا ہو گیا تھا۔
"جی بابا جان خیریت؟" اس کے لہجے میں احترام اور تشویش دونوں کی آمیزش تھی۔
"تو تم اس لڑکی کو فیصل آباد سے یہاں اٹھا لائے۔" وہ دبے لہجے میں غرائے تھے۔

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

سمیرا حمید

امرحہ کی پیدائش کے وقت اتفاقی طور پر رونما ہونے والے چند ناگوار اور نقصان دہ واقعات کے سبب وہ اپنے خاندان میں "منحوس" مشہور ہو جاتی ہے۔ اس کے بابا، اماں، دادی اور تینوں بہن بھائی وانیہ، عماد اور علی اسے اکثر جنم جلی، منحوس، کالی نظر اور کالی زبان کہتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی منگنی بھی ان ہی افواہوں کی وجہ سے ٹوٹ جاتی ہے۔ اپنی نحوست کے صبح شام قصے سن کر امرحہ خود ترسی کا شکار ہو کر روتی رہتی ہے۔

پورے گھر میں صرف دادا ہی اس کی دل جوئی کرتے ہیں اور گھر والوں کی باتوں کو لغو قرار دیتے ہوئے امرحہ کو بھی ان پر کان دھرنے سے منع کرتے ہیں۔ امرحہ کی اپنے دادا سے خوب بنتی ہے۔ وہ سارا دن ان کے ساتھ پنجاب لائبریری میں گزارتی ہے۔ جہاں وہ لائبریرین تھے دادا اسے سمجھاتے ہیں کہ تم پڑھائی پر دھیان دو اور اسکالر شپ لے کر باہر ملک چلی جاؤ۔ امرحہ اپنے باقی بہن بھائیوں کی طرح پڑھائی میں کمزور ہے مگر دادا کی بات پر وہ ثابت کرنے کے لیے جدوجہد شروع کر دیتی ہے مگر پھر بھی بہت اچھے نمبر حاصل نہیں کر پاتی۔ اسی دوران اس کی شادی کا سلسلہ چلتا ہے مگر چند روز قبل دولہا کی جوان بہن کے بیوہ ہو جانے پر اس کی شادی رہ جاتی ہے اور اس کی نحوست پر ٹھپہ لگ جاتا ہے۔ امرحہ دل برداشتہ ہو کر نیند کی گولیاں کھا کر خودکشی کی کوشش کرتی ہے تاہم بچ جاتی ہے۔ اس واقعے کے بعد امرحہ کی زندگی مزید تلخ ہو جاتی ہے۔ وہ مختلف بیرون ملک کالج و یونیورسٹیوں کے ہزاروں آن لائن اسکالر شپ فارم بھرتی ہے مگر ہر جگہ سے انکار ہو تا رہتا ہے۔ بالآخر مانچسٹر یونیورسٹی سے اسے اسکالر شپ مل جاتا ہے جو اس یونیورسٹی کی طلبا سوسائٹی اپنے ذاتی فنڈ سے دیتی ہے۔ جس کی رو سے امرحہ کو تیس فیصد ادا کرنا ہوتا ہے باقی ستر فیصد کی ادائی ان کی طرف سے ہو گی۔ اس کے علاوہ لندن کی میزبانی کے

مکمل ناول

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com
www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

بعد امرحہ کو اپنی رہائش اور اخراجات کا خود بندوبست کرنا ہوگا۔ یہ سب باتیں اسے برطانیہ پہنچنے کے بعد ہی پتا چلتی ہیں۔ داوا جی امرحہ کے لیے پیسے اکٹھے کرکے اسے برطانیہ بھجوا دیتے ہیں۔ باقی اسے خود اپنے بل بوتے پر کرنا ہوگا۔ عذرا شمس بیٹی او اور للی کول سے اس کی ابتدائی ملاقات ہوتی ہے۔

امرحہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ ایک کافی شاپ میں جاب کرنے لگتی ہے اور لیڈی مہر کے گھر اس کی رہائش کا بندوبست بھی ہو جاتا ہے۔ لیڈی مہر بے اولاد خاتون ہیں۔ انہوں نے شنل کاک نامی اپنے ہاسٹل نما گھر میں مختلف بچوں کو اولاد کی طرح رکھا ہے۔ ان ہی میں ایک عالیان مارگریٹ ہوتا ہے۔ وہیں سارا جنا ویرا اور این اون سے اس کی دوستی ہو جاتی ہے۔ جاب کے دوران وہ ویرک کے ساتھ مل کر ڈاکومنٹری فلم بنانے لگتی ہے۔

اسی دوران امرحہ کے بابا جن کی اعظم مارکیٹ میں قالین کی دکان ہوتی ہے' آگ لگ جاتی ہے۔ جس سے ان کا بیس پچیس لاکھ کا نقصان ہو جاتا ہے۔ انہیں اٹیک ہو جاتا ہے۔ امرحہ انہیں تسلی دیتی ہے اور ڈاکومنٹری فلم سے ملنے والے پیسے ان کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کروا دیتی ہے۔ اس کے علاوہ لیڈی مہر بھی اسے ایک چیک دیتی ہیں۔ امرحہ وہ رقم بھی پاکستان بھجوا دیتی ہے۔ امرحہ کے والد بہت خوش ہوتے ہیں۔ امرحہ اپنی کمرے کی کھڑکی میں کھڑی ہوتی ہے جب عالیان مارگریٹ کسی اسپائیڈر مین کی طرح اس کی کھڑکی میں جھانکتا ہے۔ امرحہ کی چیخ نکل جاتی ہے۔

۲
دوسری قسط

"تم یہاں ـــــ؟" امرحہ دو قدم پیچھے ہٹی۔

"تم یہاں ـــــ؟" کھڑکی کی چوکھٹ پکڑے وہ گرنے کے قریب ہوا' پھر اس نے جلدی سے مضبوطی سے کھڑکی کو تھام لیا۔

جنگل بیابانوں میں اندھیرے کے بستر پر میٹھی نیند سوئے سب ہی جگنو اس کی آنکھوں میں ایک ایک کر کے جاگنے لگے۔

"یہ میرا کمرا ہے۔"

"یہ میرا گھر ہے امرحہ!" مسکراہٹ دباتا وہ نیچے کو ہو گیا۔ کسی جنگلی لنگور کی طرح جیسے وہ اپنا گھر و مانتا ہو گا۔

امرحہ نے بے طرح حیران ہو کر جیسے خود کو ہوش میں لانا چاہا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ابھی ابھی جو اس نے دیکھا وہ سچ تھا ـــــ حقیقت تھا خواب نہیں تھا۔ اس کا یونی فیلو ایسے اس کے کمرے کی کھڑکی میں آ کر اسے یہ بتا گیا تھا کہ یہ اس کا گھر ہے۔ اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر کھڑکی سے سر باہر نکالا۔ وہ ذرا دور دوسری کھڑکی کی طرف لپک رہا تھا اور بار بار گھڑی دیکھ رہا تھا۔ ـــــ آخر وہ کیا کر رہا تھا۔ ایسے آدھی رات کے وقت اس کی رہائش گاہ کے گرد پاگلوں کی طرح کود پھاند رہا تھا۔ امرحہ نے سر کو ذرا اور آگے کر کے کہا۔

"تم کیا کر رہے ہو ـــــ جاؤ یہاں سے۔"

اس کی آواز پر وہ رک کر اسے دیکھنے لگا۔ جیسے پریوں کے دیس کی کہانی سنتے بچے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنے لگتے ہیں کہ کیا کوئی پری ان کے سروں کے اوپر اڑتی جادو کی چھڑی گھما رہی ہے ـــــ اگر نہیں تو کیوں نہیں' اگر ہاں تو وہ نظر کیوں نہیں آتی ـــــ اچھا نہ ـــــ وہ نظر آ گئی۔

وہ نیچے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا ـــــ وہ کھڑکی سے سر نکالے اس پر خفا ہو رہی تھی۔

"پاگل ہو گیا؟" آواز کو دھیما رکھ کر وہ چلائی۔

"پاگل ہوں میں۔" ملین پاؤنڈ والے ابرو کو اچکا کر مسکراہٹ دبا کر اس نے سر ہلایا۔

"اچھا تو یہ تمہارا گھر ہے۔" اپنی دانست میں وہ اسے چڑا رہی تھی "تو پھر سیدھے راستے اندر آ کر دکھاؤ۔"

"اچھا!" عالیان نے سینے پر ہاتھ باندھ لیے اور اس کے اگلے حکم کا انتظار کرنے لگا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"کیا ڈرانا ہے یہ؟" امرحہ پوری قوت سے چلائی۔

اس نے جھرجھری لے کر ڈرنے کی اداکاری کی اور کان میں انگلی گھمانے لگا، پھر سر کو جھکا کر کان کو صاف کرنے کا عمل کیا۔ امرحہ کو کافی برا لگا۔ اس نے اپنے اسٹڈی ٹیبل پر رکھا ایک عدد موٹا میگزین اٹھا لیا اور اسے دے مارنے کے لیے ہاتھ بلند کیا عالیان کو برا لگا۔ وہ سنجیدگی سے کھڑے ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیا وہ کھڑکی میں کھڑی جولیٹ ہے اور کیا وہ نیچے کھڑا رومیو ہے؟" ستاروں بھری رات نے وقت کے کان میں سرگوشی کر کے پوچھا۔ وقت نے کندھے اچکائے اور مسکرا کر کہا "انتظار کرو۔"

امرحہ میگزین اسے دے مارتی وہ تیزی سے گھر کی دوسری طرف چلا گیا۔ اس نے تقریباً خود کو آدھا کھڑکی سے باہر نکال کر اسے ڈھونڈنا چاہا لیکن وہ اسے نظر نہیں آیا۔

کچھ ہی دیر میں اسے گھر کے اندر سے شور کی آوازیں آنے لگیں۔ رات کے اس وقت اس طرح کی آوازوں کا آنا عجیب تھا۔ خاص کر لیڈی مہر کی آواز کا۔ وہ کمرے سے باہر آئی تو سادھنا بھی اپنے کمرے سے نکل کر آچکی تھی۔ "کیا ہو رہا ہے؟"

"ویدی کا بیٹا آیا ہے۔۔۔ انہیں سالگرہ وش کرنے۔"

"کب آیا۔۔۔؟"

"ابھی۔۔۔ آؤ اندر چلیں۔۔۔" سادھنا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ دونوں لیڈی مہر کے کمرے میں چلی گئیں۔

اور۔۔۔ اور لیڈی مہر کے بیڈ پر بیٹھا عالیان انہیں منا سا ہوم بیک کیک کھلا رہا تھا۔۔۔ کمرے کی کھڑکی کھلی تھی۔۔۔ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ایسے مصروف تھے جیسے دنیا میں اکیلے وہ دو انسان ہی موجود ہوں۔

امرحہ دیکھتی ہی رہ گئی۔

"میرا بیٹا بھی تمہاری یونیورسٹی میں ہی پڑھتا ہے۔" لیڈی مہر نے اسے ایک بار بتایا تھا۔

"یونیورسٹی کو فخر ہے اس پر اور مجھے اس پر۔ بزنس کے نئے رجحانات اور طریقوں پر اس نے جو اسائنمنٹ لکھی تھی اسے یونیورسٹی نے کتابچے کی صورت میں چھاپ کر لائبریری میں رکھا ہے۔"

سادھنا نے آگے بڑھ کر لیڈی مہر کو گلے سے لگایا اور سالگرہ وش کی۔ امرحہ بھی آگے بڑھی۔۔۔ عالیان نے جلدی سے کیک چھپا لیا۔

"یہ بچا ہوا کیک میں ساتھ لے جاؤں؟"

"اتنے سے کیک میں بھی تمہاری جان ہے۔"

لیڈی مہر بہت خوش تھیں۔

"نہیں۔۔۔ کیک میں جان نہیں رہی اب۔۔۔ ماما آپ کو معلوم ہے لوگ آپ کے گھر کو یونیورسٹی میں کیا کہتے ہیں؟"

"کیا کہتے ہیں؟"

"شٹل کاک۔۔۔" کیسا معصوم انسان تھا نا، وہ کیسے بچ نکلا تھا۔

"کون کہتا ہے میرے وائٹ ہاؤس کو شٹل کاک؟"

عالیان نے امرحہ کی طرف دیکھا۔

"میں نہیں کہتی۔۔۔ یونیورسٹی میں پہلے سے ہی یہ شٹل کاک کے نام سے مشہور تھا۔۔۔ میں نہیں کہتی۔" امرحہ گھبرا گئی۔ یہ ماں بیٹا دونوں کیسے بوکھلا دیتے تھے۔

"عالیان! آج رات یہیں رہ جاؤ۔۔۔" وہ اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لیے بیٹھی تھیں۔ عالیان ہنسنے لگا۔

"آپ مجھے رہنے کے لیے کہہ رہی ہیں؟"

"ٹھیک ہے جاؤ پھر۔"

وہ اپنا بیگ اٹھا کر کھڑکی کی طرف لپکا۔ امرحہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔ "یہ کیا طریقہ ہے آنے اور جانے کا۔"

"آج میں دروازے کے راستے پر چلا جاتا ہوں۔" عالیان لیڈی مہر سے مل کر کمرے سے باہر آگیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"تمہارا کمرا کس طرف ہے؟"

"کیوں؟"

"مجھے اس کی کھڑکی دیکھنی ہے؟"

"کیوں؟"

"اتنے کیوں؟ مجھے دیکھنا ہے کہ اوپر سے نیچے کھڑا میں کیسا لگ رہا تھا۔"

"جیسے سامنے سے کھڑے لگ رہے ہو۔"

"کیسا لگ رہا ہوں؟"

"اف!" امرحہ کو خاموش ہونا پڑا۔

ادھ کھلے دروازے سے اندر جھانک کر اس نے خود ہی اندازہ کرلیا کہ یہ اس کا کمرا ہے۔

"تم لیڈی مہر کے بیٹے ہو؟"

"بالکل!" وہ کھڑکی میں سے سر باہر نکال کر ٹھیک اس طرف دیکھ رہا تھا جہاں کچھ دیر پہلے وہ خود کھڑا تھا۔

"لیکن ان کا نام تو مارگریٹ نہیں ہے۔"

ایک دم سے عالیان کی مسکراہٹ غائب ہوگئی۔ اس نے جلدی سے اپنی پشت سے بیگ اتارا اور جو چنا منا کیک پیک کیا تھا، وہ نکال کر امرحہ کے آگے کیا۔

"یہ میں نے بیک کیا ہے۔"

"تم لک ہو...؟"

"اوکے! میں چلا۔" اس نے ایک دم ایسے ہاتھ چھوڑ دیے جیسے دھیان نہ دینے پر گر گیا ہو... امرحہ بیچ والی کھڑکی کی طرف لپکی، نیچے جھانکا، پٹ سے بھولتا وہ زمین پر چھلانگ لگا چکا تھا... امرحہ نے سر کھڑکی سے باہر نکال لیا۔

"کنڈیائے کے لیے تھینکس... اب تم سو جاؤ۔"

دونوں ہاتھوں کو منہ کے دائیں بائیں رکھ کر زورا سا چلایا۔

کنڈیائے کون کہہ رہا تھا اسے "امرحہ تو اس بندر کے تماشے دیکھ رہی تھی... غصے سے اس نے کھڑکی بند کر دی تھی۔

"میں نہیں جانتا کہ میں وہاں سے یہاں کھڑا کیسا لگ رہا ہوں لیکن یہاں سے تم کھڑکی سے جھانکتے

ہوئے ناس کے ہاتھ سے بنی گرل ایسٹ ونڈو" جیسی لگ رہی۔ بس تم ذرا غصے میں ہو۔ ناس کی گرل تو مسکراتی ہے۔" بیگ کو سنبھالتا وہ توں تاگوں کی تالی بجاتا وہ چلا گیا۔

"بندر...!" اتنے پیارے اسپائیڈر مین کو امرحہ بندر کہہ کر بڑبڑانے لگی... اس کا دیا کیک وہ کچن میں رکھ آئی۔ اس کا کوئی موڈ نہیں تھا رات کے اس وقت کیک کھانے کا لیکن وہ عالیان کے اس طرح آنے کے بارے میں نہ چاہتے ہوئے بھی رات گئے تک سوچتی رہی۔

یہ اس کا گھر ہے... یعنی عالیان بھی لیڈی مہر کا وہ بچہ ہے جسے انھوں نے پالا ہے... عالیان سے مل کر اسے کبھی یہ گمان نہیں ہوا کہ وہ بھی کسی ایسے ادارے میں رہا ہے جہاں بے سہارا اور ناجائز بچے پرورش پاتے ہیں۔ اس کے انداز و اطوار ایسے تھے کہ لگتا تھا کہ وہ کسی بڑے خاندان کا چشم و چراغ ہے۔

امرحہ کو عجیب سا لگا۔ کیا یہاں ہر دوسرا شخص ایسا ہی ہے... بغیر خاندان کے پرورش پانے والا... ناجائز۔

اس کا نام عالیان تھا... اس کی ماں کا مارگریٹ تھا یہ سب کیا چکر تھا... شاید لیڈی مہر نے اس کا نام عالیان رکھا ہو۔ اسے اردو سکھائی ہو، ورنہ شاید وہ جے ڈ "آئن" یا ہرمن ہوتا۔ لیڈی مہر اپنے سب ہی بچوں سے بہت پیار کرتی تھیں اور بچے ان سے... تو ایک بچہ ان کے لیے اپنا نام تو بدل ہی سکتا ہے... ان کے باقی بچے بھی تھوڑی بہت اردو بول لیتے تھے... تو عالیان کسی کی ناجائز اولاد ہے... اسے والدین کے نام پر صرف ماں ملی... اسی لیے اس کا سرنیم مارگریٹ ہے۔

عالیان اس کا اچھا دوست بنتا جا رہا تھا، اس کے بارے میں ایسی معلومات ہونے پر وہ اس کے لیے افسوس محسوس کر رہی تھی۔

صرف افسوس... اور کچھ نہیں۔

کھلی کھڑکی سے ٹھنڈی ہوا اندر آ رہی تھی۔ امرحہ کو اس وائٹ ہاؤس میں رہنا بہت اچھا لگ رہا تھا۔ اس کا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کمرا جو لیڈی مہر نے اسے دیا تھا کافی بڑا تھا۔ کھڑکیاں قد آدم تھیں اور کمرے کی سب سے خوب صورت بات یہ تھی کہ کھڑکی کے عین سامنے کی دیوار پر کسی نو آموز خطاط کے قلم سے بجی "کن فیکون" کی ہلکے رنگوں سے بنی پینٹنگ لگی تھی۔

اس کی زندگی میں کئی انوکھے واقعات ہو رہے تھے۔ اچھے تھے یا برے تھے لیکن اس کے لیے نئے تھے۔ وہ کھڑکی میں آ کر کھڑی ہو گئی اور غیر ارادی طور پر اس طرف دیکھنے لگی جہاں ہالیان کھڑا تھا۔ وہ بہت خوب صورت اور زندگی سے بھرپور تھا۔ جس فرنچ انداز سے وہ خفا ہوتا تھا وہ اس کا ٹریڈ مارک تھا۔ فرانسیسیوں کو سیکھنا چاہیے۔ خفا کیسے ہوا جاتا ہے۔

لیکن امرحہ یہ نہیں سوچ رہی تھی کہ وہ کتنا خوب صورت اور زندگی سے بھرپور ہے یا یونیورسٹی اس کے لکھے کو کتابی شکل میں لائی ہے۔ وہ تو اس کے ناجائز ہونے کے بارے میں سوچ رہی ہے۔ کسی قدر کراہت سے۔

☼ ☼ ☼

اگلے سارا دن ڈور بیل بجتی رہی۔ لیڈی مہر کے لیے ان کے بچوں کی طرف سے دنیا بھر سے تحائف آتے رہے۔ ان کا وقت فون کالز سنتے ہوئے گزرا۔ اور تو اور سب اپنے اپنے گھر سے۔ اپنی اپنی جگہ کیک رکھے بیٹھے تھے اور اسکائپ پر لائیو لیڈی مہر کو سامنے بٹھائے کیک کاٹ رہے تھے۔ ادھر لیڈی مہر کیک کاٹ رہی تھیں۔ ہر ایک گھنٹے بعد کوئی نہ کوئی آن لائن ہو جاتا۔ کم سے کم دس کیک کٹے۔ امرحہ کے پیش تھے کیک کھا کھا کر وہ تھک چکی تھی۔ تحائف کا اتنا ڈھیر لگ چکا تھا کہ اسے لیڈی مہر پر رشک آنے لگا تھا۔ کیسی اولاد ملی تھی انہیں۔ جو ان کی نہیں تھی اور ان کی اپنی اولاد سے زیادہ ان کی تھی۔ جن میں قوم و نسل، مذہب و روایات کا فرق تھا۔ فرق نہیں تھا تو ایک محبت میں فرق نہیں تھا لیڈی مہر نے انہیں محبت دی تھی تو وہ بھی کنجوس نہیں تھے۔

مشہور مزاح نگار اور شاعر

انشاء جی کی خوبصورت تحریریں،

کارٹونوں سے مزین

آفسٹ طباعت، مضبوط جلد، خوبصورت گرد پوش

کتاب کا نام		قیمت
آوارہ گرد کی ڈائری	سفرنامہ	450/-
دنیا گول ہے	سفرنامہ	450/-
ابن بطوطہ کے تعاقب میں	سفرنامہ	450/-
چلتے ہو تو چین کو چلیے	سفرنامہ	275/-
نگری نگری پھرا مسافر	سفرنامہ	225/-
خمار گندم	طنز و مزاح	225/-
اردو کی آخری کتاب	طنز و مزاح	225/-
اس بستی کے کوچے میں	مجموعہ کلام	300/-
چاند نگر	مجموعہ کلام	225/-
دل وحشی	مجموعہ کلام	225/-
اندھا کنواں	ڈاکٹر سید محمد ابن انشاء	200/-
لاکھوں کا شہر	اردو ترجمہ ابن انشاء	120/-
باتیں انشاء جی کی	طنز و مزاح	400/-
آپ سے کیا پردہ	طنز و مزاح	400/-

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37، اردو بازار، کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

رات تک جب آخری تحفہ بھی آچکا تو ان سب نے آتش دان کے پاس بیٹھ کر وہ تحائف کھولے۔ اتنے بیش قیمت تحائف تھے کہ امرحہ کی آنکھیں خیرہ ہو رہی تھیں۔ لیڈی مہر ایک تحفے کو کھولتیں اسے کتنی ہی دیر چھوتی رہتیں۔ اپنے ہونٹوں سے لگاتیں اور اپنی آنکھوں پر رکھ لیتیں۔ وہ تحائف بلاشبہ بہت قیمتی تھے کیونکہ انہیں محبت سے خریدا گیا تھا۔ بے اولاد ہو کر بھی ایک خاتون نے اولاد والوں سے زیادہ خوشی پالی تھی۔ اور یہ صرف اسی لیے ممکن ہوا تھا کہ انہوں نے انسانیت کی معراج کو چھو لیا تھا۔ انہوں نے رنگ و نسل کو مٹا کر ان سب کو گلے سے لگایا تھا۔

وہ ایک ایک تحفے کو کھولتیں اور اسے بھیجنے والے کے بارے میں انہیں بتاتی جاتیں۔

"دیکھو ذرا سور گن کو۔ اتنی مہنگی گھڑی مجھے بھیج دی۔ مجھے اس کی ضرورت ہے یا اسے۔ اب میں کچھ کہوں گی تو ناراض ہو جائے گی۔ ہر سال مجھے پہلے سے مہنگا تحفہ دیتی ہے۔ پارٹ ٹائم جاب کرتی ہے۔ جب گھر آیا کرتی تھی تو میرے دائیں کان کے ساتھ اپنا بایاں کان جوڑ کر سویا کرتی تھی اور اگر کبھی سوتے میں اس کا سر کھسک جاتا تو اٹھ کر پھر سے میرے کان سے کان ملا کر سو جاتی تھی۔ جانے اسے کیا خبط تھا۔ کہتی تھی رات میں خوابوں میں جو کچھ بھی آپ سنتی ہیں۔ میں بھی وہ سننا چاہتی ہوں۔ اور اگلے دن اٹھ کر مجھے بتایا کرتی تھی کہ رات مجھے سننے والے سارے خواب اس نے بھی سنے ہیں۔" ساتھ ساتھ لیڈی مہر اپنی آنکھوں کی نمی صاف کرتی رہیں۔

یہ باتیں سن کر جان کر تو امرحہ کو لگ رہا تھا اس نے ملک نہیں بدلا۔ دنیا ہی بدل لی ہے۔ کیا دنیا میں لیڈی مہر جیسے اور بھی لوگ ہیں۔

"یہ ڈینس نے خود بنایا ہے۔" انہوں نے لکڑی کے نفیس تختے کو ان سب کے سامنے کیا۔ تختے پر ایک تصویر کھدی تھی جس میں ایک عورت کرسی پر بیٹھی ہے اس کے سر پر فرشتوں کا ہالہ چمک رہا ہے اور دس بچے اس فرشتہ صفت خاتون کے سامنے بیٹھے اسے محبت بھری نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔

"یہ دیکھو کیا بنا ڈالا ڈینس نے مجھے۔ آج کل جرمنی میں ہوتا ہے۔ اپنا بزنس کر رہا ہے اور ایک این جی او بھی چلا رہا ہے۔ یہ بارہ سال کا تھا جب ایک رات میرے پاس رہا تو رات کے کسی پہر اپنے بستر سے نکل کر میرے بیڈ کے قریب آکر کھڑا ہو گیا۔ نجانے کب تک کھڑا رہا۔ جب اچانک میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ یہ میرے پاس کھڑا مجھے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا ہے۔ کیا مجھ سے زیادہ کوئی عورت اس کرہ زمین پر ایسی خوش قسمت ہو گی جسے اس کی اولاد راتوں کو ایسے اٹھ اٹھ کر محبت سے دیکھتی ہو۔"

بہت دیر تک لیڈی مہر سب کی باتیں کرتی رہیں۔ پھر امرحہ انہیں ان کے کمرے میں لے آئی۔ بیڈ سائیڈ ٹیبل پر ایک چھوٹی سی تصویر فریم میں رکھی تھی کہ وہ پہلے وہاں موجود نہیں تھی۔

"یہ عالیان نے دی ہے۔" لیڈی مہر تصویر کو ہاتھ میں لے کر اسے ہونٹوں سے لگانے لگیں۔ تصویر ہاتھ سے بنائی گئی تھی جس میں عالیان نے اپنے تخیل کو دکھایا تھا کہ وہ لیڈی مہر کو نوجوان اور خوب صورت کیسے دیکھنا چاہتا ہے۔

"بہت پیار کرتا ہے مجھ سے۔" انہوں نے امرحہ کو پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ انہوں نے اپنے سب بچوں کے بارے میں بتایا تھا۔ اب وہ اس کے بارے میں کیوں نہ بتاتیں۔

"اٹھارہ سال کا ہونے کے بعد جب یہ ادارے سے نکلا تو میں اسے گھر لے آئی۔ یہ میرے دوسرے سب بچوں میں سب سے چھوٹا تھا اور بچپن میں بہت رویا کرتا تھا۔ جب یہ ایک دن اور ایک رات میرے پاس رہ کر جاتا تو مجھے بتایا جاتا کہ وہ واپسی پر بہت ڈسٹرب ہو جاتا ہے۔ روتا ہے۔ رات رات بھر سوتا نہیں۔ کھانا نہیں کھاتا۔ پھر میں جا کر اسے مل کر آتی لیکن اسے گھر نہ بلاتی۔ پھر یہ بڑا ہو گیا تو میں نے سوچا اب اسے اپنے پاس رکھوں گی۔ یہ گھر آگیا اور بہت خوش تھا بلکہ خوشی سے روتا رہا۔ کئی کئی گھنٹے وہ گھر کی دیواروں کو

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کمروں کو دیکھتا رہتا۔ آتش دان کے قریب بیٹھا اونگھتا رہتا اور پھر رات رات بھر ٹی وی پر ایکشن فلمیں دیکھتا رہتا۔ میں نے سوچا نیا نیا گھر کا ماحول ملا ہے شاید اس لیے، لیکن کئی ہفتے گزر گئے اس کے معمولات میں تبدیلی نہ ہوئی، دن بھر باہر کھیلتا۔ رات کو فلم اور ویڈیو گیمز۔ میں نے انتظار کیا کہ شاید وہ خود کو بدل لے۔ وہ بڑا ہو چکا تھا اب اسے کچھ ذمہ داری کا مظاہرہ کرنا چاہیے تھا۔ زندگی میں آگے بڑھنا چاہیے تھا لیکن وہ مجھے مایوس کر رہا تھا۔ ایک دن جب شدید برف باری ہو رہی تھی، میں نے اس کے چند گرم کپڑے بیگ میں رکھے اور اسے چند پاؤنڈز دے کر گھر کے دروازے کے باہر کیا اور اس سے کہا۔

"انسان بن جاؤ تو آ جانا۔ اپنے گھر کو میں تمہیں برباد کرنے نہیں دوں گی۔"

"پھر؟" امرحہ کو بے تحاشا حیرت ہوئی۔ لیڈی مہر اتنی سختی سے کام لیتی رہی تھیں۔

"پورا ایک سال مجھے اس کی کوئی خبر نہیں ملی۔ یہ تو میں جانتی تھی کہ وہ بہت ضدی ہے۔ غصہ بھی بہت آتا ہے اسے، لیکن مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ ایسے مجھ سے ناراض ہو جائے گا۔ مجھے دکھ ہوا کہ شاید میں نے اس کے ساتھ زیادہ ہی سختی سے کام لیا۔ لیکن میں کیا کرتی۔ میرے گھر کا آرام و آسائش اسے برباد کر رہا تھا۔ میں اپنے گھر کو آگ لگا سکتی تھی لیکن عالیان کو ایسے ناکام ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔"

لیڈی مہر کے بیڈ کے قریب کاؤچ پر بیٹھے امرحہ تھوڑی دیر کو چپ سی ہو گئی۔ اس کے دونوں بھائی نکما نکل ہوتے رہتے تھے اسکول و کالج میں، لیکن کبھی انہیں ڈانٹ کے علاوہ کچھ نہیں کہا گیا تھا۔ بابا ان کا جیب خرچ بند کر دیتے تو اماں چپکے چپکے انہیں پیسے دیتی رہتیں۔ ورنہ دادی۔ آئے دن وہ نئی سے نئی موٹر سائیکل بدلتے۔ رات دن ہائیک چلاتے، رات گئے گھر آتے۔ اور نہیں تو کمپیوٹر یا موبائل کے ساتھ مصروف رہتے اور اماں بابا کے سامنے یہ سب کرتے۔ لیکن کبھی انہیں ٹھیک کرنے کے لیے کوئی حکمت عملی نہیں اپنائی گئی تھی۔ اور تو اور اگر وہ سو رہے ہوتے اور دادا انہیں اٹھانے کی کوشش کرتے کہ بہت سو لیے تو اماں اور دادی دادا سے لڑنے لگتیں کہ کیوں اٹھایا جا رہا ہے انہیں۔ بچے ہیں۔ سونے دیا جائے۔

"یہ بچے ہیں۔ دن کے دس بج رہے ہیں۔ کام والوں نے اپنے دن کا تو حارزق کما لیا ہے۔ اس عمر میں میں نے اپنے گھر کی ذمہ داری اٹھائی تھی۔" دادا کہتے۔

"وہ وقت اور تھے۔" اماں بر امان جاتیں۔

"وہ اچھے وقت تھے۔ میرے ابا جی مجھے سوجوتے لگاتے تھے اگر میری آنکھ اذان فجر کے بعد کھلتی تھی۔ مسجد کے امام صاحب نے بچوں کو جلدی اٹھانے کی عادت ڈالنے کے لیے اذان فجر دینے کی ذمہ داری باری باری سب پر لگائی تھی۔ سمجھ دار لوگ تھے اس زمانے کے۔ حکمت سے تربیت کرتے تھے۔ میری ماں تندور پر روٹیاں لگاتی تو میرا باپ مجھے تندور کے پاس بٹھا دیتا۔ کہتا تجھے بھی پتا چلنا چاہیے کہ تیری ماں کیسے جھلس کر تیرے لیے روٹی پکا رہی ہے۔ میرے ابا جی کے نہانے کی بالٹیاں میری ماں مجھ سے بھرواتی۔ کہتی، تمہارے لیے محنت مشقت کر کے آتا ہے۔ اس کی دھول مٹی صاف کرنے کی مشقت تم کرو۔ اگر ہمارے ماں باپ ہمارے چاؤ چونچلے ہی کرتے رہتے تو وقت کی سختی نے ہمیں پیس کر رکھ دیا ہوتا اور ہم چلنے سے پہلے گرنے جیسے ہو جاتے۔"

"بس بس۔" دادی کو ہمیشہ دادا کا لیکچر برا لگتا۔

دادا کے اس لیکچر کی سمجھ اب امرحہ کو آ رہی تھی۔

"پھر کیا ہوا۔؟" امرحہ کو بہت دلچسپی ہو رہی تھی اس قصے میں۔

"مجھے اتنا تو یقین تھا کہ وہ محفوظ ہو گا لیکن کبھی کبھی مجھے بہت ڈر لگتا۔ فون بجتا تو میرا دل سہم جاتا۔ میرے کان ڈور بیل کی آواز پر لگے رہتے لیکن پورا سال بیت گیا۔ اس کی کوئی خبر نہ ملی۔ ایک رات میں سو رہی تھی تو کسی نے میرا لحاف اٹھا کر بادام کے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

چھوٹے سے کیک پر ایک موم بتی جلا کر میرے آگے کیا ــــ وہ عالیان تھا۔ وہ کھڑکی کے راستے میرے کمرے میں مجھے سرپرائز دینے آیا تھا ــــ"

"تو وہ یہ روایت اب تک قائم ہے۔"

"ہاں!" لیڈی مہر مسکرانے لگیں۔ "لیکن اب کچھ ایسے کہ میں اپنا کمرا بدل چکی ہوں ــــ وہ ایک ایک کھڑکی پھلانگتا جھانکتا آتا ہے ــــ اس رات اس نے مانچسٹر یونیورسٹی کا اسٹوڈنٹ کارڈ میرے آگے رکھا۔ میں انسان بن چکا ہوں۔" اس نے فخر سے مجھے بتایا۔

"یونیورسٹی نے اسے اسکالرشپ دیا تھا۔" لیڈی مہر نے اپنی آنکھوں کی نمی صاف کی ــــ "اس نے مجھے مایوس نہیں کیا تھا۔ جب میں نے ان سب بچوں کو گود لیا تھا' اس وقت میں نے خود سے وعدہ کیا تھا کہ میں انہیں بہترین انسان بناؤں گی۔ مجھے کوئی بھی راستہ اپنانا پڑے دریغ نہیں کروں گی۔ ایک عورت کی گود میں جب بچہ آتا ہے تو اس پر نعمتوں اور رحمتوں' جتنی بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ایک ایسا قرض جس میں غفلت کی گنجائش نہیں ہے ــــ جب ایک انسان کو پرورش کے لیے ــــ تربیت کے لیے ایک دوسرا انسان دیا جاتا ہے تو جیسے کل انسانیت کی لگامیں اس کے ہاتھ میں دے دی جاتی ہیں کہ اسے ابلیس بنا دو کہ کل انسانیت کے لیے وبال بن جائے یا وہ بندہ بشر جو اپنے آگے اور پیچھے اور دائیں اور بائیں خیر کی روشنی بکھیرتا چلا جائے ــــ سارے انسان خیر ہوتے ہیں امرحہ ــــ بس ان کی پرورش کے جو گہوارے ہوتے ہیں' وہ انہیں کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں۔ یہ سب پھول ہوتے ہیں' بس ہم ہی انہیں توڑ کر مسل کر اپنی مرضی کے کیچڑ میں پھینک دیتے ہیں۔"

☼ ☼ ☼

ویرا کو Platt Lane پر واقع گیلری تک کاسٹیوم جانا تھا۔ پہلے اس نے امرحہ کے لیے بالوں کی لٹوں کو گول گول بل دے کر مخصوص روسی انداز میں گوندھا پھر اسے ساتھ چلنے کے لیے کہا۔

"میں سائیکل پر نہیں جاؤں گی۔"

"کیوں۔ ابھی بھی ڈرتی ہو سائیکل پر بیٹھنے سے؟"

"جیسے تم چلاتی ہو' کوئی بھی ہمیشہ کے لیے ڈر سکتا ہے۔ یونیورسٹی تک ٹھیک ہے ــــ کہیں اور جانا ہے تو سب وے یا بس ــــ"

"ٹھیک ہے۔" دونوں بس سے Platt Lane آگئیں۔ موسم بدل گیا تھا تو ویرا لانگ شوز پہنے گئی تھی۔ چست جینز جیسے جنگل میں شیر کے شکار کے لیے جا رہی ہو۔ بالوں کے نت نئے اسٹائل بنائے ہوئے۔ وہ اپنی آنکھوں کو ایسے چوکنا رکھ کر چلتی جیسے کسی خفیہ ایجنسی کی ایجنٹ ہو۔ امرحہ کو اس کے ساتھ چلتے ہوئے ایسا احساس ہوتا جیسے وہ اس کی باڈی گارڈ ہے اور کوئی امرحہ کو کسی بھی طرح کا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ وہ دل ہی دل میں خواہش کرتی کہ کاش وہ بھی ویرا جیسی ہو جائے۔

اس نے ویرا سے پوچھا نہیں۔ خود سے ہی سوچ لیا کہ وہ خریداری کرنے جا رہی ہے کپڑوں کی' لیکن گیلری پہنچ کر اسے اندازہ ہوا کہ شاید ویرا یہاں اپنے کسی آرٹیکل کے لیے مواد اکٹھا کرنے آئی ہے یا اپنے بلاگ کے لیے کچھ تصویریں لینے ــــ جس باریک بینی سے وہ ملبوسات کا جائزہ لے رہی تھی' وہ عام انداز نہیں تھا۔ وہ ہی ایجنٹ کا سا انداز ــــ

"تمہارا یہاں چوری کرنے کا ارادہ تو نہیں ہے نا؟" آواز کو آہستہ رکھ کر امرحہ نے پوچھا۔

"تم میرے بارے میں ایسے بھی سوچ سکتی ہو؟" ایجنٹ نے اسے گھورا۔

"نہ ــــ تم اسی قسم کی فلمیں دیکھتی ہو نا!"

"مطلب جو فلموں میں دیکھتی ہوں' وہی سب کرنے بھی لگوں ــــ مجھے یقین دلاؤ کہ پاکستان میں سب تمہارے جیسے نہیں ہیں؟"

امرحہ نے منہ پھلا لیا اور ایسا انداز اپنا لیا کہ اب وہ ویرا سے کوئی بات نہیں کرے گی ــــ شام تک ــــ

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

بلکہ رلت تک۔۔۔

"اپنا یہ منہ ایسے ہی پھلائے رکھنا لیکن کھولنا مت' میں یہاں مخصوص طرز کا ایک لباس ڈھونڈنے آئی ہوں' جب وہ مل جائے گا تو باقی کی تفصیل بھی بتا دوں گی۔ تم چاہو تو الگ سے گیلری کو دیکھ سکتی ہو۔ فارغ ہو کر میں تمہیں ڈھونڈ لوں گی۔" ویرا چیونٹی کی رفتار سے ایک ایک شوکیس کے آگے سے سرک رہی تھی۔ وہ دونوں یا نئے فیشن میں تھے۔

نہ صرف مانچسٹر بلکہ پورے برطانیہ میں "دی گیلری آف کسٹم ہاؤسز" اپنی انفرادیت میں یکتا حیثیت کی مالک گیلری ہے۔ گیلری میں ہزار سے زائد آئٹم رکھتی ہے۔ لیٹ 17s سے اب تک کے فیشن کے مردانہ' زنانہ' بچگانہ کپڑے' جوتے' زیورات اور ایسی ہی دوسری چیزیں بڑے پیمانے پر کاسٹیوم ہاؤس میں نمائش کے لیے رکھے گئے ہیں۔ یعنی یہ ہاؤس ایسی سب چیزوں کا جدید طرز سے سجا عجائب گھر ہے۔ ظاہر ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے خاص طور پر 17s- 18s- 19s- کے دور دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ یقین نہیں آتا کہ کبھی یورپ میں بھی خواتین نے دستانے پہنے تھے۔ اسکارف کے استعمال کو لباس کی طرح ضروری سمجھا جاتا تھا۔ ایسے گھیر دار لباس پہنے جاتے تھے کہ اصل جسامت کے بارے میں اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ تو پھر ایسے پیارے ملبوسات سے انہوں نے کیونکر اپنی جان چھڑا لی۔۔۔؟ ترک کیوں کر دیے؟

تغیر وقت کی روح ہے۔۔۔ اور بلاشبہ آنے والا وقت گزر جانے والے وقت سے بدتر ہوتا ہے۔۔۔ ہوتا رہے گا۔۔۔ ایسا ہی فرمایا گیا ہے۔

ان ملبوسات نے امرحہ کو مبہوت کر دیا۔ وہ بے حد نفاست سے سلائی کیے گئے تھے۔ انہیں پہننے سے زیادہ دیکھتے رہنے کو دل چاہتا۔ موتی جیسے جو انہیں پہنے کھڑے تھے۔ سانس لیتے لگتے اور دیکھنے والوں کو اپنے ساتھ وقت کے تغیر کے سفر پر جانے پر مجبور کر دیتے۔ ۔۔۔ امرحہ نے ان کے ساتھ وقت کا سفر کیا۔

جب وہ جی بھر کر گیلری دیکھ چکی تو ویرا کے پاس آئی۔ وہ ایک وکٹورین شوکیس کے سامنے کھڑی پنسل سے کاغذ پر اسکیچ بنا رہی تھی۔

"اب یہ کیا کر رہی ہو؟"

"اپنے لیے ڈریس بنا رہی ہوں۔" اپنے کام میں مصروف وہ بولی۔

وہ ایک وکٹورین فراک کا اسکیچ بنا رہی تھی۔ جس کے بازو کہنی تک تھے اور آگے جالی لگی ہوئی تھی جو کلائی پر ہتھو فلائی ساخت میں بند ہو جاتی تھی۔ فراک تین چار مختلف رنگ کے کپڑوں سے بنائی گئی تھی۔ لیکن اس کا پرائم کلر بلیک تھا اور جا بجا اس پر سفید جالی کے پارچے لہریے دے کر چھوڑے گئے تھے۔ اس کا گھیر اتنا تھا کہ امرحہ کے پانچ شلوار سوٹ آرام سے بن سکتے تھے۔

امرحہ نے ویرا کی پسند کی داد دی۔۔۔ بلاشبہ وہ ایک بے حد نفیس فراک تھی اور اس کی خاص بات یہ تھی کہ اسے دیکھنے سے ہی ایک شان کا احساس ہوتا تھا۔ معتبری اور اعلیٰ ذوق کا۔۔۔ وہ اپنا کام مکمل کر چکی تو وہ دونوں باہر آ گئے۔ امرحہ کے پاس مزید دو گھنٹے تھے پھر اسے اپنی جاب پر جانا تھا۔

"کیسا ہے؟" ویرا نے اسکیچ اس کے آگے کیا۔

"زبردست۔۔۔ پر اس کا کرو گی کیا؟"

"بہت ہی خاص دن پہنوں گی۔"

"اپنی شادی پر۔۔۔؟"

"اس سے بھی خاص دن۔۔۔"

"شادی سے بڑھ کر خاص دن اور کیا ہو سکتا ہے۔۔۔ کانووکیشن پر۔۔۔؟"

"میرے نزدیک شادی سے بھی زیادہ ایک اور دن بہت زیادہ خاص ہوتا ہے کسی لڑکی کے لیے۔۔۔ جب اسے لگتا ہے کہ اسے دو زندگیوں کے زیگس کو ایک کر دینا چاہیے۔۔۔ جب وہ یہ فیصلہ کرتی ہے کہ اسے اپنی زندگی میں کسی اور ایک اپنے ہی جیسے بے حد اہم اور اکلوتے انسان کو شامل کرنا ہے۔۔۔ یعنی وہ وقت جب وہ لوگ بالآخر یہ طے کر لیتے ہیں کہ ان میں بادشاہ کون ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

اور ملکہ کون۔" آخری فقرہ ویرا نے نچلے لب کا کونا دانتوں میں لے کر شرارت سے چھوڑتے ہوئے کہا۔

"جب کوئی تمہیں پروپوز کرے گا اس دن؟"

ویرا دل کھول کر ہنسی۔ "یہاں میں نے تھوڑی سی تبدیلی کر دی ہے۔۔۔ جس دن میں اسے پروپوز کروں گی۔۔۔ اس دن۔۔۔ جس دن تو مجھے اس پہ سے۔" اس نے اسکیچ کی طرف اشارہ کیا۔ "دیکھو' سمجھ لینا میں معرکہ سر کر آئی ہوں۔"

امرحہ کو اس کا انداز اچھا لگا۔ وہ جانتی تھی اسے پروپوز کیا نہیں جائے گا بلکہ یہ اہم کام وہ خود کرنا پسند کرے گی۔۔۔ ایک فراک امرحہ کو بھی بہت پسند آئی تھی۔ وہ ہلکے گلابی رنگ کی تھی جس پر ہلکے نیلے' سرخ' پیلے پروں والی تتلیوں کو ایسے بنایا گیا تھا جیسے وہ ایک دوسرے کے آگے پیچھے بھاگتی دوڑتی شرارتیں کرتی کھیل کود کی حد کر رہی ہوں۔

امرحہ اس فراک کو اپنے سب سے خاص دن اپنی شادی کے دن زیب تن کرنے کی خواہش کو اپنے اندر پیدا ہونے سے نہ روک سکی۔ یہ خواہش اچانک اس کے اندر جاگی' ورنہ اس نے کبھی اپنی شادی کے بارے میں کچھ بھی نہیں سوچا تھا اس نے تو کبھی اس شخص کے بارے میں نہیں سوچا تھا جسے کبھی تو اس کی زندگی میں آنا ہی تھا۔ اس کی منگنی ہوئی تو بھی اسے کوئی دلچسپی پیدا نہیں ہوئی تھی کہ وہ کون شخص ہے۔ اسے صرف اپنے گھر کے ماحول سے اپنے آس پاس کے ماحول سے نکلنے میں دلچسپی تھی۔ حتیٰ کہ اس کی شادی بھی طے ہو گئی تب بھی اس نے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ وہ کون ہے کیسا ہے۔

اس نے کئی بار اس بارے میں سوچا کہ ایک دادا کے علاوہ وہ کیوں باقی سب سے لاتعلق سی رہتی ہے۔ ان کے ساتھ تعلق کیوں نہیں بنا پاتی۔۔۔ اس کی دوستیں دور دور سے دوستیں ہی کیوں رہتی ہیں وہ ان کے اور قریب کیوں نہیں جا پاتی؟

اس نے دادا کو یہ سب بتایا تو وہ خاموش سے ہو گئے۔ اس وقت تو نہیں لیکن آنے والے دنوں میں دادا نے اسے بتایا کہ وہ ایسا اس لیے کرتی ہے کیونکہ آج تک سب نے اسے تکلیف ہی دی ہے۔ اسے سب انسان ایک جیسے لگتے ہیں' صرف تکلیف دینے والے۔۔۔ اندر کے اس وہم اور خوف کی وجہ سے اسے کوئی اتنا اچھا لگتا ہی نہیں کہ وہ اس کی ذات میں دلچسپی لے' اس سے انسیت اور بے تکلفی بڑھائے۔

وہ اور ویرا Platt Fields پارک آ گئے۔ سینڈوچز اور کوک ان کے ہاتھ میں تھی۔ چلتے چلتے ایک دم سے ویرا اچھلی اور ساتھ ہی روسی زبان میں کچھ بولی۔ پھر تیزی سے بالکل سپرمین کی طرح اڑ کر چھلانگ لگا کر اسکیٹنگ کرتے ایک ہپ ہوپ بوائے کو گردن سے جا لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس پر لاتوں' گھونسوں اور گالیوں کی بوچھاڑ کر دی' پھر اس نے اس لڑکے کو کسی بلی کے بلونگڑے کی طرح اٹھایا اور جھیل کے ٹھنڈے پانی میں اچھالا دیا' شڑاپ کی آواز آئی اور کنارے پر کھڑی ویرا انگلی اس بلونگڑے کی طرف لہرا لہرا کر اسے مزید القابات سے نوازتی رہی۔

ویرا کے غصے اور انگلی لہرانے کی رفتار کو دیکھ کر امرحہ اندازہ لگا سکتی تھی کہ روسی زبان میں اس وقت کیا فشر کیا جا رہا تھا۔ بلونگڑے نے پانی میں ڈبکی لگائی اور تیزی سے ہاتھ پیر مارتا دوسرے کنارے سے نکل کر بھاگ گیا۔

"کیا کیا تھا اس پہاڑی بکرے نے؟" امرحہ کو اس کے بھاگنے کے انداز پر بہت ہنسی آئی۔

"میری کمر پر چٹکی بھر کر گیا تھا۔"

"تم نے کیسے اس پر تشدد کیا۔ اسے ٹھنڈے پانی میں پھینک دیا۔۔۔ کوئی مسئلہ ہو گیا تو۔۔۔ وہ پولیس لے آیا تو۔۔۔؟"

"پولیس لے آئے یا فوج' میں تیار ہوں۔۔۔ ایک بار اسکول گراؤنڈ میں میرے ایک کلاس فیلو نے مجھے ہراساں کیا تھا۔ میں دس سال کی تھی اس وقت۔۔۔ وہ ایک لوفر اور گندا لڑکا تھا اور اسکول کی ہر کمزور لڑکی اس سے ڈرتی تھی۔ اگلے دن خوف سے میں اسکول نہیں گئی۔ میرے پاپا کو میرے اسکول نہ جانے کی وجہ معلوم ہوئی تو انہوں نے مجھے گھر کے باہر پہاڑ کی طرح جمی

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

برف میں گردن تک دبا دیا۔۔۔ میرے بدن پر ایک بھی گرم کپڑا نہیں تھا۔ میں چیخنے اور چلانے لگی، وہ خاموشی سے میرے پاس بیٹھے رہے۔ جب میں بالکل مرنے کے قریب ہو گئی تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ برف کے اس ڈھیر میں دبے رہنا بہادری ہے یا اسکول سے چھٹی کر لینا۔۔۔ بھی نام نہاد خوف اور بزدلی کہلاتا ہے۔۔۔ وہ مجھ سے بار بار یہی ایک سوال پوچھتے رہے۔۔۔ میرے ہونٹ نیلے پڑ گئے۔۔۔ اور میری جان نکلنے میں کچھ ہی وقت رہ گیا تو انہوں نے کہا کہ اگر تم نے باقی ماندہ زندگی بھی ایسے بزدل بن کر گزارنی ہے تو خود کو اسی برف میں دفن رہنے دو۔۔۔ مر جاؤ اسی ڈھیر میں۔۔۔ بزدلوں کو مر ہی جانا چاہیے۔۔۔"

امرحہ دیر تک ویرا کی شکل دیکھ رہی تھی۔

"روس کی ٹھنڈ اور برف کے بارے میں جانتی ہو؟"

"ہاں۔۔۔!" امرحہ نے ساتھ زور زور سے سر بھی ہلایا۔

"کیا؟"

"ٹھنڈ ٹھنڈ ہوتی ہے۔ برف برف ہوتی ہے۔" کیا جواب دیا تھا اس نے۔

"ٹھنڈ ٹھنڈ نہیں ہوتی' برف برف نہیں ہوتی امرحہ۔۔۔ موت ہوتی ہے۔ سفید موت۔۔۔ سردیوں میں پانی پھینکو تو وہ وہیں فضا میں ہی جم جائے۔۔۔ تمہارے گرم ملکوں کے لوگ وہاں جاتے ہی مرنے سے لگتے ہیں' ویسے تمہاری دنیا کے بارے میں معلومات اتنی کم کیوں ہے؟"

"میں جانتی ہوں' روس کہاں ہے۔"

"روس میں کیا کیا ہے' یہ جانتی ہو؟"

"پاکستان میں کیا کیا ہے' تم جانتی ہو؟"

"پاکستان میں کیا کیا نہیں ہے۔ میں یہ بھی جانتی ہوں۔۔۔ تم کیا چاہتی ہو میں ضیا سے بات شروع کروں یا عبدالقدیر سے۔ کہو تو میں کہوٹہ کے بارے میں بھی بہت کچھ بتا سکتی ہوں۔۔۔ میں تمہیں تمہارے ان چند شہروں کے نام بھی بتا سکتی ہوں' جو زیر زمین ایٹمی ذخیرہ رکھتے ہیں لیکن جن کے بارے میں خود پاکستانی نہیں جانتے۔۔۔ کیونکہ انہوں نے کبھی جاننے کی کوشش ہی نہیں کی۔۔۔ وہ صرف ان رپورٹوں کو مانتے ہیں جو انہیں نام نہاد غیر ملکی بنا کر دیتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ پاکستان ان ذخیروں کو استعمال میں لا کر ترقی کرے۔ وہ ایسا تب کریں گے جب انہیں یقین ہو جائے گا کہ ان ذخیروں کے نکلتے ہی انہیں ان کے ٹھیکے مل جائیں گے یا ان پر ان کا قبضہ ہو سکے گا۔۔۔ ہمارے روس میں ایک بات کہی جاتی ہے کہ پاکستانی اس وقت سیلوٹ کیے جانے کے لائق تھے جب وہ ہندوستانی سے پاکستانی بنے تھے۔۔۔ اور تب جب وہ ایک ایٹمی طاقت بنے تھے۔۔۔ اور بس۔۔۔ پاکستانیوں نے یہ سیلوٹ دوبارہ نہیں لیا۔۔۔"

امرحہ جانتی تھی' وہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ خود امرحہ کو یہ تک معلوم نہیں تھا کہ پاکستان ایٹمی طاقت کس سن میں بنا۔

"تم نے اس کے ساتھ کچھ زیادہ ہی کر دیا۔" امرحہ کو اسے پرانے موضوع پر واپس لانا پڑا۔ وہ مزید ویرا کے سامنے شرمندہ نہیں ہو سکتی تھی۔ اگر ویرا پاکستان کو لے کر کوئی عام سا ہی سوال پوچھ لیتی اور اسے اس کا بھی جواب نہ آتا تو۔۔۔ تو برا ہوتا۔۔۔ کم سے کم ایک پاکستانی کو تو پاکستان کے بارے میں معلوم ہونا چاہیے۔

"زیادہ نہیں بلکہ بالکل ٹھیک کیا۔۔۔ ٹھنڈے پانی نے اس کے اندر کے گندے کیڑے کو بھگو بھگو کر کچل ڈالا ہو گا۔"

"تم بہت بہادر ہو ویرا۔۔۔!"

"اگر مجھے ایسے برف میں دبایا نہ جاتا تو میں کبھی ایسی بہادر نہ ہوتی۔"

ایک لمحے کے لیے امرحہ بالکل خاموش سی ہو گئی۔ ایک ویرا تھی جسے بہادر بنایا گیا تھا۔ ایک امرحہ تھی جسے مسل مسل رلایا گیا تھا۔۔۔ وہ دونوں انسان تھیں۔۔۔ لڑکیاں۔۔۔ لیکن ان میں سے ایک کتنی کتنا مضبوط اور کئی قدم آگے تھی اور دوسری کتنی کمزور اور بہت پیچھے تھی۔۔۔ دونوں انسان ہی تھیں پھر بھی برابر نہیں

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

تھیں۔

"تو تمہارے فادر تمہاری طاقت ہیں؟" امرحہ کو اس پر رشک آرہا تھا۔

"وہ میرے استاد ہیں ۔۔۔ انہوں نے اپنی طاقت مجھے نہیں دی بلکہ میرے اندر کی طاقت کو میرے اندر بیدار کیا ہے ۔۔۔ جب ایک باپ اپنی بیٹی کے اندر اس طاقت کو بیدار کرتا ہے تو وہ زندگی کے ہر بڑے میدان میں فاتح بننے کے لیے اپنی بیٹی کو تیار کرلیتا ہے ۔۔۔ اور یہ پاور صرف ایک باپ اپنی بیٹی کو دے سکتا ہے ۔۔۔ انہوں نے مجھے سکھایا کہ بزدلی اور بہادری دونوں کا تعلق دماغ سے ہے، جسم سے نہیں ۔۔۔ اگر دماغ کو نڈر بنالیا جائے تو جسم ہرگز ڈرپوک نہیں بنتا ۔۔۔ وہ کہتے ہیں ناکوئی آپ کو انگلی لہرا کر دھمکائے۔ آپ اسے مکا مار کر خاموش کروادیں۔"

"تمہیں کوئی بھی ردعمل میں نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

"ہاں ایسا ہو سکتا ہے تو کیا نقصان کے خوف سے میں بزدل بنی رہوں خاموش رہوں ۔۔۔ ایسا میں نہیں کرسکتی۔ ویسے تمہیں تمہارے پاپا نے کیا سکھایا ہے امرحہ؟"

ایک گہرا سایہ امرحہ کے چہرے پر سے ہو کر گزرا ۔۔۔ بابا رات گئے گھر آتے تھے۔ انہیں دنیا میں ایک ہی چیز کی فکر رہتی تھی "اپنی کارپٹ شاپ کی ۔۔۔ وہاں رکھے چھوٹے بڑے ہر کارپٹ کی ۔۔۔ بیگمات کے گھر وقت پر ڈلیوری کی ۔۔۔ حتیٰ کہ شاپ پر فیوز ہو جانے والے انرجی سیور تک کی بھی ۔۔۔ یونیفارم میں ایک دن صبح وہ ان کے سامنے اپنی وین کے لیے نکلنے لگی تو انہوں نے پوچھا۔

"کتنے بجے چھٹی ہوتی ہے تمہاری اسکول سے؟"

"میں اسکول نہیں کالج جاتی ہوں اب۔" کہہ کر وہ وین میں آکر بیٹھ گئی اور بمشکل اپنے رونے پر قابو پاسکی۔ جس باپ کو یہ تک معلوم نہیں تھا کہ اس کی بیٹی اسکول نہیں کالج جاتی ہے ۔۔۔ وہ باپ اس کی تکلیفوں کے بارے میں کیسے جان سکتا تھا۔ جس باپ کی بابت

ویرا پوچھ رہی تھی وہ باپ اس کے لیے دادا بنے تھے۔

"میں بارہ سال کی تھی اور بری طرح سے رو رہی تھی۔ میرے دادا مجھے ایک بہت بڑے پارک میں لے گئے۔ وہ سال کے گرم ترین دنوں میں سے ایک دن تھا۔ کیا تم گرم ترین دنوں کا مطلب جانتی ہو؟" امرحہ نے رک کر ویرا سے پوچھا۔

"ہاں! اتنا گرم کہ انسان کی موت واقع ہو سکتی ہے۔" ویرا سب جانتی تھی۔

"ہاں یہ وہی دن تھے ۔۔۔ پارک میں لے جاکر میرے دادا نے مجھے وہ مردہ پرندے دکھائے جو گرمی سے مرچکے تھے ۔۔۔ وہ مجھے ایک درخت کے نیچے لے کر بیٹھ گئے اور انہوں نے مجھے پرندوں کو دیکھتے رہنے کے لیے کہا اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے ایک چڑیا گرمی کی تاب نہ لا کر مرگئی ۔۔۔ میرے دادا مجھے اس کے قریب لے گئے اور مجھ سے پوچھا۔

"امرحہ! مرنے سے پہلے کیا تم نے اس چڑیا کو روتے ۔۔۔ آہ و بکا شکوے شکایتیں کرتے دیکھا ۔۔۔ گرمی نے اسے اتنی تکلیف دی۔ کیا اس کی میٹھی چوں چوں بھدی آواز میں بدلی ۔۔۔ بلکہ یہ بے چاری تو خاموش ہو گئی پھر تو یہ معصوم سی چڑیا انسانوں سے بڑھ کر ہو گئی۔"

دادا نے چند چھوٹے کنکر اٹھا کر پرندوں کو مارے۔ وہ خاموشی سے پھر سے اڑ گئے۔ انہوں نے اپنی جگہ بدل لی لیکن واویلا نہیں کیا۔ نہ روئے نہ چلائے ۔۔۔ پھر انہوں نے مجھے بتایا کہ کائنات کی ادنیٰ مخلوق حشرات، پرندے اور دوسرے جانور کبھی انسان کی طرح آہ و بکا نہیں کرتے۔ انسان کی طرح روتے چلاتے نہیں، واویلا نہیں مچاتے ۔۔۔ لیکن کائنات کی ارفع و اعلیٰ مخلوق انسان یہ کام بہت شوق سے کرتا ہے، ایسے گلا پھاڑتا ہے سینہ کوبی کرتا ہے جیسے کائنات کے رب نے عالم کے دکھوں کے سب ہی پہاڑ اس پر توڑ ڈالے ہیں ۔۔۔ ایک اکیلا وہی تکلیف اٹھا رہا ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتا کہ یہ دکھ یہ تکلیف اسے کتنا فائدہ دے رہی ہیں۔ اس کی استاد بنی اسے کیا کیا کچھ سکھا رہی ہے۔ بس وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

روئے چلا جاتا ہے۔"

"تو تمہارے دادا کے پاس ساری مشرقی حکمت ہے!"

"نہیں۔۔۔ ان کے پاس صبر اور علم ہے تھوڑا سا۔ وہ ایک اچھے استاد رہے ہیں اور میں ایک بری شاگرد۔۔۔ ہم اپنے استاد کو وہاں ناکام کر دیتے ہیں جب ہم اس کی سنتے ہیں لیکن مانتے نہیں۔ ہر دن ہر رات وہ مجھے ایسی ہی باتیں سناتے لیکن میں نے تو اپنے وجود کو جیسے پتھر کا بنا لیا تھا۔ قطرہ قطرہ سوجھ بوجھ کی کوئی بھی بوند اس پر اثر نہیں کر رہی تھی۔۔۔ اب تم سب کو دیکھتی ہوں تو خیال آتا ہے کہ اپنی زندگی کن اندھیروں میں گزار رہی ہوں۔ ذرا سی ہمت کر لی تو ان اندھیروں سے نکل سکتی تھی۔"

"کیا ہوا ہے تمہارے ساتھ ماضی میں؟ کچھ بہت برا؟"

"تم سنو گی تو ہنسو گی۔۔۔"

"میں ہنسنا چاہتی ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"لیکن بتاتے بتاتے میں رو پڑوں گی۔۔۔" اس نے بھی سنجیدگی سے ہی کہا۔

جھیل میں بطخیں ایسے سکون سے تیر رہی تھیں، جس سکون سے انسان کا واسطہ کم ہی پڑتا ہے۔

☼ ☼ ☼

"Skype is God send"

اور وہ اس کی قائل بھی تھی۔ دادا ہر دن اس سے بات کر کے اسے دیکھ کر ہی سوتے تھے۔ اس نے موبائل لے لیا تھا اور چلتے پھرتے ہر اوقات میں دادا سے اسکائپ پر بات کر لیا کرتی' انہیں دیکھ لیا کرتی' موبائل کے ذریعے ہی اس نے دادا کو اپنی کلاس "اپنی کلاس فیلوز اور یونیورسٹی دکھائی تھی۔ کلاس میں سر کے آنے سے پہلے اس کی کلاس فیلوز نے ہاتھ لہرا کر یک زبان ہو کر کہا تھا۔

"ہیلو گرینڈ پا!" اور گرینڈ پا اتنے خوش ہوئے تھے کہ پھولے نہیں سمائے تھے۔

"بڑے اچھے لوگ ہیں امرحہ! یہ سب تو۔" وہ بہت خوش ہوئے۔

"ہاں جی! بہت ہی زیادہ اچھے۔" وہ قہقہہ لگا گئی۔

اس نے دادا کو آئرلینڈ کی وہ خاتون بھی دکھائیں' جو وہ کم ستر سال کی عمر میں ماسٹرز کر رہی تھیں اور یونیورسٹی کے باقی اسٹوڈنٹس اور اپنی کلاس کے پروفیسرز سے یہ درخواست کر کے پائی جاتی تھیں کہ ان کی عمر کو بالائے طاق رکھ کر انہیں بھی وہ دوسرے اسٹوڈنٹس کی طرح عام اسٹوڈنٹ سمجھا جائے انہیں کوئی رعایت نہ دی جائے۔ وہ اس وقت بھی پرملال جاتی تھیں۔ جب لائبریری میں کوئی ان سے یہ کہتا تھا کہ وہ چھ یا آٹھ کتابوں کا مستقل سیٹ کو ان کے اسٹل روم تک چھوڑ آتا ہے۔ یونیورسٹی اسٹاف کو ان سے بہت توقعات تھیں اور سب کا ماننا تھا کہ وہ ضرور دنیا بھر میں مانچسٹر یونیورسٹی کا نام روشن کریں گی اور کانووکیشن ڈے پر یقیناً" دنیا بھر کا میڈیا مسز ریجل کی شاندار کامیابی کو کوریج دینا فرض سمجھے گا۔

"دادا! آپ بھی آجائیں۔ یہاں چھوٹا موٹا کوئی کورس ہی کرلیں۔"

"اس عمر میں میں کیا کروں گا کورس کر کے۔"

"یہی سوال میں نے بھی مسز ریجل سے پوچھا تھا کہ اس عمر میں تاریخ کو کھنگال کر اس میں گھس کر اور پھر اس میں ڈگری لے کر وہ کیا کریں گی تو انہوں نے کہا۔" عمر۔۔۔ کوئی چیز نہیں ہوتی۔۔۔ اصل چیز زندگی ہوتی ہے۔۔۔ اور میرے وجود میں زندگی ایسے ہی دوڑتی ہے جیسے کسی نو مولود کے جسم میں۔۔۔ تو جب زندگی کا معنی ایک ہے "زندہ رہنا" تو میں کسی شاندار مقصد کو لے کر زندہ کیوں نہ رہوں۔ اس سے پہلے میرا مقصد میرے بچوں' میرے خاندان کی پرورش اور دیکھ بھال تھا' جب میں اس سے فارغ ہو گئی تو میں نے ایک نیا مقصد اپنا لیا۔۔۔ اس میں عمر اور نفع نقصان کی تو بات ہی نہیں ہے۔۔۔ یہ تو مقصد کو پا لینے کی بات ہے' جو میں پا رہی ہوں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

والوں سے سالگرہ وش کر رہے تھے۔ جب وہ کچن میں سادھنا کے ساتھ ناشتا بنا رہی تھی۔ اس نے موبائل اسٹینڈ میں موبائل لگا دیا تھا اور کام کرتے ساتھ ان سے باتیں کر رہی تھی۔ سادھنا نے سنا تو اسے گلے سے لگایا اور کیک بنانے کا وعدہ کیا۔۔۔ ویرا نے فی الحال ایک سرخ رنگ کا ربن اس کی کلائی پر باندھ دیا اور ایک اپنی کلائی میں کہ دونوں کو یاد رہے کہ ایک نے گفٹ لینا ہے اور دوسرے نے دینا ہے۔ این اون نے بھی جیسے اپنا علامتی چپ کا روزہ توڑا اور اسے جاپانی گیت گا کر وش کیا۔ نشست گاہ میں کسی چھوٹی بچی کی طرح ہل ہل کر گیت گاتی وہ ان تین خواتین کو حیران کر رہی تھی۔ لیڈی مہر اسے تھوڑی تلے ہاتھ رکھے دیکھتی رہیں۔ جب وہ گا چکی تو لیڈی مہر نے پرزور سراہا کر کہا۔

"مجھے امید تھی کہ تمہارے اندر بھی کوئی نہ کوئی کلا ضرور موجود ہے۔۔۔ رات کو مجھے تم چند ایسے ہی گیت سنانا۔"

امرحہ کے ہاتھ پر کس کر کے این اون پھر سے پرانی این اون بن گئی جو سال میں ایک بار مشکل سے کوئی غیر ضروری بات کیا کرتی تھی۔ لیڈی مہر نے رات کے ڈنر کے اہتمام کا امرحہ سے وعدہ کیا۔

اور یونیورسٹی میں رنگ برنگے پھول لیے کوئی اس کا منتظر تھا۔ وہ اپنی کلاسز لے چکی تھی اور اپنے ڈپارٹمنٹ کی حدود سے نکل ہی رہی تھی کہ عالیان ایک دم سے اس کے آگے آ گیا۔ شاید وہ بھاگتا ہوا آیا تھا۔

"یہ لو۔۔۔ وقت تمہیں زندہ رکھے۔"

"وقت مجھے زندہ رکھے" روزانہ بھی۔

"تمہاری سالگرہ ہے نا آج تو تمہیں دعا دے رہا ہوں جسے وقت زندہ رکھتا ہے اس کی عمر ہزاروں سال۔۔۔ کئی صدیاں ہوتی ہے۔"

وہ مسکرانے لگی۔۔۔ "تمہیں کس نے بتایا؟"

"میں نے خود کو خود ہی بتایا۔" اسے لگا اس کی تعریف کی گئی ہے۔

"میری سالگرہ کا کس نے بتایا پاگل۔"

"اوہ۔۔۔ سادھنا نے۔ فون آیا تھا اس کا کیک بنانے کی ترکیب پوچھ رہی تھی مجھ سے۔۔۔"

"آخر یہ برطانوی لوگوں کو گھر میں بیکنگ کرنے کا جنون کیوں ہے؟"

"سادھنا ہندوستانی ہے۔" اس نے اطاعت گزار بچوں کی طرح ایسے کہا کہ اسے برا لگنے لگے۔

امرحہ نے اس کے لائے گلدستے میں سے جو کسی باغ سے توڑے لگتے تھے سفید، نیلے، سرخ پھول چن لیے اور پیلے پھول اسے واپس کر دیے۔ وہ سوالیہ اسے دیکھنے لگا۔ دونوں اب یونیورسٹی کی محراب کے پیچھے کھڑے تھے۔ سامنے آکسفورڈ روڈ رواں دواں تھی۔

"یہ واپس کیوں کیے؟" عالیان کو برا لگا۔

"پیلے پھول کسی کو نہیں دیتے۔۔۔ یہ ناپسندیدگی اور نفرت کی علامت ہوتے ہیں۔۔۔ ہم بہت اچھے دوست نہ سہی ایسے دشمن بھی نہیں ہیں کہ مجھے میری سالگرہ کے دن یہ پھول دیے جائیں اور۔۔۔"

"نفرت ناپسندیدگی کی علامت یہ پھول؟" وہ بھرپور سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

"ہاں بالکل!" وہ بھی مکمل سنجیدگی سے جواب دے رہی تھی۔

"تم سے کس نے کہا یہ امرحہ؟"

"کیا مطلب ہے تمہارا کہ کس نے کہا؟" یونیورسٹی کی تاریخی محراب کے نیچے ایک نئی کلاس لگی تھی۔

"تم سے یہ کس نے کہا کہ یہ نفرت اور ناپسندیدگی کی علامت ہیں؟"

"سب کو معلوم ہے یہ۔" اس نے ایسے کندھے اچکائے جیسے اسے یہ جتا رہی ہو کہ سچ مچ تمہیں اتنی سی بات نہیں معلوم۔۔۔ افسوس۔۔۔ ویسے تم بڑے ماسٹر مائنڈ بنتے ہو۔

"سب کون؟"

"اف یہ ساری دنیا۔۔۔ سب۔۔۔ اور کون۔"

ایک دم سے امرحہ کے تاثرات میں غصے اور کوفت کا گراف بڑھنے لگا۔ بھرپور دل سے قہقہہ لگایا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"تم اتنی سطحی ہو امرحہ ۔۔۔ یا تم ان لوگوں کی باتوں پہ دھیان دیتی رہی ہو جو نفرت اور انتشار کے موجد ہیں جو ہمیشہ قدرت کے قوانین میں گھستے ہیں اور پورے دل سے ان قوانین میں ردوبدل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایک پھول بھی خود نہیں بنا سکتے لیکن اسی پھول کو ناپسندیدہ 'قابل نفرت' ضرور بنا سکتے ہیں۔ یہ علامت آخر کیا چیز ہوتی ہے؟ یہ پھول ہے امرحہ! صرف پھول۔ اگر یہ اس سے زیادہ کچھ اور بھی ہے تو وہ یہ کہ یہ اپنے وجود میں کامل ہے۔ یہ خود کو خود ہی مکمل کرتا ہے۔ اس کا کھلتا ہوا رنگ دیکھو! کتنا کامل ہے۔ یہ اپنے رنگ میں نہ کہیں کم نہ کہیں زیادہ ۔۔۔ ایک جیسا ۔۔۔ اس کی پنکھڑیاں کتنی نرم اور ملائم ہیں کتنی جاذب نظر ۔۔۔ کوئی ملاوٹ نہیں ان میں 'دنیا کی بہترین فیکٹریوں میں بننے والا ریشم بھی اس جتنا ملائم نہیں ہو گا جتنا یہ زمین کے وجود سے نکل کر ہوا ہے' دیکھو قدرت کی کاملیت ۔۔۔ داد دو قدرت کو 'تعریف کرو قدرت کی ۔۔۔ الٹا تم اسے ناپسندیدہ علامتیں دے رہی ہو تم نے اس کی خوب صورتی پر غور نہیں کیا اور اسے ناپسندیدہ جان لیا۔ سر اٹھا کر آسمان کو دیکھو! اگر ساری دنیا اس آسمان کو کوئی فضول اور بکواس علامت قرار دے دے گی تو تم اسے بھی برا ماننے لگو گی ۔۔۔ وسیع سمندر' نیلی جھیلیں' سبز و سفید پہاڑ کتنے کامل ہیں۔ اگر انہیں بھی علامتیں دے دی گئیں تو کیا نفرت کرنے لگو گی ان سے ۔۔۔ اپنی تخلیق میں یہ پھول کسی سے کم نہیں ۔۔۔ کائنات کی کسی بھی شے سے ۔۔۔

یہ اپنے مقام پر بادشاہ ہے ۔۔۔ اس کے سر پر تاج ہے۔ اس کی تخلیق کا ۔۔۔ کہ تمہاری تخلیق جیسی ہونی مقصود پائی تھی تم ویسے ہی ہو ۔۔۔ یہ کسی بھی طرح ہیچ نہیں' اس میں کوئی کمی نہیں ۔۔۔ کمی ہے تو ان دماغوں میں جن میں یہ فتور پیدا ہوتا ہے ۔۔۔ کوئی پھول' کوئی رنگ' قدرت کی بنائی کوئی چیز قابل نفرت نہیں ہوتی ۔۔۔ یہ خبطی لوگوں کی باتیں ہیں ۔۔۔ تم وہ سبق کیوں پڑھ رہی ہو جو دنیا کے مخبوط الحواس لوگوں نے غائب دماغی میں لکھا ہے۔ قدرت کے خلاف جا کر لکھا ہے۔ قدرت کو ناخوش کرنے کے لیے لکھا ہے۔ قدرت کو چیلنج کرنے کے لیے لکھا ہے۔"

امرحہ حقیقتاً" چپ ہو چکی تھی۔ اس کی ساری زندگی پیلے پھول کو نفرت کی علامت سمجھتے گزر جاتی۔ اگر اسے یہ سب نہ بتایا جا رہا ہوتا۔ آخر اس نے آج تک یہ بات خود کیوں نہ سوچی۔ دماغ تو اس کے پاس بھی تھا نا۔

"میرا ذاتی خیال ہے کہ پھولوں کے دو تاجروں کے کاروباری حسد کا نتیجہ ہے یہ سب ۔۔۔ ایک تاجر کے پاس ۔۔۔ پیلے پھول ہوں گے اور وہ کاروبار میں بہت ترقی کر رہا ہو گا۔ اس کے پیلے پھولوں کا باغ تیزی سے پھل پھول رہا ہو گا۔ دوسرے کے کسی دوسرے رنگ کے ہوں گے چلو سرخ لگا لو ۔۔۔ اب سرخ پھول کے مالک نے یہ سوچا ہو گا کہ پھول کو کسی ایسے جذبے کے ساتھ جوڑ دیا جائے کہ راتوں رات اس کی مانگ میں اضافہ ہو جائے اور اپنے کاروباری حلیف کے پھولوں کو کسی ایسے جذبے سے منسلک کر دیا جائے کہ لوگ اسے لینا ہی پسند نہ کریں ۔۔۔ اور پھر اس نے یہ کیا اور وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو گیا ۔۔۔ دیکھو! تم نے کیسے میرے ہاتھ میں میرے پھول واپس کر دیے ۔۔۔ وہی پھول جو مجسم شاہکار ہیں۔"

امرحہ نے اس کے ہاتھ سے پھول واپس لے لیے ۔۔۔ اور تیزی سے بس کی طرف بھاگی جس میں بیٹھ کر اسے جانا تھا۔ عالیان اس سے چند قدم دور تھا۔

"یہ بات تمہیں کس نے بتائی ہے عالیان؟" بس کی کھڑکی سے سر نکال کر اس نے پھولوں کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

"سمیرا نے۔" عالیان نے تیز آواز میں کہا۔ بس دور چلی گئی تھی لیکن وہ وہیں کھڑا بس کی گرز گاہ کو دیکھتا رہا۔

رات کے ڈنر کا اہتمام ٹھیک ٹھاک تھا۔ دادا کو تن لائن دیکھ کر اس نے سادھنا کا بنایا کیک کاٹ لیا تھا۔ لیڈی مہر نے اسے یونیورسٹی کی تصویر والا کراس بیگ دیا تھا۔ سادھنا نے باریک سی پازیب اور این اولن نے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

ہاتھ سے بنی ایک چھوٹی سی گڑیا جو اس کی ماما نے اس کے بیگ میں ایک درجن سے زیادہ رکھ دی تھیں کہ یونیورسٹی میں اسے جو جو اچھا لگے انہیں دیتی جائے۔ ایک اس نے لینڈی مہرکو دی۔

امرحہ نے اس گڑیا کو یونیورسٹی بیگ کی اوپری سطح پر لگا لیا۔ سب کو معلوم ہونا چاہیے تاکہ این اون اسے پسند کرتی ہے۔

اس نے اپنے گھر میں کبھی سالگرہ نہیں کی تھی۔ کیونکہ اسے اپنے دنیا میں آنے کی کوئی خوشی نہیں تھی۔ بلکہ اسے یہ سوچ کر ہی کوفت ہوتی تھی کہ وہ آج کے دن پیدا ہوئی تھی۔ ایک ایسی تاریخ جسے دادی سال میں کتنی ہی بار دہراتی تھیں کہ اس دن یہ ہوئی تو یہ ہوا۔ ۔۔۔ اس نے سادھنا کو ایک بار ایسے ہی یہ سب بتایا تو وہ حیرت سے اس کا منہ دیکھنے لگی۔

"لیکن تم تو مسلمان ہو امرحہ! اور مسلمانوں میں تو یہ سب باتیں نہیں ہوتیں۔۔۔"

امرحہ اسے کیا بتاتی کہ اب مسلمانوں میں بھی کیا کیا ہونے لگا ہے۔

"ہمارے محلے میں ایک مسلمان خاندان آباد تھا۔ مجید بھائی تھے۔ اسکول میں پڑھاتے تھے اور اپنا ٹیوشن سینٹر بھی چلاتے تھے ان کی نئی نئی شادی ہوئی تو انہیں نوکری سے نکال دیا گیا۔ پھر اسی مہینے ان کے ٹیوشن سینٹر میں آگ لگ گئی اور پھر چند ہی دنوں بعد ان کے مکان کی چھت گر گئی۔۔۔ سب نے کہا۔ 'بہو سبز قدم ہے' لیکن ان کی ماما اور وہ آگے سے ہنستے رہتے۔ کہتے جو ہوتا ہے اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ وہ تین سال برابر ان کے ساتھ ایسا ہی کچھ ہوتا رہا لیکن انہوں نے کبھی ایک بار بھی لوگوں کی باتوں پر کان نہیں دھرے کہ یہ سب ان کی شادی کے بعد ان کی بیوی کے قدموں سے ہوا ہے وہ سب سے یہی کہتے کہ ہمارے مذہب نے ہمیں ایسا کہنے اور سوچنے سے منع کیا ہے۔"

سادھنا آتش دان کے قریب بیٹھی آریان کے موزے بن رہی تھی اور بہت مدلل انداز سے اسے سب بتا رہی تھی۔ اس کے پاس سادھنا کے اس سوال کا جواب نہیں تھا کہ وہ مسلمان ہے اور مسلمان ایسا نہیں سوچتے اس کا جواب اس کی دادی اس کی ماں اور خاندان کے باقی لوگوں کے پاس تھا۔ وہی بتا سکتے تھے کہ قرآن و حدیث میں تو ایسا کچھ نہیں لکھا پھر وہ کہاں سے سیکھ کر یہ سب کہتے اور کرتے ہیں اور یہ سب کرتے ہوئے کیا وہ بھول جاتے ہیں کہ ایک دن ان کے کہے ایک ایک لفظ کا حساب کتاب بھی ہوگا۔۔۔ جو کہا ہوگا اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔۔۔ وہ کون سا جواب گھڑ کر دیں گے۔۔۔ یہی کہ وہ کم عقل اور انجان تھے اور ان کے جواب کو درست نہیں مانا جائے گا کیونکہ جو کلام پاک پڑھتا ہے وہ نہ کم عقل ہوتا ہے نہ ہی انجان رہتا ہے۔ اگر وہ ٹھیک ٹھیک پڑھتا ہے تو۔

☼ ☼ ☼

"کیا مسئلہ ہے آپ کا؟" نفسیاتی ڈاکٹر۔

"میں فریشر فلو کا شکار ہوں۔" نیا اسٹوڈنٹ۔

"اوہ۔۔۔ لیکن اس کا کوئی علاج نہیں۔۔۔ پرسکون رہیں۔۔۔ وقت اس فلو کو نارمل کردے گا۔"

وقت نے اس فلو کو نارمل کردیا تھا اور کم و بیش سب نئے آنے والوں میں سے اس کے اثرات زائل ہو چکے تھے۔ ویلکم ویک کے بعد انہیں لگا ہے لگائے یہ اصطلاح اپنے سینئرز اور پروفیسرز سے سننے کو ملی۔ کبھی طنزاً" اور زیادہ تر مذاقاً"۔ یونیورسٹی میں نئے آنے والے اسٹوڈنٹس کو مانچسٹر یونی اور شہر کا جو بخار چڑھتا ہے اسے فریشر فلو کہا جاتا ہے۔ اس فلو کے حامل فریشرز بہت بولتے ہیں۔ ایک دم سے سب جان لینا چاہتے ہیں۔ رات رات بھر جاگتے ہیں۔ بہت کھاتے ہیں۔ بلاوجہ ہی یونی اور شہر میں گھومتے پھرتے رہتے ہیں۔ مانچسٹر نائٹ لائف سے ایسے لطف اندوز ہوتے ہیں' جیسے پڑھنے نہیں سیاحت کرنے گھر سے نکلے ہیں۔

شروع شروع میں جب وہ مانچسٹر یونی کا ایک چکر لگا کر آئی اور بلاوجہ ہی مختلف ڈپارٹمنٹس میں گھومتی پھرتی تو وائم وغیرہ کا گروپ اسے بہت سنجیدگی سے کہا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

کرتا۔

"تھوڑا وقت لگے گا لیکن ٹھیک ہو جاؤ گی۔ یونی بھاگی نہیں جا رہی۔ دو سال ہیں تمہارے پاس آرام سے ایک ایک پروفیسر' اسٹوڈنٹ' ڈپارٹمنٹ' گارڈن' لائبریری' میوزیم گھوم پھر کر دیکھ لینا۔ اپنے اس فلو کو تھوڑا کم کرنے کی کوشش کرو۔"

اتنی سنجیدگی سے کی گئی اس نصیحت کے باوجود وہ ہفتے میں دو بار تو ضرور ہی یونی میوزیم جاتی۔ فارغ وقت ملتا تو دوسرے ڈپارٹمنٹس اور بلاگ دیکھتی رہتی۔ لیکن اب چونکہ اس فلو کے اثرات زائل ہو چکے تھے اب تو اپنے ڈپارٹمنٹ تک ہی چلی جاتی تھی تو بڑی بات لگتی تھی۔

جب جب اسے اسائنمنٹ ملتی' اس کی جان پر بن جاتی۔ اسے لگتا اس سے اسائنمنٹ نہیں ہو گی اور اسے یونی سے نکال دیا جائے گا' فی الحال ابھی تک نکالا تو نہیں گیا تھا لیکن وہ اس نکالنے کے بارے میں سوچتی ضرور رہتی تھی۔ ایسے وقت میں پڑھائی ایک اژدھا بن جاتی جو ہڑپ کر جانے کے لیے تیار نظر آتی۔

پہلا سمسٹر اپنے اختتام کے قریب تھا۔ ہر ایک کے ہاتھ میں کتاب اور دماغ کو کُک نظر آتی۔ لائبریری کی طرف آمد و رفت ایسے تھی جیسے وہاں بنے بنائے اسائنمنٹ مل رہے ہیں۔ ایک دوسرے کی شکل دیکھتے ہی پہلا سوال کیا جاتا۔

"اسائنمنٹ مکمل ہو گئی؟"

زیادہ لڑکے منہ میں سہلاتے نظر آتے۔

دوسرا سوال "کتنے فیصد ہو گئی؟"

امرحہ کی کل ملا کر چھ اسائنمنٹس تھیں۔ چار پر وہ کام مکمل کر چکی تھی پانچویں پر کام مکمل ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ جو جون ملٹن کی لوسٹ پیراڈائز کے کردار' مائیکل' رافیل اور شیطان کے تجزیے پر مشتمل تھا' جون ملٹن کے کرداروں کو پڑھ لینا کسی معرکے سے کم نہیں تھا۔ کہاں ان کے تجزیے لکھنا۔ جسے اچھی طرح اس Epic Poem کی ہی سمجھ نہیں آئی تھی' وہ اچھی طرح اس پر کام کیسے کر سکتی تھی۔ یعنی اچھی طرح کام کرنے کے لیے اسے معمول سے زیادہ محنت کرنے کی ضرورت تھی۔

اسائنمنٹ مکمل کرنے اور جمع کروانے کے اس دورانیے میں یونی کے ہر اسٹوڈنٹ کو دیکھ کر ایسا لگتا کہ اس بے چارے کا کچھ کھو گیا ہے اور وہ پوری جان لگا کر اسے تلاش کر رہا ہے یا ایک ذہنی چترال کے سولی پر لٹک رہا کسی بھی وقت گر سکتا ہے۔ ان دنوں اگر کوئی فضول چپس یا کیس نظر آ جاتا تو اس پر جی بھر کر رشک آتا کیونکہ وہ قابل لائق فائق اسٹوڈنٹس اپنی اسائنمنٹ مکمل کر چکا ہوتا۔ اسے دیکھ کر یہ عہد کیا جاتا کہ اگلے سمسٹر تک ہم بھی خود کو اتنے ہی لائق فائق بنالیں گے کہ دوسرے ہمیں دیکھ کر رشک کیا کریں گے۔ اور یہ عہد پھر اگلے سمسٹر بھی کیے جاتے۔

امرحہ کو ہر حال میں اپنی کارکردگی بہتر کرنی تھی' اسے انگلش لٹریچر اور لسانیات میں ماسٹرز کرنا مشکل لگ رہا تھا بلکہ بہت مشکل' لیکن وہ اپنے باقی کلاس فیلوز کو دیکھتی تو سوچتی کہ یہ بھی تو تن دہی سے پڑھ ہی رہے ہیں نا۔ تو اسے بھی پڑھنا تھا۔ کیسے بھی کر کے پچھتر فیصد تو اسے ہر حال میں پہلے سمسٹر میں لینے ہی تھے۔ یونی میں اس کی پہلی کلاس تھی سر رابرٹ نے کلاس میں آ کر اپنا تعارف کروایا اور ان سب کے سامنے ہاتھ سے بنے کارڈز رکھ دیے۔

کارڈز پرپل رنگ کے تھے جس پر پیلے رنگ سے UOM' فرسٹ سمسٹر' فرسٹ ڈے' فرسٹ کلاس لکھا تھا اور کونے میں سر رابرٹ کے دستخط تھے۔

"اس پر آپ سب اپنا نام' اپنا تعارف لکھیں اور یہ بھی لکھیں کہ آپ سو فیصد میں سے کتنے فیصد کو چیلنج کرتے ہیں۔ اسی چیلنج پر اپنا موٹو بھی لکھیں اور کارڈز مجھے واپس کر دیں۔"

سب نے کارڈز لکھے اور پھر باری باری سر رابرٹ نے کارڈز پڑھنے شروع کیے۔ جس کا کارڈ پڑھتے' وہ کھڑا ہو جاتا اور ہاتھ ہلا کر سب کو ہائے کہتا۔

"یہ عالی کرنے لکھی ہے۔"

امرحہ نے گردن گھما کر ایک نظر کلاس پر ڈالی۔

SCANNED BY DIGESTPK
www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

SCANNED BY DIGESTPK

وہاں اسے تو کوئی اسٹوڈنٹ عرب سے نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ کھڑی ہو گئی۔

"یہ اردو ہو گی سر!" امرحہ نے کارڈ کی اشارہ کیا۔ سر رابرٹ نے کارڈ کا رخ اس کی طرف کیا کہ وہ پہچان لے۔

"جی یہ میرا ہی کارڈ ہے۔"

"لیکن مجھے اردو پڑھنی نہیں آتی۔" سر رابرٹ نے مسکرا کر نرمی سے کہا۔

"آپ نے ہی تو کہا ہے سر! یہ ہمارا پہلا تعارف ہے اور میری مادری زبان میرا پہلا تعارف ہے "اردو۔" مجھے اردو کا استعمال ہی کرنا چاہیے تھا نا سر۔۔۔؟"

سر رابرٹ متاثر نظر آنے لگے۔

"یہ کارڈ یہاں آکر پڑھ کر سنا دیں۔۔۔ میں معذرت چاہتا ہوں میں فرنچ اور اٹالین جانتا ہوں۔ اردو نہیں!"

وہ سر رابرٹ سے تھوڑا سا فاصلہ رکھ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ اپنے قومی لباس شلوار قمیص میں ملبوس تھی۔ وہ اور پاکستانی لڑکیوں کے کارڈز سر رابرٹ پڑھ چکے تھے اور انہوں نے انگلش میں ہی کارڈز لکھے تھے۔ ولید نے اس سے وعدہ لیا تھا کہ اپنی نئی کلاسز میں وہ اپنا تعارف پہلے اردو میں کروائے گی پھر ترجمہ کر کے انہیں انگلش میں اپنے کہے کا مطلب بتائے گی۔ ولید نے اسے بار بار یہی کہا تھا کہ زندگی میں سب کرنا۔۔۔ لیکن اپنی زبان کو دوسرے نمبر پر لانے کی گستاخی نہ کرنا۔۔۔

وہ کارڈ پڑھنے لگی۔

"میں امرحہ ہوں۔۔۔ میرا ملک پاکستان ہے' جس کے تاریخی شہر لاہور کی میں رہائشی ہوں' مجھے مانچسٹر یونی کی پاکستان اسٹوڈنٹ سوسائٹی نے اسکالرشپ دے کر یہاں تعلیم حاصل کرنے کا موقع دیا ہے۔ مانچسٹر یونی میری پہلی غیر ملکی درسگاہ ہے میں نے یہاں آکر پڑھنے کے بارے میں کبھی نہیں سوچا تھا۔ میری پہلی کلاس ویلکم ویک تھی' جہاں مجھے یہ سکھایا گیا کہ مجھے اپنے کام خود کرنے ہیں۔" پڑھ کر وہ مسکرانے لگی۔

"ویل! آپ نے خود کو کتنے فیصد کا چیلنج دیا ہے؟"

"سیونٹی فائیو کا سر۔"

جتنے بھی کارڈز میں نے اب تک پڑھے ہیں۔ انہوں نے خود کو سو فیصد کا دیا ہے" آپ نے خود کو سیونٹی فائیو کا کیوں دیا ہے؟"

"یہ سب بہت ذہین ہوں گے۔۔۔ مجھے ذہین ہونے میں تھوڑا وقت لگے گا۔" اس نے بڑی معصومیت سے کہا اور ساری کلاس دل کھول کر اس کی معصومیت پر ہنسی۔

"آپ ذہین ہونے میں وقت کیوں لے رہی ہیں؟" سر رابرٹ نے اپنی ہنسی کو چھپاتے اس سے پوچھا۔

"میری بے وقوفی جانے میں وقت لے رہی ہے سر!"

اس بار کلاس کے قہقہے فلک شگاف تھے۔

"مجھے لگتا ہے آپ مجھے بہت تنگ کرنے والی ہیں۔ مجھے ہر سیشن میں ہی کوئی نہ کوئی ایسا ضرور ملتا ہے۔"

"کیسا سر؟"

"جس کی بے وقوفی جانے میں وقت لیتی ہے۔"

ہنسی کے فواروں کا ایک اور بم پھوٹا۔۔۔ وہ اپنی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔

"آپ نے اپنا موٹو نہیں بتایا۔"

وہ اپنی سیٹ پر کھڑی ہو گئی۔ اس کا اعتماد بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ "پاکستان کے بانی کہتے ہیں کام۔۔۔ کام۔۔۔ کام۔۔۔ میرا بھی یہی موٹو ہے سر۔۔۔" نظر نہ لگے کیا انداز تھا امرحہ کا۔

"آپ کسی اور کا موٹو اپنا رہی ہیں۔ آپ کو اپنی سوچ کو اجاگر کرنا چاہیے یہی آپ کو یہاں سکھایا جائے گا۔"

"سر! میں نے خود سے زیادہ عقل مند شخص کا موٹو اپنا لیا ہے۔ اس پر عمل کر کے میں وہ سب سیکھ جاؤں گی جو مجھے یہاں سکھایا جائے گا۔"

"آپ کا پہلا تعارف مجھے اچھا لگا امرحہ۔۔۔"

سر رابرٹ کے اس جملے کو سن کر اسے ایسا لگا جیسے اس نے کوئی بڑی مہم سر کر لی ہو۔ ٹھیک ہے اسے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

ڈرنے کی گھبرانے کی ضرورت نہیں تھی، نہ اپنی سوچ کو قابو میں کر سکتی تھی۔ سر رابرٹ نے اس کی تعریف کی۔ اسے بہت اچھا لگا کہ اسے سراہا گیا ہے۔ لوکا نہیں گیا۔ اگر کبھی وہ روانی میں اردو بول جاتی تو سر رابرٹ بہت معذرت خواہانہ عرض کرتے۔

"امرحہ! کیا آپ اپنی بات کو انگلش میں دہرا دیں گی؟"

امرحہ سر رابرٹ کی اسی خوبی کی بہت قدر کرتی تھی کہ اگر وہ اپنی زبان کی عزت کرتے ہیں تو اس کی زبان کی بھی کرتے ہیں۔ دنیا میں وہ قومیں بے مثال ترقی حاصل کرتی ہیں جو اپنی قومی زبان کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیتیں، پھر وہ عرش ہو یا فرش ہر جگہ ان کے نام کے جھنڈے گڑے ہوتے ہیں۔

سر رابرٹ نے وہ سب کارڈ سنبھال کر اپنے پاس محفوظ کر لیے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ اپنے ہر نئے اسٹوڈنٹ کو ایسے کارڈز کی شکل میں اپنے پاس سنبھال کر رکھ لیتے ہیں اور جب وہ بوڑھے ہو کر ریٹائرڈ ہو جائیں گے تو وہ ان کارڈز کو نکال نکال کر اپنے ہر اسٹوڈنٹ کو یاد کیا کریں گے۔

اتنی سی بات سن کر امرحہ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ اس نے بیٹھے بیٹھے سر رابرٹ کو جو بمشکل پینتیس سال کے لگتے تھے، بوڑھا ہوتے اور یونی سے ریٹائرڈ ہوتے دیکھ لیا اور اپنی ڈگری کو ہاتھ میں لیے خود کو یونی سے رخصت ہوتے بھی۔

"اف۔ کتنے جذباتی لوگ ہیں نا ہم۔ ہاں لیکن کچھ بھی ہے بہت اچھے لوگ ہیں ہم۔ سرد اور ٹھوس نہیں ہیں، نرم اور پر جوش ہیں۔"

پہلی کلاس کے پہلے وعدے کو امرحہ کو ہر صورت پورا کرنا تھا، خود کو پختہ قصد کا چیلنج دے چکی تھی، اسے ہر حال میں اس چیلنج میں کامیاب ہونا تھا۔ بہرحال اور پھر جلد۔ اسے لگتا تھا ایک روبوٹ بن چکی ہے۔ ہر وقت اس کے دماغ میں مار کو اور جانسن گھومتے رہتے۔

کتابوں کے بڑے بڑے پیراگراف اس کے خوابوں میں آتے اور وہ اٹھ کر بیٹھ جاتی لیپ ٹاپ پر اپنی اسائنمنٹ چیک کرتی۔ کیا اس نے خواب میں آئے پیراگراف کو اسائنمنٹ میں شامل کیا ہے۔ اگر کیا ہے تو ٹھیک کیا ہے نا۔ اگر نہیں کیا تو کیا کرے کیا نہ۔

وہ اپنے بیڈ پر کام کرتے کرتے سو جاتی۔ آنکھ کھلتی تو کچن میں جا کر کافی بناتی تاکہ نیند نہ آئے اور پھر سے آ کر کام کرنے لگتی۔

جس رات اس نے سارا کام بمشکل مکمل کیا اس سے اگلا دن اسائنمنٹ جمع کروانے کا آخری دن تھا۔ ویرا اپنی اسائنمنٹ پہلے ہی جمع کروا چکی تھی اس لیے آج بڑی سو رہی تھی۔ اسے دیر سے یونی جانا تھا۔

نیند سے بوجھل اپنی آنکھوں کو مسلتے وہ بس سے یونی کے لیے نکلی۔ بس میں بیٹھی اونگھنے لگی اور ایک اسٹاپ آگے چلی گئی۔ وہاں اتر کر پیچھے بھاگتے وہ یونی آئی۔ بھاگتے ہوئے یونی پارکی اور فائل جمع کروانے کے لیے ڈپارٹمنٹ کی طرف بڑھی۔ ہر ایک کو جلدی تھی کہ اس کی اسائنمنٹ جمع ہو جائے۔ ایک دم سے وہ جہاں کی تہاں رہ گئی۔ اس کی فائل کہاں تھی جو وہ گھر سے لے کر نکلی تھی۔ وہ اتنی افراتفری میں تھی کہ اس نے اپنے بال بھی ٹھیک سے برش نہیں کیے تھے لیکن اسے یاد تھا کہ وہ سونی فائل کو گھر سے لے کر نکلی تھی۔

پوری یونی اس کی آنکھوں کے سامنے گھومنے لگی۔ وہ کئی راتوں سے نہیں سوئی تھی۔ آنکھوں کے نیچے گہرے حلقے بن چکے تھے۔ سر میں ہلکا ہلکا درد رہنے لگا تھا اور آنکھوں کی پتلیاں کسی ایک چیز کو ذرا سی دیر دیکھتے رہنے کے بعد جھکنے لگتی تھیں۔ اس کا دماغ ماؤف سا ہو گیا۔ وہ جہاں کھڑی تھی وہاں سے اس نے دور دور تک نظریں دوڑائیں۔ فائل کہیں نہیں تھی۔ آنکھوں کو مسلتے سر کو تھامتے وہ ایک جگہ بیٹھ گئی اور سوچنے لگی کہ فائل کے ساتھ کیا ہوا۔ وہ کہاں گئی۔ سادھنا کو فون کیا۔ اس نے اس کا کمرا۔ پورا گھر دیکھ لیا لیکن فائل نہیں ملی۔ حتیٰ کہ وہ گھر سے بس اسٹاپ کے راستے تک بھی دیکھ آئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ٹپ ٹپ آنسو اس کی آنکھوں سے گرنے لگے۔ اسے لگنے لگا کہ اس کی تعلیم پر اس کی اپنی نحوست کا سایہ پڑا ہے۔۔۔ وہ بیٹھے بیٹھے دقیانوسی سی ہو گئی۔۔۔ آنکھوں کے آگے اس نے ہاتھ رکھ لیا کہ کوئی اسے دیکھ نہ سکے۔۔۔ بہت دنوں بعد اس کا دھاڑیں مارنے کو جی چاہ رہا تھا۔ اگر وہ ساتھ ساتھ جاب نہ کر رہی ہوتی تو اب تک اسائنمنٹ مکمل کر کے دے چکی ہوتی۔ زندگی اتنی مشکل ہو گئی تھی کہ اسے ٹھیک سے کھانا کھانے کا بھی وقت نہیں ملتا تھا۔ اسے ایسی زندگی کی عادت نہیں تھی۔ اس لیے بھی وہ توازن نہیں رکھ پا رہی تھی اور دوسرے اس میں ایک بری عادت تھی کہ وہ کام کو اگلے دن پر ٹالتی رہتی تھی۔ وہ چند گھنٹے اسائنمنٹ پر کام کرتی اور یہ سوچ کر کہ ڈیڈ لائن کے ختم ہونے میں ابھی دن ہیں اگلے دن پر کام چھوڑ دیتی۔۔۔ کرتے کرتے وہ ڈیڈ لائن کے آخری گھنٹوں تک آ گئی۔

وہ اپنی سستی کو لے کر رونے لگی کہ اگر وہ بھی باقی سب کی طرح دن رات ایک کر کے کسی بھی طرح کم سے کم دو دن پہلے اپنی اسائنمنٹ جمع کروا دیتی تو افراتفری میں یہ سب نہ ہوتا۔ اٹھ کر اس نے اس راستے کو بھی دیکھ لیا تھا جس پر سے چل کر وہ آئی تھی۔ اپنے آنسوؤں کو صاف کر کے وہ عالیان کے ڈپارٹمنٹ گئی۔

"کیا ہوا امرحہ؟" اس کی شکل دیکھتے ہی وہ حیران سا ہو گیا۔

"میری اسائنمنٹ نہیں مل رہی شاید میں بس میں بھول آئی ہوں۔"

"تو تم رو رہی ہو؟"

اس کے پھر سے آنسو نکل آئے "میں فیل ہو جاؤں گی نا۔۔۔ میں فیل ہونا نہیں چاہتی عالیان۔"

وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ "کس نے کہا تم فیل ہو جاؤ گی۔"

وہ آنسوؤں کے ریلے کو اپنی آنکھوں کے پیچھے دھکیلنے کی کوشش کرنے لگی۔ وہ اسے کیا بتاتی کہ یونیورسٹی کے پہلے دن ویلکم ویک پر دائم نے اس کو کن الفاظ میں ویلکم کیا تھا۔ دائم کا لیکچر سن کر اس نے خود سے وعدہ کیا تھا کہ وہ مثالی کامیابی حاصل کرے گی لیکن وہ کیا کر رہی تھی۔ اس نے مثالی محنت نہیں کی تھی۔ اس نے کاہلی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اسے اپنے آپ پر غصہ آ رہا تھا۔ اس کی بری عادتیں اب تک اس کے ساتھ تھیں۔

"تم چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایسے روتی کیوں ہو؟"

"یہ چھوٹی بات ہے؟" اس نے روتی روتی گلابی آنکھوں کو رگڑا۔

"یونیورسٹی میں کہیں بھول گئی ہو اپنی فائل؟"

اس نے نفی میں سر ہلایا اس کی آواز رندھ رہی تھی۔ اس لیے وہ کم سے کم بولنا چاہتی تھی۔ عالیان اسے ڈپارٹمنٹ سے باہر لے آیا اور سبزے پر لے کر بیٹھ گیا۔

"تمہاری فائل مل جائے گی امرحہ! پر مجھے تمہارے رونے پر دکھ ہو رہا ہے۔ تم اتنی کم ہمت ہو؟"

"ہاں میں بہت کم ہمت ہوں۔ میرے تم لوگوں جیسے مضبوط اعصاب نہیں ہیں۔"

"اور تمہیں فخر بھی ہے کہ تم ایسی ہو۔۔۔ میں یونیورسٹی آفس جا رہا ہوں تم یہیں بیٹھو۔ اگر کسی اسٹوڈنٹ کو وہ فائل ملی ہوگی تو اس نے آفس میں جمع کروا دی ہوگی۔"

"کوئی اسٹوڈنٹ میرے ساتھ ایسی نیکی کیوں کرے گا بھلا؟"

"کیونکہ وہ فائل اس کے کسی کام کی نہیں ہوگی اور اس کی تم سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہوگی۔" کہہ کر عالیان چلا گیا۔

اسے یقین تھا کہ فائل بس میں رہ گئی ہے اور بھلا ٹرانسپورٹ میں رہ جانے والی چیزیں بھی کبھی کسی کو ملی ہیں۔ اس نے دھواں دھار آواز کیے بغیر دل لگا کر رونا شروع کر دیا۔

عالیان واپس آ چکا تھا اور اس کے سر پر کھڑا خاموشی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں ٹرانسپورٹ آفس جا رہا ہوں۔۔۔ مجھے یقین ہے وہاں سے ضرور تمہاری فائل مل جائے گی۔"

امرحہ نے عالیان کو ایسے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو پاگل ہو نا تم۔۔۔

"اگر تم بس میں ہی بھولی ہو ضرور مل جائے گی۔ میرا یقین کرو۔"

"وہ کیوں میری فائل سنبھال کر رکھیں گے؟"

"یہ یونیورسٹی بس ہے امرحہ! اور یہ مانچسٹر جیسی یونیورسٹی رکھتا ہے۔ اکثر اسٹوڈنٹس تمہاری طرح اپنی بہت سی چیزیں سب ویز، ٹرام اور بسوں میں بھول جاتے ہیں۔۔۔ کیفے، ریسٹورنٹ اور سینما میں بھی۔ ان کی چیزیں ان تک پہنچ جاتی ہیں اکثر۔۔۔"

"میں نہیں مانتی کہ ایسا ہوتا ہوگا۔"

"ہاں! ایسا تب نہیں ہوتا جب ہم ان چیزوں کو ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کرتے۔۔۔ گم ہو جانے والی چیزیں ہمیشہ گم ہی رہتی ہیں، جب تک انہیں ڈھونڈنے کی کوشش نہ کی جائے۔۔۔ برا مت ماننا یہ تمہارا انڈیا نہیں ہے جہاں تم کچھ بس میں بھول جاؤ تو وہ تمہیں واپس نہ ملے۔۔۔"

"تمہیں اتنے تنفر سے میرے ملک کا ذکر نہیں کرنا چاہیے۔" امرحہ نے فائل کے گم ہو جانے کا غصہ اس پر اتارا۔

"میں نے تنفر سے ذکر نہیں کیا۔ میں حقیقت بتا رہا ہوں۔"

"مجھے نہیں جاننی کوئی حقیقت؟"

"جو لوگ تلخ حقیقتیں جاننے کی کوشش نہیں کرتے وہ انہیں بدلنے کی اہلیت بھی نہیں رکھتے۔"

"ٹھیک ہے۔ ساری اہلیت تم لوگوں کے پاس ہی ہے۔ ہم سب ناکارہ ہی ہیں۔۔۔ رہنے دو ہمیں ناکارہ ہی۔"

"میں نے کوئی ایسی بات نہیں کی کہ تم ایسے ناراض ہو۔"

"تم ایسی باتیں بھی نہیں کر رہے کہ میں خوش ہوں۔" وہ اٹھ کر چلی گئی۔

وہ دائم کے پاس جا رہی تھی۔

"میں کو ہم گھنٹے میں آتا ہوں امرحہ!" عالیان نے پیچھے سے آواز دی۔

وہ دائم کے پاس گئی۔ اس نے اسے ٹرانسپورٹ کے آفس جانے کے لیے کہا۔ ظاہر ہے۔ دائم تو جانے سے رہا۔ اسے ہی جانا تھا نا۔ اس میں تو اتنی ہمت نہیں تھی کہ یونیورسٹی کے مین گیٹ تک چلی جاتی۔۔۔

"اگر ٹرانسپورٹ کے آفس سے بھی نہ ملی؟" وہ اس خیال کو سوچ سوچ کر ہلکان ہو رہی تھی لیکن اپنی جگہ سے ہل نہیں رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ مین گیٹ سے بس اسٹاپ کی طرف جا رہی تھی تو اسے عالیان کی آواز سنائی دی۔ وہ رک کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ تیزی سے سائیکل چلاتا اس کے پاس آ رہا تھا۔ بری طرح سے ہانپ رہا تھا۔

"یہ لو ل گئی۔" اس نے فائل اس کے آگے کی۔ فائل کو ہاتھ میں لے کر بھی امرحہ کو جیسے یقین نہیں آیا۔

"کہاں سے ملی؟"

"ٹرانسپورٹ کے آفس سے۔۔۔ اگلی بار فائل پر اپنا نام، فون نمبر اور ایڈریس ضرور لکھنا۔۔۔ اگر تم نے پہلے سے ہی لکھا ہوتا تو تمہیں اب تک یہ مل چکی ہوتی۔" تیز سائیکل چلانے کی وجہ سے اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔

امرحہ اسے دیکھنے لگی۔ دائم کی طرح اس نے اسے نہیں کہا تھا کہ وہ جائے اور اپنا کام خود کرے۔۔۔ وہ گیا اور اس نے اس کا کام کر دیا۔

اس کا شکریہ ادا کر کے وہ فائل جمع کروانے چلی گئی۔ اس نے محسوس کیا کہ اس کا انداز ٹھیک نہیں تھا عالیان سے بات کرنے کا۔

جب ہم ہارے ہوئے، دکھی یا مایوس ہوتے ہیں تو ہم اتنے بد مزاج کیوں ہو جاتے ہیں۔۔۔ ہمارا سارا اخلاق کہاں رخصت ہو جاتا ہے۔۔۔ ہم روتے ہیں تو ہم اپنی سب ہنستے ہوؤں کو رلانا کیوں چاہتے ہیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

اسائنمنٹس جمع کروانے کے بعد امرحہ عالیان کو ڈھونڈتی رہی لیکن وہ اسے نہیں ملا۔ وہ جا چکا تھا۔ اس کا کام ہو گیا تو اسے اپنے رویے پر افسوس ہوا۔ اس کی قائل نہ تھی تو وہ ایسے ہی بد اخلاقی کا مظاہرہ کرتی رہتی؟

"یہ کمزور اعصاب کے مالک ہونے کی نشانی ہے۔ اور بلاشبہ یہ کوئی اچھی نشانی نہیں ہے۔"

☆ ☆ ☆

"عالیان سے ملاقات ہوتی ہے تمہاری؟" لیڈی مہر پوچھ رہی تھیں۔ وہ سب آتش دان کے پاس بیٹھے تھے۔ ویرا اسے اپنے ساتھ دی پرنٹ ورک لے کر جا رہی تھی۔ وہ تیار ہو کر بیٹھی تھی۔ ویرا تو تیار ہو رہی تھی۔

"جی ہوتی ہے۔"

"دوست ہے تمہارا۔ سب سے اچھا دوست نا۔ میرا بیٹا اچھا دوست بنتا ہے۔"

"نا۔ نہیں۔"

"وہ تو کہہ رہا تھا تم اس کی دوست ہو۔ سب سے اچھی دوست۔"

امرحہ سوچنے لگی کہ کیا وہ اس کا سب سے اچھا دوست ہے۔

"تمہارے بابا کیسے ہیں؟ ان کی شاپ سیٹ ہو گئی؟"

"جی۔ وہ جلد ہی آپ کا قرض واپس۔"

"بدھو ہے۔ قرض کی بات کون کر رہا ہے۔ تمہیں لگتا ہے میں نے اس لیے تمہارے بابا کا تم سے پوچھا ہے۔ مجھے لگتا ہے مجھے خاموش ہو جانا چاہیے۔"

امرحہ شرمندہ سی ہو کر انہیں دیکھنے لگی۔ چینل تبدیل کر کے انہوں نے چارلی چپلن کی مووی لگائی اور ایسے دیکھنے لگیں جیسے اسکول سے چھٹی نہ کروانے جانے پر بچے خفا ہو کر والدین کو دیکھتے ہیں۔

"اگر آپ ایسے ہی خفا رہیں تو میں ویرا کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

انہوں نے بھولے منہ سے اسے ناراضی سے دیکھا۔ "کبھی کبھی تم حد سے زیادہ بے وقوفی کر جاتی ہو۔"

"میں حد سے زیادہ بے وقوف ہوں۔"

"یہ کوئی قابل فخر بات نہیں ہے۔" ماں اور بیٹا دونوں ایک سی بات کرتے تھے۔

"جانتی ہوں۔"

"میں آگئی۔" ویرا نے نشست گاہ میں آ کر جتا کر کہا۔ دراصل خود کو دکھا کر کہا۔ اس نے ہلکے گلابی رنگ کی فراک پہنی تھی۔ اپنے لمبے بالوں کو ٹیل کی صورت باندھا تھا۔ ہلکا میک اپ کیا تھا اور خود کو اور پیارا بنا لیا تھا۔

"اسے کسی کلب نہ لے جانا۔" لیڈی مہر نے تاکید کی۔

"معلوم ہے مجھے ویسے بھی یہ کلب ہے۔"

"وہ تو تم بھی نہیں ہو۔"

"سب ہی جانتے ہیں۔ ایک یہ امرحہ ہی نہیں جانتی۔" ویرا کسی قدر چڑ گئی۔

"جانے گی بھی نہیں۔ اس کے باپ دادا کی روایات نہیں ہیں یہ۔"

"تو برائی کیا ہے اس میں۔؟"

"مجھے اس بحث میں نہیں پڑنا ویرا۔ تم جاؤ، فلم دیکھو اور گھر واپس آؤ۔"

اب ویرا کا یہ پہلے سے ارادہ تھا یا وہ صرف شرارت کر رہی تھی۔ وہ اسے کلب لے گئی۔ اس نے سٹی سینٹر میں واقع دی پرنٹ ورک کو کئی بار باہر سے دیکھا تھا، لیکن کبھی اندر نہیں گئی تھی۔ یونیورسٹی کے اسٹوڈنٹس کی پسندیدہ جگہوں میں سے ایک جگہ تھی۔ یہاں مختلف کیفے، بار، کلب، ریسٹورنٹ، جم اور اپنی طرز میں یکتا ایک سینما موجود تھا۔ ویرا اسی سینما میں اسے فلم دکھانے لا رہی تھی۔ دی پرنٹ ورک ایک چھوٹا سا فیسٹیول شہر لگتا۔ رنگا رنگ، چہل پہل اور مختلف ملکوں کے افراد کی بھیڑ سے سجا سنورا۔ "ہم سے ہے زمانہ" کا نعرہ لگاتا ہوا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

اندر جاتے تو لگتا باہر کوئی اور دنیا ہے ہی نہیں۔ باہر آتے تو لگتا دنیا تو ساری اندر تھی۔ پہلے ویرا اسے لے کر گھومتی رہی۔

"یہ جو دو گورے سامنے کھڑے ہیں انہیں دیکھ کر بتاؤ کس قومیت کے ہیں؟" ویرا نے دو گورے چٹے لڑکوں کی طرف اشارہ کرکے اس سے پوچھا یونی میں بھی اکثر پوچھتی رہتی تھی۔

"دونوں انگریز ہیں۔" اس بار اسے یقین تھا اس کا جواب ٹھیک ہوگا۔

ویرا نے قہقہہ لگایا۔ "دونوں انگریز کیسے ہوئے؟"

"کیونکہ دونوں گورے ہیں اور۔۔۔" وہ ایک اور وجہ ڈھونڈ رہی تھی کہ ویرا کا ایک اور بلند بانگ قہقہہ جھنگ کرتی گزر گھڑی کی شان بنا۔

"ایک امریکی ہے اور دوسرا آئرش۔۔۔ تم پھر سے غلط ہو۔"

"تمہیں کیسے پتا؟"

"پتا چل جاتا ہے۔۔۔ تمہیں لگتا تو معلوم ہے نا آئرش کسے کہتے ہیں؟"

امرحہ نے ہاں میں سر ہلا دیا' جبکہ وہ نہیں جانتی تھی۔ وہ اسے کیا بتاتی کہ اس کے یہاں سب گورے رنگ والوں کو انگریز ہی جانا اور کہا جاتا ہے۔ اب بھلے سے وہ کینیڈا کا ہو یا فرانس کا۔۔۔ مانچسٹر میں رہ کر اسے یہ اندازہ تو ہو چکا تھا کہ وہاں قومیت کا حوصلہ دے کر کافی بات کی جاتی ہے۔ بلکہ بات ہی قومیت سے شروع کی جاتی ہے۔

"فلاں امریکی کا کافی کیفے۔"

"فلاں عربی کی فلافل شاپ۔"

"فلاں جرمن سر کا لیکچر۔"

اسے کوفت ہوتی تھی' جب اس شخص کا نام بعد میں لیا جاتا اور قومیت پہلے۔ ویرا اپنے کلاس فیلوز کا ذکر کرتی تو ان کی قومیت سے شروع کرتی اور جب اسے ویرا کو کوئی بات جتانی ہوتی تو وہ کہتی۔

"فلاں جس کے بال لمبے ہیں۔۔۔ پتلا سا لمبا سا۔۔۔ وہ جس کی گہری سبز آنکھیں ہیں۔۔۔ مشکل سا نام ہے تمہارے ہی ڈیپارٹمنٹ کا ہے' بالوں کی پونی بناتا ہے۔"

تو ان سارے معاملات میں ویرا اس کی ایک اچھی استاد تھی اور وہ خود بھی ویرا سے متاثر سی رہتی تھی۔

چلتے چلتے ویرا ایک شیشے کے سامنے رکھے ایک بڑے سے کارٹون کے پاس کھڑی ہو گئی' جو زبان باہر نکال کر آنے جانے والوں کو چڑا رہا تھا۔ اس جن جیسی ہی ویرا بھی زبان نکال کر اس کے ساتھ کھڑی ہو گئی۔

"کلک کرو امرحہ۔" (میری تصویر بناؤ۔)

امرحہ نے بے طرح ہنستے اس کی تصویریں بنا دیں۔ پھر ویرا نے ٹھیک ویسے ہی امرحہ کو کھڑے ہونے کے لیے کہا۔

امرحہ نے خود کو ویرا سے بہت بچانا چاہا' لیکن اس نے اسے اس جن کے ساتھ کھڑا کر دیا تو زبان باہر نکالنے کو کہا۔ جہاں انہیں یہ سب کرتے کوئی نہیں دیکھ رہا تھا۔ لیکن امرحہ کو لگتا تھا سب اسے ہی دیکھ رہے ہیں۔ سب اپنے آپ میں مگن تھے' دیکھنے کا رواج وہاں نہیں تھا۔ زیادہ سے زیادہ ایک سرسری نظر ڈال لیتے۔

اسی جن کے پاس کھڑے ہو کر ویرا نے دو انگلیوں کو زبان کے نیچے دے کر سیٹی بجائی' سر سے اوپر ہاتھ لے جا کر تالی بجائی اور بائیں ہاتھ کو ہونٹوں کے کنارے رکھ کر اوے۔۔۔ اوے۔۔۔ "کی بن مانس جیسی آواز بڑے شوق اور خالص جنگلی انداز سے نکالی۔

"یہ کیا کر رہی ہو؟"

"یہ پرنٹ ورک میں آنے کا اعلان ہے۔۔۔ میں یہاں ایسے ہی انٹری دیتی ہوں۔" وہ ایسے انٹری دے سکتی تھی' وہ ویرا تھی نا۔

"تم جنگلی ہو۔"

"کبھی کسی روسی کو جنگلی نہ کہنا۔ ہم بوند بوند زندگی سے بھرے' زندہ دلی کے کرسٹل ہیں' زندگی کا سورج ہم میں سے ہو کر رنگوں کو چمک دمک دیتا ہے۔ ہم موت سی برف میں دلکش سرسبز چراگاہوں کے قہقہے لگاتے ہیں۔ یہ صرف ہم ہی کر سکتے ہیں۔ ہم جنگلی کیسے ہوئے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"ہم بوند بوند پانی سے بنے زندہ دلی کے کرسٹل ہیں۔"

امرحہ نے زیر لب اس قوت بخش جملے کو دہرایا اور وہ کھل کر مسکرانے لگی۔

ویرا کی باتیں ایسی ہی ہوتی تھیں۔ ان میں سے احساس کمتری جھلکتی تھی' نہ ہی مایوسی۔ وہ جو کچھ اس انداز سے چلتی پھرتی' مسکراتی اور باتیں کرتی تھی جیسے دنیا اس کے استقبال کے لیے تیار کھڑی ہے اور اگر یہ دنیا اسے خوش آمدید کہنے پر آمادہ نہیں ہے تو وہ بہرحال اس کی پروا کرنے والی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اپنی الگ دنیا تخلیق کرنے کا وصف جانتی تھی۔

پرنٹ ورک کا ایک راؤنڈ لینے کے بعد وہ اسے ہارٹ راک کیفے لے آئی۔ جس کی بیرونی دیوار کے باہر ایک بڑا سا گٹار لٹکا سرخ و سفید روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔ "یہ کیفے ہے؟"

ویرا گڑبڑا گئی۔ "ہاں کیفے بھی ہے اندر۔ اور بھی بہت کچھ ہے۔ تم پہلے کبھی ہارٹ راک نہیں گئیں۔"

"میں اس کا نام پہلی بار سن رہی ہوں۔"

"تمہارے ملک میں نہیں ہے یہ۔"

"یہ کیا ہر ملک میں ہے۔"

"دنیا کا کون سا ایسا بدنصیب ملک ہوگا جو ہارٹ راک سے محروم ہوگا۔"

"ہے کیا اس میں؟"

"آجاؤ اندر۔" ویرا اسے اپنے ساتھ لے آئی۔

دیواروں پر جابجا گٹار لٹک رہے تھے۔ کچھ پرانے فیشن کے کاؤبوائے ہیٹ بھی دیواروں پر آویزاں تھے۔ کیفے کی سجاوٹ دیکھنے لائق تھی۔ اندر جاتے ہی اسے کئی جانے پہچانے یونیورسٹی کے چہرے نظر آئے۔ پھر اسے اپنی یونی کے اسٹوڈنٹس کا ہجوم نظر آیا۔ ان سارے کیفیز اور بارز میں اسٹوڈنٹس کو رعایتی قیمت پر ڈرنکس اور کھانے ملتے ہیں۔

ویرا اسے بارٹینڈر کے پاس بٹھا کر ضروری کام کا کہہ کر چلی گئی۔ جاتے جاتے وہ اس کے لیے ایک سوفٹ ڈرنک کا آرڈر دے گئی تھی۔ بارٹینڈر نے اسے ڈرنک دے دی اور کاک ٹیل بنانے لگا۔ اس کے دونوں بازوؤں پر کہنیوں سے اوپر تک ٹیٹو کھدے تھے۔ دائیں بازو پر گھنی جھاڑیوں میں سے ایک خونخوار بھیڑیا دانت نکوسے آنکھیں چمکائے شکار پر جست لگانے کی تیاری کر رہا تھا اور بائیں بازو پر وہی بھیڑیا اپنے شکار کی گردن دبوچے غرا رہا تھا۔

"اس کا شکار ایک انسانی کھوپڑی تھا۔"

امرحہ نے کراہیت سے اپنی نظریں پھیریں۔ کاک ٹیل بناتے اس نے ترچھی نظروں سے امرحہ کو دیکھا اور زیر لب ہنسنے لگا۔

"تمہیں یہ پسند آیا؟" اس نے بھیڑیے کی طرف اشارہ کیا۔

امرحہ نے منہ بنایا "بالکل نہیں' زہر لگ رہے ہیں۔"

اتنی صاف گوئی کی شاید اسے توقع نہیں تھی۔ اس نے خود کو کام میں مصروف کرنا چاہا اور زیر لب بڑبڑانے لگا۔

ٹھیک دس منٹ بعد ڈی جے نے فل والیوم میں ڈسک لگا دی۔ پہلے صرف ہلکا ہلکا میوزک بج رہا تھا۔ باہر شام گہری ہو رہی تھی۔ ہارٹ راک کے کونے کھدروں میں سے ہاؤ ہو کرتا ہجوم ڈی جے کے آگے جمع ہونے لگا۔ ڈسکو لائٹس تیزی سے حرکت کرنے لگیں۔ امرحہ گھبرا گئی۔ اس نے آس پاس دیکھا۔ وہ اندازہ کر سکتی تھی کہ اصل میں یہ کون سی جگہ ہے۔ وہ سیڑھیاں اتر کر اور دو' تین راہداریاں پار کر کے یہاں تک آئی تھی۔

وہ جلدی سے اٹھی اور اپنی دانست میں راہداریاں پار کر کے سیڑھیاں اتر کر بار سے باہر آگئی۔ لیکن وہ دراصل ہارٹ راک کے ہی ایک دوسرے حصے میں آ نکلی تھی جہاں جوا کھیلا جا رہا تھا اور جہاں جوئے کی بڑی بڑی مشین رکھی تھیں۔ وہ اور حواس باختہ سی ہو گئی۔ دادا کو اگر یہ سب معلوم ہو جائے تو اسے لینے خود مانچسٹر آجائیں۔ وہ واپس اس جگہ آئی جہاں ویرا اسے چھوڑ کر گئی تھی۔ لیکن ویرا ابھی تک نہیں آئی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"میں آپ کی کچھ مدد کر سکتا ہوں۔" بار ٹینڈر نے بہت شرافت سے مسکرا کر امرحہ سے پوچھا۔

"مجھے باہر جانا ہے۔ کس طرف سے جاتا ہے؟"

"فرنٹ ڈور تو بند ہو چکا ہے' تمہیں بیک ڈور سے جانا ہو گا۔"

"بیک ڈور کہاں ہے؟" اسے کیا معلوم تھا کہ ان ہارٹ راک میں کیا اصول و ضوابط تھے آنے جانے کے اور کہاں ان کے بیک ڈورز تھے۔

ہاتھوں کو تیزی سے نچا کر اس نے اسے بتایا کہ پچھلا دروازہ کس طرف ہے۔ امرحہ کو ان بھیڑیے نما ہاتھوں کی حرکات کی قطعاً" سمجھ نہیں آئی۔ ڈی جے ساؤنڈ بدل چکا تھا۔ اس نے جانوروں کے چنگھاڑنے کی آوازوں کو ماڈرن ہپ ہاپ میوزک کے ساتھ مکس کر کے فل والیوم کر دیا تھا۔

امرحہ کے رنگ تیزی سے بدلنے لگے۔

تیزی سے کاک ٹیل بناتے

"We Love to Serre" کی ٹی شرٹ پہنے اس نے امرحہ کی طرف دیکھا۔

"آؤ میرے ساتھ۔" اس نے خود سے ہی کہا۔ امرحہ کو اسے پہلی نظر میں ہی ناپسند کر چکی تھی' لیکن اس کے ساتھ جانے سے خود کو روک نہ سکی۔ ڈی جے کامیابی سے وہ میوزک بجا رہا تھا جو سب کو جانوروں کی طرح چنگھاڑنے پر مجبور کر رہا تھا۔

وہ آگے چلنے لگا۔ وہ اس کے ساتھ تھوڑا فاصلہ رکھ کر پیچھے چلنے لگی۔ تین' چار راہداریاں چل کر دو' تین بار سیڑھیاں اتر کر اس نے ایک دروازہ کھول کر کہا۔

"یہ ہے بیک ڈور' تم یہاں سے جا سکتی ہو۔"

"شکریہ۔" وہ تیزی سے آگے بڑھی اور دروازے کے پار ہو گئی۔

لیکن وہ تو۔۔۔ وہ تو باہر کا راستہ ہی نہیں تھا۔ فوری شاک کے زیر اثر آنے سے پہلے اس نے دیکھا کہ وہ ایک چھوٹا سا کم روشنی والا کمرہ ہے جو مختلف چیزوں سے اٹا پڑا تھا۔ اس کے پیروں کے پاس بہت سی خالی بوتلیں پڑی تھیں اور وہاں دو قدم کھڑے ہونے کے علاوہ کوئی جگہ نہیں تھی۔ بدبو کے بھبکے تھے جو دم گھونٹ رہے تھے۔

دروازہ دھڑ سے بند ہوا۔ پھر فوری لاک ہوا اور چلا کر اس نے جو اسے باہر کا راستہ دکھلانے لایا تھا کہا۔

"اب یہاں کئی بھیڑیے آئیں گے تمہاری گردن دبوچنے۔"

دور اوپر ڈی جے نے انسانی خود ساختہ چیخوں کے ساتھ ایک دوسرے میوزک کو مکس کر کے چلایا۔ فل والیوم سے۔۔۔ ہارٹ راک کیفے کا کلب یار اپنے عروج پر آ گیا۔ امرحہ کی چیخ اس عروج میں ڈوب گئی۔

اگر کوئی اس وقت اس کی شکل دیکھ لیتا تو جان جاتا کہ موت سے بھی زیادہ وحشت ناک اگر کوئی چیز کی تو وہ اس وقت اس کی شکل پر چھائے خوف کے علاوہ کوئی اور نہیں تھی۔ اندھیرے کا ریلا اس کی آنکھوں میں گھستا چلا گیا۔ اسے نظر آنا بند ہو گیا تیز چیخوں کی آواز اس کے دونوں کانوں سے سر کے اندر گھس کر درد ناک انداز سے گونجنے لگی۔۔۔ وہ جہاں کی تہاں رہ گئی۔

جس کھوپڑی کو بار ٹینڈر کے بازو پر بنے بھیڑیے نے منہ میں دبوچ رکھا تھا۔ وہ وہی کھوپڑی بن گئی۔ مرحومہ۔۔۔ شکار کی گئی۔۔۔ شکار ہو چکی۔

اس نے سر کو جھٹکا دیا۔ اسے کچھ نظر کیوں نہیں آ رہا تھا۔ دماغ سوچ کیوں نہیں رہا تھا۔ اس نے سر کو مسلسل دو' تین جھٹکے دیے۔ اسے دھندلا دھندلا نظر آنے لگا تھا۔ سر کو جھٹکے دینے سے اس کے سر میں ٹیس سی اٹھی اور وہ دیوار کا سہارا لے کر بیٹھتے ' لڑکھڑاتی ہوئی بوتلوں کے ڈھیر پر بیٹھ گئی۔ ٹھنڈ میں بھی وہ پسینے سے بھیگ چکی تھی۔ اتنی سی دیر میں ہی۔

اس کا ہاتھ کراس بیگ پر لگا۔ اس کا بیگ اس کے ساتھ تھا۔ اس کے پاس فون تھا۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے فون نکالا۔

وہ ویرا کو فون کرنے لگی۔ بیل جا رہی تھی۔ بیل جاتی رہی' لیکن اس نے فون نہیں اٹھایا۔ اس نے میسج لکھنے کی کوشش کی۔ لیکن اس کی انگلیوں کی کپکپاہٹ نے اسے ایسا نہیں کرنے دیا۔۔۔ وہ سادھنا کو

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

فون نہیں کرنا چاہتی تھی۔ پولیس کو تو ہرگز نہیں۔ ان کے علاوہ اس کے پاس صرف چند اور دوسرے لوگوں کے نمبرز تھے۔ وہ اپنی فون بک چیک کرنے لگی اور عالیان پر آکر رک گئی۔

وہ ایک کلب کے کسی تہ خانے میں بند کردی گئی تھی اور خوف سے کانپ رہی تھی۔ فون کال کے بٹن کو پش کرنے کے لیے اس نے اپنے جسم کی تھرتھراہٹ کو قابو میں کیا۔

"ہیلو عالیان۔ میں۔ امرحہ۔ مجھے کسی نے یہاں بند کردیا ہے۔" اپنے رونے پر قابو پاتے اس نے بہت دیر لگا کر جملہ مکمل کیا۔

"ٹھیک ہے' تم ابھی وہیں رہو بے بی۔ کونے میں خالی بوتلوں کے کریٹس کے پیچھے ڈنڈا رکھا ہے۔ تم اسے لے سکتی ہو۔ پولیس کو فون کرنے کی حماقت ہرگز نہ کرنا' ورنہ تمہاری ڈیڈ باڈی بھی ان کے ہاتھ نہیں آئے گی۔"

امرحہ کے ہاتھ سے فون گر گیا اور اس کی بیٹری نکل کر دور جا گری۔ عالیان کے فون پر۔ باریک اعصاب نچوڑ دینے والی خوف کی لہر نے اس کے وجود کا احاطہ کیا۔ اب اس کے پاس ایک ہی حل تھا کہ وہ پولیس کو فون کرے۔ عالیان' ویرا اور وہ لڑکا کون تھے۔ اس سوال کے بارے میں سوچتے ہی اس کی جان پیروں کی انگلیوں میں آنے لگتی تھی۔ ویرا اسے بہانے سے لائی تھی' پر کیوں۔ اسے بند کرنے کے لیے۔ وہ اس کے ساتھ کیا کرنا چاہتے تھے اور عالیان۔ یہ سب کیا تھا۔

کپکپاتے ہاتھوں سے اس نے بیٹری کو فون میں ڈالا اور فون ہاتھ میں لے کر بیٹھ گئی۔ اگر پولیس آئے گی۔ اس کلب میں سے اسے برآمد کرے گی تو یہ خبر اخبارات تک بھی جائے گی۔ یونیورسٹی کے ایک ایک اسٹوڈنٹ کو معلوم ہوجائے گا۔ وہ تماشا بن جائے گی۔

فون کو ہاتھ میں پکڑ کر گھٹنوں کو جوڑ کر وہ رونے لگی۔ مانچسٹر میں پہلی بار پوری شدت سے۔ روتی رہی۔ روتی رہی۔ اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ پولیس کو فون کرے اور بعد کا سوچ کر روتی رہی تھی۔ ایسے پردیس میں۔ کسی کلب میں بند کیے جانے پر۔ اپنی کم عقلی پر۔ اتنی دور پردیس میں پڑھنے والی اب تک باہر جانے کے۔ اندر گئے کے راستے ہی ٹھیک سے یاد نہیں کرسکی۔

گھر سے باہر نکلنے کے لیے صرف وہ جوتے ہی ضروری نہیں ہوتے جو پہن کر باہر جایا جاتا ہے۔ وہ ہوش مندی اور پھرتی بھی ضروری ہوتی ہے جو گرنے نہ دے۔ چوٹ تو ہرگز نہ لگنے دے۔ اس اسٹور میں پھیلی بدبو اسے پاگل کیے دے رہی تھی۔ ڈی جے کے میوزک پلے کرنے پر وہ اتنا گھبرا گئی تھی۔ اس نے اس گھبراہٹ پر قابو کیوں نہ پالیا۔ ایسا بھی ہوتا ہے کیا کہ پردیس میں تعلیم کی غرض سے آئی لڑکی ایسے گھبرائی اور بوکھلائی پھرے۔

"اے خدا میری مدد کر کسی کو بھیج میرے لیے۔"

وہ دعا کررہی تھی' ساتھ ساتھ ویرا کو فون کررہی تھی کہ ایک دم سے دروازہ کھلا۔ اور سامنے خدا کی بھیجی مدد کھڑی تھی۔ "عالیان"

"امرحہ!" اس نے ابھی یہ کہا ہی تھا کہ وہ دھکا مار کر اسے پیچھے ہٹاتی تیزی سے بھاگ کر اوپر آئی۔ کاؤنٹر کے پیچھے کھڑے مسکراتے ہوئے اس منحوس انسان کو اس نے تیزی سے جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ لوگوں کے ساتھ ٹکراتی گرتی پڑتی بار سے باہر نکلی۔

"امرحہ! بات سنو" عالیان تیزی سے اس کے پیچھے بھاگتا ہوا آرہا تھا۔ اسے آوازیں دے رہا تھا۔ لیکن وہ رکی نہیں کیوں رکتی۔

"کہاں جارہی ہو؟ میری بات سنو۔"

اس نے ایک دم سے لپک کر اس کا بازو تھام لیا۔ امرحہ پر جیسے کسی نے جلتا ہوا تیل انڈیل دیا۔ اس نے اپنے بازو کو جھٹکے سے اس سے چھڑوا کر اس کے منہ پر ایک تھپڑ دے مارا۔ "ڈی پرنٹ ورک کی مصروف ترین راہ گزر پر کھڑے ہو کر بلکہ سے کم پچاس یونیورسٹی اسٹوڈنٹس کو گواہ بنا کر تم تینوں نے مل کر مجھ سے جو گھٹیا مذاق کیا ہے یہ اس کے لیے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

اس نے تھپڑ کی طرف اشارہ کیا اور اسے گھورتی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ سڑک پر آکر اپنے لیے ٹیکسی دیکھنے لگی۔ غصے سے اس کا خون کھول رہا تھا۔ دکھ سے اس کی آنکھیں دھواں دھواں ہو رہی تھیں۔ ویرا' عالیان کی کلاس فیلو تھی اور وہ تیسرا بھی ان کا کوئی کلاس فیلو ہوگا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ یہ سب کیوں کیا گیا۔ اسے یہ معلوم تھا کہ اس کے ساتھ کر دیا گیا۔ بس۔

اس نے ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھنے ہی لگی تھی کہ عالیان نے اپنے پیر کو ٹیکسی کے دروازے میں پھنسا لیا۔

"میری بات سن کر جاؤ امرحہ!" اس نے تحمل سے کہا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

امرحہ نے منہ پھیر لیا اور سختی سے اس کے پیر کو پرے کر کے دروازہ بند کر دیا اور ڈرائیور کو چلنے کے لیے کہا۔

وہ گھر پہنچی تو عالیان پہلے سے ہی دروازے پر موجود تھا۔

"میری بات سن لو امرحہ۔ شور مت کرو۔ لیڈی مہر سنیں گی تو انہیں دکھ ہوگا۔"

"ہاں ہوگا دکھ انہیں کہ ان کے بیٹے نے کیا شاندار حرکت کی ہے۔"

"انہیں دکھ ہوگا کہ تم نے مجھے تھپڑ مارا۔ ساری دنیا بھی گواہ بن کر آجائے گی تو وہ کبھی یہ نہیں مانیں گی کہ میں نے کچھ برا کیا ہے۔"

"اچھا ڈھول جھونک رہے ہو' پھر ان کی آنکھوں میں۔" اسے پرے دھکیلتی وہ اندر جانے لگی۔ وہ ان میں سے کسی کی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔

"انسان زندگی میں اس وقت زیادہ تکلیف اٹھاتا ہے جب وہ حقیقت جانے بغیر خود کو اندھا کر لیتا ہے۔ اور اپنے اس اندھے پن کا علاج بھی نہیں کروانا چاہتا۔"

عالیان اپنے چوڑے مضبوط جسم سے اس کا راستہ روکے کھڑا تھا۔ اس کا انداز ایسا تھا کہ وہ ایک لمبے عرصے تک ایسے کھڑا رہ سکتا ہے۔

"کیا کرنا چاہتے ہو مجھ سے اب؟" وہ چلائی۔

"وہ کارل تھا۔ تمہیں کیسے بتاؤں میرا دوست بھی ہے اور دشمن بھی۔ وہ جانتا ہے تم میری دوست ہو۔ اسٹوڈنٹ پارٹی میں وہ بھی تھا۔ مجھے یہ نہیں معلوم کہ اس نے تمہیں بند کیوں کیا۔ وہ کچن میں میرے پاس آیا اور میرا فون مانگا اور دو منٹ بعد اس نے مجھے بتایا کہ اس نے تمہیں اسٹور میں لاک کیا ہے۔ اس سے تفصیل جانے بغیر میں جلدی سے تمہارے پاس آیا' کیونکہ میں جانتا تھا تم کتنی جلدی پریشان ہو جاتی ہو۔ اس سب میں میرا قصور کہاں ہے امرحہ؟"

امرحہ کے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ "تم لوگ کس قدر ظالم ہو۔ کس طرح کی شرارتیں کرتے ہو۔ کیسے لمحوں میں مذاق بنا کر دکھ دیتے ہو۔ جان نکال لیتے ہو۔ یہ سب ایسے کرتے ذرا نہیں جھجکتے۔"

"میں ظالم نہیں ہوں امرحہ۔ تم مجھے ایک اور تھپڑ مار سکتی ہو' لیکن تم ایسے روؤ نہیں۔ میں کارل سے نپٹ لوں گا۔"

امرحہ نے بیگ سے چابی نکال کر دروازہ کھولا اور ہتھیلی کی پشت سے آنکھیں صاف کرتی اندر چلی گئی۔

عالیان باہر ہی کھڑا رہ گیا۔ جب ٹھیک دو گھنٹے بعد امرحہ کے کمرے کی بتی گل ہوئی تو وہ چلا گیا۔ وہ کارل کے پاس جا رہا تھا اسے ایک گھونسا مارنے۔

☼ ☼ ☼

ہارٹ راک کیفے کے ڈانسنگ فلور پر جب میوزک اپنے عروج پر تھا اور سب ڈانس کرتے کرتے پاگل سے ہو رہے تھے۔ اس وقت جا کر اس نے کارل نامی لڑکے کے منہ پر زوردار گھونسا مارا۔ وہ لڑکھڑا کر گرا اور چیختے ہوئے اٹھ کھڑا ہو گیا۔

"اس نے میرے ڈیڈیز کو برا کہا تھا۔" کارل نے اپنے ٹینو کی طرف اشارہ کیا۔

"اس سے دور رہنا کارل۔" عالیان کی آنکھیں اور سرخ ہو گئیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"تمہاری گرل فرینڈ ہے وہ۔" وہ مسکرا رہا تھا۔
"میں سب یہیں ختم کرتا ہوں۔ بس بہت ہوا۔"
"کیا ختم کرتے ہو۔"
"جو کچھ بھی سالوں سے ہمارے درمیان چلتا آرہا ہے۔ ہمیں یہ بچگانہ کھیل اب بند کردینا چاہیے۔"
"ایک دم سے تمہارا موڈ کیسے بدل گیا۔ ؟اس لڑکی کے لیے۔"
"وہ میری دوست ہے۔"
"دوستیں تو تمہاری اور بھی بہت ہیں۔ یہ کون سی دوست ہے' جس کے لیے تم نے مجھے گھونسا مارا ہے۔"
"وہ مشرق سے آئی ہے۔ اسے ہمارے یہاں کے ماحول کی عادت نہیں ہے۔ وہ ڈر جاتی ہے۔"
"واؤ۔ اسٹوڈنٹ پارٹی میں اسے ڈرتے میں نے بھی دیکھا تھا۔ کمال کا ڈرتی ہے وہ۔ بہت مزا آتا ہے اسے ڈرانے میں۔ جب میں دروازہ بند کررہا تھا تو اس کی شکل دیکھنے لائق تھی۔ ویسے تم کب سے مشرق کو سمجھنے لگے ہو؟"
اسے وہیں چھوڑ کر عالیان واپس کچن میں گیا۔ وہ کچن کا ہیڈ تھا۔ امرحہ کے پیچھے گھر تک جاتے ہوئے اس نے اپنے مینیجر کو فون کرکے بتا دیا تھا کہ وہ ضروری کام سے جارہا ہے' ایک دو گھنٹے میں واپس آجائے گا۔
کارل بھی اسی سینٹر میں رہا تھا۔ جس میں عالیان نے پرورش پائی تھی۔ وہ اچھے دوست بھی تھے اور اچھے دشمن بھی۔ ابتدا کارل نے کی تھی۔ اس نے سینٹر میں موجود ایک دوسرے لڑکے کے سوتے میں ہاتھ پاؤں باندھ دیے تھے اور منہ پر کپڑا لپیٹ دیا تھا۔ لڑکا بے ہوش ہوگیا تھا۔ جب اس سلسلے کی تفتیش کی گئی تو کارل نے معصومیت سے ہاتھ عالیان کی طرف اٹھا کر کہا۔
"اس نے۔ میں نے خود اسے یہ کرتے دیکھا تھا۔"
عالیان اس کا منہ دیکھتا رہ گیا اور سزا کے طور پر اسے پورا ایک مہینہ ایک وقت کا کھانا' ملتا رہا۔
پھر عالیان نے کارل کے ذمے جو لانڈری ہوا کرتی تھی۔ اس میں کافی کا گاڑھا محلول' سیاہی' اور ببل گم چبا کر ڈال دی۔ مشین سے نکلنے کے بعد کپڑے ناقابل استعمال کی عملی شکل اختیار کرچکے تھے۔ اسے مزید کچھ بھی کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی تھی۔ سب جانتے تھے کارل ہر وقت ببل کھایا کرتا ہے۔
عالیان نے یہ بدلہ ٹھیک آٹھ ماہ بعد لیا تھا۔ سو کارل کہاں جسے پورا ایک ہفتہ بنا بستر کے زمین پر سونے کی سزا ملی تھی گیا اور اسے کہا۔
"حساب برابر ہوگیا نا کارل۔"
کارل نے پوری بتیسی نکال کر دکھا دی۔
"بالکل۔"
"اور یہ حساب برابر ہوگیا نا؟" وہ ہر چھ' سات مہینے بعد ایک دوسرے کو کہتے۔ ایک دوسرے کی تاک میں رہتے۔ اسکول سے کالج اور کالج سے یونیورسٹی یہ سلسلہ ٹوٹ ٹوٹ کر چلتا رہا۔
عالیان نے اس کا بریک اپ کروا دیا تھا ایلش سے۔ ایلش سے مختلف ملاقاتوں کے دوران وہ اسے بتاتا رہتا کہ کارل کبھی کبھی اتنا جنونی ہوجاتا ہے کہ اپنے کپڑے تک پھاڑ لیتا ہے۔ صابن کھانے لگتا ہے۔ شیمپو پینے لگتا ہے۔ اپنے سارے جوتوں کو بیڈ پر بچھا لیتا ہے اور ان پر سوتا ہے اور تولیہ اور پھندا ڈال کر کم سے کم پانچ منٹ تک لٹکا رہتا ہے' کہتا ہے موت کا مزا لے رہا ہوں۔
ایلش کی شکل دیکھنے لائق ہوتی۔ وہ جانتی تھی عالیان اور کارل ایک ہی جگہ رہے ہیں' "تو اب عالیان سے زیادہ بہتر کارل کو اور کون جان سکتا ہے بھلا۔ وہ کیسا جنونی ہے یہ عالیان سے زیادہ کون جان سکتا ہے۔
دونوں میں بریک اپ ہوگیا۔
"وہ مجھے واقعی اچھی لگتی تھی۔" کارل نے اس کے روم میں آکر صرف اتنا کہا۔ وہ خوفناک حد تک سنجیدہ تھا۔
"تمہیں سارہ بھی اچھی لگتی تھی۔" عالیان نے کندھے اچکائے۔ "ویسے کیا تم چاہتے ہو کہ میں ایلش کے پاس جاؤں اور اس سے یہ کہوں کہ جو میں نے کہا وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

سب جھوٹ تھا۔"

"ایک اچھا کھلاڑی کبھی ایسی فاش غلطی نہیں کرے گا۔ وہ کبھی منت اور درخواست نہیں کرے گا۔ وہ صرف توجہ سے اپنا کھیل کھیلے گا۔"

"اگر تم میری پروجیکٹ فائل مجھے واپس کردو تو میں النش کے پاس جاسکتا ہوں۔"

"میں نے کہا نا ایک اچھا کھلاڑی کبھی منت نہیں کرتا۔"

وہ کمرے کی چوکھٹ سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ وہ ہفتے پہلے وہ اس کی ایک اہم فائل لے اڑا تھا جو اس نے کئی مہینوں کی انتھک محنت کے بعد تیار کی تھی۔ بزنس مشاورت کو لے کر یہ ایک چھوٹی سی کتاب تھی۔ جس کے لیے اس نے پبلشر سے بھی بات کرلی تھی۔ یہ کام اس نے بہت چھپا کر کیا تھا۔ لیکن کارل اپنے مقصد میں کامیاب ہوچکا تھا۔ اس نے پہلے کمرے سے اس کی فائل غائب کی۔ پھر لیپ ٹاپ کا پاس ورڈ توڑ کر کمپیوٹر کو کرپٹ کیا اور اس میں وائرس چھوڑ دیا کہ لیپ ٹاپ ٹھیک ہونے کے بعد بھی اس کی مرد فائلوں کو ری کور نہ کیا جاسکے۔

ایک بڑا کھلاڑی ہونے کی حیثیت سے عالیان نے اس کی کافی منت کی کہ وہ اسے اس کی فائل دے دے۔ لیکن اس نے نہیں دی۔ بدلے میں اسے النش کو بھڑکانا پڑا۔ وہ جانتا تھا۔ کارل النش کو بہت پسند کرتا ہے اور اس کے ساتھ فیوچر پلاننگ کررہا ہے۔ اس نے النش کے دماغ میں اسے لے کر کافی کچھ ڈال دیا تھا۔

اس سے بھی بڑھ کر اس نے یہ کیا کہ اپنے قیمتی وقت میں سے وقت نکال کر النش کو دینا شروع کردیا۔ ایک جنونی کے مقابلے میں اسے عالیان جیسا لائق فائق لڑکا زیادہ اچھا لگا۔ ایک ہی ہفتے میں دو، چند دعبار لڑ کر دونوں الگ ہوگئے اور ظاہر ہے کارل جانتا تھا یہ سب کیوں ہوا، کس نے کیا۔

کارل کمرے سے چلا گیا اور ٹھیک پانچ منٹ بعد واپس آیا اور کہا۔

"ذرا اپنے کمرے کی کھڑکی سے باہر دیکھو۔"

عالیان نے اس کے ہاتھ کے اشارے کی سمت دیکھا۔ Withworth پارک۔ (اسٹوڈنٹس کی رہائش گاہ) کے گراؤنڈ میں کوئی چیز جل رہی تھی۔ آگ کے شعلے اٹھ رہے تھے اس میں سے۔

وہ عالیان کی مستقبل قریب میں آنے والی کتاب تھی، جواب آگ کے حوالے تھی۔

عالیان نے لب سختی سے بھینچ لیے۔

"پہلے میں اس مسودے کو اپنے نام سے چھپوانے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ لیکن ابھی کھڑے کھڑے میں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ چند ہزار پونڈز کا نقصان کچھ زیادہ تو نہیں ہے۔" کارل کہہ کر چلا گیا۔

کارل ہمیشہ اسے بڑی چوٹ دے کر جاتا تھا۔ اس کا بڑا نقصان کرتا تھا۔ دونوں ضدی تھے اور دونوں ہی باز نہیں آرہے تھے۔ لیکن اب عالیان سب ختم کر آیا تھا۔ وہ اپنے منہ سے کہہ آیا تھا کہ اسے اب یہ کھیل اور نہیں کھیلنا۔ ماضی میں یہ سب کرتے اس نے کبھی آگے کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔ کارل کا بریک اپ کروانے بھی نہیں۔ لیکن اب وہ خوف زدہ ہوگیا تھا۔ کیسے لمحوں میں اس نے امرحہ کو لاک کردیا تھا۔ وہ اسے کوئی بڑا نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔ لیکن کیا معلوم کسی چھوٹے نقصان، کسی معمولی شرارت میں ہی بڑا نقصان چھپا ہو۔

کارل چھپ کر وار کیا کرتا تھا۔ بظاہر ایسے ظاہر کرتا جیسے سب ٹھیک ہے اور وہ پچھلی چوٹ بھول چکا ہے۔ لیکن پھر نئی چوٹ دے کر وہ ایسے مسکراتا جیسے کہہ رہا ہو۔

"زندگی کا اصل مزا اسی کھیل میں ہے۔ اور جس چیز میں مزا ہو۔ اسے چھوڑنے کو کس کا دل چاہتا ہے۔"

✡ ✡ ✡

صبح ویرا نے اس کے کمرے میں آتے ہی اس کا لحاف کھینچ کر اتارا اور چونک کر رہ گئی۔

"تم رات بھر روتی رہی ہو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"تمہیں اس سے کیا؟" اس نے پھر سے نم آنکھیں رگڑیں۔

"رونا تمہیں ہر مسئلے کا حل لگتا ہے۔" ویرا غصے سے بولی۔

"میں نے تم سے صرف مذاق کیا تھا اور تمہیں ہارٹ راک کے اس حصے میں لے جا کر بٹھا دیا تھا۔ ورنہ میرا ارادہ صرف تمہیں ہارٹ راک کو اندر سے دکھانے کا تھا۔ میں صرف تھوڑی سی دیر کے لیے وہاں سے غائب ہوئی تھی۔ وہاں بہت سے ہمارے یونیورسٹی فیلوز تھے۔ ایسی کوئی گھبرانے کی بات تو نہیں تھی۔ میں واپس آئی تو تم وہاں نہیں تھیں۔"

"میں تمہیں فون کر رہی تھی۔"

"معلوم ہے مجھے۔ میں ہنس رہی تھی کہ تم اتنی جلدی گھبرا گئی ہو کہ"

"میں گھبرا نہیں گئی تھی۔ میں بے حد خوف زدہ ہو چکی تھی۔ کیونکہ میں اس کیفے کے اسٹور میں بند تھی۔"

"کیا کہا تم نے؟" ویرا کو لگا وہ مذاق کر رہی ہے۔

"میں کیسی نیچے کیفے کے اسٹور میں بند تھی۔ اس بارٹینڈر نے مجھے لاک کیا تھا۔"

"کامل نے؟" ویرا بری طرح سے چونکی۔

"اوہ۔ تم نے اسے کچھ کہا تھا کیا؟ وہ ایسے ہی بھڑک اٹھتا ہے۔"

"تم جانتی ہو اسے؟" امرحہ ویرا سے زیادہ چونکی۔

"یونی میں کافی جانا جاتا ہے اسے۔ اس بارے میں ہم بعد میں بات کریں گے۔ میں نے تمہارے ساتھ مذاق کیا اس کے لیے میں معذرت چاہتی ہوں، لیکن امرحہ! تم وہاں دس منٹ بھی بیٹھی کیوں نہیں رہ سکیں۔ تم اتنی حواس باختہ کیوں ہو جاتی ہو؟"

"کیونکہ میں تم سب جیسی نڈر نہیں ہوں۔" رندھے گلے کے ساتھ وہ چلائی۔

"تو ہو جاؤ۔ ہم جیسی ہو جاؤ۔ تم اتنی بڑی ہو چکی ہو تو اب بڑی بن کیوں نہیں جاتیں۔ تمہیں کیسے اسٹور میں لاک کر دیا گیا؟"

"اتنا تیز میوزک تھا اور وہ سب لوگ۔ اگر کوئی مجھے وہاں دیکھ لیتا" کامل نے دھوکے سے مجھے اسٹور میں بند کر دیا۔"

"تیز میوزک نے تمہارے کانوں کے پردے ہلا ڈالے ہوں گے، تمہاری عقل کے نہیں۔ تم عقل کا مظاہرہ بھی کر سکتی تھیں۔"

ویرا ٹھیک کہہ رہی تھی۔ وہ عقل کا مظاہرہ بھی کر سکتی تھی۔

"میں نے عالیان کو تھپڑ مارا۔" اصل بات تو اس نے اب کی تھی۔

ویرا نے ا برو اچکا کر اسے دیکھا جو بیڈ پر لحاف کے ڈھیر میں دبلی بیٹھی تھی۔

"عالیان کہاں سے آ گیا یہاں۔"

"میں نے اسے فون کیا مدد کے لیے اور فون کامل نے اٹھا لیا۔ میں سمجھی دونوں نے مل کر میرے ساتھ یہ کیا ہے۔"

"کتنی ذہین ہو تم امرحہ۔ پہلے تم اتنی حواس باختہ ہو گئیں کہ اسٹور میں لاک ہو گئیں، پھر ایک دم سے تمہارا ذہن اتنا کام کرنے لگا کہ تم نے وہاں ساری کہانی سمجھ لی کہ کس نے کیا کیا ہے۔ بے وقوف کی عقل ہمیشہ نقصان کے بعد حرکت میں آتی ہے۔ بہرحال۔ اب تم عالیان سے سوری کر لینا۔ مجھے تو آج شاپنگ کے لیے جانا ہے، پھر مجھے اپنے ٹور کے لیے کچھ تیاریاں کرنی ہیں۔ کہو تو تمہیں یونی چھوڑ دوں؟"

"میں بس سے چلی جاؤں گی۔" اس نے اپنے نم گال صاف کیے۔

ہمت کر کے وہ اٹھی۔ تیار ہوئی۔ روئی روئی آنکھوں کے گرد ہلکے میک اپ کی تہ جمائی اور یونی آئی۔ وہ ابھی بھی یہ سوچ کر دہل سی جاتی تھی کہ اگر اسے اسٹور میں لاک کیا جانا صرف ایک مذاق نہ صرف اسے تنگ کیا جانا نہ ہوتا تو؟

یہ اتفاق تھا یا وہ شخص اس کے پیچھے ہی تھا۔ یونی میں داخل ہوتے ہی اس نے کامل کو اپنے ساتھ چلتے ہوئے پایا۔

"ہیلو ڈرمارننگ جنگل کوئین!"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

امرحہ نے اسے مکمل نظر انداز کیا اور بزنس اسکول کی طرف چلنے لگی۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں تمہیں زیادہ دیر تک اسٹور میں نہیں رکھ سکا۔ مجھے ڈر تھا کہ تم پولیس کو فون کرو گی۔"

امرحہ کو افسوس ہو، ایسے کرلینا چاہیے تھا۔

"ویسے تم کر بھی لیتیں تو تم کبھی یہ ثابت نہیں کر سکتی تھیں کہ میں تمہیں وہاں تک لے گیا تھا' بلکہ الٹا میں تم پر یہ الزام ثابت کر سکتا تھا کہ تم چوری کی غرض سے وہاں گئیں اور انجانے میں لاک ہو گئیں۔"

ایک دم ۔۔۔ کہیں سے نکل کر عالیان نے اسے اپروچ کیا۔ کارل مسکراتا ہوا کھسک گیا۔

"کارل کیا کہہ رہا تھا تم سے؟"

"میں نے سننا مناسب نہیں سمجھا۔"

"وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا' بے فکر رہو۔ وہ تھوڑا شرارتی ہے۔ یونی کا کوئی اسٹوڈنٹ کبھی کوئی ایسی حرکت نہیں کرتا کہ اسے یونی سے نکال دیا جائے۔ اس کا مسئلہ مجھ سے تھا۔ تم سے نہیں۔"

"مجھے اس کے بارے میں بات نہیں کرنی۔ میں نے آج تک کبھی کسی کو ایسے ہرٹ نہیں کیا۔" ہمت کر کے اس نے جلدی سے کہہ دیا۔

"مطلب وہ خوش نصیب صرف میں ہی ہوں۔"

"میں تم سے شرمندہ ہوں۔"

عالیان نے اس کی سرخی مائل آنکھوں کی طرف دیکھا۔ وہ جب جب ان آنکھوں کی طرف دیکھتا تھا۔ اسے لگتا تھا کہ جیسے بس ابھی ان میں سے آنسوؤں کا دریا نکلے گا اور سب بھیگ جائے گا۔

"تم شرمندہ نظر تو نہیں آ رہیں۔"

"کیسے نظر آیا جاتا ہے شرمندہ؟" یعنی معافی بھی وہ مانگنے آئی تھی اور غصہ بھی وہی کر رہی تھی۔

"ویل۔ ایسے تو نہیں جیسے تم ہو۔"

"ٹھیک ہے میں جا رہی ہوں۔" وہ معافی مانگنے آئی تھی تو بدلے میں یہ سننے تلی تھی کہ "کوئی بات نہیں' غلط فہمی ہو جاتی ہے' غلطی انسان سے ہی ہوتی ہے' وغیرہ وغیرہ۔ لیکن وہ تو۔"

"تم اتنی جلدی جلدی ناراض کیوں ہو تی ہو؟"

وہ خاموش رہی۔

"اچھا سوری۔ ادھر مجھے دیکھو' تمہیں سوری کہنے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔"

وہ اسے دیکھنے لگی۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں' منہ میں کچھ بڑبڑانے لگا۔ پھر آنکھیں کھولیں' پین پر پھونک ماری اور پین کو جادو کی چھڑی کی طرح گول گول گھما دیا۔

"یہ کیا ہے؟"

"جادو۔ اب پھر سے سب پہلے جیسا ہو گیا ہے۔ میں نے وقت پر اپنا جادو چلا دیا ہے۔ اس نے کل کی رات کو ہماری زندگی میں سے نکال دیا ہے۔ اب سب ٹھیک ہے' سب ٹھیک ہی رہے گا۔"

امرحہ کو ہنسی آ گئی۔ "تم سب اتنے عجیب و غریب کیوں ہو؟"

"اور تم اتنی سمجھ دار کیوں ہو؟" اس نے ہاتھ میں پکڑے جادو کے پین کو اپنی ناک پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہم سب بادام کھاتے ہیں نا۔ ہم سب سمجھ دار' عقل مند' سمجھ والے انسان ہیں۔" کیا اتراہٹ تھی امرحہ کی۔

"ہم سب بلیاں اور چوہے کھاتے ہیں' اسی لیے اتنے عجیب و غریب ہیں۔"

"بلی' چوہے۔ آخ۔۔۔" امرحہ اپنی اتراہٹ جھٹ بھول گئی۔ عالیان نے خواہش کی کہ کاش اس کے ہاتھ میں پکڑا پین واقعی جادو کا ہوتا' وہ اس لمحے "آخ" کو یہیں روک لیتا۔ امرحہ کو فریز کر دیتا۔ پھر اس کی ناک کو پکڑ کر دائیں بائیں کرتا۔ کاش یہ جادو اسے آ سکتا۔

"پھر سے کرنا۔"

"کیا۔"

"وہی جو بلی' چوہے کے نام پر کیا تھا۔"

"اف! تم سب پاگل ہو۔" کہتے امرحہ جانے لگی۔

"تم نے کبھی کسی کو چیلنج کیا ہے؟" وہ بھاگ کر اس کے پیچھے آیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"نہیں۔" تو رک گئی۔

"میں تمہیں کروں؟" وہ گفتگو کو لمبا کر رہا تھا یا وقت کو۔

امرحہ نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا "تم کیا چاہتے ہو؟"

" Do or Die "

"اب یہ کون سا نیا پاگل پن ہے۔"

"ہم سب دوست کرتے ہیں۔ سارا مانچسٹر کرتا ہے۔"

"سب کریک ہو گیا؟"

"کریک؟ ویسے تم چاہو تو میں تمہیں کوئی آسان سا ٹاسک دے سکتا ہوں۔ سوئمنگ، رننگ، سائیکلنگ کچھ بھی لو اور شطرنج بھی۔" امرحہ خاموشی سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔ "ویسے تم ہمیشہ ایسی باتیں کرتے ہو؟"

"اچھی ہیں نا میری باتیں۔ ویسے تم ڈر رہی ہو ہے نا۔"

"تم بے وقوف ہو۔" امرحہ استہزائیہ ہنسی۔

"تم خوف زدہ ہو۔" وہ بھی استہزائیہ ہی ہنسا۔

"پہلے اپنا علاج کرواؤ۔"

"ڈر کا کوئی علاج نہیں۔"

"میں اوٹ پٹانگ حرکتیں نہیں کرتی۔"

"ایسے لوگ خوف کو کئی نام دے دیتے ہیں۔"

"تم بہت زیادہ سنکی ہو۔" وہ چلنے لگی مطلب جاؤ۔

"دوسروں کو الزام دیتے ہیں؟" وہ اس کے ساتھ چلنے لگا "مطلب نہیں۔"

"او خدایا! تم لوگ۔ تمہاری تیز مرچ جیسی زبان۔"

"انہیں جلدی غصہ آجاتا ہے۔"

"خدا کے لیے بس کرو۔"

"وہ واسطے دینے پر آجاتے ہیں۔"

"کیا چیلنج ہے تمہارا؟"

"پکا۔"

"وہ جلدی پھیل جاتے ہیں۔" امرحہ کا قہقہہ بلند بانگ تھا۔

"عالیان کا جادو کا بین آخر کام کیوں نہیں کرتا۔"

"یہ سوئمنگ، سائیکلنگ وغیرہ مجھے نہیں آتی، تم کچھ اور کہو۔"

"یعنی آسان سا؟" اب وہ اسے چڑا رہا تھا۔

"جو مجھے آتا ہو اور میں کر سکوں۔"

"یہاں قریب ہی Dog Bowl ہے۔"

"مجھے نہیں کرنا کچھ ڈاگز وغیرہ کے ساتھ۔"

"وہاں ڈاگز نہیں ہیں۔" "ایک گیند ہے، بوتل ہے، تمہیں گیند سے بوتلوں کو گرانا ہو گا۔ تم تین بار پریکٹس کر سکتی ہو پھر تمہیں گیند سے ساری بوتلوں کو گرانا ہو گا۔ ویسے میں نے لائف میں اتنا آسان چیلنج کسی کو نہیں دیا۔ تم مشق سے ہو تو۔"

امرحہ سوچنے لگی۔ "ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔ مشق والے سب کر سکتے ہیں۔"

"ددی ٹائیگر کو ساتھ لاؤں گی۔"

"بالکل ضرور۔"

"سنو ذرا۔ پہلے یہ بتاؤ وہ کن دنوں میں بیمار ہوتی ہے۔ مینز کیا میں اس کے لاچار ہونے کے؟؟"

"وہ ہمیشہ چاق و چوبند رہتی ہے۔"

"اس کے ضروری کام کب کب ہوتے ہیں۔"

"میرے لیے وہ ہمیشہ فارغ رہتی ہے۔"

"تم دونوں میں کیٹ فائٹ کب کب ہوتی ہے۔"

"ہم میں بہت اچھی ذہنی ہم آہنگی ہے۔ وہ ایک اچھی لڑکی ہے۔"

"وہ کب تک بیری بن جائے گی۔"

"اف۔"

"اچھا۔ اچھا۔ آجانا دونوں۔"

لیکن ویرا اس کے ساتھ نہیں آسکی۔ اسے نیوز ہیم کے آفس جانا تھا۔ لیکن اس نے امرحہ کو بڑی دیر لگا کر یہ سمجھا دیا تھا کہ گیند کو کس طرح سے ہاتھ میں پکڑنا ہے اور کیسے تکنیک سے پھینکنا ہے۔

Dog Bowl میں یونیورسٹی اسٹوڈنٹس کا کافی رش تھا۔ امرحہ نے اپنی پریکٹس شروع کی۔ اس

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

نے کبھی یہ کھیل نہیں کھیلا تھا۔ گیند اسے ضرورت سے زیادہ وزنی لگی۔ ویرا ٹھیک کہتی ہے۔ ایک انسان میں اتنی طاقت ہونی چاہیے کہ وہ ایک عام وزن کے انسان کو اٹھا کر پھینک سکے اور اس سے گیند نہیں اٹھائی جا رہی تھی' پاکستان میں انہیں ایک صوفہ یا ایسی ہی کوئی عام سی چیز ادھر سے ادھر کرنی پڑ جاتی تو وہ تین لوگ مل کر یہ سب کرتے اور پھر ایسے ہانپنے لگتے جیسے کسی ہاتھی کو گھسیٹتے رہے ہوں۔

پہلی کوشش میں اس کی گیند ایک بھی بوتل نہیں گرا سکی اور بوتلوں سے دور لین کے درمیان میں ہی کنارے پر جا کر رک گئی۔ دوسری کوشش میں اس نے کامیابی سے دو بوتلیں گرالیں اور تیسری میں پھر سے ایک بھی نہیں۔

"یہ تمہاری آخری کوشش ہے۔" عالیان نے ہنسی کو چھپا کر کہا۔

امرحہ نے اس کی ہنسی دیکھ لی تھی اور وہ چڑ گئی۔ اس بار اس نے گیند کو ایسے پکڑا جیسے میدان جنگ میں سپہ سالار بازی مات یا ہاتھ کے تحت تلوار کو بلند کرتا ہے اور پوری قوت سے وار کرتا ہے۔ امرحہ نے مکمل توجہ سے اپنی پوری قوت سے گیند کو پھینکا۔

اور پھر وہ ایسے چلائی کہ آس پاس موجود بہت سارے لوگ اس کی طرف دیکھنے لگے۔ پہلے سے دیکھتے رہیں' وہ چلاتی ہی رہی۔ ساری بوتلیں' چت ہو چکی تھیں۔ مشرقی لڑکی امرحہ جیت چکی تھی۔

"تم نے تو کہا تھا تم نے یہ کھیل پہلے کبھی نہیں کھیلا؟"

"بے شک یہ پہلی بار ہے۔"

"تم نے کسی پروفیشنل کی طرح گیند پھینکی ہے۔ پہلے تم مجھے دکھانے کے لیے گیند کو ایویں لڑکھڑاتی رہی ہوگی۔"

"قسمت ساتھ ہو تو کوئی بازی مات نہیں ہوتی۔" اس نے ایسے کہا جیسے اس نے فیفا ورلڈ کپ کی ٹرافی جیت لی ہو۔

"تم جھوٹ بول رہی ہو۔" بھوری آنکھوں کی بھنویں تن گئیں۔

"پھر سب جھوٹ لگنے لگتا ہے۔" کالی آنکھیں جنگ کرنے لگیں۔

"تم ایک بار پھر کرو۔"

"ہم ہارنے والے بہانے بناتے ہیں۔"

"تم نے ضرور چیٹنگ کی ہے۔"

"پھر وہ فاؤل فاؤل چلاتے ہیں۔"

"تم۔"

"میں۔"

"تم۔"

"میں ونر ہوں۔ مجھے جیت جانے والے کہا جاتا ہے۔"

"تم نے میرا نقصان کر دیا۔ مجھے یقین تھا تم ہار جاؤ گی' پھر میں تمہیں سزا دیتا۔" کتنا رحم دل انسان تھا۔ وہ اسے سزا دینے کے چکر میں تھا۔

"کیسی سزا؟"

"میں تمہیں باتیں سناتا۔"

"باتیں۔ یہ کیسی سزا ہے؟"

"یہ سزا سننے والے کے لیے ہوتی ہے بولنے والے کے لیے نہیں۔ تمہیں سب سننا پڑتا ہے۔ وہ رومن اکھاڑے کے قصے ہوتے یا اسکول کے دنوں کی سزائیں۔ ونڈو شاپنگ کی فضول تفصیلات ہوتیں یا سب ویز میں ملنے والے ساتھیوں کی عجیب و غریب حرکتیں۔ بولنے والے کا جب تک جی چاہے گا وہ بولے گا۔ سارا دن۔ رات۔ اگلا دن۔ اگلی رات۔ سننے والے کو سننا ہوگا۔ بولنے والے پر کم ہی قسمت اتنی مہربان ہوتی ہے تاکہ اسے ایسا سننے والا کوئی ملے؟"

"اتنی دیر تک بولتے رہنے والا پاگل ہی ہوگا۔"

"مجھے ہونا تھا نا پاگل۔" اس کا شاید واقعے میں بڑا نقصان ہو چکا تھا۔

"اس سب کو چھوڑو۔ یعنی اب مجھے تمہیں چیلنج دینا ہے۔ کوئی سزا ہے نا۔"

"ہاں۔ ایسا کرو مجھے کہہ دو کہ میں ابھی یہاں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

گھٹنوں کے بل جھک جاؤں۔"

"اتنی معمولی سزا۔ میں کیوں کہوں یہ تم سے۔؟"

"یہ معمولی نہیں ہے۔ ہرگز نہیں۔ ایسے نہ کہو۔" وہ اس قیمتی پتھر کی طرح کرلایا جس کی جوہری نے بہت کم قیمت لگادی ہو۔

امرحہ گہری سوچ میں چلی "تم ایک ہفتے تک اپنی کلاسز اٹینڈ نہیں کرو گے۔"

"تم چاہتی ہو میں آج رات ہی خودکشی کرلوں۔؟"

"تو تم مرنا چاہتے ہو۔؟"

"میں مرجاؤں گا اپنی کلاسز نہیں چھوڑوں گا۔ کچھ اور کہو۔"

وہ دونوں Dog Bowl سے باہر آچکے تھے اور سڑک کے کنارے چل رہے تھے۔

"تم سسز ایگزامز نہیں دو گے۔؟"

"یعنی تم ہر صورت یہی چاہتی ہو کہ میں خودکشی کرلوں۔"

"میں نے تمہارا چیلنج پورا کیا۔ تمہیں بھی کرنا چاہیے۔"

"کہا تو ہے کرلوں گا خودکشی۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا۔؟"

وہ دونوں مین روڈ پر آچکے تھے اور سڑک کے کنارے چل رہے تھے۔ سڑک پر کافی رش تھا۔ زیادہ یونیورسٹی اسٹوڈنٹس کا ہی ہجوم تھا۔

"اچھا کچھ اور کہو۔"

امرحہ نے سڑک کی طرف دیکھا جہاں وہ کھڑے تھے اس سے چند قدم آگے زیبرا کراسنگ تھی جو کافی طویل تھی۔ وہ دونوں بھی اشارہ بند ہونے کا انتظار کررہے تھے۔

"تمہیں بہت شوق ہے نا بندر کی طرح چھلانگیں لگانے کا۔ تو تمہیں اس کراسنگ کو ہاتھوں کے بل قلابازیاں لگا کر کراس کرنا ہے۔"

"پہلی فرصت میں اپنے دماغ کا علاج کراؤ امرحہ۔" یہ کہہ کون رہا تھا جس کا اپنا علاج ہونے والا تھا۔

"اب تم ادھر کر پیچھے کیوں ہٹ رہے ہو، پاکستان میں میری دوست نے بھی ایک بار ایسے ہی کیا تھا۔ میں نے وہ سو ایک گول گپے کھائے اور میں جیت گئی۔ بدلے میں میں نے اسے بس اتنا ہی کہا کہ اسے صرف پانچ منٹ تک اپنے ڈیڈی کی کار چلانی ہے۔"

"اس میں کیا مشکل تھا۔ یہ تو بہت آسان ہے۔ تم نے اسے آسان ٹاسک دیا۔"

"وہ کار چلانا نہیں جانتی تھی۔"

"آں۔ اں۔ واؤ کس ماڈل کی کار تھی؟"

"یہ تم لڑکے کار کے نام پر ماڈل پوچھنے کیوں بیٹھ جاتے ہو۔ وہ ایک کار تھی۔ بس۔ ایک کار۔"

"یہ تم لڑکیاں گاڑیوں کے ماڈلز پر دھیان کیوں نہیں دیتیں۔ اتنی اہم بات ہے۔؟"

"وہ صرف چار منٹ کار چلا سکی۔ اگلے پانچ مہینے کار ورکشاپ میں رہی اور اس پر پورے پچاس ہزار لگے اور۔ بس۔"

"بس۔؟" عالیان نے ایسے پوچھا جیسے کہہ رہا ہو اتنے سب پر بھی ایسے بس کہہ رہی ہو۔

"ہاں۔ اور۔ اور۔ میرا داخلہ ان کے گھر بند۔ بس۔"

"تمہارا داخلہ بند۔" اس نے گردن کو ہلکا سا خم دے کر ہنسی کو ہونٹوں کے پیچھے روک کر پوچھا۔ اگر اسے بے تحاشا ہنسی آرہی تھی تو اسے کھل کر ہنس لینا چاہیے تھا کیونکہ وہ بری طرح سے ناکام ہوتا نظر آرہا تھا اپنی ہنسی کو قابو میں رکھنے میں۔ اس نے امرحہ سے اپنا رخ پھیر لیا اب وہ اس کوشش میں تھا کہ وہ اتنی بری طرح سے نہ ہنسے کہ امرحہ برا مان جائے۔ لیکن ساری کوشش بیکار گئی۔ اس نے سر کو اٹھایا مانچسٹر کے کھلے آسمان کو دیکھا جس کے نیچے وہ دونوں کھڑے تھے اور خود کو بے قابو ہوجانے دیا۔

وہ ایک خوبصورت انسان تھا۔ ہنستے ہوئے اچھا لگتا تھا جیسے سب لگا کرتے ہیں۔ لیکن ایسے بے قابو ہوکر ہنستے وہ ایک عام نارمل انسان نہیں لگ رہا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

امرحہ نے ہاتھ باندھ لیے اور اسے گھورنے لگی۔

لیکن کریں اہمز ورتھ کی سی آنکھیں رکھنے والا ابھی یہ نہیں دیکھ رہا تھا کہ کالی پتلیوں والی وہ آنکھیں اسے خفا ہو کر گھور رہی ہیں۔ وہی آنکھیں جنہیں قریب سے دیکھتے وہ اپنی ذات سے بہت دور چلا گیا تھا۔

وہ صرف عالیان نہیں رہا تھا۔

ہنستے ہنستے وہ چند قدم آگے چلا جاتا کبھی چند قدم پیچھے۔ اپنی آنکھوں کی نمی کو صاف کرتا اور امرحہ کو دیکھ کر کہتا۔

"اور بس۔ تمہارا داخلہ بند۔"

اس نے ایسا دو تین بار کیا۔ امرحہ شرمندہ سی ہو کر آس پاس دیکھنے لگی۔ اس میں اتنی کوئی ہنسنے کی بات نہیں تھی۔ اس کے کھلے بال ہلکی ہوا سے اڑ رہے تھے۔ اس نے غصے سے بالوں کی لٹوں کو پیشانی سے پیچھے کیا اور طیش سے بالوں میں ہاتھ چلانے لگی۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ اس کی بے عزتی کر رہا ہے جیسے پاگلوں کی طرح ہنس رہا ہے۔ رونے کے لیے ہر وقت تیار رہنے والی امرحہ نے ایک اور بار رونے کی تیاری کرلی۔

کچھ ہی دیر میں جب بمشکل عالیان خود پر قابو پاسکا تو اس نے امرحہ کے غصے، رونے پر تلی شکل پر غور کیا اور اسی وقت امرحہ تیزی سے اس کے آگے الگ سے چلنے لگی۔

"امرحہ۔" عالیان اس کے پیچھے لپکا لیکن وہ جیسے ہوا کے گھوڑے پر سوار تھی۔ تیز تیز چلتی ہی جارہی تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ وہ اسے کیوں جارہی ہے۔

"امرحہ! ادھر مجھے دیکھو۔ میں تمہارا چیلنج قبول کرتا ہوں۔"

امرحہ کو اپنے پیچھے تیز چلانے کی آواز آئی اس نے رک کر ذرا سا پلٹ کر دیکھا۔ اشارہ بند ہوچکا تھا۔ ٹریفک رک چکی تھی۔ سڑک کو پار کرنے والے سڑک پار کررہے تھے اور ان میں بزنس اسکول کا اسٹوڈنٹ عالیان مارگریٹ ہاتھوں کو سڑک پر ٹکانے کی تیاری کررہا تھا۔

امرحہ کو لگا وہ مذاق کررہا ہے۔ وہ کبھی قلابازی نہیں کھائے گا کیونکہ اس نے مذاق میں کہا تھا۔ اصل میں وہ اسے تیز مرچ مسالے سے بنے قورمے کی چند پلیٹیں کھلانا چاہتی تھی۔ اور وہ جانتی تھی وہ ایک پلیٹ سے زیادہ کھا ہی نہیں سکے گا۔ اسے اپنی زبان کنٹرول کرنی پڑ جائے گی۔ لیکن وہ قلابازی لگا رہا تھا۔ اسے ایسا کرتے سڑک پر سے گزرتے یونیورسٹی اسٹوڈنٹس نے بھی دیکھا۔ وہ اتنا حیران نہیں تھے۔ کیونکہ اتنی بڑی یونیورسٹی اس طرح کے الٹے پلٹے اسٹوڈنٹس سے بھری پڑی تھی۔

پھول جو دل کی زمین سے پھوٹتا ہے۔
محبت کے سائے میں وہ اپنا آہے۔
انسان دو حالتوں میں اپنی جون بدل لیتا ہے۔

ایک کرب کی حالت میں۔ دوسری محبت کی حالت میں۔

اور سڑک کے اس پار کھڑا عالیان کرب کی حالت میں تو ہرگز نہیں تھا۔ اس کی جون بدل چکی تھی۔ اور یہ کام سڑک کے اس پار مشرق سے آئی۔ نئی دنیا کو حیرت سے دیکھتی لڑکی نے کیا تھا۔ مانچسٹر کے کھلے آسمان تلے۔ دونوں اس اور اس پار کھڑے تھے۔ فاصلہ تھا۔ کم تھا۔ زیادہ بھی ہوسکتا تھا۔

☼ ☼ ☼

"Keep Calm and love Fridays"

(پرسکون رہیں اور جمعوں سے محبت کریں) اور یورپین جمعوں سے اتنا پیار کرتے ہیں کہ کیفیز، ریسٹورنٹس، ہوٹلز، کافی شاپس اور ایسی ہی دوسری جگہوں کے نام اوہ مائی گاڈ اٹس فرائیڈے، وی لو فرائیڈیز۔ یا ڈالی فار فرائیڈے جیسے رکھتے۔ اور مائی اونلی لو از فرائیڈے جیسے بھی۔

تو اوہ مائی گاڈ ہاؤ کول ویز آر فرائیڈیز (او میرے خدایا اب سب دن جمعے کے دن ہیں) کا موسم شروع تھا۔ وہ موسم جس کا سارا سال انتظار کیا جاتا ہے۔ وہ موسم جسے مسکراہٹوں کا، اطمینان کا، خوشیوں کا اور محبتوں کا موسم

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

کہا جاتا ہے۔ تحائف کا۔ سیاحت کا۔ اور گھنٹیوں کا بھی۔

دنیا بھر کے رنگ برنگے پرندوں سے آباد مانچسٹر خالی ہونے لگا۔ بارہ دسمبر سے تیرہ جنوری تک کے لیے یونی بند تھی وتھ ورک پارک ہال اسٹوڈنٹس کی رہائش Oak ہاؤس اور اس پاس کی دوسری اسٹوڈنٹس کی رہائش گاہیں خالی ہونے لگیں اور برطانیہ کے Sterotype موسم نے اپنے رنگ ڈھنگ دکھانے شروع کر دیے۔

دوسرے شہروں سے آئے اسٹوڈنٹس اپنے گھروں کو چلے گئے۔ دوسرے ملکوں سے آئے کچھ مانچسٹر میں جاب کی وجہ سے رہ گئے۔ کچھ اپنے دوستوں کے ساتھ ان کے گھروں کو چلے گئے اور کچھ دوسرے ملکوں کی سیاحت کی تیاری کرنے لگے۔ پکاڈلی اسٹریٹ سے یونیورسٹی کیمپس تک آنے والی مفت بس سروس بند ہونے لگی۔ امرحہ نے آکسفورڈ روڈ کو سنسان ہوتے دیکھا جہاں ہر صبح اسٹوڈنٹس کا ہجوم تیزی سے حرکت کرتا نظر آیا کرتا تھا۔ امرحہ ایک دم سے سب کو مس کرنے لگی تھی جنہیں وہ جانتی تھی اور جنہیں قطعاً نہیں جانتی تھی سب کو۔ اتنے ہزاروں اسٹوڈنٹس کے ہجم غفیر کو۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ اس ماحول سے اتنی وابستہ ہو چکی ہے کہ اس ماحول کے بدل جانے سے ایسے اداس ہو جائے گی۔ آکسفورڈ روڈ کو ایسے خالی خالی دیکھ کر اسے ہول پڑ گئے۔ وہ اتنی جذباتی ہے۔ اسے اب معلوم ہو رہا تھا۔ یونی بند ہوتے ہی اسٹوڈنٹس بازاروں کی طرف بھاگے۔ ڈھیروں ڈھیر خریداری کرنے۔

اس کے اسٹور میں سپر سیل کی تیاری تقریباً "مکمل ہو چکی تھی۔ اب ایک پورا مہینہ وہ دن رات کام کر سکتی تھی ان کی فی گھنٹہ اجرت بھی بڑھا دی گئی تھی۔ وہ اتنے دنوں میں زیادہ سے زیادہ دنوں کے لیے کئی پونڈز کما سکتے تھے اور امرحہ یہ پونڈز کمانا چاہتی تھی۔ شرلی دائم وغیرہ کا گروپ یورپ کی سیاحت کے لیے جا رہا تھا۔ اور عالیان بھی۔ اسے حیرت تھی کہ وہ دوسرے ملکوں میں اتنی آسانی سے گھومنے پھرنے کے لیے کیسے جا سکتے ہیں، پاکستان میں تو لوگ ایسے دوسرے شہروں میں بھی نہیں جاتے۔ دائم نے اسے بھی چلنے کے لیے کہا تھا لیکن اس نے انکار کر دیا تھا۔ اسے ایک ایک پونڈ جمع کرنا تھا۔

"تم غلط سمجھ رہی ہو اتنے پیسے نہیں لگتے جتنے تم سمجھ رہی ہو۔ ہم ٹرین یا بس سے جائیں گے ہم نے خاص ڈسکاؤنٹ پاس لیے ہیں جن سے ہمارے بہت کم پیسے خرچ ہوں گے۔ ہم کسی لگژری ہوٹل میں نہیں رہیں گے بلکہ ہوسٹلز میں رہیں گے یا بہت کم قیمت والے ہوٹلز میں۔" شرلی نے اسے منانا چاہا۔

"میں پھر بھی نہیں جا سکتی مجھے ایک ایک پونڈ بچانا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ تمہارا المیہ بھی معقول ہے۔"

"ہم پہلے سوئٹزرلینڈ جائیں گے پھر فرانس۔ کیا کوئی ایسے جوتے ہیں جو پیروں کو اتنا آرام دیں کہ تھکے ہی نا۔ ہم انہیں پہن کر اتنے میل چلتے رہیں گے۔"

جانے سے پہلے رات کو عالیان اس کے اسٹور آیا۔

"میں بل بناتی ہوں جوتے نہیں۔"

"جوتوں کی دکان میں کام تو کرتی ہو نا۔۔۔؟"

"میں سیلز مین نہیں ہوں۔۔۔ تم سیلز مین کے پاس جاؤ۔"

"مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ تم نے صبح سے اب کم از کم سے دس کپ کڑوی کافی کے پیے ہیں۔۔۔ زیادہ بھی ہو سکتے ہیں۔"

"کافی کڑوی ہی ہوتی ہے۔" کاؤنٹر پر رکھے کمپیوٹر کے ساتھ وہ مصروف تھی اور ایسے ظاہر کر رہی تھی جیسے اتنے بڑے اسٹور کا کام وہ اکیلی ہی کرتی ہے۔

"کافی اس وقت کڑوی ہوتی ہے جب وہ زبان کو بھی کڑوا کر دے۔"

"شاید تم سیاحت کر کے واپس آؤ تو ایسی کم عقلی کی باتیں کرنا چھوڑ دو' سنا ہے دوسری سرزمینوں کا پانی پینے سے اور فضا میں سانس لینے سے بہت سی ذہنی بیماریاں ٹھیک ہو جاتی ہیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"لگتا ہے تم پر کام کا بہت بوجھ ہے امرحہ۔" اس نے انداز کو افسردہ بنایا۔

"میں مضبوط اعصاب کی مالک ہوں۔" امرحہ نے انداز کو مضبوط بنایا۔

"لیکن تمہاری شکل کچھ اور ہی کہہ رہی ہے اگر تم کہو تو میں سویڈن چلا جاتا ہوں فرانس نہیں۔ بلکہ اگر تم کہو تو میں جاتا ہی نہیں ہے۔ میرا خیال ہے میرے جانے سے پہلے ہی تم مجھے بہت مس کرنے لگی ہو۔"

"مجھے انتظار رہے گا یہ دیکھنے کے لیے سویڈن فرانس کی ہواؤں نے تم پر سے پاگل پن کے اثرات کچھ کم کیے یا اور بڑھا دیے۔"

"تمہیں میرا انتظار نہیں رہے گا۔" اس نے چند قدم آگے بڑھ کر جوتوں کے ریک کی طرف دیکھتے ہوئے خود کو لاپروا ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

امرحہ خاموشی سے اپنا کام کرتی رہی۔

"تو میں جا رہا ہوں۔" اس نے کہا تو لیکن وہ جانے کے لیے اپنی جگہ سے ہلا نہیں۔

مطلب اس نے ایک سیلز مین کو متوجہ کیا۔

"انہیں ایسے جوتے چاہئیں جنہیں پہن کر یہ او سکیں پلیز ان کی مدد کریں۔"

عالیان نے چونک کر امرحہ کی طرف دیکھا وہ شرارت سے مسکرا رہی تھی۔

"یہ جوتوں کی دکان ہے بیک ٹو دی فیوچر فلم کا سیٹ نہیں ہے۔ حالانکہ اڑنے والا نہیں ملتا۔" مطلب پر کام کا کافی بوجھ لگتا تھا۔

"تمہارے اس سیلز مین نے بھی کڑوی کافی پی ہے اور وہ بھی کپ سے زیادہ پی ہے۔" منہ بسورتا عالیان چلا گیا۔ پانچ منٹ بعد وہ پھر سے اس کے پاس موجود تھا۔

"میں نے کچھ پیسے جمع کیے ہیں تم مجھ سے ادھار لے سکتی ہو اور ان کی واپسی کی کوئی جلدی نہیں ہے۔ جب تمہاری شادی ہو جائے گی تو ہم حساب ٹھیک کر لیں گے۔"

امرحہ نے اپنے سر پر ایسے ہاتھ رکھ لیا جیسے کہہ رہی ہو کہ خدا کے لیے جاؤ میرا ملغوبہ کھاؤ۔

"ٹھیک ہے۔ میں جا رہا ہوں۔۔۔ لیکن" فرسودہ ہے۔ تم مجھے فون کر کے بتا سکتی ہو۔ ہمیں صبح نکلنا ہے۔ تم ہمارے نکلنے سے ایک منٹ پہلے بھی بتا سکتی ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ میرا ارادہ ہوا تو میں ایک منٹ پہلے فون کر دوں گی۔"

"سچ؟"

"ہاں بابا۔"

دس بارہ جوتے صرف دیکھ کر تقریباً پون گھنٹہ مزید اسٹور میں گزار کر وہ چلا گیا۔ امرحہ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ ویرا اور این اوان بھی جا چکی تھیں، جتنے اس کے دوست تھے اور جن جن سے اس کی ہائے ہیلو تھی سب باری باری جا چکے تھے۔ وہ بھی جانا چاہتی تھی بلکہ وہی تو جانا چاہتی تھی۔ وہ جس نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ کبھی پاکستان کے چند شہروں کے علاوہ کہیں اور گھوم پھر سکے گی، اس کو تو جانا چاہیے تھا۔ ویرا، این اوان اور ایسے ہی دوسرے لوگ کتنے کتنے ملک گھوم پھر چکے تھے، یہ لوگ سارا سال کام کرتے اور ان دنوں میں سیاحت کے لیے نکل کھڑے ہوتے۔ اس نے بھی کام کر کے پیسے اکٹھے کیے تھے لیکن وہ پیسے وہ دائم کو واپس کرنے کے لیے جمع کر رہی تھی۔ اگر بابا کی دکان میں آگ نہ لگتی اور اس نے اپنے پیسے دادا کو نہ دے دیے ہوتے تو وہ بھی ویرا کے ساتھ نکل چکی ہوتی۔ اس کی آنکھیں نم تھیں اس لیے کیونکہ زندگی شاید اسے چند مواقع دے دے گی دوسرے ملکوں کی سیاحت کے لیکن دوبارہ یہ سب دوست شاید نہیں دے سکے گی۔

خیر دل کو مضبوط کرتے وہ اوور ٹائم کرتی رہی اور ہفتے میں ایک بار یونیورسٹی تک پیدل چلتی ضرور جاتی۔ خوش آئند بات یہ تھی کہ تیرہ جنوری سے سب پہلے جیسا ہونے والا تھا۔ یونی کھلتے ہی ایگزامز شروع تھے اس لیے سب نیو ایئر کے بعد آنا شروع ہو جائیں گے۔ یونیورسٹی کے ہزاروں اسٹوڈنٹس کو کبھی یہ خبر نہیں ہو سکتی تھی کہ لاہور کی رہنے والی۔۔۔ دادا کی گود میں

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

گھنٹوں سر رکھ کر رونے والی ان سب کو کتنا یاد کر رہی ہے۔ وہ یونیورسٹی پر گرنے والی برف کو گھورتی ہے اور مسکرانے کی سعی کرتی ہے۔ وہ اولڈ کیمپس کی یونیورسٹی ٹرک کے پاس آکر کھڑی ہوجاتی ہے اور آتی جاتی ٹریفک کو دیکھتی ہے۔ اس کے منہ سے بھاپ نکلتی ہے اور آنکھیں گیلی گیلی سی ہوجاتی ہیں۔ وہ دادا کو مانچسٹر میں پھیلی برف دکھاتی ہے۔ مسکرانے کی کوشش کرتی ہے۔ ان سے باتوں میں دل بہلاتی ہے۔

"تم چلی جاتیں میری بچی۔ جتنے پیسے تمہارے پاس تھے۔ پیسے تو آجائیں گے وقت نہیں آئے گا۔"

"میں اگلے سال چلی جاؤں گی۔ اگلے سال تک تو میں یہیں ہوں نا۔" اس نے دادا سے کہا اور خود کو بھی تسلی دی۔

"زندگی نے جتنے جھولے اپنی بانہوں میں تھام رکھے ہیں وہ سب وقت کے اشارے سے چلتے ہیں۔ ان میں جھولنے کے لیے وقت کے اشارے کا انتظار کرنا ہی پڑتا ہے۔"

☼ ☼ ☼

اور کہا جاتا ہے کہ
کہ کیا پیاری چیز ہے کرسمس کینڈل
نہیں کرتی شوروغوغا...
لیکن نرمی سے خود کو نچھاور کرتی ہے
بے غرضی سے۔ یہ ختم ہوتی چلی جاتی ہے
اور یہ بھی تو کہا جاتا ہے کہ جب کرسمس آتا ہے تو گھر کی یاد ستاتی ہے حتیٰ کہ آپ گھر میں ہی ہوتے ہیں۔"

سارا مانچسٹر۔ اور سارا برطانیہ۔ اور سارے کا سارا یورپ کرسمس فلو کا شکار ہوچکا تھا کوئی چھینکتا ہوا نظر نہیں آتا تھا لیکن مسکراتا ہوا ضرور آتا تھا۔ سٹی سینٹر کرسمس مارکیٹ میں اونچے ستون پر بہت بڑے سے سانتا کلاز کو بٹھا دیا گیا تھا جو ملین پاؤنڈز مسکراہٹ سب پر نچھاور کرتا تھا۔ کرسمس کے بڑے میلوں میں شمار ہونے والا میلہ دو سو سے زائد اسٹالز کے ساتھ سٹی سینٹر میں سج چکا تھا جہاں راتیں جگمگ کرتی تھیں اور دن قلقاریاں بھرتے تھے۔ جہاں رکھی بیل کی چھنکیں گدگدی کرتی تھیں کہ آخر مجھے اٹھا کر اپنے نرم گرم گھروں میں کیوں نہیں لے جاتے۔ زیادہ مہنگی تو نہیں ہیں ہم۔

کام کی زیادتی نے اسے تھکا ڈالا تھا۔ بل بناتے بناتے اس کی انگلیاں ٹوٹنے جیسے ہوجاتی تھیں۔ برگر کو کافی کے ساتھ بمشکل اندر کرتی تھی۔ گھر جا کر چند گھنٹے سوتی اور پھر سے کام پر آجاتی۔ دادا سے بات ناممکن ہو گئی تھی۔

"کتنی کمزور ہو گئی ہو تم؟" دادا سے کافی دنوں بعد بات ہوئی تو وہ اداس ہو گئے۔

"تمہارے باپ کو دکھاتا ہوں تمہاری یہ حالت۔ بتاؤ اسے تم کتنے گھنٹے روز کام کرتی ہو۔ جتنے پیسے تم وہاں اتنی محنت کر کے کما رہی ہو اس سے زیادہ پیسے یہ لوگ اپنی فضول خرچیوں میں اڑا دیتے ہیں دو کام والیاں آتی ہیں گھر تمہاری ماں سے کہا کہ ایک کو فارغ کر دو پیسے بچاؤ لیکن نہیں سنا۔ ایک گھر کے کام ہی کتنے ہوتے ہیں امرحہ! جہاں تم رہتی ہو وہاں بھی تو لوگ کام والیوں کے بغیر رہتے ہی ہیں اور دیکھو کتنے کامیاب ترقی یافتہ ہیں۔ ہم سے تو بحیثیت قوم آگے ہی ہیں۔"

وہ خاموشی سے دادا کو سنتی رہی کیا کہتی۔

اگلے دن بابا کا فون آگیا "چھوڑ دو جاب۔ میں جیسے تیسے کر کے تمہیں پیسے بھیج دوں گا۔ اب حالات پہلے سے بہتر ہیں۔"

"نہیں بابا! مجھے عادت نہیں ہے۔ اس لیے تھک جاتی ہوں' جب عادت ہوجائے گی تو سب ٹھیک ہوجائے گا۔"

"تمہیں کوئی خاندان نہیں پالنا کہ تم ایک ایک روپے کے لیے ایسے پریشان ہو۔"

"مجھے خود کو پالنا ہے بابا۔ مجھے خود کو مضبوط کرنا ہے۔ میں اب تک مضبوط نہیں ہو سکی تو اس میں

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

میرا قصور ہے؟" آپ کا ہے۔ ہمارے نظام کا ہے۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ میرے جیسی بہت سی لڑکیاں مجھ سے زیادہ سخت کام کر رہی ہیں۔ میری تو جاب ہی بہت آسان ہے۔ آپ حماقتی اور واسیہ کی طرف توجہ دیں۔ میرا دل چاہتا ہے وہ سروں کی طرح وہ بھی زندگی میں آگے بڑھیں۔ محنت کریں اور کامیاب ہوں۔"

پاپا نے اس کے اکاؤنٹ میں تھوڑے پیسے ٹرانسفر کروا دیے جنہیں اس نے ہاتھ بھی نہیں لگایا" زندگی میں ملنے والے اسی آرام و آسائش نے اسے ایسا بنا دیا تھا۔ ریڈی میڈ کھانا کھانے کو ملتا رہے تو خود کھانا پکانے کی زحمت کوئی بھی نہیں کرتا۔

ایک بار وہ ڈیرک کے ساتھ Dramson گئی تھی ان دونوں کی ملاقی ڈاکومنٹری کو لے کر ان کی ایک نمائندے سے ملاقات طے تھی۔ ملاقات کے بعد جب نمائندہ چلا گیا اور بل آیا تو ڈیرک نے ویٹر سے کہا کہ وہ اس بل کو آفس میں بھجوا دے۔ بل کے نیچے ڈیرک نے سائن کر دیے تھے۔

"کس کے آفس؟"

ڈیرک ہنسنے لگا "میرے پاپا کے آفس۔"

"بل اتنی دور ان کے آفس جائے گا۔ تھوڑے سے پیسے ہیں۔ میں پے کر دیتی ہوں۔"

"میرے پاپا کا آفس یہیں اسی ریسٹورنٹ میں ہے وہ Dramson کے تیسرے حصے دار ہیں۔"

"تمہارے پاپا یہاں کے تیسرے حصے دار ہیں تو ویٹر تمہیں بل کیوں دیتا ہے؟"

"ان ایکٹ مجھے سختی سے منع کیا گیا ہے کہ میں یہاں نہ آیا کروں۔ میں یہاں تب آتا ہوں جب بالکل خالی جیب ہو چکا ہوتا ہوں۔ کبھی کبھار زیادہ نہیں بل پر میں سائن کر دیتا ہوں اور جب میرے پاس پیسے ہوتے ہیں میں یہاں آکر پے کر جاتا ہوں۔ اتنی سی رعایت مجھے مل جاتی ہے۔"

"تم کہہ رہے ہو یہ تمہارے پاپا کا ریسٹورنٹ ہے پھر بھی تمہارے ساتھ یہ سب؟"

"میرے فادر امریکا سے یہاں کام کے لیے آئے تھے۔ دس سال تک انہوں نے گاڑیوں کی ایک فیکٹری کی مشینوں کی صفائی کا کام کیا ہے ان کے جسم سے مستقل کیمیکل کی بو آتی رہتی تھی۔ ان کا کہنا ہے کہ ان دس سالوں میں انہوں نے اپنی سگریٹ پینے کی خواہش کو دبائے رکھا اور ایک سگریٹ کی ڈبیہ جب انہیں تحفے میں ملی تو انہوں نے اسے جلا دیا کہ اگر انہوں نے وہ پی لی تو دس سالوں میں کمائے گئے سارے پونڈز دھوئیں کی نذر ہو جائیں گے۔ جس کے فادر کا ایسا ماضی رہا ہو اس کے بیٹے پر یہ سوٹ نہیں کرتا کہ وہ مانچسٹر جیسی بڑی یونی میں پڑھے بھی اور باپ کی کمائی پر ایسے عیش بھی کرے۔ اسکولوں کی چھٹیوں میں، میں نے اسی ریسٹورنٹ میں کام کیا ہے ایک بار میں نے غصے میں اسٹاف کے ایک ورکر کو دھکا دے دیا تھا۔ مجھے اسی وقت جاب سے نکال دیا گیا تھا اب میں ڈاکومنٹریز بنا کر اپنا خرچ نکالتا ہوں۔"

"آخر والدین اپنی اولاد کے لیے ہی کماتے ہیں۔"

"ہاں تو میں اتنا بڑا ہو گیا ہوں بس بہت کھالی ان کی کمائی اگر سارے والدین صرف اولاد کا ہی سوچتے رہیں گے تو انسانیت کا کون سوچے گا۔"

"انسانیت کا؟" ایک ہزار ایک اور سوال امرحہ کے ذہن میں اس بات کو سن کر بننے لگے تھے۔

"ہاں۔۔۔ اگر وہ لوگ ساری زندگی کما کما کر صرف اپنی اولاد کا ہی سوچتے رہیں گے تو کل انسانیت کے بارے میں کون سوچے گا۔۔۔ ہمیں اپنی زندگی کے دائرے اتنے محدود نہیں کر لینے چاہئیں کہ ہماری ساری زندگی کا حاصل صرف چند افراد کو ہی فائدہ دے۔"

امرحہ ڈیرک کے اس جواب کو اچھی طرح سے سمجھ چکی تھی اسی لیے اگلا سوال نہیں کر سکی۔ وہ لاجواب ہو چکی تھی۔

کرسمس سے ایک دن پہلے وہ سادھنا کے ساتھ کرسمس مارکیٹ گئی اور دونوں نے لیڈی مہر کی بتائی ڈھیروں ڈھیر خریداری کی انہوں نے اپنے سب بچوں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کے لیے تحائف منگوائے تھے نئے سال کے سلسلے میں مور گن کی شادی بھی تھی کچھ اس سلسلے کی خریداری بھی کی۔

سارا دن گھر چھوڑ کر وہ اپنی یونی آگئی اور آکر لولڈ کیمپس کی ترک کے نیچے کھڑی ہو گئی۔ موسم کے تیور صبح سے ہی بدل رہے تھے تیز ہوا چل رہی تھی اور بی بی سی نیوز نے برف باری کی خبر دی تھی وہ محراب کی دیوار کے ساتھ ٹیک کر کھڑی دھندلے آسمان کو دیکھ رہی تھی۔ دھند بڑھتی ہی جارہی تھی اور کچھ دور آگے کی چیزیں نظر نہیں آرہی تھیں۔ اسے یہ سب اچھا لگ رہا تھا۔ اسے برف باری کا انتظار تھا اس کے پاس ایک گھنٹہ تھا پھر اسے واپس اپنی جاب پر جانا تھا وہ اپنی یونی کے آگے برف باری کو ہوتے دیکھنا چاہتی تھی ہوا اور تیز ہو گئی دھند اور بڑھنے لگی' روئی کے گالے ماں کے پیار کی طرح نرمی سے زمین پر برسنے لگے۔ ہوا اور تیز ہو گئی امرحہ نے اپنے سرخ دستانوں والے ہاتھوں کو پھیلا لیا۔ برف باری بلاشبہ وہ منظر ہے جو پہلی بار دیکھنے والوں کو مستانہ سا کر دیتا ہے' سفید پھول برف بنے امرحہ سے شرارتیں کرنے لگے' دونوں میں دوستی ہو رہی تھی' دور دھند میں اس نے دیکھا کہ کوئی آرہا ہے وہ عالیان تھا وہ قریب آیا اور دور ہوتا چلا گیا۔

وہ عالیان نہیں تھا۔

بر لطیف ریشوں کو سمیٹے اپنے سرخ دستانوں پر اتارتے وہ جہاں کی تہاں کھڑی رہ گئی۔

"اسے عالیان آتا اور جاتا کیوں نظر آیا تھا؟"

گرم کوٹ کے اندر اس کے وجود نے سہم کر جھر جھری لی۔

دھند کو چیرتا پھر کوئی آرہا تھا آکسفورڈ روڈ کو بھاگ کر پار کرتا ہوا یونی کی طرف بڑھتا ہوا امرحہ محراب کی دیوار کے ساتھ سمٹ سی گئی۔ برف باری میں تیزی آگئی تھی۔ اس کے سرخ دستانے نم ہو رہے تھے۔ برف کی پھوار کو دیکھتے اس کی آنکھیں کہیں تھک رہی تھیں اور یہ کون اس کی طرف آرہا تھا اس کے ہاتھ میں نیلے پیلے سفید پھول تھے۔ پھول بہت زیادہ تھے ان پر

برف گر گر جم رہی تھی۔ وہ بار بار انہیں جھاڑ رہا تھا۔ اس نے گردن کو گھما کر امرحہ کو دیکھا اور ابرو اچکا کر مسکرایا۔

تیز ہوا کا جھونکا آیا اور اس شبیہ کو اڑا کر لے گیا امرحہ نے سہم کر آس پاس دیکھا' ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی' اکا دکا لوگ بیٹھے بس اور امرحہ نے وہاں سے تیز تیز پیدل چلنا شروع کر دیا۔ اس کا دل خوف سے سہم رہا تھا۔ وہ اور تیز چلنے لگی اور پھر وہ بھاگنے لگی۔ آکسفورڈ روڈ پر یونی کو اپنے پیچھے چھوڑتے۔ خوف اس کے وجود میں سرایت کر رہا تھا۔

عالیان اس کے دائیں بائیں آگے پیچھے ہر جگہ تھا۔ وہ سامنے سے اس کی طرف آرہا تھا۔ وہ پیچھے سے اسے پکار رہا تھا۔

یہ سب کیا تھا۔ یہ سب ٹھیک نہیں تھا۔

اسے اپنے تعاقب میں عالیان نہیں چاہیے تھا۔ برف پر بھاگتے بھاگتے وہ پھسل کر گر گئی۔ یہ عالیان کون تھا جس نے اسے گرا دیا تھا۔ ٹھنڈی ناک سے درد کی لہر پھوٹی۔ اٹھ کر اس نے اپنے کپڑے جھاڑے۔ گردن سے لپٹے مفلر کو کھول کر اس نے اچھی طرح جھاڑا اور گردن کے گرد لپیٹ لیا۔ برف اس کے وجود میں اترتی اسے ٹھنڈا کر رہی تھی۔

اور اسے تکلیف ہو رہی تھی۔

سفیدے کے ماحول میں سرمئی کوٹ اور سرخ مفلر میں وہ خزاں میں کھلی اس کلی کی مانند تھی جو بے وقت کھلنے پر آبدیدہ ہو جاتی ہے۔

یونی کو اپنے پیچھے چھوڑتے وہ آہستہ آہستہ چلی جارہی تھی۔ روئی کے گالے ابھی بھی گر رہے تھے اس کے کھلے بالوں میں اٹک رہے تھے۔ وہ برف باری کو دیکھنے تلی تھی' لیکن اس نے یہ کیسی برف باری دیکھی تھی۔ جس نے اس کے اندر کی بہاروں کو ختم کر ڈالا تھا۔ سارا سبزہ سفیدے میں بدلتا جارہا تھا۔

"اور خزاں کتنی بھی خوب صورت کیوں نہ ہو' وہ بہار کو نگل لے تو موت ہوتی ہے۔"

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

قرۃ العین خرم ہاشمی

فائز ذرا سا آگے ہو کر دروازے سے جھانکتا اور ولود کو اپنی طرف متوجہ ہوتے دیکھ کر بھاگ جاتا۔ چار سالہ گول مٹول خوبصورت سے فائز میں رشیدہ بیگم یعنی ولود کی جان تھی۔ اس سے ایک سال چھوٹا رضا اور دو سالہ کرن بھی رشیدہ بیگم کے بہت لاڈلے تھے۔ مگر فائز پہلا بچہ ہونے کی وجہ سے ان کے زیادہ قریب رہا تھا۔

کچھ نزہت کا بھی یہ پہلا تجربہ تھا۔ سو وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پہ گھبرا جاتی تھی اور فائز کو اپنی ساس کو تھما دیتی۔ جسے سنبھالتے اور بہلاتے رشیدہ بیگم کبھی نہیں تھکتی تھیں۔ احمد بشیر اکثر اپنی زوجہ محترمہ کی پوتے کے لیے یہ وارفتگی دیکھ کر ہنس پڑتے تھے۔ اور مذاق ہی مذاق میں کئی بار انہیں منع بھی کرتے تھے۔ جسے رشیدہ بیگم ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتی تھیں۔

مگر کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے ناں کہ ہماری مذاق میں کہی باتیں ”حقیقت“ کا لبادہ اوڑھ کر ہمارے سامنے آکھڑی ہوتی ہیں۔ اور ہم سوچتے رہ جاتے ہیں کہ اکثر باتوں کا ”سچ“ ہو جانا کتنا تکلیف دہ بھی ہوتا ہے!

رشیدہ بیگم کو اپنے اکلوتے بیٹے ریاض کے لیے اپنی بہن کی نازک اندام سی آٹھویں پاس بیٹی نزہت پسند آگئی تھی۔ ان دنوں تعلیم کا اتنا رواج نہیں تھا۔ اس لیے نزہت کا آٹھویں جماعت پاس ہونا رشیدہ بیگم کے لیے بہت بڑی بات تھی۔ سونے پہ سہاگہ نزہت خوبصورت بھی بہت تھی اور ناز و نخرہ اس سے بھی بڑھ کر تھا۔

رشیدہ بیگم بہت چاؤ اور ارمان کے ساتھ نزہت کو بیاہ کر لائی تھیں۔ کئی مہینے تک اس کے ناز نخرے اٹھائے کہ آس پاس اور ملنے ملانے والوں نے اعتراضات شروع کر دیے تھے کہ رشیدہ بیگم نے اپنی بہو کا دماغ ساتویں آسمان پر پہنچا دیا ہے۔ رشیدہ بیگم سنتیں اور ہنس کے ٹال دیتیں۔ ان کو اپنے چھوٹے سے گھر کا سکون اور اطمینان بہت عزیز تھا۔

مگر وقت کی سب سے بڑی خوبی یا خامی یہ ہے کہ وہ سدا ایک سا نہیں رہتا ہے۔ اور اسی دھوپ چھاؤں جیسے موسموں سے اپنے اور پرائے رشتوں کی پہچان ہوتی ہے۔

☼ ☼ ☼

کچھ مہینے گزرے تو نزہت نے اپنے رنگ ڈھنگ دکھانا شروع کر دیے۔ وہ حد سے زیادہ خود سر اور ضدی لڑکی تھی۔ کام کے معاملے میں انتہائی سست اور لاپروا۔ شوہر مکمل طور پر اس کی مٹھی میں تھا۔ اسی لیے اسے کسی اور کا نہ ڈر تھا اور نہ خوف تھا۔

محبت لٹاتے ساس سسر اسے خدا واسطے کا بیر تھا۔ خاص کر اپنی خالہ یعنی ساس رشیدہ بیگم سے۔ کیونکہ سارے گھر میں مکمل اجارہ داری ان کی تھی۔ جو نزہت کے لیے ناقابل برداشت تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

رشیدہ بیگم اسے پیار اور محبت سے کچھ بھی سمجھاتیں' وہ اس کے برعکس کرتی۔ جان کر ان کو زچ کرتی۔ ہر چیز میں نقص نکالتی' اعتراضات کرتی اور اب تو اکثر زبان درازی کرنے لگی تھی۔

نزہت کے یہ رنگ ڈھنگ اور تیور دیکھ کر رشیدہ بیگم صدمے سے گنگ سی رہ گئیں۔ ان کا رشتہ خالہ' بھانجی کا بھی تھا۔ اس کے باوجود نزہت ان سے سخت چڑ رکھتی تھی۔

کیوں؟ اس کیوں کا جواب ان کے پاس نہیں تھا۔ مگر وقت کے پاس ہر سوال کا جواب ہوتا ہے۔ مگر افسوس کہ "وقت" پہ نہیں ہوتا ہے!!!

☼ ☼ ☼

وقت اپنی مخصوص رفتار سے گزرتا رہا۔ اس گھر کے آنگن میں بچوں کی قلقاریاں گونجنے لگیں۔ رشیدہ بیگم نے تینوں بچوں کی بار نزہت کا بہت خیال رکھا۔ بیڈ پہ بٹھا بٹھا کر ہر چیز پیش کی۔ حالانکہ اب ان کی صحت دن بہ دن گرتی جا رہی تھی۔ مگر پوتے پوتیوں کی محبت میں وہ سب بھلا کر پھر سے جت جاتی تھیں۔ اسی لیے تینوں بچے ایک طرح سے دادی کی گود میں ہی پلے تھے۔

مگر اب پچھلے کچھ عرصے سے گھر میں عجیب صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔ نزہت کو اپنے بچوں کی صورت میں ایک اور محاذ مل گیا تھا۔ جہاں پہ وہ بہت آسانی کے ساتھ اپنی ساس رشیدہ بیگم کو شکست دے سکتی تھی۔

معصوم بچے اپنی ماں کی سیاست میں شامل ہونے لگے تھے۔ ان کی ماں جو زہر ان کی رگوں میں قطرہ قطرہ کرکے اتار رہی تھی' اس کا پھل بھی اس نے کھانا تھا۔ وہ یہ بھول چکی تھی۔ مگر "وقت" کچھ نہیں بھولتا ورنہ "بھولنے" دیتا ہے!!!

"فائز! بیٹا اندر آجاؤ۔ دادو کی جان!!"

چھٹی بار بھی جب فائز کمرے کے لوہے کھلے دروازے سے جھانک کر واپس جانے لگا تو رشیدہ بیگم بے اختیار ہو کر ہاتھ اس کی طرف پھیلاتے ہوئے محبت سے پکاریں۔

فائز رک گیا اور خوفزدہ نظروں سے دادو کے پھیلے بازوؤں کو دیکھنے لگا اور ایک نظر اپنے پیچھے بھی ڈال لی کہ کہیں امی نہ آجائیں۔

"وہ دادو! امی کہتی ہیں کہ آپ گندی ہو۔ آپ اچھی نہیں ہو۔ میں نہیں آؤں گا آپ کے پاس۔ دادو گندی ہیں۔"

فائز نے رٹے رٹائے طوطے کی طرح ماں کا سکھایا سبق سنایا۔ اور تیزی سے واپس بھاگ گیا۔

رشیدہ بیگم کے بازو بے دم ہو کر ان کی گود میں آگرے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ ان کی محبت اور ریاضت کا یہ صلہ ملا تھا آج انہیں۔ نزہت نے اپنے اندر کا زہر ان بچوں میں اتارنا شروع کر دیا تھا۔ ماں کے ڈر اور خوف کی وجہ سے وہ اپنی ماں کی ہر بات ماننے پر مجبور تھے۔

"میں تمہیں پہلے ہی سمجھاتا تھا۔ مجھے وقت کے تیور نظر آرہے تھے۔ مگر تم۔۔۔"

احمد بشیر نے افسردہ سی بیٹھی اپنی شریک حیات کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"مگر وہ بچوں کو ہمارے خلاف سکھا کر' ہم سے الگ کرکے کیا حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اب تو میں نے اس کے کسی معاملے میں بولنا بھی چھوڑ دیا ہے۔ میں اتنے چاؤ اور مان سے اسے بیاہ کر لائی تھی کہ ایک تو میرا اپنا خون ہے اور دوسرا پڑھی لکھی ہے' کچھ نہ کچھ تو سمجھدار ہو گی کہ ہماری آنے والی نسلیں سنوار دے گی مگر۔۔۔"

رشیدہ بیگم نے افسردگی سے گہری سانس لی۔

"اسے اپنے آفیسر بیٹے کی بیوی ہونے کا اتنا زعم ہے کہ مجھے جاہل گردانتی ہے۔ میری ہر بات کی ہنسی اڑاتی ہے۔ کیا کالج میں تعلیم بندے کو چھوٹے' بڑے کا احترام بھلا دیتی ہے؟ اس میں اتنا غرور و تکبر بھر دیتی ہے کہ وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

اچھائی اور برائی کی تمیز بھول جاتا ہے۔

اس سے بہتر تو میں کسی ان پڑھ لڑکی کو اپنی بہو بنالیتی۔ کم از کم میری طرح کی ان پڑھ عورت کو رشتوں کا احترام تو ہوتا ناں۔ رشتے نبھانا تو جانتی ناں وہ۔"

رشیدہ بیگم نے اپنی چادر کے پلو سے اپنی آنکھیں پونچھیں۔ دونوں میاں بیوی گزرتی رات کے پہلو میں اداس اور غمگین سے بیٹھے تھے۔ عمر کی نقدی تیزی سے ختم ہونے کو تھی۔ اور وقت کا پہیہ تیزی سے گھومتا منظر پہ منظر بدل رہا تھا۔

بڑے سے گھر کے خوبصورت سے لان میں دونوں بچے ادھر سے ادھر بھاگ رہے تھے۔

باغ میں رنگ رنگ کے پھول تھے۔ جن پہ شوخ رنگ کی تتلیاں اڑتی ان کی خوبصورتی کو بڑھا رہی تھیں۔

رامس نے ایک تتلی ہاتھ میں پکڑی اور خوشی سے چیختا ہوا "دادو دادو" پکارتا اندر کی طرف بھاگا۔ دادو کا کمرہ باقی گھر سے ہٹ کر تھا۔ جہاں ہر وقت اکیلی پڑی وہ کسی کی آہٹ کی منتظر رہتی تھیں۔

سات سالہ رامس اور چار سالہ علینہ سب سے نظر بچا کر کبھی کبھار ان کے پاس چلے جاتے تھے۔ مگر ایسا بہت کم ہی ہو پاتا تھا۔

ابھی رامس نے دادو کے کمرے کا دروازہ کھولا ہی تھا کہ کسی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر سختی سے روکا۔

"رامس! میں نے منع کیا تھا ناں کہ یہاں نہیں آنا ہے۔ آپ کی دادو بیمار ہیں۔ جراثیم لگ جائیں گے آپ کو۔ چلو یہاں سے۔"

مونا رامس کا بازو پکڑے اسے کھینچتے ہوئے وہاں سے لے کر جا رہی تھی۔ جبکہ رامس مسلسل شور مچا رہا تھا۔

"مما! مجھے دادو کے پاس جانا ہے۔ انہیں تتلی دکھانی ہے۔ مما! میں ابھی واپس آجاؤں گا۔ پلیز مما!!!"

رامس منت کرتے کرتے آخر میں رونے لگا مگر مونا اسے گھسیٹتے ہوئے وہاں سے لے گئی۔

"جاہل، گنوار عورت نے میرے بچے بھی بگاڑ دیے ہیں۔ پتا نہیں کب جان چھٹے گی اس عذاب سے۔"

مونا غصے اور نفرت سے بڑبڑاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

دروازے کے اس طرف بیٹھی میلی، بیمار، کمزور اور ناتواں عورت بہت حسرت اور بے چارگی سے اس منظر کو دیکھ رہی تھی۔

کبھی وہ بھی اسی غرور و طنطنے سے زمین پہ چلتی، لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتی تھی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ آج وہ خود اسی جگہ پہ کھڑی ہوئی تھی جہاں کبھی اس کی ساس رشیدہ بیگم کھڑی تھیں۔

اپنے زمانے کی آٹھویں پاس، خوبصورت نازک اندام، شوہر کے دل پہ راج کرنے والی، ساس سسر کی اکلوتی اور چہیتی بہو نزہت آج کے زمانے کے حساب سے جاہل اور گنوار کہلاتی تھی۔ اس کے میلے اور گندے حلیے کی وجہ سے کوئی اس کے پاس نہیں آتا تھا۔

حتیٰ کہ وہ بیٹے بھی نہیں، جن پہ اسے بہت مان تھا کبھی۔ اس کے بیٹے اپنے بچپن سے اپنے گھر کے بزرگوں کے ساتھ ناروا سلوک دیکھ رہے تھے۔ اسی لیے آج جب ان کی ماں اس اسٹیج پہ پہنچی اور ان کی بیویوں نے وہی سلوک ان کی ماں کے ساتھ کیا تو انہیں کچھ الگ یا برا محسوس نہیں ہوا۔

فرق صرف اتنا ہے کہ رشیدہ بیگم کے دکھ سکھ بانٹنے والا ان کا ساتھی اور شریک حیات زندہ تھا۔

جبکہ اپنے ضمیر کی عدالت میں روز کوڑے کھانے والی نزہت کو اپنے شوہر کی وفات کے بعد یہ سب اکیلے برداشت کرنا پڑ رہا تھا۔

آپ "وقت" کو جو دو گے "وقت" آپ کو وہی لوٹائے گا۔ سود سمیت۔

کاش ہر عورت اپنے بچوں کو نفرت کا زہر پلانے سے پہلے یہ سوچ لے کہ کل کو یہ زہر اس کا نصیب بھی بن سکتا ہے۔!!!

✡

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

جئیں عشق میں آسرا دینے والے
مجھے بھیڑ میں راستہ دینے والے

کرم جبرِ حالات کا ہے یہ ورنہ
بڑے باوفا تھے دغا دینے والے

اب اک اک سے خود ہی دوا پوچھتے ہیں
مجھے دردِ دل کی دوا دینے والے

بشر تھا میں کیسے نہ کرتا خطائیں
سنبھل کے سزا و جزا دینے والے

مرے دل اور در پر تو بدظن نہ ہونا
مجھے اپنے در سے اُٹھا دینے والے

مری زندگی ہی تو میرا مرض ہے
مجھے زہر دے دے دوا دینے والے

خمار اور ترکِ مے ناب توبہ!
سلامت رہیں مشورہ دینے والے

محمد بلال بگوی

چاند تالاب میں جب رقص کیا کرتا ہے
میری آنکھوں میں ترا عکس ہوا کرتا ہے

جن دنوں تجھ کو میسر نہیں ہوتی فرصت
اُن دنوں مجھ میں بہت حبس رہا کرتا ہے

ایسے اُتری ہے مرے دل پہ محبت کی وحی
جیسے حُجرے میں کوئی دیپ جلا کرتا ہے

یہ ترا حُسن ہمیشہ یونہی شاداب رہے
جا ترے واسطے درویش دُعا کرتا ہے

اے مری پہلی محبت اے مرے پہلے جنوں
مل تمہیں آج ہمیشہ کو رِہا کرتا ہے

میں ترے ترکِ تعلق پہ بھی حیران نہیں
دشتِ غربت میں کوئی کتنی وفا کرتا ہے

میثم علی آغا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کالا پتھر

میرا چہرہ آئینہ ہے
آئینے پر داغ جو ہوتے
لہو کی برکھا سے میں دھوتا
اپنے اندر جھانک کے دیکھو
دل کے پتھر میں کالک کی کتنی پرتیں جمی ہوئی ہیں
جن سے ہر نکھرا ستھرا منظر کجلا سا گیا
دریا سوکھ گئے ہیں شرم کے مارے
کوٹھے پر سے کالک کون اتارے

شکیب جلالی

کبھی کبھی تو یہ حالت بھی کی محبت نے
نڈھال کر دیا مجھ کو تری محبت نے

تری یہ پہلی محبت ہے مجھ کو کیا معلوم
گھلا دیا مجھے اس آخری محبت نے

وہ یوں بھی چہرے سے سرما کا چاند تھی لیکن
اسے اجال دیا اندر بھی محبت نے

یہ تم جو میرے لیے خواب جوڑتی ہو
تمہیں جگایا تو ہوگا مری محبت نے

میں جس کو پہلے پہل دل لگی سمجھتا تھا
مجھے تو مار دیا اس نئی محبت نے

محبت اور عبادت میں فرق تو ہے نا
سو چھین لی ہے تری دوستی محبت نے

افتخار مغل

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

صبا جبیں

ہونٹوں کی مسکراہٹیں

مجبوری

ایک شرابی ریلوے بکنگ آفس پر ایک شخص کو اپنے کندھے پر سوار کیے پہنچا اور ٹکٹ بیچنے والے سے کہا۔

"مجھے روہڑی کا ایک ٹکٹ دے دو۔" ٹکٹ بیچنے والے نے حیرت سے اس کی طرف دیکھ کر بولا۔

"اس شخص کا ٹکٹ نہیں لوگے جو تمہارے کندھوں پر سوار ہے؟"

"یہ شخص۔" شرابی نے جواب دیا۔ "یہ تو میرا بچہ ہے اور ابھی اس کی عمر چھ سال سے زیادہ نہیں ہوئی ہے۔"

"چھ سال سے کم عمر کا بچہ ہے؟" ٹکٹ بیچنے والے نے کہا۔

"کیوں بے وقوف بناتے ہو۔ یہ شخص چھ فٹ لمبا ہے' اس کا وزن کم سے کم ستر کلو ہوگا اور اس کی داڑھی کسی حال میں بھی تین انچ سے کم نہیں ہے' پھر بھی تم اسے بچہ کہہ رہے ہو؟"

شرابی نے کندھے پر سوار شخص کو زمین پر دے پٹخا اور آنکھیں نکال کر بولا۔

"گدھے! میں نے تجھ سے پہلے ہی کہا تھا اپنی داڑھی منڈھوا لو۔ اب مجبوراً مجھے تمہارا بھی ٹکٹ لینا پڑے گا۔"

فاکہہ سہیل۔ بفرزون

تکلف بر طرف

گھر کی مالکن نئی متوقع ملازمہ کو یہ احساس دلانے کی کوشش کررہی تھی کہ ان کے یہاں ملازمت کرنا اس کے لیے بہت آسان ہوگا اور اس گھر میں وہ خوش رہ سکے گی۔ اپنے گھر کی بہت سی خوبیاں گنوانے کے بعد مالکن نے کہا۔

"اور یہاں بچے بھی نہیں ہیں جو تمہیں تنگ کریں۔"

"ارے بیگم صاحب! بچوں سے میں بالکل تنگ نہیں ہوتی' آپ میری وجہ سے خواہ مخواہ فیملی پلاننگ کا تکلف مت کیجیے گا۔"

متوقع ملازمہ نے بے تکلفی سے جواب دیا۔

الماس نوید۔ ہزارہ

پیشگی اطلاع

ایک دولت مند شخص نے قیمتی ہار اپنی سیکریٹری کو بطور تحفہ پیش کیا اور ایک پارک میں سیر کا پروگرام بنایا۔ جب وہ سیکریٹری کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے گھوم رہا تھا تو اچانک وہاں اس کی بیوی آپہنچی اور دونوں کو ایک ساتھ دیکھ کر غصے میں واپس چلی گئی۔ گھر پہنچ کر اس نے مقامی اخبار کے ایڈیٹر کو فون کیا۔

"کل کے اخبار میں میرے شوہر کی موت کی خبر شائع فرمادیں۔"

"ان کا انتقال کب ہوا؟" ایڈیٹر نے اظہار غم کرتے ہوئے پوچھا۔

"آج شام کو ہوگا۔" بیوی نے جواب دیا۔

کوکب صدیقی۔ راولپنڈی

رفتار کی گھنٹہ

ایک نئے ٹریفک سارجنٹ نے اپنی کارکردگی دکھاتے ہوئے ایک تیز رفتار کار سوار کو روکا۔

"جناب! میرا قصور کیا ہے؟" کار ڈرائیور نے حیرت سے پوچھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"آپ کا قصور یہ ہے کہ آپ اسی کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے جا رہے تھے جبکہ اس سڑک پر پچاس کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے زیادہ تیز گاڑی نہیں چلائی جا سکتی۔" ٹریفک سارجنٹ نے خوب جوش سے کہا۔

"مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" سوار نے احتجاجی لہجے میں کہا۔ "میں اسی کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے گاڑی کیسے چلا سکتا ہوں جبکہ مجھے تو گھر سے نکلے ہوئے صرف آدھا گھنٹہ ہی ہوا ہے ابھی۔"

کار سوار کی بات سن کر ٹریفک سارجنٹ نے کیپ اتار کر سر کھجایا۔ پھر کچھ دیر سوچا اور پھر۔ کار سوار کو جانے دیا۔

نازش کمال۔ کھاریاں

مطلوبہ کتاب

لندن میں ایک خاتون نے ایک کتاب فروش سے موٹاپا کم کرنے کے طریقے اور دواؤں والی کتاب ڈھونڈنے کو کہا۔ کچھ عرصے بعد وہ خاتون اسی دکان میں دوبارہ گئیں تو کتب فروش خوش ہو کر کہنے لگا۔

"یہ لیجئے آپ کی مطلوبہ کتاب مگر آپ تو پہلے ہی خاصی دبلی نظر آ رہی ہیں۔"

"جی ہاں۔" خاتون بولیں۔ "دراصل میرے شوہر گم ہو گئے ہیں۔ میں اسی پریشانی میں دبلی ہوئی ہوں۔"

"اوہ۔ پھر آپ نے پولیس کو اطلاع دی؟" دکان دار نے فکرمند لہجے میں پوچھا۔

"نہیں ابھی نہیں۔ دراصل میں چاہ رہی تھی۔ میں اپنا بیس پونڈ وزن مزید کم کروں تو پھر پولیس کو اطلاع دوں۔" خاتون نے سمجھداری سے جواب دیا۔

ثوبیہ فیصل۔ ڈی ایچ اے

چیدہ چیدہ

☆ جو شخص اتنا مست ہو جائے کہ وہ سوچ بھی نہ سکے تو اس شخص کو فوراً شادی کر لینی چاہیے۔

☆ جج: "تمہارا کوئی وکیل نہیں ہے؟"

ملزم: "جی نہیں جناب والا! میں نے سچ بولنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

☆ زیادہ بہتر یہ ہے کہ اپنا منہ بند رکھو اور لوگوں کو سمجھنے دو کہ تم بے وقوف ہو۔ بنسبت اس کے کہ اپنا منہ کھولو اور لوگوں کے شبہات ختم کر دو۔"

☆ "تمہارا بھائی اکثر مجھ سے رقم ادھار لیتا رہتا ہے مگر آج تک اس نے ایک روپیہ بھی واپس نہیں کیا۔"

"ہاں وہ بچپن سے ہی بچت کرنے کا عادی ہے۔"

ماہین سکندر۔ شاہراہ فیصل

احساس

"آج میں چھتری لے جانا ہی بھول گیا۔" پروفیسر صاحب نے گھر واپس آ کر اپنی بیگم کو بتایا۔

"پھر آپ کو کب پتا چلا کہ چھتری آپ کے پاس نہیں ہے۔" بیگم نے دلچسپی سے پوچھا۔

"جب بارش بند ہونے کے بعد میں نے چھتری بند کرنے کے لیے ہاتھ بلند کیا تو۔" پروفیسر صاحب نے جواب دیا۔

شازیہ شکیل۔ نیو ٹمن

شوگر کوٹڈ

میچ سے پہلے ایک ٹیم کا کپتان امپائر سے باتیں کر رہا تھا۔

"دیکھیے جناب! میں چاہتا ہوں کہ امپائرنگ قانون اور قوانین کے مطابق ہو۔ لیکن میں آپ کو یہ بھی بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس گراؤنڈ کے ایک طرف اسپتال ہے۔ دوسری طرف قبرستان ہے۔ عقب میں نہر بہہ رہی ہے اور۔ ہم نے اس سیزن میں اب تک کوئی میچ نہیں ہارا ہے۔"

صبرین شاہ۔ لاہور

فراخ دلی

اسکاٹ لینڈ کے باشندے ضرورت سے زیادہ کنجوس مشہور ہیں۔ پچھلے دنوں اسکاٹ لینڈ کی فٹبال ٹیم کے منیجر نے سینٹر فارورڈ کو اپنے دفتر میں طلب کیا

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

اور اس سے کہا۔

"وسیم! اس سیزن میں تم نے اتنے اچھے کھیل کا مظاہرہ کیا ہے کہ بورڈ نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں اسپیشل بونس دیا جائے۔ یہ لو ہم تمہیں سو پونڈ کا چیک دیتے ہیں۔"

"بہت بہت شکریہ۔" کھلاڑی نے کہا۔ "میں بورڈ کا تہِ دل سے ممنون ہوں۔"

ٹیم کے منیجر نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"اور اگر تم اگلے سیزن میں بھی اتنے ہی اچھے کھیل کا مظاہرہ کرتے رہے تو چیئرمین صاحب نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس چیک پر دستخط بھی کر دیں گے۔"

نازیہ نجم۔ تمن ہٹی

پرستار

ایک تقریب میں ایک مشہور مصنف کا تعارف ایک خاتون سے کروایا گیا تو وہ انہیں متاثر کرنے کے لیے بولیں۔

"ارے ہاں۔ آپ تو بہت مشہور شخصیت ہیں۔ مجھے آپ کے سب ناول بے حد پسند آئے۔ خاص طور پر وہ ناول تو بہت ہی اچھا تھا۔ کیا نام تھا اس کا۔ یاد نہیں آرہا۔ کہانی بھی یاد نہیں آرہی۔ بہت اچھا پلاٹ تھا مگر۔ اس وقت ذہن میں نہیں آرہا۔ ارے بھئی وہی ناول جس کے ٹائٹل پر لڑکی نے گلابی رنگ کی قمیص پہن رکھی تھی اور اس کے کانوں میں ڈائمنڈ کے جھمکے تھے۔!"

فائزہ صلاح الدین۔ میسٹروال

گدھے

ایک بار دلی میں رات گئے کسی مشاعرے سے مرزا صاحب مولانا فیض الحسن فیض سہارنپوری کے ہمراہ واپس آرہے تھے۔ راستے میں ایک تنگ و تاریک گلی سے گزر رہے تھے کہ آگے ایک گدھا کھڑا تھا۔ مولانا فیض نے یہ دیکھ کر کہا۔

"مرزا صاحب! دلی میں گدھے بہت ہیں۔"

مرزا صاحب نے بے ساختہ کہا۔ "نہیں صاحب! باہر سے آجاتے ہیں۔" مولانا فیض الحسن فیض سہارنپوری جھینپ کر خاموش ہو گئے۔

حرا قریشی۔ ملتان

ابھی تک۔۔۔

"دیکھو۔ وہ آدمی جو ڈانس کر رہا ہے۔" پارٹی میں بیوی نے اپنے شوہر سے کہا۔

"ہاں۔ کون ہے وہ؟" شوہر نے پوچھا۔

"دس سال پہلے اس نے مجھے پرپوز کیا تھا۔" بیوی نے شوخی سے کہا۔ "مگر میں نے اسے ریجیکٹ کر دیا تھا۔"

"او مائی گاڈ۔" شوہر نے حیرت سے سر پر ہاتھ مارا۔ "یہ ابھی تک خوشی میں ناچ رہا ہے؟"

صندل شمس۔ اسلام آباد

سوا سیر

بیوی نے غصے کے عالم میں اپنے شوہر سے کہا۔

"مجھے ایسے لوگوں سے کوئی ہمدردی نہیں جو روز رات کو شراب کے نشے میں دھت ہو کر گھر آتے ہیں۔"

شوہر نے اخبار پڑھتے پڑھتے سر اٹھایا اور سنجیدگی سے بولا۔

"جو لوگ رات کو نشے میں دھت ہو کر گھر آتے ہیں وہ کسی کی ہمدردی کی ضرورت محسوس کرتے بھی نہیں ہیں۔"

رشیدہ بتول۔ اورنگی ٹاؤن

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

شگفتہ سجاد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

- برتن ڈھانپ دیا کرو، مشکیزے کا منہ باندھ دیا کرو، چراغ بجھا دیا کرو اور دروازہ بند کر دیا کرو کیونکہ شیطان (منہ بند) مشک کو نہیں کھولتا۔ دروازہ نہیں کھولتا اور (ڈھانپے ہوئے) برتن کو نہیں کھولتا۔ اگر کسی کو برتن پر رکھنے کے لیے لکڑی (درخت کی پتلی شاخ وغیرہ) کے سوا کچھ نہ ملے تو اسے ہی اللہ کا نام لے کر رکھ دے (چراغ بجھا دیا کرو) اس لیے کہ نقصان پہنچانے والا چوہا گھر کو آگ لگا کر گھر کو یا گھر والوں کو جلا دیتا ہے۔

(صحیح مسلم)

فوائد و مسائل:

1۔ شریعت اسلامیہ اس قدر کامل ہے کہ اس میں روزمرہ کے ان معاملات میں بھی رہنمائی دی گئی ہے جن کی طرف عام طور پر توجہ نہیں دی جاتی۔

2۔ یہ ہدایات رات کو سوتے وقت عمل کرنے کے لیے دی گئی ہیں۔

3۔ دروازہ بند کرتے وقت، برتن ڈھانکتے وقت اور مشک کا منہ باندھتے وقت بسم اللہ کہنا چاہیے اس کی برکت سے شیطان کی شرارت سے حفاظت رہتی ہے۔

4۔ چراغ گل کرنے میں یہ حکمت ہے کہ چوہا جلتی بتی لے کر چھت میں چلا جاتا ہے جس سے لکڑی کی چھت کو آگ لگ جاتی ہے۔ اس لیے تیل کے چراغ یا موم بتی وغیرہ کو بجھا دینا ضروری ہے، البتہ بجلی کا بلب روشن رکھا جا سکتا ہے کیونکہ اس میں یہ خطرہ نہیں۔

چند باتیں شاید آپ کے لیے،

- آنکھ والا وہ ہے جو اپنے آپ کو دیکھے۔

(کنفیوشس)

- عزیز چیزوں کے بندھن سے جو آزاد ہے اسے غم ہے نہ خوف کیونکہ عزیز چیزوں سے ہی غم پیدا ہوتا ہے اور عزیز چیزوں سے ہی خوف۔

(گوتم بدھ)

- خاموشی اظہار نفرت کا بہترین طریقہ ہے۔

(برنارڈ شا)

- پہلے گناہ پرلطف معلوم ہوتا ہے۔ پھر وہ آسان ہو جاتا ہے، پھر اس سے مسرت ہونے لگتی ہے۔ پھر بار بار کیا جاتا ہے۔ پھر وہ عادت بن جاتی ہے۔ پھر آدمی گستاخ بن جاتا ہے اور کبھی نہ پچھتانے کا تہیہ کر لیتا ہے اور پھر وہ تباہ ہو جاتا ہے۔

(میاں مٹھن)

- اچھی سیرت برائیوں سے بچنے کا نام نہیں بلکہ ذہن میں برائی نہ کرنے کی خواہش پیدا ہونے کا نام ہے۔

(برنارڈ شا)

- زندگی کیا ہے، صرف وقت۔ پس اگر ہم وقت ضائع کرتے ہیں تو گویا زندگی برباد کرتے ہیں۔

(ہربرٹ اسپنسر)

- غصے کی مقدار بات چیت میں اتنی ہونی چاہیے جیسے کھانے میں نمک کہ جب تک اندازے پر رہتا ہے تو ہاضم ورنہ فاسد۔

(افلاطون)

- آپ خواہ کوئی اور کچھ بھی ہوں، اس چیز سے ضرور اتفاق کریں گے کہ جہاں ہر شخص بزعم خود "کچھ" ہوتا ہے وہاں دوسرا کوئی "کچھ" نہیں ہوتا۔

(گلبرٹ)

SCANNED BY DIGESTPK

- دیوار کا ہر ایک پتھر خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا ہو اپنی قیمت رکھتا ہے۔ (لانگ فیلو)
- کوئی آئینہ انسان کی اتنی حقیقی تصویر نہیں پیش کر سکتا جتنی اس کی بات چیت۔ (جونس)
- لکڑیاں ایک ایک جلاؤ تو دھواں دیتی ہیں۔ اکٹھی جلاؤ تو روشنی پیدا ہوتی ہے۔ (کارلٹن)
- اس دنیا میں کسی کام کے اندر اس وقت تک تبدیلی پیدا نہیں ہوتی جب تک کوئی شخص اس میں خود تبدیلی پیدا نہیں کرتا۔ (گارفیلڈ)

سیدہ نسبت زہرا۔ کہروڑ پکا

حکمرانی کا راز،

امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ آپ بیس برس امیر (گورنر) کے عہدے پر فائز رہے۔ پھر آپ کو خلیفہ ہوئے بھی بیس برس ہونے کو ہیں۔ اتنا لمبا عرصہ آپ نے لوگوں پر حکومت کی۔ اس کا راز آخر کیا ہے؟ وہ کیا طریقہ ہے جسے اپنا کر آپ اتنے برس حکمران رہے؟

وہ کہنے لگے: "میرے اور رعایا کے درمیان ایک رسی ہے جس کا ایک سرا میرے ہاتھ میں اور دوسرا ان کے ہاتھ میں ہے۔ جب رعایا ادھر سے رسی کھینچتے ہیں تو میں ادھر سے ڈھیلی کر دیتا ہوں تاکہ رسی ٹوٹنے نہ پائے اور جب ادھر سے ڈھیل دیتے ہیں تو میں ادھر سے رسی کھینچ دیتا ہوں۔"

معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ طریقہ واقعی لاجواب تھا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ دو مشتعل مزاج میاں بیوی کبھی پرسکون زندگی نہیں گزار سکتے۔ اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ دو مغلوب الغضب آدمیوں کی دوستی زیادہ دیر قائم رہ سکے۔

متوکل کا ایک حکم،

احمد مدبون کہتا ہے کہ امیر المومنین متوکل نے مجھے حکم دے رکھا تھا کہ جس وقت تیرے پاس میرا کوئی ایسا فرمان پہنچے جس کی تعمیل سے رعایا کو کسی طرح کا فائدہ پہنچتا ہو تو اس کی فوراً تعمیل کر دیا کر اور جو فرمان ایسا ہو کہ اس کی تعمیل سے رعایا کو کسی قسم کے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اس کی تعمیل میں جلدی نہ کیا کر۔ بلکہ پہلے مجھے ایک دفعہ توجہ دلایا کر۔ کیونکہ دل اللہ کے حکم کے تابع ہے۔ شاید دوسرے وقت کسی اور جوا میں ہو اور اس فرمان کو بدل دیا جائے۔"

نگینے،

- کوئی شخص روزی اپنی لیاقت اور طاقت سے حاصل نہیں کرتا۔ اللہ سب کا رازق ہے۔
- بڑے بڑے متکبروں اور سرکشوں کو بھی اللہ کے سامنے جھکے بغیر چارہ نہیں۔
- خداوند تعالیٰ متحمل بھی ہے اور رحیم و کریم بھی۔ وہ گناہ گاروں کو توبہ کے لیے مہلت دیتا ہے اور توبہ کرنے والوں کو دامن رحمت میں ڈھانپ لیتا ہے۔
- جب تو اللہ سے مغفرت و عطا کا طالب ہے تو جن لوگوں کی امیدیں تیری ذات سے وابستہ ہیں تو انہیں بھی محروم و مایوس نہ کر۔
- جیسا سلوک تو مخلوق خدا سے کرے گا ویسا ہی سلوک اللہ تیرے ساتھ کرے گا۔
- حقیقی بڑا تو وہ ہے جو اپنے ہر چھوٹے کو بچانتا ہو اور اس کی ہر ضروریات کا خیال رکھتا ہو۔
- جس مظلوم کو بادشاہ سے انصاف نہ مل سکے اسے خدا انصاف دلاتا ہے۔

حما قریشی۔ ملتان

سرورق کی شخصیت	
ماڈل	فریحہ
میک اپ	روز بیوٹی پارلر
فوٹو گرافر	موسیٰ رضا

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

خالدہ جیلانی

کتنا اچھا لگتا ہے عید پہ ملنا

عنبرین صابر ——— فیصل آباد

عید آئی ہے تو آنکھوں میں اتر آئے ہیں
ہجر کی اوس میں بھیگے ہوئے چہرے کتنے

شمائلہ ریحان ——— کراچی

نظر کا چین ، دل کا سرور ہوتے ہیں
جہاں میں لوگ کچھ ایسے ضرور ہوتے ہیں
سدا چمکتا رہے ان کی عید کا تہوار
قریب رہ کے بھی جو ہم سے دور ہوتے ہیں

رابعہ نور ——— لاہور

مکمل چاند ہو بہو تم جیسا تھا محسن
وہی حسن ، وہی غرور ، وہی دوری

ماریہ سلیم ——— سکھر

انتظار یار بھی ہے خوشیوں کا تہوار بھی ہے
بچھڑنے کا غم بھی ہے ملنے کی امید بھی ہے
خوابوں کی اے کاش ! کہ تعبیر مل جائے مجھے
تمہاری دید بھی ہے اور ہماری عید بھی ہے

صائمہ قمر ——— گوجرانوالہ

اس عید پر بھی نہ مل سکے ہم تو کیا ہوا
جذبوں میں ہو خلوص تو عیدیں ہزار ہیں

نسرین انور ——— خانیوال

عید کا چاند دیکھ کر ہم نے
تیرے دیدار کی دعا مانگی

سلطانہ جاوید ——— لاہور

عید آئی ، تم نہ آئے ، کیا مزا عید کا
عید ہی تو نام ہے اک دوسرے کی دید کا

آمنہ توقیر ——— ملتان

ہنسی خوشی تیرے جیون کا ہر سفر گزرے
میری دعا ہے کہ تیری عید خوب تر گزرے

حنا فاروق ——— شکار پور

ہر کسی کے لیے کہاں ہوتی ہیں عید کی خوشیاں
مسرتیں لاتا ہے کہاں سب کے لیے عید کا چاند

نگہت امین ——— بورے والا

سنو الفاظ کم ہیں اور تمنائیں ہزاروں ہیں
مبارک ہو میری جانب سے تم کو عید کی خوشیاں

شہلا مغل ——— کبیر والا

شام تک اُن کے لیے دروازہ کھلا رکھا
شاید وہ کہنے آ جائیں عید مبارک

عالیہ عرفان ——— رودسری

میں نے چاہا کہ تجھے عید پر کچھ پیش کروں
جس میں تابندہ ستاروں کی چمک شامل ہو
جس میں گزرے ہوئے لمحات کی تصویریں ہوں
جس میں انجان جزیروں کی مہک شامل ہو

بلقیس فرید ——— کبیر والا

میری جانب سے بھی عید مبارک ہو تمہیں
لوگ کہتے ہیں عید آئی ہے

عابدہ پروین ——— رحیم یار خان

تمہارے ساتھ گزارا ہے ہر عید عمر میں نے
مجھے بھی عید کی خوشیوں میں یاد کر لینا

سونیا مبین ——— مونیزہ دھیال

تری دوری و حضوری کا ہے یہ عجیب عالم
ابھی زندگی حقیقت ، ابھی زندگی فسانہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مُکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رزیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مُکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مُتعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

شبنم الاسلام ______ قائم پور

بساطِ زیست پہ مجھو میری ہی شکست ہے
میں بھی انا پرست ہوں، وہ بھی انا پرست ہے

______

منزل نہ مل سکی، یہ مقدر کی بات ہے
صد شکر ہم سے ذوقِ سفر تو نہیں گیا

دعا عالم بخاری ______ چیچہ وطنی

دستکوں پہ نہ کھلتا تھا، وہ در کیسا تھا
نام لکھا تھا جس پہ میرا، وہ گھر کیسا تھا

ہما ایوب شیخ ______ عارف والا

جو کہہ رہا تھا روشنی ہے زندگی میری
وہ شخص اپنے گھر کے چراغوں سے ڈر گیا

ماہ نور خان ______ فیصل آباد

جو بات کرتے ہیں کم اور مختصر سی قدم
وہ لوگ کتنے قرینے کی بات کرتے ہیں

ایمن انور ______ کراچی

جن کی خاطر شہر بھی چھوڑا، جن کے لیے بدنام ہوئے
آج وہی ہم سے بیگانے بیگانے رہتے ہیں

حمیرا عروش ______ کراچی

لاکھ پتھر ہوں، مگر لڑکی ہوں
پھول ہی پھول ہیں اندر میرے

انعم علی ______ کراچی

حبیب ہو سکے تو مجھ دینار بخش دل کی
کہ محبتوں کا اصول ہیں مدد گزیدہ کرنا
تیرے طرزِ تغافل سے مجھ کو نہیں
ہمیں آتا نہ تھا دلوں میں گھر کرنا

آمنہ اجالا ______ ڈہرکی

کوئی نئی چوٹ کھاؤ، پھر سے اداس لوگو
کہا کس نے کہ مسکراؤ اداس لوگو
کہاں تک بام و در چراغاں کیے رکھو گے
بچھڑنے والوں کو بھول جاؤ اداس لوگو

افشاں خان ______ شاہ پور چاکر

جن کی نظروں میں ہم نہیں اچھے
کچھ تو وہ لوگ بھی برے ہوں گے

سعدیہ حمید ______ جھنگ صدر

پھول خوشبو کے لٹتے ہی ہیں بکھر جاتے ہیں
لوگ پہچان بناتے ہوئے مر جاتے ہیں
ہم ہواؤں میں بھی جلتے ہیں چراغوں کی طرح
اور آنکھیں بھی ہر اک راہ میں دھر جاتے ہیں

علیہ حق نواز ______ شاہ پور چاکر

جنہیں فرصت نہیں ملتی ذرا بھی یاد کرنے کی
انہیں کہہ دو ہم ان کی یاد میں فرصت بیٹھے ہیں

ثمرہ، اقراء ______ کراچی

عزتِ نفس جس سے زخمی ہو
دھوپ بہتر ہے ایسی چھاؤں سے

طیبہ نواز ______ اٹک

جو بات میں کہہ نہیں سکتا وہ بات میں فرض کرتا ہوں
چلو میں فرض کرتا ہوں کہ مجھے تم سے محبت ہے

حرا زینب ______ بھوال

میں بلندیوں کا عروج تھا
میرا کیا تعلق تھا شام سے
تو جدا ہوا تو پتہ چلا
میرا نام تھا تیرے نام سے

فوزیہ سعید ______ کراچی

رونے سے ملال گھٹ گیا ہے
بادل تھا برس کے چھٹ گیا ہے

شازیہ ہاشم ______ قصور

کتاب سادہ رہے گی کب تک کبھی تو آغازِ باب ہوگا
جنہوں نے بستی اجاڑ ڈالی کبھی تو ان کا حساب ہوگا
سکوتِ صحرا میں بسنے والو، ذرا رتوں کا مزاج سمجھو
جو آج کا موسم سکوں سے گزرا تو کل کا موسم خراب ہوگا

فائزہ عباس شیخ ______ لیاری کراچی

اے شخص تیری جستجو سے
بے زار نہیں، تھک گیا ہوں

خضراء یعقوب ______ کراچی

اس قدر عشق جنوں خیز کہاں ہوتا ہے
کچھ اثر موسمِ گل کا بھی ہے دیوانوں پر

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

خط بھجوانے کے لیے پتا
ماہنامہ شعاع - 37 - اردو بازار، کراچی۔
Email: info@khawateendigest.com
shuaamonthly@yahoo.com

آپ کے خط اور ان کے جوابات لیے حاضر ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے آپ کی سلامتی عافیت اور خوشیوں کے لیے دعائیں۔

اب آتے ہیں آپ کے خطوں کی طرف پہلا خط "آپ کی پسندیدہ مصنفہ سائرہ رضا کا ہے۔ لکھتی ہیں

مجھے بچپن ہی سے شوق تھا کہ میں کوئی کارنامہ انجام دوں جس کے بدلے شاباش ملے اور مجھ پر انعام واکرام کی برسات ہو جائے۔ مگر ایسا کچھ نہ ہو سکا۔

مگر جیسے ہی اس ماہ کا شعاع دیکھا لگا یہی تو وہ دن تھا جس کا مجھے انتظار تھا۔ محترمہ نورین عطاء اللہ نے محلہ دین پورہ سیالکوٹ سے چند لائنیں بتا کر پوچھا۔

یہ تنزیلہ ریاض کے کس ناول سے متعلق ہیں؟

ایڈیٹر نے کہا۔

"صرف ایک سطر پڑھ کر ناول کے بارے میں بتانا بہت مشکل ہے۔ اگر کسی قاری بہن نے یہ کمال کر دکھایا تو ضرور شائع کریں گے۔"

لوئی یہ کون سا بڑا کام تھا۔ ابھی لیں اپریل 2005ء خواتین میں مکمل ناول "ایک میں اور ایک تم" تنزیلہ ریاض۔۔۔ لائیے انعام۔۔۔

دراصل پیاری بہنو! یہ ناول میرے پسندیدہ ناولز میں سے ایک ہے۔ مجھے اس کے جملے منظر نگاری۔ مکالمے غرض ہر شے ہمیشہ یاد رہی۔ میں شاید ایسا کبھی بھی نہ لکھ سکوں۔

دراصل میں لکھاری سے پہلے ایک قاری بھی تو ہوں ناں۔ سو میری بھی پسند ناپسند ہے۔ جیسے آپ چند ناموں کو دیکھ کر جھوم اٹھتی ہیں۔ میں بھی۔۔۔ کچھ تحریروں پر لکھنے والوں کے ہاتھ چومنے کو دل کرتا ہے ناں۔ میرا بھی۔۔۔ کچھ تحریریں آپ کو تنگ کر دیتی ہیں۔ مجھے بھی۔۔۔

ان میں ایک نام تنزیلہ ریاض کا بھی ہے۔ (باقی بھی بتاتی ہوں ابھی) مگر تنزیلہ ناصد بر گ یا اللہ۔۔۔۔

گزشتہ دنوں چند نشستیں ایک اسٹیج ایکٹر کے ساتھ گزریں۔ ان سے گفتگو نے اتنے موڑ بدلے کہ میں چکرا کر رہ گئی۔ ان کے تجربات یادداشتیں واقعات ان کے فلسفے قصے اسٹیج بیانیاں "خود ان کی اپنی زندگی۔ مانو میرے پاس اسٹیج قلم کے حوالے سے کہانیوں کا ڈھیر لگ گیا۔ مگر سوچتی ہوں۔

"کیا ایسا لکھ سکوں گی جو صد برگ سے اچھا ہو۔ اس کے برابر کا ہی ہو جائے یا۔۔۔ یا بس ایک جھلک سوچوں کو جمع ہونے ہی نہیں دیتی۔ اور اب خواتین ڈائجسٹ میں شائع ہونے والا سلسلہ وار ناول "عہد الست۔۔۔"

جب تنزیلہ دین اور دنیا کی تقسیم کرتی ہیں۔ دنیا اللہ کی ہے اور دین بندے کے لیے۔ دنیا اللہ واپس لے لیں گے۔ دین بندے کی ملکیت۔۔۔ آپ یقین کریں بڑے بڑے عالم اور فقہا جس حقیقت کو بتانے کے لیے خطبے پہ خطبے دیتے ہیں۔ تنزیلہ چار لائنیں کہہ کر یہ جادو جگا۔۔۔ ماشاء اللہ۔۔۔

مسلسل جاتی ہیں۔ میں ڈائجسٹ کا حرف حرف پڑھتی ہوں۔ ہمیشہ سے (جب تک پیسے پورے وصول نہیں ہو جاتے)

عمیرہ احمد کو پڑھتے وقت میں چوکی بلی ہو جاتی ہوں۔ (کھڑے کان) اگلا جملہ کچھ بھی ہو سکتا ہے "آپ کی سوچ سے پرے۔۔۔ شاندار۔

قاری بہنیں میرا اور عمیرہ کا نام آگے پیچھے کر کے پڑھتی

SCANNED BY DIGESTPK

ہیں۔ ان کی مرضی مگر میں سمیرا کو خود سے بہت الگ اور آگے دیکھتی ہوں۔

اور دوسرے میرا ان کا طرز تحریر قطعاً "مختلف ہے۔ ہے ناں؟

اب مجھے "کمساری کا گھر" بہت اچھی لگی۔ ایمل رضا کی "جھوک ریپ" میں نے سانس روک کر پڑھی۔ اتنے سارے اچھے جملے اور تشبیہات۔۔۔ دل خوش ہو گیا۔

ڈائجسٹ میں نعیمہ ناز۔۔۔ ثمینہ عظمت "عالیہ بخاری عائشہ فیاض کے نام ہوں تو میری جلد از جلد پڑھ لینے کی بے چینی حد سے سوا ہوتی ہے۔

کاش میں کسی دن پڑھا کھولوں اور اس میں رفعت ناہید سجاد کا ناول ہو۔

نمرہ احمد کے نئے ناول نے مجھے پکڑ لیا ہے۔ اگر آگے بھی اتنا شاندار رہا تو پھر جکڑ لیا۔

رخسانہ نگار آج کل میرا سانس خشک کرنے کا کام کر رہی ہیں۔ بس یہ بتا دیں میرا پڑھتے وقت جتنا دل دھکتا ہے۔ بلکہ بار بار بند ہونے لگتا ہے۔ کیا آپ کا لکھتے ہوئے ایسا ہوتا ہے؟

عنیزہ سید کے ماہ نور اور سعد کی صاف ستھری محبت مجھے بے حد پسند ہے۔ دراصل تنہا کرے میں صوفوں پہ بیٹھے ہیرو ہیروئن کے بیچ سینٹرل ٹیبل کی "موجودگی میرے نزدیک ازحد ضروری ہے۔ بلاوجہ کا "چھونا" اور چپکے جملے نہ مجھے اپنی ذات کے حوالے سے پسند ہیں اور نہ ہی کرداروں کے لیے۔ سو یہ ڈھکا چھپا انداز۔۔۔ اقدار اور روایات کا پاس عنیزہ خوب کرتی ہیں۔

گزشتہ مہینوں میں کچھ لڑکیوں نے لکھا کہ وہ بے چاریاں طوالت کے باعث مجھے پڑھتی ہی نہیں۔۔۔ یار اب آپ لوگ ایسا تو نہ کریں ناں۔۔۔ تھوڑا تھوڑا کر کے پڑھتی جائیں۔ کبھی نہ کبھی تو پورا ہوگا۔

آپ یقین کریں۔ "محبت داغ کی صورت" کے صفحات جب سو سے اوپر گئے تو مجھے فوراً "یہ بھی نہیں یاد آ گئیں کہ بی بی سائرہ بہنوں کی تو خبر نہیں ان بے چاروں نے تو شمیں اب پڑھنا ہی نہیں ہے۔

صفحات بڑھتے تھے تو مجھے ایڈیٹر کے بجائے آپ لوگ ہی یاد آتی رہیں۔

ہاں بہت مشکل کی تعریف بھی کروں گی۔ ویری گڈ ثنایہ خان۔

ہر بار پرچہ پڑھ لینے کے بعد میں لمنل کو فون کرتی ہوں یا میسج کرتی ہوں۔ تعریف اور تنقید دونوں۔۔۔ سحر ساجد کو پڑھ کر میں نے لمنل سے کہا "اتنی زبردست تحریر۔ لمنل پکڑ لیں سحر کو جانے نہ پائے۔"

اور پلیز سمیرا بخاری ایک بڑا سا طویل کچھ مزاحیہ "کچھ دکھی ناول لکھ دیں اگر آپ پرچے میں ہوں تو باقی سب کا نمبر بعد میں آتا ہے۔

سدرۃ المنتہیٰ کی تحاریر پسند ہیں۔ اسے میں فون پہ رائے دے رہی ہوں۔ خصوصاً "زنگ تو بیک مکالمے۔۔۔ میرے خیال میں مجھ میں یہ ہنر نہیں ہے۔

آمنہ ریاض کے کرداروں پہ تبصرے مجھے مبہوت کر دیتے ہیں۔ اگر میرے پاس اتنے الفاظ کا ذخیرہ ہوتا تو آج میں کیا سے کیا ہوتی۔ بار بار پڑھنے پر بھی یہ فیصلہ مشکل لگتا ہے۔ کتاب کے حوالے خوب صورت ہیں یا آمنہ کے لکھے تبصرے کے جملے۔

ج: سائرہ ہم تو پہلے ہی اعتراف کر چکے ہیں کہ آپ "باکمال" ہیں۔ آپ نے یہ کمال بھی کر دکھایا تو یہ آپ ہی کر سکتی تھیں کمال کی بات تو یہ بھی ہے کہ آپ لکھنے کے ساتھ ساتھ ہر ماہ پرچے کی تمام تحریریں پڑھتی ہیں۔ ان پر تبصرہ کرتی ہیں" تنقید کرتی ہیں اور پھر انہیں یاد بھی رکھتی ہیں۔ آپ کا خط شائع کر رہے ہیں" کچھ مصنفین کو شکایت ہوگی کہ سائرہ نے ان کا نام نہیں لکھا۔ تو ایسی بات ہرگز نہیں۔ ہر ماہ پرچا آنے کے بعد جب سائرہ سے بات ہوتی ہے تو وہ ہر اچھی تحریر کا ذکر ضرور کرتی ہیں اور اپنے بہترین مشوروں سے بھی نوازتی ہیں۔ اسی طرح رخسانہ نگار جب سے ٹی وی پر مصروف ہوئی ہیں اس سے کم بات ہوتی ہے لیکن وہ بھی نئی مصنفین کے بارے میں ضرور رائے دیتی ہیں۔ جو جملے سحر ساجد کے بارے میں سائرہ نے کہے تھے وہ سمیرا حمید کے لیے رخسانہ نگار نے کہے تھے۔ سینئر مصنفین کی یہ فراخ دلی اپنی جگہ قابل تعریف ہے۔

ایمل رضا کی یہ دوسری تحریر تھی۔ ہمیں بھی ان سے بہت توقعات ہیں۔ عالیہ بخاری تو نئی وی کو پیاری ہو چکی ہیں۔ امید ہے کہ شاید کبھی پرانے دوستوں کو بھی یاد کر لیں۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

صفیہ عباس کڑور لعل عیسن لیہ سے لکھتی ہیں

کافی عرصے بعد شعاع میں خط لکھ رہی ہوں۔ لیکن ہم جیسے غیر اہم لوگوں کی کمی کون محسوس کرتا ہے؟ سب سے پہلے تو میری طرف سے تمام مصنفین، قارئین اور شعاع کے اسٹاف کو ماہ رمضان اور شعاع کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو خوشیوں و مسرتوں کا گہوارہ بنائے (آمین)

جولائی کے شعاع کا ٹائٹل اچھا تھا، ہلکے سے میک اپ اور سر پہ دوپٹے کے ساتھ ماڈل اچھی لگی۔ ماہ مبارک کے حوالے سے پیارے نبی کی پیاری باتیں اچھی لگیں۔ مگر اعتکاف کے حوالے سے کوئی بات شامل نہیں کی گئی۔

تاریخ کے جھروکے بہت خوب صورت سلسلہ ہے۔

ایک تھی مثال پہلے سے اچھا ہو گیا ہے مگر آخری سین پڑھ کے دل ڈوب گیا۔ پلیز رخسانہ جی مثال پہلے ہی بہت مشکل زندگی گزار رہی ہے اس کے ساتھ اور کچھ برا نہ ہونے دیجئے گا۔ پلیز رقص بسمل بھی بہت خوب صورتی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ صنم سے صمد تک میں حیا کے ساتھ بہت برا ہوا۔ اسے سچی محبت کرنے کی اتنی بڑی سزا کیوں دی گئی؟ اس کے والدین نے جو کچھ کیا اس میں حیا کا تو کوئی قصور نہیں تھا؟ صدف آصف کے ناوٹ نے ثابت کیا کہ حسد کرنے والے کبھی خوش نہیں رہتے۔ عائشہ نصیر کا ناول بھی اچھا تھا۔ "یارم" پر تبصرہ محفوظ ہے۔ افسانوں میں لیلتہ القدر اور بارش کے بعد اچھا لگا۔ فوزیہ رباب کا شعر اچھا لگا۔ نمرہ ترابی کی غزل زبردست تھی۔

ج : صفیہ! آپ بالکل غیر اہم نہیں ہیں آپ کا شمار ہماری ان قارئین میں ہوتا ہے جو باقاعدگی سے خط لکھتی ہیں تو پھر ہمیں آپ کی کمی کیوں نہ محسوس ہوتی ہمیں اپنی تمام قارئین بہت عزیز ہیں اور خصوصاً وہ جو ہمیں خط لکھ کر ہماری حوصلہ افزائی کرتی ہیں۔ ہماری غلطیوں کی نشان دہی کرتی ہیں۔ آپ کو بھی ہماری جانب سے عید مبارک ہو اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی عافیت میں رکھے۔ آمین

شعاع کی پسندیدگی کے لیے تہ دل سے شکریہ۔

شازیہ ہاشم کھڈیاں خاص ضلع قصور سے شریک محفل ہیں لکھا ہے

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری باتوں کو دیکھا رمضان المبارک کی فضیلت پڑھ کر ایک گونہ سکون ہوا کہ تمام اسلامی بہنیں ان اقتباسات کو پڑھ کر رمضان المبارک کی قدر کے بارے میں جان سکیں گی۔ اس کے بعد سب سے پہلے "صنم سے صمد تک" دوڑ لگائی۔ جب پڑھا تو آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ گئے۔ "حیا حسین" کا صبر دیکھ کر بے حد حیران ہوئی "تنزیلہ ریاض" سب سے منفرد رائٹر لگتی ہیں۔ مجھے اس میں کچھ فقرات بے حد پسند آئے جن میں سے ایک لکھ رہی ہوں۔

"اللہ کی محبت کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔"

"جو بقا کی طرف دوڑا وہ کامیاب، جو فنا کی طرف دوڑا وہ ناکام دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔"

اللہ تبارک و تعالیٰ تنزیلہ ریاض کو خوش رکھے۔

اس کے بعد ناول کیا ہجر کا دن، صدف آصف نے اچھا لکھا تھا۔ پھر سلسلے وار ناول پڑھے۔ جس میں "ایک تھی مثال" بہت سست رفتاری سے چل رہا ہے۔ براہ مہربانی اس کو جلد از جلد وائنڈ اپ کریں کیونکہ ایک ہی بات چل رہی ہے۔ جس سے قارئین کی دلچسپی کم ہوتی جا رہی ہے۔ اس دفعہ کچھ نیا آیا ہے۔ نبیلہ عزیز کا رقص بسمل پڑھا۔ جس میں ملورا کا کردار بے حد اچھا لگتا ہے۔ سمیرا حمید کا "یارم" پڑھا تو یہ مجھے بے حد منفرد لگا۔ اس میں امرحہ اور اس کے دادا جان بے حد اچھے لگے۔ رائٹر نے بڑے اچھے طریقے سے توہم پرستی اور غلط عقائد پر روشنی ڈالی ہے۔ اب دیکھیے اگلی قسط میں کیا ہوتا ہے۔ قانتہ رابعہ کا افسانہ "لیلتہ القدر" پڑھ کر دل کو روحانی تقویت ملی۔ "بارش کے بعد" اس سے یہ سبق ملتا ہے بڑوں کی لڑائیوں کی وجہ سے چھوٹوں کے درمیان تلخیاں نہیں ڈالنی چاہئیں "پھر یوں ہوا" اور ایک تیز افسانے بھی اچھے تھے ناولٹ عائشہ نصیر احمد کا "کوئی نہ جانے بات" پڑھا تو فاخر کا چپکے چپکے پیار بھرے جذبات رکھنا اچھا لگا۔ باقی سارے سلسلے بھی پڑھے۔ تاریخ کے جھروکے ہر بار کی طرح قابل تحسین تھا۔

ایک شعر کے ساتھ اجازت۔

اک لمحہ ملا تھا کہنے کو
زندگی بھر کی کیا بات کرتے

ج : پیاری شازیہ! ایک خط میں زندگی بھر کی باتیں ہو بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

نہیں سکتیں، آپ ہمیں ہر ماہ خط لکھیں۔ آپ کا تفصیلی تبصرہ بہت اچھا تھا۔ آپ جو قرآن پاک کی تفسیر کا نیک کام انجام دے رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائے اور علم کے ساتھ ساتھ عمل کی بھی توفیق عطا کرے۔ آمین شعاع پر تفصیلی تبصرے کے لیے تہ دل سے شکریہ۔

زر افشاں انصاری۔۔۔ کراچی

ٹائٹل دیکھ کر روح افزا اور دودھ کے شربت کی یاد آ گئی۔ افسانے سب ہی اچھے تھے پر دھنک حبیب اور قانتہ رابعہ کے افسانے بیسٹ تھے۔ صدف آصف کے ناول میں ملاحت کا کردار بہت اچھا تھا۔ کنیز نبوی صاحبہ لف حیا کی اتنی بچی محبت اور بدلہ انتہا الٹ۔ رخسانہ آپی! آپ نے تو سارے شکوے ایک ہی قسط میں دور کر دیے مزا آ گیا پڑھ کر۔ نبیلہ آپی پلیز تھوڑی اسپیڈ پکڑیں۔

ج : زر افشاں! آپ کی تعریف اور تنقید متعلقہ مصنفین تک پہنچائی جارہی ہے۔ حیا کو بچی محبت کا بہت اچھا صلہ ملا' اسے خالق حقیقی کی محبت نصیب ہوئی اس سے بڑھ کر کیا بات ہو سکتی ہے۔

حافظہ نور آمنہ نے گلشن اقبال رحیم یار خان سے لکھا ہے

ٹائٹل لاجواب تھا کیونکہ یہ کلر میرا فیورٹ ہے ایک تھی مثال کی طرف چھلانگ ماری۔ بہت اچھی جارہی ہے صدف آصف کی کہانی بھی پر اثر تھی سمیرا حمید چھا گئیں۔ افسانوں میں لیلۃ القدر اور بارش کے بعد بازی لے گئیں۔ کنیز نبوی کی یہ پہلی اسٹوری میں نے پڑھی ہے جیسا پڑھا تھا اس سے زیادہ لاجواب انداز ہے ان کا اسٹوری لکھنے کا۔ واقعات کو جوڑنے کا۔

میرا تعلق حافظوں کے خاندان میں سے ہے۔ ہم اپنے گھر میں 3 حافظہ ہیں لیکن امی نانا ابو نے پڑھنا لکھنا سکھایا تھا شروع کی کلاسز ٹیوشن سے پڑھیں 8th سے باقاعدہ اسکول میں پڑھا اور ساتھ حفظ کا امتحان بھی دیا اب IUB سے ایم اے ایجوکیشن کی اسٹوڈنٹ۔

ج : حافظہ نور آمنہ! آپ نے قرآن پاک حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی اور اب ایم اے ایجوکیشن کی طالب علم ہیں یہ جان کر بہت خوشی ہوئی۔ قرآن پاک پڑھنا اس کو سمجھنا اس کو حفظ کرنا اور اس پر عمل کرنا بہت بڑی خوش نصیبی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو علم کے ساتھ عمل کی توفیق بھی عطا کرے۔ شعاع کی پسندیدگی کے لیے تہ دل سے شکریہ۔ آپ کہانیاں لکھنا چاہتی ہیں۔ ضرور لکھیں۔ ہماری رائے اور اجازت کی قطعاً" ضرورت نہیں۔ اچھی ہوئیں تو ضرور شائع ہوں گی۔

کوثر ناز نے حیدر آباد سے لکھا ہے

ایک بات کہوں کوئی جھوٹ نہیں ہے فریب نہیں ہے اور بات یہ ہے کہ آپ مجھے اپنی اپنی سی لگنے لگی ہیں۔

ہوں تو آتے ہیں شمارے کی سمت۔ جون میں لمابہ خان کا بت شکن ختم ہوا' المابہ میں نے آپ کو شاید پہلی بار پڑھا ہے مگر امیزنگ پایا ہے۔ کمال کا لکھتی ہیں آپ۔ سمیرا حمید کمال لکھتی ہیں آپ بھی۔ سلسلے وار ناول اس ماہ بھی اچھے تھے۔

ج : پیاری کوثر! آپ ہماری اپنی ہی ہیں غیر نہیں ہیں اور اپنائیت کا یہ رشتہ ہماری ہر قاری کے ساتھ ہے ہماری قارئین اتنی محبت سے خط لکھتی ہیں اتنی مشکل سے پوسٹ کرواتی ہیں۔ ہمارے دل میں ان محبتوں کی بڑی قدر ہے۔ آپ کی کہانیاں ابھی پڑھی نہیں ہیں۔ پڑھ کر رائے دیں گی۔

عظمیٰ مشتاق نے جہلم سے لکھا ہے

اس دفعہ بھی شعاع اسے دن تھا۔ میرے خط لکھنے کی وجہ سمیرا حمید کا ناول یارم ہے۔ اگلی قسط کا شدت سے انتظار ہے۔ سمیرا کے ناول' افسانوں کے نام بہت منفرد ہوتے ہیں اور اسٹوری کی تو کیا ہی بات ہوتی ہے۔ باقی ناول افسانے بھی زبردست تھے۔

ج : بہت شکریہ عظمیٰ!

سائرہ داؤد اور فریحہ یعقوب نے چاہ گجر والا چوک سے شرکت کی ہے لکھتی ہیں

ناول میں صدف پنک کلر کے لانگ شرٹ اور ڈوپٹے میں بہت اچھی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

لگ رہی تھی۔ سب سے پہلے تو تنزیلہ نیوی کو بہت مبارک باد جنہوں نے اتنا خوب صورت ناول (صنم سے صمد تک) لکھ کر دل خوش کر دیا۔ لینڈ بہت اچھا تھا۔ سمیرا حمید کا ناول "یارم" بہت اچھا لگا ویلڈن سمیرا آپی! امنا یا سمین کا افسانہ بھی اچھا تھا ـــــ واقعی شرک بہت بڑا گناہ ہے۔ بس فی الحال یہی تحریریں پڑھی ہیں۔ چھپ چھپ کے پڑھنا پڑتا ہے۔ ہم دونوں کی امی یہ سمجھتی ہیں کہ سولہ سال کی عمر ڈائجسٹ پڑھنے کے لیے بہت چھوٹی ہے لیکن ہم بھی اپنے نام کی ایک ہیں۔ جب بھی موقع ملتا ہے کورس کی کتابوں میں ناول چھپا کر پڑھ لیتی ہیں یا پھر چھت پر جا کر پڑھتی ہیں۔ سحر انصاری کی غزل راج جس بہت پسند آئی۔ ہماری کو کارہ مونیکا کے مسلمان ہونے کی خبر پڑھ کر کتنا خوشی ہوئی لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتی۔ ویسے ہماری بھی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ ہم بھی کسی نان مسلم کو اپنی باتوں سے متاثر کر کے مسلمان بنائیں۔

ج : سائرہ اور فریح! آپ نے خط لکھا بہت خوشی ہوئی۔ ڈائجسٹ پڑھنے کے لیے عمر کا تعین ضروری نہیں "اچھے برے" صحیح غلط کی تمیز ہونی چاہیے۔ بہت سے لوگ بڑی عمر میں بھی اچھائی برائی میں تمیز نہیں کرتے اور کچھ لوگوں میں فطری طور پر یہ صلاحیت پائی جاتی ہے۔ ویسے اس میں گھر کے ماحول اور تربیت کا بھی بڑا دخل ہوتا ہے۔

ہمیں تو آپ بہت سمجھ دار لگتی ہیں۔ "ڈائجسٹ پڑھیں لیکن اپنی تعلیم کو نظر انداز نہ کریں اور گھر کے کاموں میں بھی امی کو شکایت کا موقع نہ دیں پھر وہ آپ کو منع نہیں کریں گی۔

غیر مسلموں کو مسلمان ضرور کریں لیکن پہلے مسلمان تو آپس کے اختلافات ختم کر کے ایک ہو جائیں۔

فری گل نے بنوں سے شرکت کی ہے' لکھتی ہیں

اس ماہ کا شعاع زبردست تھا۔ تنزیلہ نیوی کا ناول بلاشبہ بہترین تھا۔ سمیرا حمید کا نیا انداز بہت پسند آیا۔ باقی کے سارے افسانے بھی بہت اچھے تھے۔

بہت شکریہ فری! آپ نے ہماری محفل میں شرکت کی بہت خوشی ہوئی۔

قدسیہ خالد نے سرگودھا سے لکھا ہے

السلام وعلیکم' میں 93 یا 94 سے خواتین اور شعاع پڑھ رہی ہوں اور اب دس سال سے ایک مقامی کالج میں انگریزی کی استاد ہوں۔ ان دونوں رسالوں کی ایک مستقل قاری کتنا تو زیادتی ہو گی۔ لیکن منتخب کہانیاں پڑھتی ہوں۔ کہانی "صنم سے صمد تک" پڑھی اور خوشی ہوئی کہ تنزیلہ نیوی نے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ سیانی کردار تو کھلے گناہ گور مگر حیا کا ظلم بھی واضح کر دیا۔ کہ حیا (ہیروئین) نے زبردستی کسی کو اپنا بنانے کی کوشش کی اور اس سے تو بھی لگائی۔ جذبات میں اتنا بھی نہیں بہنا چاہیے کہ خود بھی اور اگلے کو بھی گناہ گار بنایا جائے۔ اسی طرح ایک کہانی پڑھی جس میں ہیرو کی بیوی "ہیرو اور اس کی ماں کے رشتے کو غلط سمجھتی ہے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتی "اصل رشتہ" ان دونوں کے مابین کیا ہے اور جب کوئی اسے بتاتا ہے اور وہ حیران رہ گئی کہ میری کزنز نے اس کی بیوی کو برا بھلا کہا ہے۔ اصل رشتہ نہ بتانا بھی گناہ۔ شک پیدا کرنا بھی گناہ۔ خاص طور پر سگے رشتوں سے جیسے ماں باپ بیٹا بہن بھائی میاں بیوی۔ اگر کوئی بھی بے شک مدرسے سے پڑھ کر آئے مگر اپنی ماں یا بھائی کو صحیح نہ بتائے۔ تو بیوی ماں یا بھائی کو شک نہیں کرنا چاہیے۔ ہر چیز واضح (بے شک دشواری پیش آئے) ہونی چاہیے۔ جو غلط بھی غلط اور شک پیدا کرنا اس سے بھی غلط اور میاں بیوی کا رشتہ تو ویسے ہی اعتبار اور سچ کا ہوتا ہے۔ جو چھپائے گا وہ غلط ہو گا۔ اور ہاں مجھے کلاس میں شاگرد نے کہا کہ اس نے آپ کے رسالے میں پڑھا کہ نیند لیے بغیر تہجد نہیں ہوتی تو میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ اگر پریشانی کی زیادتی کی وجہ سے نیند نہ آئے یا بیماری کی وجہ سے تو وہ تہجد پڑھ سکتی ہیں۔ ہاں عام حالات میں نیند ضرور لیں اور اس کو عادت مت بنائیں۔ اگر کسی کو انسومینیا کی بیماری ہے۔ تو اس کا مطلب ہے وہ ساری زندگی تہجد سے محروم ہو گیا۔ (خدانخواستہ) اگر کسی کے قریبی رشتہ دار کا صبح آپریشن ہے اور پریشانی سے نیند نہیں آ رہی تو تہجد انشاء اللہ تعالیٰ قبول ہو گی بس جیسے بھی حالات ہوں۔ اللہ سے دور نہ ہوں اور نہ ہی وسوسوں میں زیادہ پڑیں۔

ج : پیاری قدسیہ! ہم نے تہجد کی تعریف لکھی تھی کہ تھوڑی سی نیند لے کر اٹھیں پھر پڑھیں لیکن جس قسم کے حالات آپ نے لکھے ہیں ان میں درست ہے جیسے نماز کے لیے وضو شرط ہے لیکن پانی نہ ملنے تو تیمم سے بھی نماز ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر کچھ لوگوں کے ساتھ کوئی مسئلہ ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

تو وہ تجدید ادا کر سکتے ہیں۔ آپ نے بہت اچھی بات لکھی جیسے بھی حالات ہوں بس اللہ سے دور نہ ہوں اصل بات یہی ہے۔ ایک بات کی وضاحت کر دیں 'حیا نے مختطر کو زبردستی اپنا بنانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ مختطر اس کے باپ کا ملازم تھا۔ وہ اسے پسند کرتی تھی۔ اس کے باپ کو اس کی پسند کا پتا چلا تو انہوں نے شادی کر دی کیونکہ وہ جانتے تھے۔ مختطر ان کا بھتیجا ہے مختطر نے بھی اپنی مرضی سے حیا سے شادی کی تھی۔ بعد میں جب اسے حالات پتا چلے تو وہ حیا سے بدظن ہو گیا۔ حیا نے اپنے شوہر سے محبت اور وفا نبھائی تو کیا یہ اس کی غلطی تھی؟

قدسیہ! آپ نے بہت اچھا خط لکھا آئندہ بھی خط لکھ کر اپنی رائے کا اظہار کرتی رہیے گا۔

اصباح منہاس نے ڈیرہ غازی خان سے شرکت کی ہے' لکھتی ہیں

میں رائٹر بننا چاہتی ہوں یہ بات ڈیڑھ سال پہلے پتا چلی اور میں حیران ہوں کہ ابھی تک اسی پہ قائم ہوں۔ ویسے میں BSC کر رہی ہوں فائنل ایئر کے پیپر دیے ہیں۔ دعا کیجئے گا کہ فرسٹ ڈویژن آجائے۔۔۔۔ ہم لوگ پانچ بہن بھائی ہیں اور میرا نمبر دوسرا ہے۔ دوسرے نمبر کے جو نقصانات ہیں ان پہ الگ سے تبصرہ کروں گی اگلے خط میں ان شاء اللہ۔

اس ماہ کے رسالے میں سب کہانیاں اچھی تھیں سب سے اچھی تھی رشک حبیب کی ایک تیتر' ایک بٹیر میں بتاتی ہوں کیوں۔۔۔ بات تو انہوں نے Typical کی مگر ان کا انداز نیا تھا۔ ذرا ہٹ کے تو مجھے بہت اچھا لگا۔ آج کل کی سوچ بدل گئی ہے۔ مگر جو کہانیاں ہوتی ہیں وہ عکس ٹیپیکل کی ٹیپیکل مطلب یہ کہ تھوڑا الگ انداز اپنائیں تو اچھا ہو گا۔

میں نے کہانیاں اس لیے نہیں بھیجیں کیونکہ آپ وہی جواب دیں گی کہ "افسانوں کے لیے معذرت فی الحال صرف مطالعہ پر توجہ دیں"

ج : اصباح! ضروری نہیں سب کو ایک جیسا جواب ملے۔ آپ کہانیاں بھجوا دیں۔ ویسے خط سے اندازہ ہوتا ہے آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے۔ آئندہ خط لکھیں تو دوسرے نمبر پر ہونے کے نقصانات ضرور بتائیں۔ ویسے ایک بات اپنے تجربے سے ہم بھی آپ کو بتا دیں کہ فائدہ اور نقصان قسمت سے ہوتا ہے۔ کہیں بڑے نقصان میں رہتے ہیں اور کہیں چھوٹوں کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

آپ کی اس بات سے ہم متفق نہیں ہیں کہ ہمارے ہاں روایتی کہانیاں ہوتی ہیں۔ ہماری نئی مصنفین بہت اچھے اور نئے انداز سے لکھ رہی ہیں۔ میرا حمید کی کہانیاں' ان کے موضوعات بہت مختلف اور ہٹ کر ہوتے ہیں۔ سائرہ رضا بھی ہر بار نئے موضوع کا انتخاب کرتی ہیں۔

ایمہا سکان سعید نے قلعہ دیدار سنگھ سے لکھا ہے

میرا مطالعہ صرف اور صرف شعاع کی حد تک محدود ہے جو کچھ سیکھا جانا اور پڑھا صرف اور صرف شعاع سے بچپن سے لے کر اب تک یہی ہم جولی کی طرح قدم قدم پہ میرے ساتھ چل کر رہنمائی کر رہا ہے۔ میں نے دنیا شعاع کی نظر سے ہی دیکھی ہے۔ میں نے اونچ نیچ اسی رسالے سے سیکھی ہے۔

آپی مشکلیں چہار سو ہیں۔ چیزیں خود بخود ہی بگڑ رہی ہیں۔ حالات سدھارنے کی کوشش میں اپنی ہی ذات بکھر رہی ہے۔ امیدوں کا مرکز صرف اور صرف کہانیاں ہیں۔ خواہش ہے زندگی کے کسی موڑ پر اتنی کامیاب ہو جاؤں کہ رسالے ٹی وی تک جا پہنچے۔

مریم عزیز فیورٹ رائٹر ہیں لیکن یہ شمو بخاری کدھر ہیں؟ انہیں کیا ہماری یاد نہیں آئی۔ انہیں کہیں جولری اور تیلی کی حاضری لگوائیں۔ جب ہوئے کافی عرصہ بیت گیا ہے۔ فائزہ اور عمیرہ آپی سے میں ناراض ہوں ہوئی دی کی ہو کر رہ گئی ہیں۔

ج :۔ پیاری ایمہا! مشکل کے بعد آسانی ہے۔ حالات سدھر جائیں گے بس ہمت نہ ہاریں' ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں آپ رائٹر ضرور بنیں گی۔ کوشش کرتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کی کوششوں کو رائیگاں نہیں کرتا۔

شعاع کی پسندیدگی کے لیے شکریہ۔ شمو بخاری کی تحریر اس ماہ شامل ہے۔

ثمن دواس دیونہ منڈی گجرات سے تشریف لائی ہیں لکھا ہے

پیارے نبی کریم کی پیاری باتیں خاص کر تراویح کے

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

بارے میں پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ "رقص بسمل" ناول پڑھ کر اس دفعہ ذہن کے دریچے میں کئی سوال براجمان ہوئے ہیں۔ "ایک تھی مثال" میں علیمہ کی ٹینشن تو دور ہوگئی بیٹیوں کی شادی کی۔ "صنم سے صمد تک" ناول لکھنے کا حق کنیز نبوی پورا پورا ادا کر رہی ہیں۔ "وصل کیا ہجر کا دن" مکمل ناول صدف آصف کا پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ باقی ساری کہانیاں بھی بہت زبردست تھیں۔

ج : پیاری شیریں! شعاع کی پسندیدگی کے لیے تہہ دل سے ممنون ہیں۔ امید ہے آئندہ بھی خط لکھ کر اپنی رائے سے آگاہ کرتی رہیں گی۔

طوبیٰ سلیم ملتان سے شریک محفل ہیں لکھا ہے

رمضان کے لحاظ سے ٹائٹل بہت اچھا لگا۔ سب سے پہلے رقص بسمل پڑھا بہت خوب صورتی سے نبیلہ عزیز آگے بڑھا رہی ہیں پھر صنم سے صمد تک کنیز نبوی نے کیا خوب لکھا ہے کہ تعریف کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔ لفظوں کا چناؤ بہت اعلا تھا۔ سیرا حمید نے اس دفعہ "یارم" میں مختلف موضوع کا چناؤ کیا ہے صدف آصف نے بھی بہت اچھا لکھا ہے۔ میں تقریباً "نو سال سے ان تمام ڈائجسٹ کی قاری ہوں اور یہ ڈائجسٹ ہمارے لیے ماؤں کا کام کرتے ہیں۔ ایسی باتیں بھی سمجھ میں آجاتی ہیں جو شاید ماں بھی نہ سمجھا سکے۔

ج : پیاری طوبیٰ! شعاع کی محفل میں خوش آمدید اور دعائیں۔ آپ کی تعریف اور تنقید متعلقہ مصنفین تک پہنچائی جارہی ہے۔

آبرو ملک [illegible] سے لکھا ہے

سب سے پہلے "ایک تھی مثال" کو پڑھا۔ آپی! اب ناول صحیح عروج پر آیا ہے۔ اب تو مثال کا امتحان ختم ہو جانا چاہیے۔ میرے خط لکھنے کی اصل وجہ کنیز نبوی کا ناول "صنم سے صمد" تک ہے۔ آپی! حیا تو محبت کی دیوی تھی۔ اس کے ساتھ اتنا برا کیوں ہوا؟ مجھے سب سے زیادہ نفرت ماہم سے ہوئی اور ماموں حمید سے۔ وہی تھے خضر کو بھٹکانے والے۔ یہ ناول ہمیشہ یاد رہے گا۔ "وصل کیا ہجر کا دن" ایک اچھا ناول تھا۔ مگر موضوع وہی پرانا تھا۔ "تاریخ کے جھروکے" میں حضرت لیا علیہ السلام کے بارے میں پڑھ کر بہت زیادہ اچھا لگا۔ یہ سب سے زیادہ اچھا سلسلہ ہے۔

ج : پیاری آبرو! زندگی میں ہر طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ کچھ لوگ صرف اپنے لیے جیتے ہیں اور کچھ دوسروں کے لیے اپنی ہستی مٹا دیتے ہیں۔ ماہم کی فطرت میں خود غرضی اور حیا کی فطرت میں محبت تھی۔ "وہ سراپا محبت تھی" "ایک اچھی بیٹی۔ ایک اچھی بیوی انسانیت سے محبت کرنے والی۔ اس نے محبت کے ہر روپ کو نبھایا اور پھر اسے حقیقی محبت نصیب ہوئی۔ جو بہت بڑی سعادت تھی۔ اور جن لوگوں نے اس کے ساتھ برا کیا وہ ضمیر کی خلش اور پچھتاوے کا شکار ہوئے خصوصاً مظفر حسنین۔

مدثرہ کوثر چک نمبر T.D.A/632 چوک سرور شہید سے شریک ہیں

میں شعاع کی دس سالہ خاموش قاری ہوں۔ اصل میں میری امی یہ رسالے پڑھا کرتی تھیں تب میں شاید دس سال کی تھی۔ اب سیکنڈ ایئر کے پیپرز دے چکی ہوں۔ مجھے انجینئر بننے کا بہت شوق تھا مگر اجازت نہ ملی۔ ہم گاؤں میں رہتے ہیں اور روزانہ شہر جاتے ہیں پڑھنے کے لیے۔ بظاہر میں ایک لاابالی سی لڑکی ہوں مگر میری سوچ پختہ ہے اور یہ سب ان تحریروں نے مجھے دیا ہے جو میں پڑھتی ہوں۔ نمرہ احمد کا میں شعاع کے ذریعے شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں کیونکہ ان کے ناول "جنت کے پتے" کی بدولت مجھے پردہ کرنے کی توفیق ملی ہے۔ انہیں استاد کا درجہ دیتی ہوں۔ شروع میں مجھے بھی پردہ کرنے میں حیا سلیمان کی طرح کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مگر اب سب کچھ ٹھیک ہے۔

تمام قارئین سے التجا ہے کہ وہ میرے لیے دعا کریں کہ میرے گھر والے مجھے آگے پڑھنے دیں۔

ج: پیاری مدثرہ! ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ کو پڑھنے کا شوق ہے تو آپ کے گھر والوں کو آپ کا ساتھ دینا چاہیے لیکن اگر یہ ممکن نہیں ہے تو آپ دل برداشتہ نہ ہوں پرائیویٹ تعلیم جاری رکھ سکتی ہیں۔ آپ کے گھر والے آپ کو امتحان دینے کی اجازت تو دے ہی دیں گے۔ ویسے بھی ہماری نظر میں علم ڈگریاں حاصل کرنے کا نام نہیں ہے۔ جو 15 کہانیاں آپ نے لکھی ہیں ہمیں بھجوا دیں۔ قابل اشاعت ہوئیں تو ضرور شائع ہوں گی۔

عفت علی اور عذرا حسین راولپنڈی سے شریک محفل ہیں لکھا ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

میں آپ کے تینوں پرچوں کی پرانی قاری ہوں۔ 1991ء سے پڑھنا شروع کیا۔ پڑھنے کا سفر جاری رہا۔ جو کہ ماہی ماہی ـــــ سے "کوہ گراں تھے ہم" تک آپہنچا۔ شعاع اور خواتین نے زندگی کے سب موسموں میں میرا اور میری باجی کا ساتھ دیا۔ ہم کہانیوں سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ یقیناً "بہت کچھ سیکھتے بھی رہے۔

"جنت کے پتے" پیر کامل "مصحف" اور بھی بے شمار ناولز نے بہت سے لوگوں خاص طور پر نوجوان بچیوں کے ذہنوں پر بہت اچھے تاثرات چھوڑے "جنت کے پتے" پڑھ کر بہت سی بچیوں نے باقاعدہ حجاب کرنا شروع کردیا۔

اس میں یقیناً "نمرہ احمد اور آپ کے ادارے کی کامیابی ہے۔ (جزاک اللہ) آپ سے پوچھنا ہے کہ نگہت سیما کا ناول (زمین کے آنسو) کتابی شکل میں آچکا ہے یا نہیں؟

ج : عفت اور عذرا! ایک طویل عرصہ سے آپ ہمارے پرچے پڑھ رہی ہیں تو خط لکھنے میں اتنی تاخیر کیوں؟

نمرہ احمد کا نیا ناول خواتین میں شروع ہوا ہے۔ نگہت سیما کا ناول زمین کے آنسو شائع ہوچکا ہے۔ آپ اس کے بارے میں 021-32735021 پر فون کر کے پتا کرلیں۔

عالیہ عثمان نے چکرال سے لکھا ہے

سرورق کے بارے میں ہمارے الفاظ بالکل سچا ہے ہیں اتنا پیارا کہ رنگ کالا ہر سو چھایا۔ پہلی شعاع نے دل جکڑا اور کسی حد تک مکمل بھی اکسایا۔ حمد و نعت نے دل اثر چھوڑا اور سید کی چھلانگ لگائی "صنم سے صبر تک" یعنی کنیز آپی کے ناول پر ـــ واقعی انسان صنم مکمل کر اٹھائے میں ہے اور اگر پہچان لے رب کریم کی ذات کو تو یہی معراج ہے اس کی پھر ایک تھی مثال اس کے بعد ڈھل گیا ہجر کا دن کوئی نہ جانے بات "پڑھا صدف آصف جی ویلڈن بہت اچھا آپ آتے ہیں جناب یعنی اینڈ اولی سمیرا حمید یا ریم کی جانب سے تحریر سمیرا جی کی باقی تحریروں سے منفرد لگی۔ باقی بجھوا اینڈ پر انہوں نے ماہی کی نا اسیدی کو بہت اچھے طریقے سے ختم ہوتے دکھایا۔ افسانوں میں شگفتہ رابعہ جی نے بہت اچھی راہنمائی کی اور ایک تیز ایک شیر شگ حبیب کی قابل تقلید ہے۔ تاریخ کے جھروکے میں بہت زبردست سلسلہ ہے آپ سے درخواست ہے کہ اس میں زیادہ تر مسلمانوں اور انبیاء کرام و علماء کے بارے میں بتایا کریں۔

قارئین متوجہ ہوں!

1 شعاع ڈائجسٹ کے لیے تمام سلسلے ایک ہی لفافے میں بھجوائے جاسکتے ہیں۔ تاہم ہر سلسلے کے لیے الگ کاغذ استعمال کریں۔

2 افسانے یا ناول لکھنے کے لیے کوئی بھی کاغذ استعمال کرسکتے ہیں۔

3 ایک سطر چھوڑ کر خوش خط لکھیں اور صفحے کی پشت یعنی صفحے کی دوسری طرف ہرگز نہ لکھیں۔

4 کہانی کے شروع میں اپنا نام اور کہانی کا نام لکھیں اور اختتام پر اپنا مکمل ایڈریس اور فون نمبر ضرور لکھیں۔

5 مسودے کی ایک کاپی اپنے پاس ضرور رکھیں۔ ناقابل اشاعت صورت میں تحریر کی واپسی ممکن نہیں ہوگی۔

6 تحریر روانہ کرنے کے دو ماہ بعد صرف پانچ تاریخ کو اپنی کہانی کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔

7 شعاع ڈائجسٹ کے لیے افسانے خط یا سلسلوں کے لیے انتخاب اشعار وغیرہ درج ذیل پتے پر رجسٹری کروائیں۔

ماہنامہ شعاع۔ 37 اردو بازار کراچی۔

ماہنامہ خواتین ڈائجسٹ اور ادارہ خواتین ڈائجسٹ کے تحت شائع ہونے والے پرچوں ماہنامہ شعاع اور ماہنامہ کرن میں شائع ہونے والی ہر تحریر کے حقوق طبع و نقل بحق ادارہ محفوظ ہیں۔ کسی بھی فرد یا ادارے کے لیے اس کے کسی بھی حصے کی اشاعت یا کسی بھی ٹی وی چینل پہ ڈرامہ، ڈرامائی تشکیل اور سلسلہ وار قسط کے کسی بھی طرح کے استعمال سے پہلے پبلشر سے تحریری اجازت لینا ضروری ہے۔ صورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کا حق رکھتا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

مہندی کے ڈیزائن

ادارہ

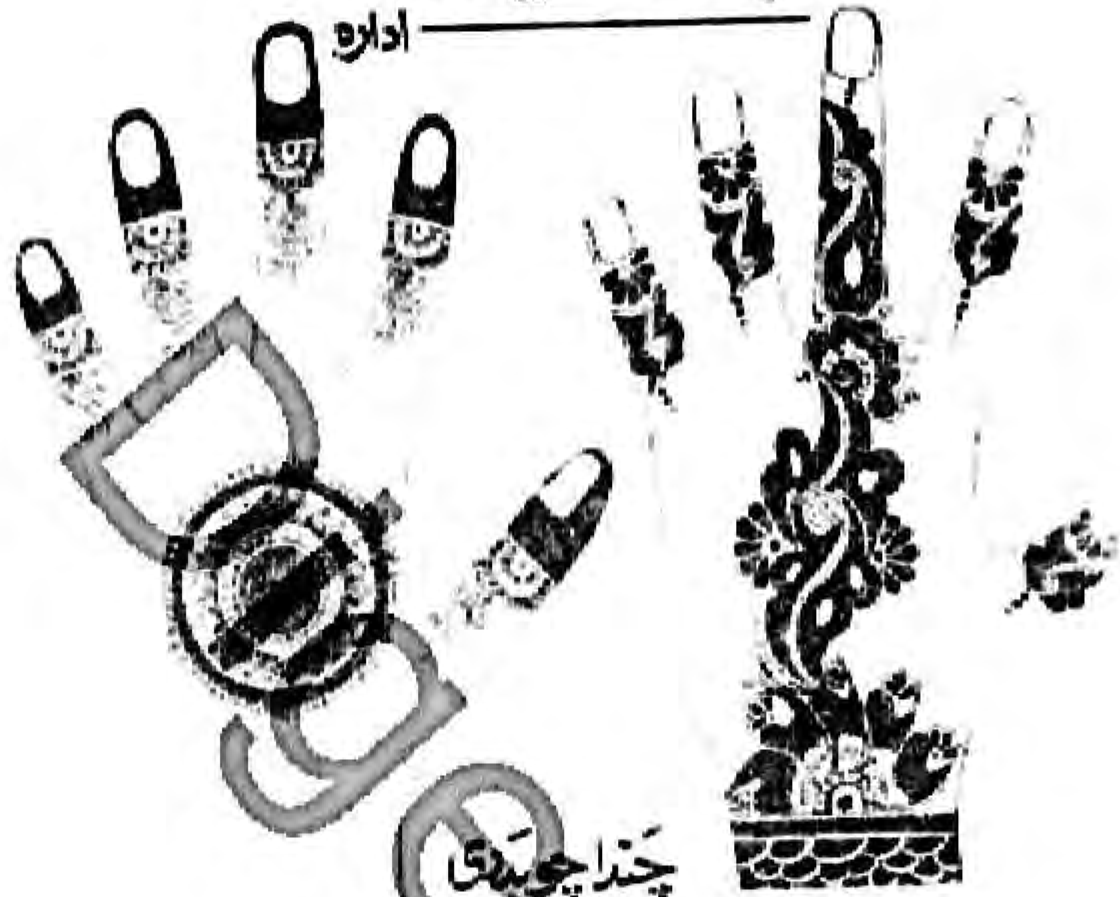

چندا چوہدری

بیوٹی پوائنٹ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

گل صفرہ سہیل

مشعل راہ

شاعرو ادیب پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال آٹھ سال کی عمر میں نابینا ہوئے تھے۔ ان کے بعد ان کی ایک بہن اور دو بھائی بھی بصارت کھو بیٹھے تھے۔ جوان ہمت پروفیسر شیخ محمد اقبال نے بتایا۔

"میرے والد خوشاب میں ٹیچر تھے۔ جب میرے بعد میرے دو اور بھائی اور ایک بہن بھی بینائی سے محروم ہوئے تو انہوں نے گھبرا کر دریائے جہلم میں کودنا چاہا' لوگوں نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا۔ میں نے کہا کہ جس اللہ نے بصارت سے محروم کیا ہے اس نے ہمت بھی عطا فرمائی ہے۔ انہوں نے مجھے لاہور میں شیراں والے گیٹ کے نابیناؤں کے اسکول میں داخل کرادیا۔ جہاں سے میں نے بریل سیکھی۔"

ڈاکٹر صاحب نے مزید بتایا کہ بی اے کے بعد جب میں نے انگلش لٹریچر میں ماسٹرز کرنا چاہا تو میرے ٹیچرز نے مجھے سمجھایا کہ یہ خاصا مشکل مضمون ہے پھر بھی اللہ کی مہربانی سے میری پوزیشن تھی' ایم فل میں ٹاپ کیا' پی ایچ ڈی کیا۔ پاکستان بھر میں بطور لیکچرر منتخب ہونے والا پہلا نابینا فرد ہوں۔ میرے بعد میرا چھوٹا بھائی بھی انگریزی کا لیکچرر منتخب ہوا۔

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال نے کہا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ لوگ ترس کھا کر نابیناؤں کو پانچ دس روپے کی خیرات نہ دیں' انہیں بھکاری نہ بنائیں' بلکہ انہیں ان کے پیروں پر کھڑا ہونے میں مدد کریں۔

ڈاکٹر اقبال جیسے لوگوں کو سامنے لانے کی ضرورت ہے تاکہ عزم و ہمت کی اس مثال سے دوسروں کو بھی حوصلہ مل سکے لیکن ہمارے میڈیا کو مخصوص چرب زبان جیسے مداری اچھے لگتے ہیں جو اسکرین پر اپنی خوش بیانی اور مہذب زبان سے تماشا لگاتے ہیں۔

عروج

ماضی کی خوب صورت اداکارہ بابرا شریف نے کہا ہے کہ "فلم انڈسٹری میں اگر پروفیشنلزم آجائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہماری انڈسٹری دوبارہ عروج حاصل نہ کرسکے۔ (کون سا عروج؟) اور فلم انڈسٹری میں یہ زوال کہیں باہر سے نہیں آیا' بلکہ انڈسٹری سے وابستہ لوگ ہی اس کے ذمہ دار ہیں۔ (جی جیسے آپ! کیونکہ اسی انڈسٹری نے آپ کو عروج دیا تھا اگر آپ اس وقت اسے نہ چھوڑتیں تو ہوسکتا ہے کہ آج اس کا یہ حال نہ ہوتا۔) بدقسمتی سے ہماری کسی حکومت نے فلم انڈسٹری کی جانب سنجیدگی سے توجہ نہیں دی (تو کیا کسی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

اور انڈسٹری کی طرف دی ہے؟) یوں حالات بد سے بدتر ہوتے گئے۔ لیکن میں انڈسٹری سے مایوس نہیں ہوں مجھے یقین ہے کہ ایک دن انڈسٹری اپنا کھویا ہوا مقام ضرور حاصل کرے گی۔ اور اس کی رونقیں پھر سے بحال ہو سکیں گی۔ (پتا نہیں سب یہی کہتے ہیں لیکن؟)

اکیلا

معمر رانا نے ایورنیو اسٹوڈیو میں ایک فلم کی شوٹنگ کے بعد گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ انہیں اسٹوڈیو کی حالت دیکھ کر بہت افسوس ہے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ جب وہ اسٹوڈیو آیا کرتے تھے تو یہاں پر بہت رونقیں ہوا کرتی تھیں مختلف فلور ز پر مختلف فلموں کی شوٹنگز ہوا کرتی تھیں (معمر! وقت کبھی ایک سا نہیں رہتا) لیکن آج یہاں ایک آدھ فلم کی ہی شوٹنگ ہوتی ہے۔ میں نے اس فلم کو اس لیے کیا ہے کہ ان ٹیکنیشنز اور ہنر مندوں کے گھروں کے چولہے جل سکیں جو فلمی بحران کی زد میں آچکے ہیں (واہ بھئی اسے کہتے ہیں کہو۔ داری فلم میں کچھ جان نہیں ہے اسی لیے ہمارے ہیرو نے یہ بیان دیا ہے کہ۔۔۔) اس اسٹوڈیو سے بڑے بڑے لوگوں نے اپنے محلات اور کوٹھیاں بنائیں۔ (ویسے آپ کا گھر بھی کسی محل سے کم نہیں ہے۔) اور آج انہوں نے فلم انڈسٹری کو اکیلا چھوڑ دیا ہے۔ (آپ نے کیا اپنے معاوضے میں کمی کر دی؟) ویسے معمر رانا ایک فلم بنا رہے ہیں جس کو ڈائریکٹ بھی وہ خود کریں گے اس کا پیپر ورک تقریباً مکمل ہو چکا ہے۔

فرض

اداکارہ ریشم نے شمالی وزیرستان آپریشن کے متاثرین کی مدد کا فیصلہ کیا ہے (بہت اچھا فیصلہ ہے ریشم) اس سلسلے میں ریشم وورکرز میں کھانے پینے کی اشیا ملبوسات اور ادویات کے پیکٹ تیار کر کے متاثرین کو بھجوائیں گی۔ (کاش یہ جذبہ اور لوگوں میں بھی بیدار ہو جائے) ریشم کا کہنا تھا کہ وزیرستان کے متاثرین

ہمارے پاکستانی بھائی بہن ہیں اور ان کی مدد کرنا ہمارا اولین فرض ہے (کاش ریشم جیسی سوچ ہماری انڈسٹری میں عام ہو جائے) ویسے ریشم ان دنوں مختلف ڈراما سیریل میں اہم کردار نبھا رہی ہیں۔ نہیں نہیں گھبرائیے نہیں ریشم نے فلم انڈسٹری چھوڑی نہیں بلکہ وہ کہتی ہیں کہ معیاری فلموں میں آج بھی وہ کام کرنے کے لیے تیار ہیں۔

مشکل

گلوکارہ فریحہ پرویز نے کہا ہے کہ نور جہاں کے گائے ہوئے گانوں کو گاتے ہوئے زیادہ مزہ آتا ہے (جی ہاں بچی پکائی جو مل جاتی ہے) میری کامیابی میں میرے والدین کی دعائیں اور حوصلہ افزائی کا اہم کردار ہے۔ (بھئی کس کے ماں باپ اولاد کو بددعا دیتے ہیں؟) جب میں نے اپنے کیریر کا آغاز کیا تھا تو اس وقت جنید جمشید، علی حیدر اور جنون گروپ جیسے لوگ انڈسٹری میں موجود تھے۔ (یا اللہ آپ اتنی پرانی ہیں؟) ان کے درمیان اپنے آپ کو منوانا بہت مشکل تھا۔ لیکن میرے والد نے مجھے بھرپور سپورٹ کیا نئے فنکاروں کو بھی چاہیے کہ جب وہ کام کرنے کے لیے نکلیں تو

www.paksociety.com www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

پہلے اپنے اہل خانہ کو مطمئن کریں۔ (محترمہ سارے نئے فنکار اپنے والدین کی سپورٹ پر ہی آتے ہیں۔)

حکمرانی

عابد علی کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے وہ اپنے کرداروں کے ذریعے لوگوں کے دلوں پر ہر دور میں راج کرتے رہے ہیں بلکہ کر رہے ہیں۔ عابد علی کہتے ہیں کہ "شوبزنس کی دنیا میں فنکار کو صرف اپنے کردار کے ذریعے پرستاروں کے دلوں پر حکمرانی کرنی تی چاہیے۔

(یہ ان کا اپنا کردار ہو یا اداراے کا کردار؟) فنکار جس قدر اپنے کردار میں ڈوب کر اداکاری کرتا ہے اسی قدر لوگ اس کو پسند کرتے ہیں۔ (عابد علی کی یہ باتیں نئے آنے والے فنکاروں کے لیے سنہرے موتی ہیں کاش وہ اس کو سمجھ لیں تو۔۔۔!)

عابد علی صاحب کہتے ہیں کہ شوبز میں کوئی ریس نہیں یہ تو آرٹ کی ایک قسم ہے۔ کچھ لوگ اداکاروں کو نمبرز کی دوڑ میں تقسیم کرتے ہیں جو کسی بھی طرح درست نہیں (جی ہمارے فنکار اب نمبرز کی دوڑ میں ایک دوسرے کو گراتے بھاگتے نظر آتے ہیں) میں اللہ کے فضل سے ان خوش نصیبوں میں سے ہوں جنہیں عزت، دولت اور شہرت تینوں سے نوازا گیا ہے۔ (شاید جبھی آپ نمبرز کی دوڑ کو برا سمجھتے ہیں)

کچھ ادھر ادھر سے

☆ حافظہ قرآن' عالمہ' ماہر تعلیم' انگریزی' عربی' فارسی' فرانسیسی' ہسپانوی پانچ زبانوں میں مہارت، خطابت ایسی غیر معمولی کہ بین الاقوامی شہرت یافتہ دانش ور "مفکر' فلاسفرعش عش کر اٹھیں، انگشت بدنداں رہ جائیں۔ بقول عالمی شہرت یافتہ "مفکر نوم چومسکی" عافیہ کے اندر اتنی صلاحیتیں ہیں کہ معاشرے اور سسٹم کو بدل سکتی ہے۔"

امریکی ریسرچ اسکالر اسٹیفن لینڈمین کا کہنا ہے۔
"عافیہ نے غلط وقت میں غلط جگہ۔ راست گوئی کے بیج بونے چاہے۔" اسے مشرف نے امریکہ کے حوالے کر دیا۔ مانند و صدر نے اپنی کتاب میں رقم کیا۔ میں نے سینکڑوں افراد گرفتار کر کے امریکہ بہادر کی خدمت میں پیش کیے۔

(حفیظ اللہ نیازی۔ جنگ)

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ثمینہ محبوب

فراست

جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے قیساریہ کو فتح کیا اور ایک علاقے کا محاصرہ کرلیا تو وہاں کے گورنر نے ان کے پاس پیغام بھیجا۔

"آپ گفتگو کے لیے کوئی آدمی میرے پاس بھیجیں۔"

حضرت خود ہی ایک عام آدمی کی حیثیت سے تشریف لے گئے اور گفتگو شروع کی۔ گورنر ان کی حکیمانہ گفتگو اور جرات و بے باکی سے متاثر ہوا' چنانچہ اس نے پوچھا۔

"کیا تمہارے لوگوں میں اور لوگ بھی تمہاری طرح موجود ہیں؟"

حضرت عمرو نے جواب دیا "میں تو ان سب سے کمتر آدمی ہوں' تب ہی تو انہوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔"

گورنر نے یہ سن کر انہیں کچھ تحفے دینے کا حکم دیا اور ساتھ ہی دربان کے پاس حکم لکھ کر بھیجا۔

"جب یہ شخص تمہارے قریب سے گزرے تو اسے قتل کرکے اس کا مال چھین لو۔"

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ جب واپس جانے کے لیے مڑے تو راستے میں غسان نامی قبیلے کا ایک شخص آپ سے ملا اور اس نے آپ کو پہچان لیا' وہ چونکہ اس علاقے کی غداری سے واقف تھا اس لیے کہنے لگا۔

"حضرت! آپ اس محفل میں اچھی طرح داخل ہوئے تھے اچھی طرح ہی نکلنا۔"

حضرت عمرو بن عاص ٹھٹک گئے۔ فوراً مڑے اور گورنر کے پاس آکر کہنے لگے۔

"آپ نے مجھے جو تحفے دیے' اسے دیکھ کر اندازہ ہوا کہ یہ میرے چچازاد بھائیوں کے لیے کافی نہیں ہوں گے کیا ہی اچھا ہو کہ وہ سب کے سب آپ کے پاس آجائیں اور آپ انہیں یہاں تحفے دیں۔"

گورنر دل میں کہنے لگا کہ ایک آدمی کی جگہ دس آدمی قتل ہونے کو مل رہے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ میں انکار کروں' چنانچہ اس نے فوراً "ہاں" بھرلی اور کہنے لگا۔

"آپ اپنے چچازاد بھائیوں کو بھیج دینا اور دربان کو کہلا بھیجا" "انہیں جانے دو۔"

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ محل سے نکلے اور جب خطرے کے علاقے سے نکل گئے تو فرمایا۔

"آئندہ ایسے غداروں کے پاس نہیں آؤں گا۔" چند روز کے بعد گورنر نے صلح کی درخواست کی' خود مسلمانوں کے پاس آیا اور جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے خیمے میں داخل ہو کر انہیں امیر لشکر کی حیثیت سے بیٹھا پایا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی اور بوکھلا کر پوچھا۔

"کیا آپ وہی ہیں؟" حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "جی ہاں! میں تمہاری غداری کے باوجود زندہ ہوں۔"

حکمرانوں کا عدالتی استثنا

عتبی بیان کرتے ہیں کہ وہ اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے قاضی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ان کی عدالت میں دو آدمی حاضر ہوئے۔ ایک ابراہیم بن محمد تھا اور دوسرا خلیفہ ہشام کا دربار خلیفی سپاہی۔ دونوں عدالت میں پہنچ کر قاضی کے سامنے بیٹھ گئے۔ درباری سپاہی بولا۔ "قاضی صاحب! امیر المومنین اور ابراہیم کے درمیان ایک تنازع ہے۔ امیر المومنین نے مجھے اپنی نیابت کے لیے بھیجا ہے۔" قاضی نے کہا۔ "تمہاری نیابت پر دو گواہ مطلوب ہیں۔" درباری سپاہی بولا۔ "کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں امیر المومنین کی طرف سے کچھ جھوٹ بولوں گا' حالانکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی دور کا فاصلہ نہیں ہے' میں ان کا قریبی سپاہی ہوں۔" قاضی نے

SCANNED BY DIGESTPK

کہا۔ "شہادت کے بغیر نہ تمہارے حق میں مقدمہ ہو سکتا ہے اور نہ تمہارے خلاف۔" قاضی کا دو ٹوک فیصلہ سن کر درباری سپاہی عدالت سے نکل گیا اور خلیفہ کی خدمت میں پہنچ کر پوری داستان سنائی۔ خلیفہ اٹھ کھڑا ہوا اور تھوڑی ہی دیر کے بعد عدالت کے باہر موجود تھا۔ عدالت کا دروازہ کھلتے ہی درباری سپاہی آگے بڑھا اور بولا۔ "قاضی صاحب! یہ دیکھیے امیر المومنین حاضر ہیں۔" خلیفہ ہشام کو دیکھتے ہی قاضی صاحب استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے، مگر خلیفہ نے انہیں بیٹھنے کا حکم دیا۔ پھر قاضی نے ایک مصلیٰ بچھایا، اس پر خلیفہ اور اس کا فریق مخالف ابراہیم بن محمد بیٹھ گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم حاضرین اس قضیے سے متعلق ہونے والی گفتگو صاف صاف نہیں سن رہے تھے، البتہ کچھ باتیں ہمیں سمجھ میں آرہی تھیں۔ فریقین نے اپنے اپنے دلائل پیش کیے۔ قاضی نے مفصل گفتگو سننے کے بعد خلیفہ ہشام کے خلاف فیصلہ دے دیا۔

ایک موقع پر اہل سمرقند نے اسلامی لشکر کے سالار قتیبہ بن مسلم کے خلاف اسلامی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ قاضی نے مسجد کے ایک کونے میں اپنی نشست سنبھالی اور کارروائی کا آغاز کر دیا۔ قاضی کا غلام اس کے سر پر کھڑا ہے۔ بغیر کسی لقب کے امیر لشکر کا نام لے کر بلایا جا رہا ہے کہ وہ حاضر ہو۔ امیر لشکر فاتح سمرقند قتیبہ بن مسلم حاضر ہوا۔ عدالت نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر اہل سمرقند کے سردار کاہن کو بلوایا اور قتیبہ بن مسلم کے ساتھ بٹھا دیا۔ عدالت نے اپنی کارروائی شروع کی۔

قاضی اپنی نہایت پست آواز میں کاہن سے مخاطب ہوئے "بتاؤ تم کیا کہتے ہو؟"

کاہن: "آپ کا کمانڈر قتیبہ بن مسلم ہمارے ملک میں دھوکے سے داخل ہوا ہے۔ اعلان جنگ نہیں کیا اور نہ ہمیں اسلام کی دعوت دی ہے۔"

قاضی نے امیر کی طرف دیکھا اور پوچھا "تم کیا کہتے ہو؟"

"امیر لشکر: لڑائی تو دھوکا ہوتی ہے۔ یہ ملک بہت بڑا ہے۔ اس کے باشندوں کو اللہ تعالیٰ نے ہماری وجہ سے کفر و شرک سے محفوظ کیا ہے اور اسے مسلمانوں کی وراثت اور ملکیت میں دے دیا ہے۔"

قاضی: "کیا تم نے حملے سے پہلے اہل سمرقند کو اسلام کی دعوت دی تھی یا جزیہ دینے پر آمادہ کیا تھا یا دونوں صورتوں سے انکار پر جنگ کا اعلان کیا تھا؟"

امیر لشکر: "نہیں ہم نے ایسا تو نہیں ہوا۔"

قاضی: "تو گویا آپ نے اپنے قصور کا اعتراف کر لیا۔"

اس کے بعد قاضی نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ نے امت کی مدد اس لیے کی ہے کہ اس نے دین کی اتباع کی اور دھوکا دہی سے اجتناب کیا۔ اللہ کی قسم! ہم اپنے گھروں سے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نکلے ہیں۔ ہمارا مقصود زمین پر قبضہ کرنا نہیں اور نہ حق کے بغیر وہاں حکومت کرنا ہے۔ میں حکم دیتا ہوں کہ مسلمان اس شہر سے نکل جائیں اور شہر اس کے اصل باشندوں کے حوالے کر دیں۔ پھر ان کو دعوت اسلام دیں، انہیں جنگ کا چیلنج کریں اور ان سے لڑائی کا اعلان کریں۔"

اہل سمرقند نے جو سنا اور دیکھا، اس پر انہیں یقین نہیں آرہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں قاضی کے فیصلے پر عمل درآمد شروع ہو چکا تھا اور فوجیں واپس جا رہی تھیں۔ وہ افواج جن کے سامنے مدینہ سے لے کر سمرقند تک کوئی چیز رکاوٹ نہ بن سکی، جنہوں نے قیصرو کسریٰ اور خاقان کی قوتوں کو پاش پاش کر کے رکھ دیا، جو رکاوٹ بھی راستے میں آئی اسے خس و خاشاک کی طرح بہا لے گئے، مگر آج وہ ایک کمزور، نحیف جسم کے مالک قاضی کے فیصلے کے سامنے بے دست و پا ہو گئیں۔ اس عادلانہ فیصلے کو دیکھ کر اہل سمرقند نے اسلامی فوج کے راستے روک لیے، ان کے گھوڑوں کی باگیں پکڑ لیں کہ ہمارے ملک سے واپس نہ جائیے، ہمیں اسلامی عدل و انصاف کی ضرورت ہے۔ پھر چشم فلک نے وہ منظر بھی دیکھا کہ سمرقند کی گلیاں اور چوک اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھے، لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے لگے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

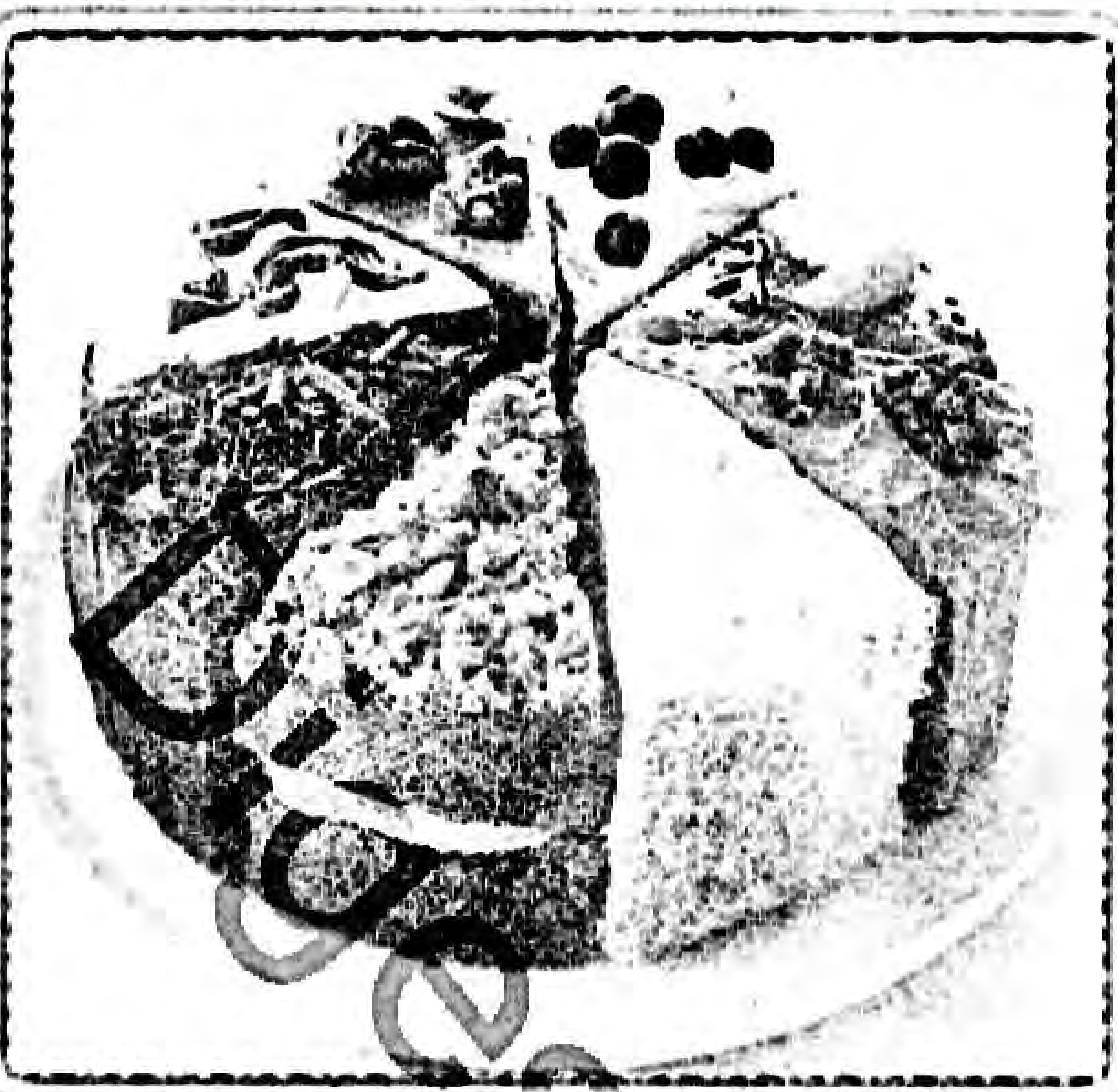

عید کے پکوان

خالدہ جیلانی

کیک

ضروری اجزا :

انڈے	چار عدد
آئسنگ شوگر	ڈھائی کپ
میدہ	تین چوتھائی کپ
فریش کریم	ڈیڑھ کپ
اسٹرابری ایسنس	ایک چوتھائی چائے کا چمچ
مکھن 'اسٹرابری پیوری	دو 'دو کھانے کے چمچے

ترکیب :

ایک پیالے میں انڈوں کی زردی 'تھوڑی آئسنگ شوگر اور اسٹرابری ایسنس ڈال کر خوب اچھی طرح پھینٹ لیں کہ آمیزہ مکھن کی طرح ہو جائے۔ علیحدہ پیالے میں سفیدی میں ایک چٹکی نمک ڈال کر اتنا پھینٹیں کہ آمیزہ جھاگ دار ہو جائے۔ بقیہ آئسنگ شوگر ڈال کر پھر خوب پھینٹیں۔ اس کے بعد زردی والا آمیزہ ملا کر ایک بار پھر خوب پھینٹیں۔ میدہ (دو تین دفعہ چھان لیں) ڈال کر ایک بار پھر اتنا پھینٹیں کہ آمیزہ گاڑھا اور یکجان ہو جائے۔ سانچے میں مکھن لگا کر بٹر پیپر بچھائیں۔ اس پر بھی تھوڑا سا مکھن لگائیں پھر یہ آمیزہ پھیلا دیں۔ پہلے سے خوب گرم توے پر سانچہ رکھ کر آنچ دھیمی کر دیں۔ بیس منٹ بعد چھری ڈال کر چیک کریں۔ چھری صاف نکل آئے تو سمجھیں کیک پک گیا ورنہ مزید پانچ منٹ کے لیے رکھ

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

دیں۔ پک جائے تو اتار کر ٹھنڈا کریں پھر بیچ میں سے چھری کی مدد سے دو حصوں میں کاٹ لیں۔ ایک حصے پر تھوڑی سی کریم اور اسٹرابیری پیوری ڈال کر دوسرا حصہ ڈھک دیں۔ کریم سے کیک کو چاروں طرف اچھی طرح کور کریں۔ تازہ اسٹرابیری سے اس کی سجاوٹ کریں اور فریج میں ٹھنڈا کر کے پیش کریں۔

بادامی چاکلیٹ کیک

اجزا :

کھجور	چند عدد
بادام	ایک پیالی
کوکنگ چاکلیٹ	آدھی پیالی

ترکیب :

کوکنگ چاکلیٹ کو پگھلا لیں۔ کھجور سے گٹھلیاں نکال کر اس کی جگہ بادام رکھ دیں۔ باقی بادام باریک کاٹ لیں۔ اب کھجور جس میں بادام رکھا ہے، کوکنگ چاکلیٹ میں لپیٹ دیں۔ کٹے ہوئے بادام اوپر چھڑک کر پیش کریں۔

(حرا قریشی۔۔۔ ملتان)

مزے دار سالم چکن

اجزا :

چکن سالم	ایک عدد
براؤن پیاز، دہی	آدھا، آدھا کپ
لیموں کا رس	چار کھانے کے چمچے
سرخ مرچ، دھنیا	ایک، ایک کھانے کا چمچہ
نمک	حسب ذائقہ
تیل	حسب ضرورت

ترکیب :

بڑے پیالے میں دہی، براؤن کی ہوئی پیاز، لال مرچ، دھنیا، گرم مسالا، نمک اور ادرک لہسن پیسٹ ڈال کر پھینٹ لیں۔ تیز چھری سے چکن پر کٹ لگا کر آمیزہ اچھی طرح مل دیں۔ اور ریفریجریٹر میں رکھ دیں۔ دو گھنٹے بعد کڑاہی میں تیل گرم کر کے چکن ڈال کر ڈھک دیں۔ ایک طرف سے سرخ ہو جائے تو پلٹ دیں۔ آنچ ہلکی رکھیں۔ چکن گل جائے تو چولہا بند کر دیں۔ لیموں چھڑک کر چپاتی اور چٹنی کے ساتھ پیش کریں۔

ہری بھری بریانی

اجزا :

گوشت	آدھا کلو
چاول	آدھا کلو
پیاز	دو عدد
ثابت گرم مسالا	حسب ضرورت
زردہ رنگ	ایک چٹکی
دہی	ایک کپ
نمک	حسب ذائقہ
تیل	حسب ضرورت

ترکیب :

پیاز سنہری کر کے ادرک لہسن پیسٹ بھون لیں۔ گوشت شامل کر کے لال مرچ، دہی، نمک، پسا دھنیا، ہلدی، ثابت گرم مسالا اور زیرہ شامل کر کے بھون لیں۔ دو کپ پانی ڈال کر پکائیں۔ گوشت گل جائے تو بھون کر چولہے سے اتار لیں۔

چاول اس طرح ابالیں کہ ایک کنی رہ جائے۔ الگ دیگچی میں گوشت کی تہہ لگا کر چاولوں کی ایک تہہ لگائیں۔

پھر ہرا دھنیا، پودینہ اور ہری مرچیں ڈال کر اوپر دوبارہ چاولوں کی تہہ لگا دیں۔ تھوڑے سے دودھ میں زردہ رنگ گھول کر چاولوں پہ ڈال کر پندرہ منٹ کے لیے دم پر رکھ دیں۔ رائتے کے ساتھ گرم گرم پیش کریں۔

رس ملائی

اجزا :

دودھ	ایک کلو
چینی، خشک دودھ	ایک ایک کپ
بیکنگ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
انڈا	ایک عدد
گھی	ایک چائے کا چمچہ

ترکیب :

دودھ میں چینی، الائچی اور بادام پستے ڈال کر ابال لیں۔ خشک دودھ میں بیکنگ پاؤڈر، انڈا اور گھی ملا کر (گھی اگر جما ہوا سخت ہو تو زیادہ اچھا ہے) گوندھ لیں۔ ہاتھ چکنا کر کے چھوٹی چھوٹی ٹکیہ بنا لیں۔ جب دودھ میں جوش آجائے

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

تو درمیانی آنچ کر کے ساری ٹکیہ ڈال دیں اور وقفے وقفے سے چمچہ ہلاتی رہیں۔ دس منٹ بعد یہ پھول جائیں گی۔ دودھ گاڑھا ہو جائے تو اتار لیں اور ٹھنڈا کر کے پیش کریں۔

چکن تکہ مسالا

اجزا :

چکن بون لیس	ڈیڑھ پاؤ
دہی	ایک کپ
پسا گرم مسالا	ایک چائے کا چمچہ
پیاز، ٹماٹر	دو دو عدد
تکہ مسالا	دو کھانے کے چمچے
کریم	ایک کپ
نمک	حسب ذائقہ
تیل	حسب ضرورت

ترکیب :

دہی میں دو کھانے کے چمچے لیموں کا رس، گرم مسالا، تکہ مسالا، لہسن اورک پیسٹ اور نمک ملا کر اچھی طرح بوٹیوں پر لگائیں اور دو گھنٹے کے لیے فریج میں رکھ دیں۔ پھر دیگچی میں ڈال کر ہلکی آنچ پر تھوڑی دیر پکائیں اور الگ رکھ دیں۔ پیاز باریک پیس کر تیل میں بھونیں پھر اس میں ثابت مرچ توڑ کر ڈالیں۔ ٹماٹر باریک کاٹ کر ڈالیں اور اتنا پکائیں کہ پیسٹ بن جائے۔ چکن شامل کر کے تھوڑا سا بھونیں اور روغن آنے تک پکائیں پھر پانچ منٹ کے لیے دم پر رکھ دیں۔ پیش کرتے وقت کریم ڈال دیں۔

رنگین تکہ کباب

اجزا :

چکن قیمہ	ڈیڑھ پاؤ
انڈے	دو عدد
پنیر	ایک چوتھائی کپ
ہری پیاز	چھ عدد
لال شملہ مرچ	دو عدد
نمک	حسب ذائقہ
مکھن، تیل	حسب ضرورت

ترکیب :

قیمہ میں انڈے، سفید مرچ، چاٹ مسالا، گرم مسالا، لہسن، جوس، زیرہ بھون کر اور ہری مرچ باریک کتر کر ملائیں۔ دو چمچے تیل بھی ملا دیں۔ پنیر، ہری پیاز، شملہ اور ہرا دھنیا باریک کاٹ لیں۔ قیمے کے سیخ کباب بنا کر باریک کٹی سبزیوں میں رول کریں۔ اچھی طرح ہاتھ سے دبائیں۔ پھر ان کو یا تو کوئلوں پر سینک لیں۔ اوون میں بیک بھی کر سکتی ہیں اور ہلکے تیل میں فرائی بھی کر سکتی ہیں۔ درمیان میں مکھن کا برش بھی پھیرتی رہیں۔ سلاد، پیاز اور چٹنی کے ساتھ پیش کریں۔

لب شیریں

اجزا :

دودھ	ایک لیٹر
رنگین سویاں	آدھا کپ
کارن فلور، کھویا	دو دو کھانے کے چمچے
چینی	حسب ذائقہ
جیلی	دو پیکٹ
کیلے	چار عدد
سیب	دو عدد
بادام	آٹھ عدد

ترکیب :

دودھ کو چولہے پر ابلنے کے لیے رکھ دیں۔ جیلی کو الگ الگ پکا کر جما کر چوکور کاٹ لیں۔ دودھ گاڑھا ہونے لگے تو سویاں ڈال دیں۔ سویاں نرم ہو جائیں تو کارن فلور اور چینی ڈال دیں۔ چمچہ ہلاتے رہیں۔ کھویا ڈال کر پندرہ منٹ تک پکائیں اور چولہے سے اتار کر ٹھنڈا کریں۔ ٹھنڈا ہونے کے بعد جیلی اور کیوبز میں کٹے پھل اور کترے ہوئے بادام چھڑک کر فریج میں رکھ دیں۔ ٹھنڈا ہو جائے تو پیش کریں۔

(البشیٰ رفیق ۔۔۔ ہارون آباد)

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

خوب صورتی

خوب صورتی کی پہلی شرط دمکتی ہوئی پرکشش اور تروتازہ جلد ہے۔ اس اصل خوب صورتی کو آپ تھوڑی سی توجہ اور تھوڑی سی محنت سے نہ صرف قائم رکھ سکتی ہیں بلکہ مزید نکھار بھی سکتی ہیں۔ اس کے لیے سب سے پہلے تو اس بات کا خیال رکھیے کہ آپ متوازن اور صحت بخش غذا میں استعمال کریں۔ آپ کی غذا نہ صرف جلد پر اثر انداز ہوتی ہے بلکہ آپ کا وزن بھی متوازن رکھتی ہے جلد کے نکھار کے لیے آپ کے کچن سے بھی بہت سی چیزیں مل سکتی ہیں۔

ایک بادام دو چمچے دودھ میں پیس کر پیسٹ بنالیں۔ رات کو سوتے وقت ہاتھوں سے مساج کریں۔ بہترین اسکرب ہے۔ صبح منہ دھولیں۔ دودھ میں نمک ملا کر مساج کرنے سے بھی جلد ملائم ہوتی ہے۔ اس سے غیر ضروری روواں بھی جھڑ جاتا ہے۔ دہی کھانے سے بڑھاپا دیر سے آتا ہے۔ دہی میں چند قطرے سفید سرکہ ملا کر مساج کریں۔ خشک ہونے پر دھولیں۔ ہفتے میں کم از کم تین بار یہ عمل کریں۔ مداومت اور تسلسل لازمی ہے۔

روزانہ ایک کیلا کھائیے۔ توانائی کے فوری حصول میں اکسیر ہے۔ کیلے کو دہی یا دودھ کے ساتھ مسل کر مساج کریں۔ تھوڑی دیر بعد ٹھنڈے پانی سے منہ دھولیں۔

روزانہ ایک کھیرا کھائیے اور ایک کھیرے کا رس نکال کر ہم وزن لیمن جوس اور عرق گلاب کے ساتھ اسکرب کرنے کے بعد ٹونر کے طور پر لگائیے۔

پودینے کو ابال کر پانی پائیں۔ رنگت نکھارنے، پیٹ کے مسائل اور کیل مہاسوں کے لیے بے حد مفید ہے۔ چند پتوں کو پیس کر پیسٹ بنا کر رات کو لگائیں، صبح منہ دھولیں۔

ہفتے میں دو انڈے ضرور کھائیں۔ ابلا ہوا کھائیں تو زیادہ بہتر ہے۔ کولیسٹرول کا مسئلہ ہو تو صرف سفیدی استعمال کریں۔ انڈے کی سفیدی بہترین ماسک ہے۔ ہر فیشل یا مساج کے بعد ایک چمچہ شہد اور ایک چمچہ لیموں کا رس مکس کر کے چہرے پر لگائیں پندرہ منٹ بعد خشک ہونے پر دھولیں۔

ان گھریلو ٹوٹکوں پر عمل کرنے کے بعد جب عید کے دن آپ ہلکا سا میک اپ کریں گی تو چہرہ دمک اٹھے گا۔

اس عید پر موسم نرم گرم رہے گا۔ خاتون خانہ ہونے کی حیثیت سے کچن کی ذمے داریاں بھی عائد ہوں گی آپ پر لہٰذا ہلکا میک اپ کریں جو دیکھنے والے کو ناگوار نہ گزرے اور آپ بھی الجھن محسوس نہ کریں۔

وینشنگ کریم لگا کر فیس پاؤڈر کا ایک کوٹ لگائیں۔ فاؤنڈیشن ہرگز استعمال نہ کریں۔ پاؤڈر کی شکل میں ہی بلش آن اور آئی شیڈو لگائیں مگر اس کا بھی صرف ایک کوٹ۔ مسکارا اور آئی لائنر سے پرہیز کرنا بہتر ہوگا۔ آئی پنسل البتہ لگا سکتی ہیں۔ لپ اسٹک لائٹ براؤن یا پنک شیڈ میں لگائیں۔

البتہ رات و شام میں تیاری کے وقت آپ گہرے شیڈز استعمال کر سکتی ہیں۔ اور آنکھوں کا بھی مکمل میک اپ کر سکتی ہیں۔ لیکن میک اپ باوقار رکھیں۔

آئی شیڈو اپنے لباس کے حساب سے منتخب کریں۔ کاجل لگائیں اور مسکارا بھی لگا سکتی ہیں۔

لباس کے انتخاب میں بھی سب سے اہم چیز موسم ہے چونکہ گرمی ہوگی تو دن میں لان کے خوش رنگ سوٹ کا انتخاب کریں البتہ شام میں آپ بھاری کپڑے بھی پہن سکتی ہیں۔

ایک خاتون خانہ کے میک اپ کی خوبی یہ ہے کہ یہ محسوس نہ ہو کہ اس نے میک اپ کر رکھا ہے اس کا حسن فطری اور قدرتی نظر آئے ہلکے میک اپ سے چمکتا چہرہ اور دلکش مسکراہٹ آپ کو فطری دلکشی اور حسن عطا کرے گی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1